لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

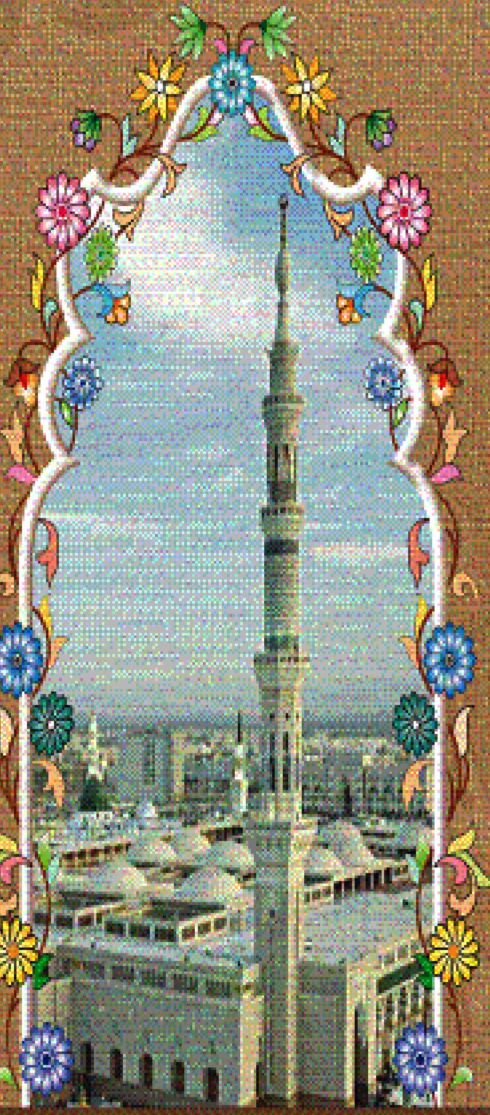
رحمۃ للعالمین

مؤلف

قاضی محمد سلیمان سلمان منصورپوری رحمہ اللہ

تصحیح وتعلیق

میاں طاہر



مرکز الحرمین الاسلامی

رحمۃ للعالمین

قاضی محمد سلیمان سلمان

منصورپوری رحمہ اللہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

❁❁❁ توجہ فرمائیں! ❁❁❁

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب............

- عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد آپ لوڈ (UPLOAD) کی جاتی ہیں۔
- متعلقہ ناشرین کی اجازت کے ساتھ پیش کی گئی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹو کاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات کی نشرواشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

❁❁❁ تنبیہ ❁❁❁

- کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔
- ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی وشرعی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر
تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

نشرواشاعت، کتب کی خرید وفروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں

ٹیم کتاب وسنت ڈاٹ کام

webmaster@kitabosunnat.com

www.KitaboSunnat.com

لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِی رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ

رحمۃ للعالمین

مؤلف

قاضی محمد سلیمان سلمان منصورپوری رحمہ اللہ

تخریج وتعلیق

میاں طاہر

مرکز الحرمین الاسلامی

جلد دوم

فہرست آخر میں دیکھیں یا صفحہ نمبر 18 پر جائیں

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَسَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ الَّذِیْ اَرْسَلَہُ اللّٰہُ رَحْمَۃً لِّلْعَالَمِیْنَ وَجَعَلَہٗ خَاتَمَ النَّبِیِّیْنَ وَ سَیِّدَ الْمُرْسَلِیْنَ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ یَا اَللّٰہُ یَا رَحْمٰنُ یَا رَحِیْمُ یَا جَارَ الْمُسْتَجِیْرِیْنَ یَا اَمَانَ الْخَائِفِیْنَ یَا عِمَادَ مَنْ لَّا عِمَادَ لَہٗ، یَا سَنَدَ مَنْ لَّا سَنَدَ لَہٗ، یَا ذُخْرَ مَنْ لَّا ذُخْرَ لَہٗ، یَا حِرْزَ الضُّعَفَاءِ یَا کَنْزَ الْفُقَرَآءِ یَا عَظِیْمَ الرَّجَاءِ یَا مُنْقِذَ الْھَلْکٰی یَا مُنْجِیَ الْغَرْقٰی یَا مُحْسِنُ یَا مُجْمِلُ یَا مُنْعِمُ یَا مُفْضِلُ یَا جَبَّارُ یَا مُنِیْرُ اَنْتَ الَّذِیْ سَجَدَ لَکَ سَوَادُ اللَّیْلِ وَضَوْءُ النَّھَارِ شُعَاعُ الشَّمْسِ وَ نُوْرُ الْقَمَرِ وَ خَفِیْقُ الشَّجَرِ وَ دَوِیُّ الْمَآءِ یَا اللّٰہُ اَنْتَ اللّٰہُ لَا شَرِیْکَ لَکَ اَسْئَلُکَ اَنْ تُصَلِّیَ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبْدِکَ وَ رَسُوْلِکَ فِی الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ وَ فِی الْمَلَاءِ الْاَعْلٰی اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ وَ عَلٰی جَمِیْعِ اِخْوَانِہٖ مِنَ النَّبِیِّیْنَ وَ عَلٰی اٰلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ وَاَتْبَاعِہٖ اَجْمَعِیْنَ اٰمِیْنَ۔

امابعد، یہ کتاب ''رحمۃ للعالمین'' کی جلد دوم ہے۔ جلد اول کا پہلا ایڈیشن 1912ء میں شائع ہوا تھا۔ جلد دوم کے لیے جنگ عظیم (اگست 14 تا نومبر 1918ء) کے شروع ہو جانے کی وجہ سے عمدہ کاغذ دستیاب نہ ہوا، اور یہ مسودہ پڑا ہی رہا۔ 1916ء میں جلد اول کا دوسرا ایڈیشن ضرور نکلا تھا، لیکن اس کا شائع کرنا اضطراراً تھا کیوں کہ جلد اول کو کئی اسلامی مدارس اور اسلامیہ ہائی سکولوں نے داخل نصاب کر لیا تھا اور طالبان علم کا حرج کسی طرح گوارا نہ ہو سکتا تھا۔ اس کے لیے بھی جو کاغذ لگایا گیا تھا اگرچہ پچھلے کاغذ سے اس کی قیمت ڈیوڑھی تھی مگر پھر بھی وہ چکنائی اور سفیدی میں ویسا نہ تھا۔

جلد دوم کے لیے آج تک عمدہ کاغذ ہی کا انتظار ہوتا رہا اور اب آخر جیسا کاغذ مل سکا اسی پر کتاب کو شائع کیا جاتا ہے۔

اہل خبرت آگاہ ہیں کہ سیرت النبی ﷺ کا لکھنا کس قدر مشکل ہے۔ اگر ذرہ بے مقدار خورشید جہاں افروز کے نور گیتی آراء کا مکیال بن سکتا ہے تو مجھ سا بے بضاعت کثیر الاشغال بھی جس کا اس راہ میں کوئی یار و مددگار نہیں درست طور پر کچھ لکھ بھی سکتا ہے۔

لیکن ایک فرض کا احساس ہے جو سکوت پر غالب آ گیا ہے اور درد محبت ہے جس نے بے حس قلب کو تڑپا دیا ہے۔ توفیق الٰہی ہے جو برابر اس کام پر مجھے لگائے رکھتی ہے۔ جذبہ ربانی ہے جس کی کشش اس طریق حق پر لیے جاتی ہے۔ اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّ ثِقَالًا کی صفیر کان میں گونج رہی ہے اور یَاْتُوْکَ رِجَالًا وَّ عَلٰی کُلِّ ضَامِرٍ کی اذان ہادیٔ راہ بن رہی ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ ہر ایک شخص جو نبی پاک ﷺ کا کلمہ خواں ہے، ضروری ہے کہ اپنے علم و فہم کے موافق حضور ﷺ کا ثنا گستر بھی ہو۔ تابش ذرہ اور ضوء قمر میں اگرچہ زمین و آسمان کا فرق ہے مگر دونوں ایک ہی نور کے آئینہ دار ہوتے ہیں۔ اگر ایک کی فلک گیر ٹھنڈی، صاف روشنی ابصار کو محو دیدار کرتی ہے تو دوسرے کی خاک نشین چمک بھی راہ گیروں کے قدم لیتی ہوئی ان کی نگاہ کرم کو کبھی کبھی اپنی جانب کھینچ ہی لیتی ہے۔

لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا کا اعلان ہر بار ایمان کو حوصلہ افزا ہے اور اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ کا ارشاد ہر ایک صحیح الوجدان کا خضر راہ۔ اگر میرے لیے یہ سب اسناد و عماد نہ ہوتے تو کچھ شک نہیں کہ ایک حرف لکھنے کی بھی جراءت نہ ہو سکتی۔

گل چیں سیرت مصطفوی ﷺ کے سامنے ایک گلشن خلد بہار ہوتا ہے، جس کے ہر ایک پھول کی رنگینی وشادابی دامانِ نگاہ کو بھر دینے والی ہوتی ہے۔ یہ گل چیں کا اپنا انتخاب اور مذاق ہے کہ کس پھول کو لیا اور کس کو چھوڑا، مگر حقیقت یہ ہے کہ جسے چھوڑا وہ اس سے کم نہ تھا، جسے چن لیا۔

جلد دوم میں ایسے ضروری مضامین ہیں جن میں سے بعض کو علماء سیرت آغاز کتاب میں جگہ دیا کرتے ہیں، مگر میں نے حصہ اول کو صرف ایسے مالا بد منہ (ضروری) حالات مبارکہ پر اختصار کے ساتھ محتوی رکھا تھا کہ اگر بقیہ جلدیں شائع بھی نہ ہو سکیں، تب بھی وہ نقش ناتمام کی صورت میں غیر مکمل نظر نہ آئے۔ الحمد للہ! کہ آج جلد دوم کو روانہ مطبع کرتا ہوں اور اللہ وہ دن بھی کرے کہ جلد سوم کو بھی اسی طرح روانہ کر سکوں اور اس وعدہ کے ایفا کے بعد پھر ایک مفصل واجمل کتاب قلم بند کر سکوں۔

یارب ایں آرزوئے من چہ خوش است
تو بدیں آرزو مرا برساں

وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍo

خاکسار

محمد سلیمان سلمان منصوری پوری

(ریاست پٹیالہ پنجاب)

باب اوّل 1

النسب

فصل اوّل

شجرۂ طیبہ

شجرۂ مبارکہ کو تین (3) حصوں میں پیش کیا جاتا ہے:

حصہ اوّل

نبی کریم ﷺ سے عدنان تک ہے اور اس کی بابت حافظ ابوعمر یوسف بن عبداللہ المعروف بابن عبدالبر العمری القرطبی رحمہ اللہ (ولد سنة ثمان وستين و ثلاث مائة368 ھ) نے کتاب الاستیعاب میں تحریر کیا ہے: ''هٰذَا مَالَمْ يَخْتَلِفْ فِيْهِ اَحَدٌ مِنَ النَّاس'' (اس شجرے میں کسی کو بھی اختلاف نہیں)۔

آباءِ الکرام کے ساتھ میں نے تلاش کی کہ امہات العظام کے مبارک نام بھی مل جائیں تو بہتر ہے۔ اللہ کا شکر ہے کہ حضرت عبداللہ سے لے کر عدنان تک برابر سب کے نام بھی مل گئے اور مزید برآں یہ بھی ہوا کہ ان امہات کے آباء اور قبائل کا پتا بھی لگ گیا۔ مثلاً نبی کریم ﷺ کی والدہ ماجدہ کا نام ملا تو سیدہ آمنہ کے والد کا نام بھی مع ان کے سلسلہ نسب کے اور ان کی والدہ کا نام مع ان کے سلسلہ نسب کے مل گیا۔ اس تمام سلسلے پر نظر ڈالو۔ شاید ہی دنیا میں کسی بڑے سے بڑے شہنشاہ کا بھی سلسلہ خاندانی اس وضاحت کے ساتھ اوراقِ تاریخ میں دستیاب ہو سکے گا۔ پھر ہر ایک سلسلہ میں نسب کی رفعت شان پر نظر ڈالو کہ ددھیال اور ننھیال در ننھیال کی ددھیال میں بھی کسی ایک جگہ وہن یا خمود نہ ملے گا۔ یہ شرف اسی کو حاصل ہو سکتا ہے جسے ازل الآزال میں قدرت ربانیہ نے عالمین پر ممتاز فرمایا اور آدم علیہ السلام سے لے کر ذات گرامی تک ہر ایک نسل کی حفاظت خود فرمائی ہو۔

امہات العظام اور ان کے ددھیال کے اسماء میں میرا ماخذ تاریخ کبیر طبری اور طبقات الکبیر ابن سعد اور کسی قدر تاریخ الکامل ابن اثیر ہیں۔

حصہ دوم

نسب نامہ گرامی کا حصہ دوم وہ ہے جو معد بن عدنان سے اوپر آتا ہے۔ محدثین رحمہم اللہ اس حصہ کا اندراج اس تفصیل کے ساتھ جیسا کہ تحت میں تحریر کریں گے، اپنی کتابوں میں نہیں کرتے کیوں کہ اس اصول کے مطابق جو صحیح روایات کے متعلق انھوں نے اختیار فرمائے ہیں اس حصہ کا روایت کرنا دشوار ہے۔

ان بزرگوں کا یہ نہایت ورع وتقویٰ ہے۔ بایں ہمہ جملہ محدثین اس سلسلہ کے خاص خاص مشاہیر کے آٹھ نو نام لے کر اس

طرح بیان کرتے ہیں کہ نسب گرامی حضرت اسماعیل علیہ السلام تک منتہی ہو جاتا ہے۔ یہ طریق کہ سلسلہ نسب میں خاص خاص مشاہیر کا نام لے کر اختصار سے کام لیا جائے، بنی اسرائیل میں بھی مروج تھا۔ انجیل متی کو دیکھو، وہ لکھتے ہیں: یسوع مسیح ابن داؤد ابن ابراہام کا نسب نامہ یہ ظاہر ہے کہ متی نے مسیح علیہ السلام اور داؤد علیہ السلام کے درمیان چھبیس (26) پشتیں اور داؤد علیہ السلام اور ابراہیم علیہ السلام میں بارہ (12) پشتیں دانستہ اختصار کے لیے چھوڑ دی ہیں۔

حصہ دوم کے شامل کتاب کرنے کی جرأت مجھے اس لیے ہوئی کہ كَذَبَ النَّسَّابُوْنَ مَا فَوْقَ الْعَدْنَانِ کا قطعی صحت تک پہنچ جانا مجھ پر مخفی رہا اور میں نے دیکھا کہ اکثر علماء نے جو تاریخ اور حدیث میں امام تسلیم ہوئے ہیں، اس حصہ کو بیان کیا ہے۔ سَبَائِكُ الذَّهَبِ لِلْسویدی ص19 ہے:

قَدْ اُخْتُلِفَ فِيْ كَرَاهة رفع النسب مِنْ عدنانَ الى ادم فذَهب ابن اِسْحٰق و ابن جرير وغيره الى جوازه و عليه البخاري وغيرُه مِنَ الْعُلَمَاءِ۔

"عدنان سے اوپر آدم علیہ السلام تک نسب بیان کرنے کی کراہت میں اختلاف ہے۔ ابن اسحٰق اور ابن جریر کے نزدیک جائز ہے اور بخاری رحمہ اللہ وغیرہ کا مذہب بھی یہی ہے۔"

کتاب "رحلۃ الشافعی" مصنفہ جلال الدین السیوطی میں امام شافعی رحمہ اللہ اور ہارون الرشید کے ذکر میں ہے:

فَقَالَ لِي بَيِّنْ لي عن نفسك قال الشافعي فلقيت حتى الحقت ادم عليه السلام بالطّين ۔

ہارون الرشید نے کہا تم اپنی بات بتاؤ، میں نے نسب بیان کرنا شروع کر دیا حتی کہ آدم علیہ السلام کو مٹی میں جا ملایا۔

ان حوالہ جات کے بعد میں نے اس حصہ کا لکھنا ترک کر دینے سے بہتر سمجھا۔

میں نے اول اول یہ حصہ ڈاکٹر سر سید احمد خاں غفرلہ کی کتاب "خطبات احمدیہ" میں دیکھا تھا۔ سرسید نے اس جگہ کسی کا پتا نہیں لکھا، انھوں نے ارمیا کاتب برخیا علیہ السلام اور الجیرا کے نسب نامہ کا ذکر فرمایا تھا۔ میں نہ سمجھ سکا کہ سرسید یہ سب باتیں کہاں سے لکھ رہے ہیں۔ کچھ عرصہ بعد مجھے تاریخ ابو الفداء میں ارمیا اور الجیرا کا مذکور ملا اور پھر امام طبری رحمہ اللہ کی کتاب میں ایک روایت کلبی کی ملی جس کی بابت امام طبری رحمہ اللہ نے لکھا کہ یہ روایت ارمیا کے نسب نامہ سے موافق ہے۔ صرف کہیں کہیں اختلاف السنہ کی وجہ سے اختلاف لہجہ کا فرق پڑ گیا ہے۔ دوسری روایت خود امام طبری رحمہ اللہ کی ہے جسے انھوں نے ایک عرب نسب دان سے لیا ہے۔

پھر مجھے امام ابن سعد رحمہ اللہ کی کتاب طبقات الکبیر میں بھی یہی حصہ مل گیا۔ مجھے ان کتابوں سے مطابقت کرنے کے بعد سرسید کے نسب نامے میں لکھے ہوئے چند نام عدنان دوم۔ اددوم۔ الیسع۔ ہمیسع دوم۔ سلامان دوم۔ ثابت۔ حمل۔ معد اول نہیں ملے۔ معلوم نہیں سرسید نے ان کا کس کتاب کے حوالہ سے اضافہ فرمایا ہے۔ میں نے وہی نام لکھے ہیں جو بالاتفاق متعدد روایات میں بیان ہوئے ہیں۔

حصہ سوم

1. نسب نامہ گرامی کا حصہ سوم جو اسماعیل علیہ السلام سے شروع اور ابوالبشر آدم علیہ السلام تک منتہی ہوتا ہے، تورات موجودہ سے لیا گیا ہے۔ اسماء کے اعراب عربی زبان کی توراۃ مشکل سے لیے گئے ہیں۔

2. ہر ایک نام کے سامنے سنین عمر درج ہیں۔ یہ بھی توراۃ سے لیے گئے ہیں جو غالباً صحیح ہیں۔ لیکن توراۃ میں یہ بھی ہے کہ فلاں عمر میں فلاں شخص کے پسر پیدا ہوا۔ اس میں کئی اشکال ہیں۔ مثلاً غور کرو مندرجہ ذیل بیان توراۃ پر:

1	آدم 130 برس کا تھا جب اس کے شیث پیدا ہوا	5/3 پیدائش
2	شیث 150 برس کا تھا جب اس سے انوس پیدا ہوا	5/6 〃
3	انوس 90 برس کا تھا جب اس سے قینان پیدا ہوا	5/9 〃
4	قینان 70 برس کا تھا جب اس سے محلل ایل پیدا ہوا	5/12 〃
5	محلل ایل 65 برس کا تھا جب اس سے یارو پیدا ہوا	5/15 〃
6	یارو 162 برس کا تھا جب اس سے حنوک پیدا ہوا	5/18 〃
7	حنوک 65 برس کا تھا جب اس سے متوسلح پیدا ہوا	5/21 〃
8	متوسلح 187 برس کا تھا جب اس سے لمک پیدا ہوا	5/21 〃
9	لمک 502 برس کا تھا جب اس سے نوح پیدا ہوا	5/28 〃

10. نوح 502 برس کا تھا جب اس سے سم پیدا ہوا [1]
11. سم 100 برس کا تھا کہ اس سے طوفان کے 2 برس بعد ارفکسد پیدا ہوا۔
12. ارفکسد 35 برس کا تھا کہ اس سے عبر پیدا ہوا۔
13. عبر 34 برس کا تھا کہ اس سے فلج پیدا ہوا۔
14. فلج 30 برس کا تھا کہ اس سے رعو پیدا ہوا۔
15. رعو 32 برس کا تھا کہ اس سے سروج پیدا ہوا۔
16. سروج 30 برس کا تھا کہ اس سے نحور پیدا ہوا
17. نحور 29 برس کا تھا کہ اس سے تارا پیدا ہوا۔
18. تارا 70 برس کا تھا کہ اس سے ابرام پیدا ہوا۔

اگر ہم اس حساب کو صحیح قرار دیں تو لازم آتا ہے کہ حضرت شیث علیہ السلام نے حضرت نوح علیہ السلام کو دیکھا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر حضرت نوح علیہ السلام کی آنکھوں کے سامنے 88 سال کی ہوگئی ہو اور حضرت نوح علیہ السلام کی زندگی میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی عمر دو سال کی ہو۔ حساب کرو کہ حضرت نوح علیہ السلام طوفان کے بعد ساڑھے تین سو (350) برس تک زندہ رہے۔ (9/28 پیدائش) اور طوفان سے ابراہیم علیہ السلام کا زمانہ 262+86=348 برس کا ہے اور حضرت اسماعیل علیہ السلام اپنے باپ کی 86 سال کی عمر میں پیدا ہوئے تھے۔

حالانکہ ان امور کا کوئی عالم اہل کتاب قائل نہیں۔ اس لیے مجھے اس حساب کی صحت میں شک رہا۔ بعد ازاں مجھے کتاب ''تاریخ ابوالفداء'' میں سے اسی مقام کے پڑھنے کا اتفاق ہوا مجھے تعجب آمیز مسرت ہوئی کہ یہ فاضل مؤرخ بھی اس خیال میں میرے

[1] یہ عبارت کہ نوح 502 سال کا تھا اس سے سم پیدا ہوا کتاب پیدائش میں نہیں ہے مگر کتاب پیدائش میں یہ ہے کہ نوح 600 سال کا تھا جب طوفان آیا۔ نیز یہ فقرہ ہے کہ سم طوفان کے 2 سال بعد 100 برس کا تھا جب ارفکسد پیدا ہوا۔ نتیجہ یہ ہے کہ نوح 502 سال کا تھا جب سم پیدا ہوا۔

ساتھ متفق ہے۔ مزید اطمینان کا موجب یہ ہوا کہ امام ابو محمد علی ابن احمد بن حزم الظاہری رحمہ اللہ (المتوفی 456ھ) نے بھی کتاب "الفصل" میں اسی خیال کا اظہار کیا ہے۔

الغرض حصہ سوم کے نام تو صحیح ہیں، البتہ دیگر معلومات بعض جگہ مشکوک ہیں۔

چونکہ نسب نامہ میں صحت اسماء ہی زیادہ تر درکار ہوتی ہے۔ اس لیے میں کہہ سکتا ہوں کہ نسب نامہ گرامی کا یہ حصہ بھی بالکل صحیح ہے۔

ان ضروری تمہیدات کے بعد شجرہ مبارکہ درج کیا جاتا ہے۔

شَجَرَةٌ طَيِّبَةٌ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّ فَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ لِسَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰهِ خَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ ﷺ

حصہ اوّل

نمبر شمار	آباؤ الکرام	امہات العظام	امہات کے ددھیال
1	عبداللہ	آمنہ	اب: وہب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب دیکھو سلسلہ نمبر 6 آباء نبوی ﷺ۔ ام: برہ بنت عبدالعزی بن عبدالدار بن قصی دیکھو سلسلہ نمبر 5 آباء نبوی ﷺ۔
2	عبدالمطلب	فاطمہ	اب: عمر بن عائذ بن عمران بن مخزوم بن یقظہ بن مرہ (سلسلہ نمبر 7 آباء نبوی ﷺ) ام: صخرہ ① بنت عبد بن عمران بن مخزوم بن یقظہ بن مرہ (سلسلہ نمبر 7 آباء نبوی ﷺ)
3	ہاشم	سلمٰی	اب: عمرو بن زید بن لبید بن خداش بن عامر بن غنم بن عدی بن النجار (تیم اللہ بن ثعلبہ خزرجی) ام: عمیرہ ② بنت صخر بن حبیب ابن الحارث بن ثعلبہ بن مازن بن النجار (ساکن مدینہ)
4	عبد مناف	عاتکہ	اب: مرہ بن ہلال بن فالج بن ذکوان بن ثعلبہ بن بہثہ بن سلیم بن منصور (از سلسلہ نمبر 17 آباء نبوی) ام: ماویہ ③ (عرف صفیہ) بنت حوزہ بن عمرو بن صعصعہ بن معاویہ بن بکر بن ہوازن (از سلسلہ 17 آباء نبوی)۔
5	قصی	حبی	اب: حلیل بن حبشیہ بن سلول بن کعب بن عمرو بن ربیعہ (وھوالخزاعی) ام: ہند ④ بنت عامر بن النضر بن عمرو بن عامر (من الخزاعہ)
6	کلاب	فاطمہ	اب: سعد بن سیل (خیر) بن حمالہ بن عوف بن عامر الجادر (کان اول من بنی جدار الکعبہ فقیل لہ جادر) از دشتوہ۔ ام: ظریفہ ⑤ بنت قیس بن امیہ ذی الراسین بن جشیم بن کنانہ بن عمرو القین بن فہم بن عمرو بن قیس بن عیلان بن الیاس (سلسلہ نمبر 17 آباء نبوی)

① صخرہ کی ماں کا نام تخمر بنت عبد بن قصی نانی کا نام سلمٰی بنت عامرہ بنت عمیرہ بنت ودیعہ بنت الحارث بن فہر پر نانی کا نام عاتکہ بنت عبداللہ بن وائلہ بن ظرب تھا۔

② عمیرہ کی ماں کا نام سلمٰی بنت عبدالاشہل اور نانی کا نام اسلگہ بنت زعورا تھا۔ ③ ماویہ کی ماں کا نام رقاش بنت الاتحم اور نانی کا کبشہ بنت الرافقی تھا۔

④ ہند کی ماں کا نام لیلٰی بنت مازن (من خزاعہ) تھا۔ ⑤ ظریفہ کی ماں کا نام محرہ بنت عامر تھا۔

نمبر شمار	آباؤ الکرام	امہات العظام	امہات کے ددھیال
7	مرہ	ہند	اب: سرید بن ثعلبہ بن الحارث بن مالک (سلسلہ نمبر 12 آباء نبوی) ام: امامہ [1] بنت عبد مناۃ بن کنانہ (سلسلہ نمبر 14 آباء نبوی)
8	کعب	مخشیہ	اب: شیبان بن محارب بن فہر دیکھو (سلسلہ نمبر 11 آباء نبوی ﷺ) ام: وشیہ [2] بنت وائل بن قاسط بن ہنب بن اقصیٰ بن دعمی بن جدیلہ
9	لوی	ماویہ	اب: کعب بن القین (ھو النعمان) بن جسر بن شیع اللہ بن اسد بن وبرہ تغلب بن حلوان بن عمران بن الحاف بن قضاعہ ام: عاتکہ بنت کاہل بن عذرہ
10	غالب	عاتکہ	اب: مخلد بن النضر بن کنانہ (سلسلہ نمبر 13 آباء نبوی) ام: امیہ [3] بنت شیبان بن ثعلبہ بن عکابہ بن صعب بن علی بن بکر بن وائل
11	فہر الملقب بہ قریش	لیلیٰ	اب: حارث بن تمیم بن سعد بن ہذیل بن مدرکہ (سلسلہ نمبر 16 آباء نبوی) ام: سلمیٰ [4] بنت طانجہ بن الیاس (سلسلہ نمبر 17 شجرہ ہذا)
12	مالک	جندلہ	اب: عامر بن الحارث بن مضاض بن زید بن مالک جرہمی ام: ہند بنت الظلیم بن مالک بن الحارث (جرہمی)
13	نضر	عکرشہ	اب: عدوان (حارث) بن عمرو بن قیس بن عیلان بن مضر (سلسلہ نمبر 17 آباء نبوی)
14	کنانہ	برہ	اب: مر بن اذ بن طانجہ (اخت تمیم بن مر) (طانجہ برادر مدرکہ) نمبر 16 ام:
15	خزیمہ	عوانہ، ہند	اب: سعد بن قیس بن عیلان بن الیاس دیکھو سلسلہ (17 آباء نبوی ﷺ) ام: دعد بنت الیاس (سلسلہ نمبر 17 آباء نبوی ﷺ)
16	مدرکہ	سلمیٰ	اب: اسلم بن الحاف بن قضاعہ ام:۔
17	الیاس	لیلیٰ (خندف)	اب: حلوان بن عمران بن الحاف بن قضاعہ ام: ضریہ بنت ربیعہ بن نزار (سلسلہ نمبر 19 آباء نبوی)
18	مضر	رباب	اب: حیدہ بن معد (سلسلہ نمبر 20 آباء نبوی) ام:

[1] امامہ کی ماں کا نام ہند بنت دودان بن اسد خزیمہ ہے۔
[2] وشیہ کی ماں کا نام ماویہ بنت صعید بن ربیعہ بن نزار ہے۔
[3] امیہ کی ماں کا نام تماضر بنت الحارث اور نانی کا نام رہم بنت کاہل ہے۔
[4] سلمیٰ کی ماں کا نام عاتکہ بنت الاسد اور نانی کا نام زینب بنت ربیعہ ہے۔

نمبر شمار	آباؤ الکرام	امہات العظام	امہات کے ددھیال اور ننھیال
19	نزار	سودہ	اب: عک بن الریث بن عدنان (سلسلہ نمبر 21) ام:
20	معد	معانہ	اب: جوشم بن جلہمہ بن عمر بن برہ بن جرہم ام: سلمٰی بنت الحارث بن مالک بن غنم (من جرہم)
21	عدنان	مہدد	اب: لہم بن حلحب بن جدیس بن جاثر بن ارم ام:

حصہ دوم

نسب نامہ تا حضرت اسماعیل علیہ السلام

نمبر شمار	بروایت کلبی مندرجہ طبری [1]	بروایت ابن سعد مندرجہ طبقات الکبیر	توضیحات جو امام طبری رحمہ اللہ نے اپنے راوی سے یہ الفاظ لکھ کر روایت کی ہیں۔
			واخبرني بعض انساب انه وجد طائفة من العلماً العرب قد حفظت لمعد اربعين اباً بالعربية الى اسماعيل و اجتحت لقولهم ذلك باشعار العرب و انه قابل بما قالوا من ذلك اهل الكتٰب فوجد العدد متفقا واللفظ مختلقاً واملى ذلك على فكتبه عند (جلد ثانی ص 193)
22	اود	اود	
23	ہمیسع	ہمیسع	
24	سلامان	سلامان	ہمیدع اور شاحب بھی اسی کو کہتے ہیں۔
25	عوص	عوص	منجر اور عیت بھی اسی کو کہتے ہیں۔
26	بوز	بوز	اس کو ثعلبہ بھی کہتے ہیں اور قبیلہ ثعلبہ اسی سے منسوب ہے۔
27	قموال	قموال	اسی کو بوز اور عشر القناء بھی کہتے ہیں۔ رسم عشرہ عرب میں اسی نے نکالی تھی۔
28	اُبَیّ	اُبَیّ	اس کو سعد رجب بھی کہتے ہیں۔ عرب میں ''رسم رجبیہ'' اسی نے نکالی۔

[1] حدثني الحارث قال حدثنا محمد بن سعد قال حدثنا هشام بن محمد قال و كان رجل من اهل تدمر يكنى ابايعقوب من مسلمة بنى اسرائيل قد قرأ من كتبهم و علم علماء فذكران بروخا بن تاريا كاتب ارمياه اثبت نسب معد بن عدنان عنده و وصفه فى كتبه و انه معروف عند احبار اهل الكتٰب مثبت فى اسفارهم وهو مقارب لهذا الاسماء ما روى عن الكلبى محمد بن السائب اذكره من بعده و لعل خلاف ما بينهم من قبل الالسنة لان هذا الاسماء مترجمة من العبرانية (طبری جلد دوم ص193 مطبوعہ حسینیہ المصر)

نمبر شمار	بروایت کلبی مندرجہ طبری	بروایت ابن سعد مندرجہ طبقات الکبیر	توضیحات جو امام طبری رحمہ اللہ نے اپنے راوی سے یہ الفاظ لکھ کر روایت کی ہیں۔
29	عوام	عوام	قموال اور بریخ الناحب بھی اسی کو کہتے ہیں كَانَ فِيْ زمن سليما ن علیہ السلام۔
30	ناشد	ناشد	مخلم ذوالعین اسی کا لقب ہے
31	حزا	حزا	ھوالعوام
32	بلداس	بلداس	اسے مختمل بھی کہتے ہیں۔
33	یدلاف	تدلاف	رائثہ اسی کا لقب ہے۔
34	طابخ	طابخ	اسی کو طاہب بھی کہتے ہیں عیقان اسی کا لقب ہے۔
35	جاہم	جاہم	اسی کا لقب الشحد ود ہے۔
36	ناحش	ناحش	اسی کا لقب علۃ ہے۔
37	ماخی	ماخی	اس کو اہل عرب "الظریب خاطم النار" کہا کرتے تھے۔
38	عیفی	عیفی	اس کو عافی اور عبقر ابوالجن بھی کہتے ہیں۔ جنت عبقر اسی کی جانب منسوب ہے۔
39	عبقر	عبقر	اس کو ابراہیم جامع الشمل کہتے ہیں۔ جامع الشمل لقب اس لیے ہوا کہ اس کے عہد میں امن کامل تھا، راستے بے خطر جاری تھے۔
40	عبید	عبید	اسی کو اسماعیل ذوالمطابخ کہتے ہیں۔ ذوالمطابخ اس لیے کہتے ہیں کہ مسافروں کے لیے سارے ملک میں ضیافت خانے مقرر کیے گئے۔
41	الدعا	الدعا	اس کو تیرت الطعان کہتے ہیں۔ پہلا شخص ہے جس نے نیزہ کا جنگ میں استعمال کیا۔
42	حمدان	حمدان	اسی کو اسماعیل ذوالاعوج کہتے ہیں۔ اعوج اس کے گھوڑے کا نام تھا۔ اب اعوج نسل اسپاں اسی کی جانب منسوب ہے
43	سَنْبَرْ	سنبر	اسے بشمین اور مطعم فی المحل بھی کہتے ہیں۔ اس کے محل میں ہر شخص کے لیے کھانا تیار رہتا تھا۔
44	یثربی	یثربی	یثرم اور رحم بھی اسی کا لقب ہے
45	یحزن	نحزن	نحزن نام اور تسور لقب ہے۔
46	یلحن	یلحن	یلحن نام اور عنود لقب ہے۔
47	ارعوے	ارعوے	رعوبئے نام اور دعدع لقب ہے۔
48	عیضی	عیضی	عاقر لقب ہے۔

نمبر شمار	بروایت کلبی مندرجہ طبری	بروایت ابن سعد مندرجہ طبقات الکبیر	توضیحات جو امام طبری رحمہ اللہ نے اپنے راوی سے یہ الفاظ لکھ کر روایت کی ہیں۔
49	ویشان	ویشان	لقب اس کا الزاعیہ ہے۔
50	عیصر	عبیصر	اسی کو عاصر اور تیدوان ذوالامدیہ کہتے ہیں۔ اسی کے عہد میں عیت اور جاوان فرزند قادور میں جنگ ہوئی۔
51	اقتاد	اقتاد	اقتاد نام۔ ایا ہمہ لقب ہے۔
52	ایہام	ابہام	یہامی نام دوس القق اور اجمل الخلق لقب ہیں۔
53	مقصر	مقصی	مقاصری نام حصن اور نزال لقب ہے۔
54	ناحش	ناحش	
55	زارح	زارح	قمیر لقب ہے۔
56	سمی	شمی	سمانام الحشر لقب ہے۔
57	مزی	مُزّی	ہرمز بھی اسی کو کہتے ہیں۔
58	عوض	عوص	اس کا لقب ثمر اور صفی بھی ہے۔
59	عرام	عُرّام	
60	قیدار	قیدار [1]	

حصہ سوم

نمبر شمار	نام	عمر
61	اسماعیل علیہ السلام [2]	137 سال
62	ابراہیم علیہ السلام	175 سال
63	تارہ (آزر)	205 سال
64	ناحور	159 سال

[1] قیدار کی بیوی کا نام عاضرہ تھا جو قبیلہ جرہم سے تھیں۔ [2] سیدنا اسماعیل علیہ السلام کی والدہ ہاجرہ کا بیان آگے ملے گا۔

65	سروج	232سال
66	رعو	239سال
67	فالج	239سال
68	عابر	460سال
69	ارفکشاد	438سال
70	سام	602سال
71	نوح علیہ السلام	950سال
72	لامک	777سال
73	متوشالح	969سال
74	اخنوخ ادریس علیہ السلام	365سال
75	یارد	962سال
76	مہلل ایل	895سال
77	قینان	910سال
78	آنوش	905سال
79	شیث علیہ السلام	912سال
80	آدم علیہ السلام	930سال

حضرت یسوع مسیح علیہ السلام کا نسب نامہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب نامہ کے بعد ہم چاہتے ہیں کہ اناجیل متی ولوقا میں جو نسب نامہ حضرت مسیح علیہ السلام کا درج کیا گیا ہے اسے بھی ناظرین کی وسعت معلومات کی غرض سے اس مقام پر تحریر کردیں۔ آغاز نسب نامہ سے بیشتر یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ اگرچہ عیسائی علماء حضرت مسیح علیہ السلام کے نسب کو حضرت داود علیہ السلام تک پہنچاتے ہیں مگر انجیل یوحنا (8) باب (48) درس سے ثابت ہے کہ یہودان ہم عصر حضرت مسیح علیہ السلام کے اس مسلمہ شرف کا بھی انکار کرتے ہیں اور آنجناب کو نسل سامری [1] سے بتایا کرتے تھے۔

اس نسب نامہ کو بھی ہم تین حصوں میں بیان کریں گے۔

---

[1] سامری بھی بنی اسرائیل ہی ہیں فرق صرف یہ ہے کہ اس سلسلہ میں حضرت داود علیہ السلام کا نام نہیں آ سکتا۔

حصہ اوّل

از یوسف (شوہر مریم [1]) تا زروبابل

نمبر شمار	انجیل لوقا	نمبر شمار	انجیل متی	نمبر شمار	انجیل لوقا	نمبر شمار	انجیل متی
1	یوسف	1	یوسف	12	نگی	3	متھان
2	ہیلی	2	یعقوب	13	ماحتہ	4	العزر
3	متھات	3	متھان	14	متھاتیاس	5	الیود
4	لیوی	3	متھان	15	سمعی	6	اخیم
5	ملخی	3	متھان	16	یوسف	7	صدوق
6	ینا	3	متھان	17	یورا	8	عازور
7	یوسف	3	متھان	18	یوحنا	9	الیاقیم
8	متھاتیاس	3	متھان	19	ایصا	10	ابیود
9	آموص	3	متھان	20	زروبابل	11	زروبابل
10	ناوم	3	متھان				
11	اسلی	3	متھان		میزان=20		میزان=11

1. لوقا نے یوسف سے زروبابل تک 20 نسلیں اور متی نے 11 نسلیں درج کی ہیں۔
2. دونوں نسب نامے اتنے مختلف ہیں کہ لوقا اور متی کے بیان کردہ اسماء (یوسف زروبابل کے سوا) ذرہ بھر بھی مشابہت نہیں رکھتے۔
3. ہم کو بعض عیسائی عالموں نے بتایا کہ لوقا میں مریم کا نسب نامہ ہے اور متی میں یوسف کا، یا متی میں مریم کا نسب نامہ ہے اور لوقا میں یوسف کا۔ ہم خوش ہوتے اگر ایسا بھی ہوتا، لیکن زن وشوہر کے نسب ناموں میں امتداد زمانہ کا اس قدر تفاوت کہ ایک کے نسب نامہ میں 9 نسلیں کم ہوں اور ایک میں زیادہ بالضرور حیرت زا ہے۔
4. لوقا کا نسب نامہ ایصا بن زروبابل پر اور متی کا نسب نامہ ابیود بن زروبابل پر ختم ہوتا ہے اور از راہ قیاس ممکن ہے کہ یوسف مریم زروبابل کے دو فرزندوں میں سے ایصا اور ابیود نام کے فرزند تھے بھی۔ تواریخ باب 3/20,19 میں ہم کو زروبابل کے فرزندوں اور دختر کے نام تو ملے مگر افسوس ہے کہ ان میں ایصا اور ابیود کسی کا بھی نام نہیں۔
5. لوقا اور متی نے بالاتفاق زروبابل کو سیالتی ایل کا بیٹا لکھا ہے مگر تواریخ (19,18)/3 سے ثابت ہوتا ہے کہ زروبابل تو خدایاہ کا بیٹا اور سیالتی ایل کا برادرزادہ تھا۔

---

[1] یہ انجیل کا لفظ ہے۔

حصہ دوم

سیالتی ایل سے داؤد علیہ السلام تک ہے اور چوں کہ سیالتی ایل کا نسب نامہ بائبل (توراۃ) میں بھی موجود ہے۔ اس لیے حصہ دوم میں بائبل کا ایک خانہ اور بڑھا دیا گیا ہے اور اس اضافے سے یہ فائدہ ہوگا کہ لوقا و انجیل کے علاوہ ایک تیسری الہامی کتاب (توراۃ) سے مطابقت کا حال بھی واضح ہو جائے گا۔

	لوقا	متی	بائبل [1]
1	سلاتی ایل	1 سلت ایل	1 سیالتی ایل
2	نیری	2 یکونیاہ	2 یکونیاہ (مکینیا)
3	ملکی	//	//
4	اُدی	//	3 یہوی قیم
5	قوسام	3 یوسیاہ	4 یوسیاہ (یوشیا)
6	المودام	4 آمون	5 آمون
7	عیر	5 منسی	6 منسی
8	یوسں	6 خرقیاہ	7 خرقیاہ (خرقیاہ)
9	العزر	7 آخز	8 آخز
10	یوریم	8 یوتام	//
11	متھات	9 عزیاہ	10 عزریاہ (عزیا)
12	لیوی	عزیاہ	11 امصیاہ
13	سمعون	عزیاہ	12 یوآس
14	یہوداہ	عزیاہ	13 خزیاہ (آخزیا)
15	یوسف	10 یورام	14 یہورام
16	یونان	11 یہوسفط	15 یہوسفط (یہوشاہ فاط)
17	ایلیاقیم	12 آسا	16 آسا
18	ملیا	13 ابیاہ	17 ابیا (امیا)
19	منّنان	//	//

[1] تواریخ 30۔ باب

20	یہوسفط	14 رحبعام	18 رحبعام
21	ناتن	15 سلیمان	19 سلیمان
22	داؤد	16 داؤد	20 داؤد
میزان	22=	میزان=16	میزان=19

① ازسلاتی ایل تا داؤد اور لوقا نے بائیس (22) نسلیں، متی نے سولہ (16) نسلیں اور بائبل نے انیس (19) ① نسلیں شمار کی ہیں۔

② لوقا تو سلاتی ایل کو ناتن بن داؤد کی نسل سے بتاتا ہے مگر متی اور بائبل سلاتی ایل کو سلیمان بن داؤد کی نسل سے بتاتے ہیں۔ مجھے ایک عیسائی نے بتایا تھا کہ سلیمان ہی کو ناتن کہتے ہیں، مگر التواریخ 3۔ باب کے پانچویں درس نے مجھے یہ جواب صحیح سمجھنے سے روک دیا، اس کے الفاظ یہ ہیں کہ سمعا اور سوباب اور ناتن اور سلیمان یہ چار عمی ایل کی بیٹی بنت سوع سے پیدا ہوئے۔

③ لوقا اور متی نے اس حصہ دوم میں بھی سلاتی ایل اور داؤد کے درمیان جتنے نام دیے ہیں وہ ایک دوسرے سے بالکل ہی مختلف ہیں۔ حصہ اول میں بھی ایسا ہی اختلاف تھا اور اس وقت یہ توجیہ گھڑلی گئی تھی کہ ایک نسب نامہ کو مریم کا اور ایک کو یوسف شوہر مریم کا نسب نامہ سمجھ لینا چاہیے، لیکن وہ دونوں نسب نامے زروبابل میں آکر جمع ہو گئے۔ اب سلاتی ایل شخص واحد کے نسب نامے کسی طرح بھی دو نہیں ہو سکتے۔ یہ ناممکن ہے کہ سلاتی ایل کو ناتن بن داؤد کی نسل سے بھی ٹھہرایا جائے اور سلیمان بن داؤد کی نسل سے بھی۔ ہم اس فائدہ کو سمجھتے ہیں کہ اگر سلاتی ایل کا نسب نامہ ناتن بن داؤد سے درست ہو جائے تو مسیح علیہ السلام کے اجداد بیت المقدس کے امام سمجھے جا سکیں گے اور اگر سلاتی ایل کا نسب نامہ سلیمان بن داؤد سے درست ہو جائے تو مسیح علیہ السلام کے اجداد شاہان تخت نشین ثابت ہو جائیں گے، لیکن افسوس یہ ہے کہ دونوں نسب نامے تو کسی طرح بھی درست نہیں ہو سکتے۔

④ ہم اس جگہ متی کے نسب نامہ کو لوقا کے نسب نامہ پر ترجیح دیتے ہیں اور وجہ ترجیح یہ ہے کہ متی کے نسب نامہ کی تصدیق بائبل کی کتاب اول تواریخ 3 باب سے ہوتی ہے، مگر لوقا کے نسب نامہ کی ذرا بھی تائید نہیں ہوتی۔ اگرچہ لوقا ہی نے تحریر کیا ہے کہ اس نے سب واقعات صحیح طور پر دریافت کر کے لکھے ہیں۔ (لوقا 1/3)

⑤ یہ نہایت خوشی کی بات ہے کہ متی اور بائبل کا اتفاق بہت سے ناموں کے بارہ میں پایا جاتا ہے، مگر افسوس ہے کہ ان دونوں کی مطابقت بھی پوری نہیں ہوتی۔

ذرا نسب نامہ پر غور فرمایے کہ متی نے یوسیاہ اور یکونیاہ کے درمیان کوئی نام نہیں لکھا، لیکن بائبل کی دوم تواریخ 34/5 میں ایک نام موجود ہے اور اس باب کے پڑھنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یوسیاہ کے بعد الیاقیم بن یوسیاہ تخت نشین ہوا تھا اور الیاقیم کا شاہی نام یہویقیم تھا۔ اس کے بعد آپ کو اول تواریخ 3/16 سے پتا لگ جائے گا کہ یکونیا یہویقیم کا فرزند تھا، نہ کہ یوسیاہ کا، جیسا کہ متی نے ظاہر کیا ہے۔

⑥ متی (1) باب (9) درس میں ہے اور ''غریاہ'' سے ''یوتام'' پیدا ہوا۔ ان الفاظ سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ یوتام غریاہ کا صلبی فرزند تھا جیسا کہ اس نسب نامے کے تمام نام اسی طرح بیان کیے گئے ہیں اور ان سب میں باپ بیٹے ہی کا رشتہ ہے، لیکن بائبل کے

① اصل کتاب میں جو بیس لکھا گیا تھا وہ شمار کرنے میں غلطی کی گئی تھی، ماخذ بائبل میں بھی انیس (19) ہیں اور مصنف نے بھی انیس (19) ہی نقل کی ہیں۔

دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ:

- یورام یا یہورام سے عُزیاہ پیدا ہوا
- عُزیاہ سے یوآس پیدا ہوا
- یوآس سے امصیاہ پیدا ہوا
- امصیاہ سے عُزیاہ پیدا ہوا

بائبل کی اس صراحت نے یقین دلایا ہے کہ یہاں بھی سینٹ متی کے قلم سے تین نسلوں کے نام رہ گئے ہیں۔

(۲) بعض عیسائی عالم بیان کرتے ہیں کہ سینٹ متی نے دیدہ دانستہ عزیاہ اور یوآس اور امصیاہ کے نام ترک کر دیے تھے۔ کیوں کہ ہر سہ اشخاص کے افعال ایسے برے تھے کہ ان کو ایسے پاک نسب نامہ میں جگہ نہ دینی چاہیے۔ یہ عذر صحیح ہو سکتا ہے اور ہم نے کئی اور نسب ناموں میں بھی ایسا طریق دیکھا ہے، لیکن غور طلب یہ ہے کہ کیا فی الواقع حضرت متی نے اسی اصول پر عمل کیا ہے تواریخ میں ہر ایک بادشاہ کی زندگی پر مختصر نوٹ موجود ہیں۔ مثلاً ان ہر سہ کے متعلق ذیل کی عبارات ہیں۔

''عزیاہ: وہ بھی اخی اب کے گھرانوں کی راہوں (ناپسندیدہ) پر چلتا تھا۔'' (3۔ تواریخ 22/3)

''یوآس: خداوند اپنے خدا کے گھر چھوڑ کر بتوں کی پرستش کرنے لگا۔'' (2۔ تواریخ 24/18)

''امصیاہ: جو خدا کی نظر میں درست ہے سو اس نے کیا، پر تمام دل سے نہیں'' (2۔ تواریخ 25/2)

اگر ہم جرائم کے اعتبار سے ترتیب قائم کریں تو یوآس سخت مجرم ہے کہ بت پرستی کی۔ عزیاہ اس سے کم کہ اس کے اعمال اچھے نہ تھے۔ امصیاہ اس سے کم جس کے اعمال اچھے ہیں مگر خلوص نہیں ہے۔ اب ہم کو دیکھنا یہ ہے کہ ان تینوں کے سوا کسی اور کی بابت ایسے ریمارکس (Remarks) یا اس سے سخت تر ریمارکس (Remarks) موجود ہیں؟ آخز کا نام متی کے نسب نامہ میں موجود ہے اور بائبل اس کی بابت بتاتی ہے: ''اس نے بعلیم کے ڈھالے ہوئے بت بھی بنائے۔'' (2۔ تواریخ 28/2)

اُموں کی بابت ہے: ''جو خداوند کی نظر میں برا ہے سو اس نے کیا'' (2۔ تواریخ 33/22)

منسی کی بابت ہے:

''جو خداوند کی نظر میں برا ہے سو اس نے کیا۔ ان قوموں کے نفرتی کام کیے۔'' (2۔ تواریخ 33/20)

رحعام کی بابت ہے: ''اس نے اور اسکے ساتھ سارے بنی اسرائیل نے خداوند کی شریعت کو ترک کیا۔''

یہ تمام سندات بتاتی ہیں کہ ان تین اشخاص جیسے جرائم اوروں کے بھی ہیں جن کے نام حضرت متی نے لکھے ہیں اور اس سے ثابت ہے کہ انھوں نے اس اصول پر عمل نہیں کیا جو ہم کو آج ہمارے دوست بتاتے ہیں اور اس لیے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ حصہ دوم میں متی کا نسب نامہ بھی بائبل سے مطابق نہیں ہے۔

حصہ سوم

حضرت داؤد علیہ السلام سے اوپر حضرت آدم علیہ السلام تک جو نسب نامہ ہے وہ حضرت مسیح علیہ السلام کے نسب نامہ کا حصہ سوم ہو سکتا ہے، لیکن یہ ظاہر ہے کہ ابن داؤد کا نسب نامہ تو اسی قدر ہے جہاں تک داؤد علیہ السلام کے ساتھ آ کر سلسلہ مل جائے اور اس سے آگے جو سلسلہ ہوگا وہ داؤد علیہ السلام کا نسب نامہ ہوگا اور داؤد علیہ السلام کے نسب نامہ میں مندرجہ بائبل میں کوئی اختلاف نہیں ہے، جیسا کہ نبی کریم ﷺ کے

نسب نامہ کے حصہ سوم میں قیدار بن اسماعیل بن ابراہیم علیہ السلام سے لے کر آدم علیہ السلام تک اہل کتاب میں بھی کوئی اختلاف نہیں ہے۔ تاہم حضرت داؤد علیہ السلام سے حضرت ابراہیم علیہ السلام تک نسب نامہ مزید تیمن وتبرک کے طور پر درج کیا جاتا ہے۔

نام	کیفیت
داؤد علیہ السلام	30 سال کی عمر میں سلطنت پائی۔ 40 سال سلطنت کے بعد تقریباً 1015 قبل مسیح علیہ السلام رہ گرائے عالم بقا ہوئے۔ اس حساب سے ان کی ولادت 945 سال قبل مسیح میں تھی۔
یسّی	
عوبید	
بوعز	ان کی زوجہ کا نام روت ہے جس کے نام کی کتاب روت بائبل میں شامل ہے
سلمون	ہمراہیان موسیٰ علیہ السلام میں سے حضرت یوشع علیہ السلام کے ساتھ یہی داخل ارض مقدس ہوئے۔ ان کی زوجہ کا نام راحب تھا۔
نحسون	نحسون بنی اسرائیل کے ان سرداروں میں سے ہے جو ہزاروں کے سردار تھے اسی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حکم سے بیابان سینا میں بنی یہودہ کی مردم شماری مصر سے نکلنے سے 14 ماہ بعد کی تھی۔ اس وقت اس فرقہ کے جنگ جو اشخاص کی تعداد جو چوبیس (24) سال سے اوپر تھے چوہتر ہزار چھ سو (74600) تھی۔ (کتاب گنتی باب 1 درس 1 تا 27) یہ واقعہ 1490 قبل مسیح تھا۔
عمیداب	عربی تلفظ (عَمِیّاداب) ہے۔
آرام	عربی تلفظ (ارام) ہے۔
حصروم	عربی تلفظ (حَصْرُوْمْ) ہے۔
پھارس	عربی تلفظ (فارص) والدہ کا نام تمر ہے جس کا قصہ کتاب پیدائش میں موجود ہے
یہوداہ	عربی تلفظ (یھودا)
یعقوب علیہ السلام	
اسحٰق علیہ السلام	
ابراہیم علیہ السلام	ان کا ذکر مبارک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے شجرہ میں ہے۔

فصل دوم 2

شجرہ عالیہ نبویہ ﷺ سے چند اشہر المشاہیر کے مختصر حالات

﴿ لَقَدْ كَانَ فِيْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ ﴾

آدم علیہ السلام

نوع بشر کے والد بزرگوار اور پہلے انسان ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے خلافت الارض کے لیے پیدا کیا۔ انھوں نے 930 سال کی عمر پائی۔ شیث (سیت) علیہ السلام جب ان کے گھر پیدا ہوئے تب حضرت آدم علیہ السلام کی عمر 130 سال کی تھی۔ [1]

قرآن مجید میں حضرت آدم علیہ السلام کو پیدائش کے بعد جنت میں ٹھہرانے کا ذکر ہے۔ اس جنت کے تعین کرنے میں ہمارے علماء کا اختلاف ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ، ابوالقاسم بلخی وابن قتیبہ وابومسلم اصفہانی رحمہم اللہ کا قول ہے کہ یہ زمین ہی پر ایک مقام تھا۔ دیگر مفسرین نے آسمان پر بتایا ہے۔ ان میں سے بعض کا قول ہے کہ جنت، جنت خلد سے الگ تھی۔ بعض نے اسے جنت خلد ہی بتایا ہے۔ [2]

اسلام نے حضرت آدم علیہ السلام کی بابت جو حقائق عالیہ بیان کیے ہیں ان کا ذکر آپ کو اسی کتاب کے باب افضلیت سید المرسلین ﷺ اور باب اساطیر الاولین میں ملے گا۔

نوح علیہ السلام

رب العالمین کے پہلے رسول ہیں۔ بائبل کا بیان ہے کہ حضرت نوح کی عمر 600 سال کی تھی جب طوفان آیا۔ یعنی عمر نوح سے 600 کے دوسرے مہینے کی 17 تاریخ کو طوفان شروع ہوا۔ چالیس دن (40) چالیس رات (40) تک برابر آسمان سے پانی برستا اور سمندر کے چشموں سے پانی اچھلتا رہا، جو کشتی حضرت نوح علیہ السلام نے بنائی تھی۔ اس کا طول 200 ہاتھ، عرض 50 ہاتھ، بلندی 30 ہاتھ تھی اور اس کے اندر تین (3) طبقے تھے۔ 500 دن کے بعد پانی زمین سے کم ہونا شروع ہوا اور 601 عمر نوحی سے دوسرے مہینے کی 27 تاریخ کو حضرت نوح علیہ السلام نے زمین پر قدم رکھا اور بعد طوفان 350 سال تک زندہ رہے۔ [3]

تاریخ اسلام میں حضرت نوح علیہ السلام کو ''آدم ثانی'' بھی کہتے ہیں۔ دیکھو قرآن مجید میں ہے:

﴿ وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهُ هُمُ الْبَاقِيْنَ ﴾ (الصافات: 77) ''ہم نے نوح ہی کی نسل کو باقی رہنے والا بنایا۔''

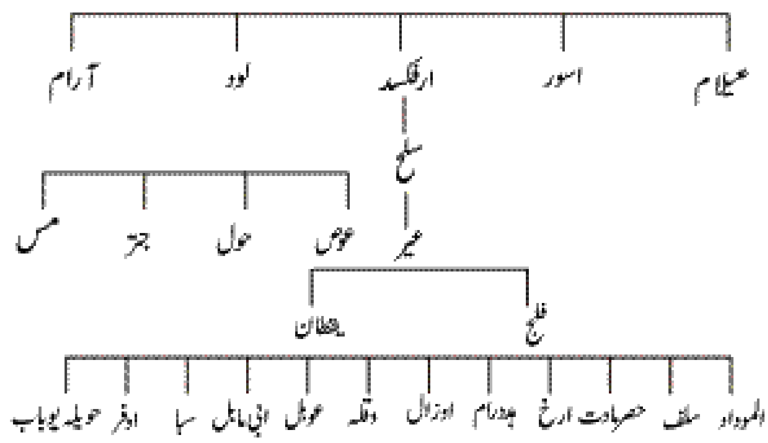
حضرت نوح علیہ السلام کے تین (3) فرزند تھے جن کی نسل تمام معمورہ دنیا کی آبادی ورونق بن رہی ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام کا چوتھا بیٹا یام تھا جو عمل غیر صالح ہونے کی وجہ سے غرق طوفان ہوا تھا۔

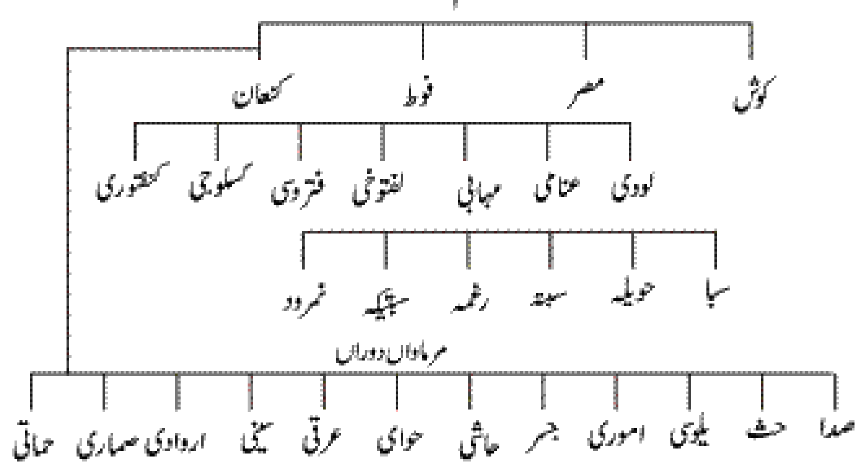
---

[1] پیدائش (5,4)/6 [2] ملخصاً از ''ہدایۃ السائل'' نواب صدیق حسن خاں رحمہ اللہ [3] از کتاب پیدائش ملخصاً

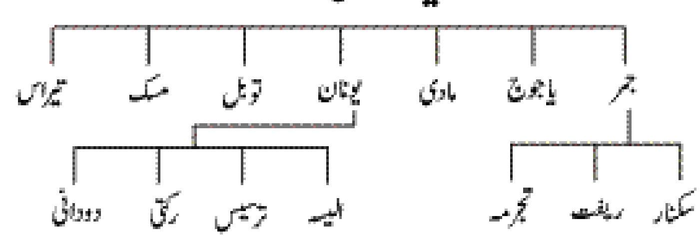
سام کی اولاد [1]



حام کی اولاد



یافث کی اولاد



---

1. سام و حام اور یافث کی اولاد کے جملہ نام کتاب پیدائش سے لیے گئے ہیں۔

سام کا حال

سام (سم) حضرت نوح علیہ السلام کے بڑے فرزند کا نام ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کی 502 سال کی عمر تھی جب ان کے مشکوئے نبوت میں یہ اولین فرزند پیدا ہوئے۔

حضرت سام ان تمام اقوام کے پدر اور جملہ السنہ کے معلم نخستین (اول) ہیں، جن کا نام یورپین مؤرخین نے سیمی ٹیک رکھ دیا ہے۔

تفحص سے معلوم ہوتا ہے کہ سامی زبان کا وجود ایشیا اور افریقہ کے اندر برابر پایا جاتا ہے۔ فونی شین، ارمیک، اسیرین، انتھی، اویک زبانیں سامی ہی سے نکلی ہیں اور یہ تو مسلمات میں سے ہے کہ عبرانی اور عربی زبانیں جملہ سامی السنہ کے اندر زیادہ شاندار اور خزائن علمی سے مالا مال ہیں۔

مشہور قدیم مؤرخ سپرنجر اور سکر یدر اپنے قدما کے اتباع میں اس امر کا اعتراف کرتے ہیں کہ سام کی اولاد کا اصلی وطن عرب ہے۔ قرآن مجید نے یہ آیت ﴿ لِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا ﴾ [الانعام:92] میں مکہ کو ام القریٰ یعنی بستیوں کی ماں بتایا ہے اور یہ ارشاد ان مؤرخین کی اس محققانہ جدوجہد کی تصدیق فرماتا ہے۔

یہ بات تاریخ سے ثابت ہوگئی ہے کہ قدیم تر زمانہ میں کچھ قومیں ریگستان عرب سے نکل کر اس کے گردونواح کی قابل کاشت اراضی پر آباد ہوئی تھیں۔ اس کا ثبوت اس طرح حاصل ہوا ہے کہ عرب ہی وہ لوگ ہیں جن میں سیمی ٹک کیریکٹر (سامی عادات واطوار) اصلی حالت میں پایا جاتا ہے، کیوں کہ ان کی سادہ زندگی ہمیشہ یکساں طریق پر چلی آئی ہے۔

اہل عرب کی زبان ہی ہمیشہ سے محفوظ رہی ہے۔ عبرانی زبان بھی کسی قدیم زمانہ میں محفوظ تھی جس کی یادگار اس وقت اہل علم کے ہاتھ میں یشا کے کتبے یا سلوآم کا کتبہ باقی رہ گیا ہے۔

سلطنت یہود کا زوال اور اشدودیوں کے ساتھ یہودیوں کی مناکحت، بنی اسرائیل کی اسیری، بیت المقدس کی بربادی، یہودیوں کا مختلف ممالک میں منتشر ہو جانا یہ ایسے قدرتی اسباب تھے کہ عبرانی زبان اپنی اصلی حالت میں باقی نہ رہی اور ان اسباب سے اس قدر انقلاب عظیم ہوا کہ آخر یہود کی اصلی زبان بجائے عبرانی کے آرمیک بن گئی۔

جب عبرانی کا یہ حال ہے تو دیگر سامی السنہ کا ذکر فضول ہے۔

فونی شین زبان کی واقفیت اہل علم کو صرف ان کتبات سے ہوئی جو چار صدی قبل از مسیح کے دستیاب ہوئے ہیں، لیکن یہ زبان اس قدر حجاب نسیان میں آ چکی ہے کہ ان کتبات کے پڑھنے والوں کو بھی خود وثوق نہیں کہ جو پڑھا وہی ٹھیک ہے۔

آرمیک زبان کبھی تمام کنعانیوں کی زبان تھی۔ جہاں جہاں کنعانی قومیں عمدہ عمدہ چراگاہوں کی تلاش میں کنعان سے چینی ترکستان تک پہنچتی رہیں۔ یہ زبان بھی وہاں گئی۔ خیال ہے کہ لفظ اِرَم جو قرآن میں بکسر اول و فتح ثانی اور توراۃ میں بفتحتین مستعمل ہوا ہے اسی قوم کی یادگار ہے۔ اب یہ زبان بھی نقاب نیستی کے پردہ میں پنہاں ہے۔

سامریا کی زبان میں ایک کتاب پنڈلی لوک کا نشان دیا جاتا ہے۔ اس کی زبان پر غور کرنے والوں نے اعتراف کیا ہے کہ وہ عربی وعبرانی اور آرمیک زبانوں سے بنائی گئی ہے۔ اس لیے اول تو وہ پہلے ہی سے کوئی مستقل زبان نہ تھی۔ دوسرے اب اس زبان کا تلفظ

یالغت بتانے سے کل دنیا گونگی ہے۔

سریک یاڈیسن زبان ان عیسائی آرمینیا والوں کی زبان تھی جن کا دارالسلطنت پانچویں چھٹی صدی مسیحی میں اڈیسہ تھا، مگر اس نوزائیدہ بچہ کو زیادہ عمر نصیب نہ ہوئی۔

المختصر

عربی ہی ایک ایسی واحد اور وحید زبان رہ جاتی ہے جو سام علیہ السلام کی تعلیم کردہ زبانوں میں سے زندہ و توانا موجود ہے شام اور عراق و مصر اور فلسطین اور مراکو اور تیونس اب تک اس کے زیر نگیں ہیں اور آکسفورڈ سے برازیل تک اس کی سیرگاہیں ہیں۔

سامی زبانیں

جو مماثلت اور مشابہت اور تعلق باہمی اپنے اندر رکھتی ہیں وہ یہ ہیں۔

① سہ حرفی مصادر کا پایا جانا۔
② اسم اور فعل کے قاعدوں میں مشابہت۔
③ اسماء، ضمائر اور فعل کے درمیان باہمی تعلقات۔
④ تراکیب نحوی میں مشابہت۔
⑤ فعل لازم و متعدی کے طریقے۔

اب جو کوئی شخص عربیت میں مہارت رکھتا، صرف و نحو عربی کو بخوبی جانتا اور علم ادب کا دانا ہے، اسے بخوبی معلوم ہے کہ ان جملہ امور میں زبان عربی کیسی مکمل، مستقل اور ہمہ گیر ہے اور یہی صاف ظاہر کرتے ہیں کہ زبان عربی ہی ان تمام السنہ کی ماں ہے جو طوفان کے بعد کسی متمدن حصہ عالم پر کبھی پائی گئی تھیں، جیسا کہ حضرت سام علیہ السلام ان ممالک کے جملہ باشندہ اقوام کے پدر بزرگوار ہیں۔

سیدنا ابراہیم علیہ السلام

75 سال کے تھے جب اللہ کے حکم سے اپنی زاد بوم اور باپ کے وطن سے نکلے اور کنعان بن حام کے علاقہ میں پہنچے۔ سیدہ سری زوجہ اور لوط علیہ السلام برادر زادہ ساتھ تھے۔ اللہ نے وعدہ کیا کہ یہی ملک ان کی اولاد کو دیا جائے گا۔ پھر وہ مصر گئے۔ فرعون نے سیدہ سری کو حسین سمجھ کر اپنے لیے لے لیا اور اللہ کا قہر اس پر ظاہر ہوا۔ فرعون نے سیدہ سری کو واپس کر دیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام پھر کنعان میں واپس آئے۔ تب لوط علیہ السلام ان سے جدا ہو کر دریائے یردن کی ترائی کی طرف چلے گئے۔ وہ شہر صدوم میں آباد ہوئے۔ کچھ عرصہ کے بعد کدر لاعمر شاہ عیلام نے اپنے تین اتحادی بادشاہوں کے ساتھ بادشاہ صدوم اور اسکے چار اتحادی بادشاہوں سے جنگ کی اور جنگ میں فتحیاب ہو کر لوط علیہ السلام کو بھی مع ان کے مال و متاع کے اسیر کر کے لے گیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ اطلاع ہوئی تو انھوں نے حوبہ تک جو دمشق کے بائیں ہاتھ ہے ان کا تعاقب کیا اور لوط علیہ السلام کو مع سب اسیروں کے چھڑا لیا اور مال غنیمت حاصل کیا۔

ان کی واپسی پر صدوم کا بادشاہ اور سالم کا بادشاہ صدق [1] جو خدا کا کاہن تھا حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ملے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے غنیمت کا دسواں حصہ ملک صدق کو دیا اور باقی سب مال بادشاہ صدوم کو واپس کر دیا۔ خود مال غنیمت سے کچھ نہ لیا۔ البتہ

---

[1] ملک صدق کے متعلق عیسائیوں کا عجیب اعتقاد ہے۔ پولوس عبرانیوں کا خط باب 7 میں لکھتا ہے یہ بے باپ، بے ماں، بے نسب نامہ جس کے نہ دنوں کا شروع نہ زندگی کا آخیر۔ ہمیشہ کاہن ہی رہتا۔ عیسائی اسے ازلی ابدی اور بے نسب نامہ ہونے میں خدا کے مشابہ بتاتے ہیں۔

اقوام انیر واسکال اور ممری کے جو جنگ جو لوگ ساتھ تھے ان کو حصہ عطا کیا۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام جب پیدا ہوئے، تو ابراہیم علیہ السلام کی عمر 86 سال کی تھی۔ (1) جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر 99 سال کی ہوئی، تب اللہ نے ان سے رؤیا میں فرمایا کہ وہ ہر ایک بچہ کا جب وہ 8 دن کا ہو ختنہ کیا کریں اور یہ ابدی نشان اللہ کے عہد کا اس کی نسل میں ہوگا۔ (2)

حضرت ابراہیم علیہ السلام 99 سال کے تھے اور حضرت اسماعیل علیہ السلام تیرہ 13 سال کے جب ان کا ختنہ ہوا۔ یہاں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام قادس اور سور میں ٹھہرے اور جرار میں قیام کیا۔ جرار کے بادشاہ ابی ملک نے حضرت سارہ کو اپنے قبضہ میں کیا، مگر خدائے عزوجل کی طرف سے آگاہ ہو کر اس نے سارہ کو پھیر دیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عزت کی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک سو (100) سال کے تھے جب حضرت اسحاق علیہ السلام پیدا ہوئے۔ پھر ابی ملک شاہ جرار نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے معاہدہ اتحاد کیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام دیر تک فلسطیوں کے ملک میں رہے۔

پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسحاق علیہ السلام کی شادی ربقہ بنت ہتوایل بن نحور (برادر حقیقی حضرت ابراہیم علیہ السلام) سے کی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے 175 سال کے بعد انتقال فرمایا۔ (3)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی کنیت "ابو محمد" بھی ہے اور ابوالانبیاء بھی۔ کیوں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد انہی کی نسل پاک سے نبی ہوتے رہے، ان کی ذریت سے باہر پھر کوئی نبی نہیں ہوا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتَابَ ﴾ [العنکبوت:27]

"ہم نے نبوت اور کتاب کو ابراہیم (علیہ السلام) ہی کی ذریت میں کر دیا۔"

اس لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا لقب عمود عالم ثالث بھی ہے۔ ان کا احوال مبارک آئندہ ابواب میں مذکور ہیں۔

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَ بَارِكْ وَسَلَّمْ

ام المسلمین سیدہ ہاجرہ علیہا السلام (4)

سیدہ ہاجرہ علیہا السلام بڑے درجے کی خاتون ہیں۔

(1) کبیرہ مصر
(2) زوجہ خلیل الرحمٰن ابراہیم صلوٰۃ اللہ علیہما والسلام
(3) محدثہ ملائک (5)
(4) والدہ اسماعیل علیہ السلام
(5) ام العرب المستعربہ
(6) بانیہ بلدۃ الامین مکہ معظمہ
(7) جدۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں

(1) بخاری میں 80 سال ہے: 3356۔ (2) پیدائش (9 تا 15)/17۔ (3) 13 س 25/8 وہ مکفیلہ کے مغارہ میں جو ممرے کے آگے ہے دفن کیے گئے۔
(4) سورہ حج میں ہے: ﴿مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ﴾ [الحج:78] اس آیت سے ام المسلمین کا لقب حضرت ہاجرہ علیہا السلام کے لیے استنباط کیا گیا ہے
(5) محدثہ بفتح دال اسے کہتے ہیں، جس سے فرشتے باتیں کریں۔ حضرت ہاجرہ علیہا السلام کے پاس ملائک کا آنا، باتیں کرنا، توراۃ اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے، اس لیے ان کو "محدثہ" لکھا گیا ہے۔

ان کا نام عبرانی میں (ہاغار) ہے اور جب فرعون مصر نے سیدہ سائرہ علیہا السلام کی کرامت کو دیکھ کر ہاجرہ علیہا السلام کو سائرہ علیہا السلام کے ساتھ کر دیا تھا، تب ان کا نام آجر ٹھہرا۔ یعنی یہ اس مصیبت کا اجر ہیں جو سارہ علیہا السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بادشاہ کے ظلم سے اٹھانی پڑی۔ پھر جب انھوں نے ہجرت الی اللہ کی اور آ کر مکہ میں اس لیے آباد ہوئیں کہ ان کی اولاد بیت اللہ الحرام کی آبادی اور توحید کی منادی کرے، تب ان کا نام ہاجرہ ٹھہرا۔ [1]

سیدہ ہاجرہ علیہا السلام کو سیدہ سارہ علیہا السلام نے خود حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زوجیت میں دیا تھا۔ [2] وہ نکاح سے پہلے ہی سال بارور ہوئیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر 86 برس کی تھی، جب اللہ تعالیٰ نے ان کو فرزند نرینہ کے دیدار سے مسرور فرمایا۔ یہ مولود مسعود شکم مادر ہی میں تھا کہ اللہ تعالیٰ کے فرشتے نے سامنے آ کر سیدہ ہاجرہ علیہا السلام کو بشارت دی کہ وہ بیٹا جنے گی اور اس کا نام اسماعیل رکھنا۔ نیز بتا دیا کہ ان کی اولاد کثرت سے گنی نہ جائے گی۔ [3]

رب العالمین کو منظور یہ تھا کہ بنو اسماعیل کو ایک مستقل شاندار قوم بنائے۔ اس کی تقریب یہ ہوگئی کہ ہاجرہ کے حاملہ ہوتے ہی سارہ کی محبت اس سے جاتی رہی اور یہ سمجھ کر کہ اب ہاجرہ اسے حقیر سمجھتی ہے خود اس سے تحقیر کرنے لگی اور زور دیا کہ ہاجرہ کو علیحدہ کر دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کو بنو اسماعیل سے اپنے گھر کی خدمت کا لینا منظور تھا، یہ مصلحت ابراہیم علیہ السلام کو وحی ربانی نے سمجھا دی اور انھوں نے خوشی خوشی پہلوٹے بیٹے اور پیاری بیوی کو اس سنسان بیابان میں آباد کیا، جہاں اب مکہ ہے:

﴿ رَبَّنَآ اِنِّيْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ﴾ [ابراہیم: 37]

''اے رب! میں نے اپنے کنبہ کا ایک حصہ اس وادی میں جہاں کوئی روئیدگی نہیں آباد کرتا ہوں کہ یہ تیرے حرمت والے گھر کے پاس رہیں اور دنیا کے لیے نماز کو قائم کریں۔''

صحیح البخاری میں ہے: لَيْسَ يَوْمَئِذٍ بِمَكَّةَ اَحَدٌ وَّلَيْسَ بِهَا مَآءٌ [4] (مکہ میں اس وقت نہ کوئی جاندار تھا اور نہ پانی تھا۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت ہاجرہ علیہا السلام کو یہاں چھوڑ کر واپس جانے لگے تو بیوی اور شوہر میں یوں باتیں ہوئیں: اِلٰى مَنْ تَتْرُكُنَا ۔ قَالَ اِلَى اللّٰهِ۔ قَالَتْ رَضِيْتُ بِاللّٰهِ [5]

ہاجرہ: ہم کو کس کے پاس چھوڑ چلے؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام: ''اللہ کے پاس۔'' حضرت ہاجرہ علیہا السلام: ''میں اللہ پر راضی ہوں۔''

توراۃ کی کتاب پیدائش میں ہے کہ جب ہاجرہ علیہا السلام کے پاس پانی ختم ہوگیا اور اسماعیل علیہ السلام پیاس سے مرنے کے قریب ہو گئے تب خدا کا فرشتہ پھر ہاجرہ علیہا السلام خاتون سے ہم کلام ہوا اور ان کو اسماعیل علیہ السلام کی نسل کثرت و عظمت کی بشارت سنائی اور ان کے لیے ایک کنواں بھی ظاہر ہوگیا۔ [6]

صحیح البخاری میں ہے:

"فَاِذَا هِيَ بِصَوْتٍ فَقَالَتْ اَغِثْ اِنْ كَانَ عِنْدَكَ خَيْرٌ فَاِذَا جِبْرِيْلُ وَغَمَزَ عَقِبَهٗ، عَلَى الْاَرْضِ فَانْبَثَقَ الْمَآءُ" [7]

ہاجرہ علیہا السلام نے ایک آواز سنی تو انھوں نے کہا کہ اگر تجھ سے کچھ فائدہ ہو سکتا ہے تو سامنے آ، جبریل علیہ السلام آ گئے انھوں

---

[1] یسعیاہ نبی کی کتاب 54 باب کے درس اول میں حضرت ہاجرہ کی بابت یہ الفاظ ہیں: ''بے کس چھوڑی ہوئی کی اولاد خصم والی کی اولاد سے زیادہ ہے۔'' الفاظ ''بے کس چھوڑی ہوئی'' ترجمہ ہے ہاجرہ کا اور اس درس میں ہاجرہ و سارہ کا مذکور ہے۔ [2] پیدائش 4/16 [3] پیدائش 16-10-11 [4] بخاری: 3365,3364

[5] بخاری: 3365,3364 [6] باب 21 درس 15 تا 19 پیدائش۔ [7] بخاری: 2368,3365

نے زمین پر ایڑی کو مارا اور زمین سے پانی پھوٹ پڑا۔

صحیح البخاری اور توراۃ کی ان روایات سے معلوم ہوا ہے کہ ہاجرہ علیہا السلام کا درجہ اللہ کے ہاں کس قدر بلند تھا کہ کبھی فرشتہ سامنے آ کر ان سے بات کرتا ہے اور کبھی آسمان سے پکار کر ان کو خطاب کرتا۔ نیز ان کی کرامت کے لیے کنواں غیب سے ظاہر ہو گیا تھا۔

افسوس ہے کہ اہل کتاب ان فضائل سے آنکھیں بند کر لیتے ہیں اور سیدہ ہاجرہ علیہا السلام کے درجہ کو گھٹانے کے لیے کہہ دیا کرتے ہیں کہ وہ لونڈی تھیں۔

مسلمان یہودیوں اور عیسائیوں کے ساتھ اس امر میں متفق ہیں کہ فرعون مصر نے حضرت ہاجرہ علیہا السلام کو حضرت سارہ علیہا السلام کی خدمت کے لیے دیا تھا۔

صحیح البخاری میں ہے:

عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ ھَاجَرَ اِبْرَاھِیْمُ بِسَارَۃَ فَاَعْطَوْھَا آجَرَۃَ فَرَجَعَتْ فَقَالَ اَشْعَرْتَ اَنَّ اللّٰہَ عَزَّوَجَل کَبَتَ الْکَافِرَ وَاَخْدَمَ وَلِیْدَۃً؟ [1]

”ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ابراہیم علیہ السلام و سارہ علیہا السلام ہجرت کر کے گئے تھے۔ وہاں سیدہ سارہ کو ہاجرہ علیہا السلام بہ میں ملی اور سارہ علیہا السلام نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے آ کر کہا، آپ کو خبر ہے کہ اللہ نے کافر کو ذلیل کیا اور ہم کو ایک لڑکی خدمت کے لیے دی۔ “

وَ قَالَ ابْنُ سِیْرِیْنَ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صَلی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلم فَاَخْدَمَھَا ھَاجَرَ [2]

ابن سیرین رحمہ اللہ نے ابو ہریرہ سے انھوں نے نبی ﷺ سے روایت کیا ہے کہ (شاہ مصر نے) ہاجرہ کو خدمت کے لیے دیا تھا۔ [3]

مسلمانوں کی روایت یا بیان سے یہ سمجھنا کہ حضرت ہاجرہ علیہا السلام لونڈی تھیں بالکل ہی بعید ہے۔ اہل کتاب کے مزید اطمینان کے لیے ہم کچھ اور زیادہ تحریر کرتے ہیں۔

یہودیوں کے زبردست مفسر توراۃ ربی شلوموا تحق نے باب 16 کتاب پیدائش کی تفسیر میں حضرت ہاجرہ علیہا السلام کی بابت مندرجہ الفاظ تحریر کیے ہیں: **ابث برعه هایتا کشرا نسیم شَنَعْشُوا اساره امر موطاب شَیِتْهَا بتی شفحه بیت زه لو کبیرة بییت اخیــــر** [4] وہ فرعون کی بیٹی تھی جب اس نے کرامات کو دیکھا جو بوجہ سارہ واقع ہوئی تھیں تو کہا کہ میری بیٹی کا اس کے گھر میں خادمہ ہو رہنا دوسرے گھر میں ملکہ ہو کر رہنے سے بہتر ہے۔

اس شہادت سے صاف ظاہر ہو گیا کہ (1) ہاجرہ علیہا السلام شاہ مصر کی دختر تھیں۔ (2) شاہ مصر پر حضرت سارہ علیہا السلام کی عظمت اس قدر طاری ہو گئی تھی کہ اس نے اپنی بیٹی کو بطور خادمہ ان کے ساتھ کر دینا اپنے اور اپنے خاندان کے لیے فخر و عزت کا باعث سمجھا۔

مبارک ہے سارہ خاتون جس کی خدمت کو بادشاہ کی بیٹی نے اپنی عزت جانا، مبارک ہے ہاجرہ خاتون جس کی تربیت ابتدائے عمر ہی سے خلیل الرحمٰن علیہ السلام کے گھر میں ہوئی۔

ربی شلوموا مفسر توراۃ کی مندرجہ بالا شہادت کے بعد کسی تفصیل کی ضرورت باقی نہیں رہتی، لیکن اس شہادت کی توثیق میں ہم اس

---

[1] بخاری: 2635,2217، تاریخ دمشق لابن عساکر: 245/3، کنز العمال: 32302 [2] حدیث شریف کا لفظ فاخدمھا عبرانی لفظ شفحہ کا مترادف ہے۔ یہ لفظ ہاجرہ خاتون کے والد نے استعمال کیا تھا شفحہ کا ترجمہ خادمہ ہے۔ [3] بخاری: 2635,2217 [4] براہین ہاجرہ فی حریۃ ہاجرہ۔ مولانا غلام رسول چڑیا کوٹی

قدر ظاہر کر دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ عبرانی زبان میں لونڈی غلام کی مختلف حالتوں کے لیے مختلف الفاظ موجود ہیں۔

1. وہ لونڈی غلام جو جنگ میں بطور غنیمت حاصل ہوتے ہیں، ان کو ''شیبوت حرب'' بولا جاتا ہے۔
2. وہ لونڈی غلام جو روپیہ سے خرید کیے جاتے ہیں ان کو ''مقنت کسف'' بولا جاتا ہے۔
3. ایسے بچے جو لونڈی یا غلام سے پیدا ہوئے ہوں، ان کو ''یلید بایث'' بولا جاتا ہے۔

اب تمام توراۃ کو دیکھ جاؤ کہ ہر سہ الفاظ بالا میں سے کوئی لفظ بھی حضرت ہاجرہ علیہا السلام کے متعلق ساری عبرانی کتاب میں مستعمل نہیں ہوا۔

ہم اقرار کرتے ہیں کہ توراۃ میں حضرت ہاجرہ کو حضرت سارہ نے (آمَتِیْ) کہا ہے اور یہ عبرانی لفظ عربی لفظ ''اَمَۃٌ'' کا ہم معنی ہے، جس کا ترجمہ لونڈی بھی ہو سکتا ہے، لیکن یہ بالکل ہی کم فہمی ہوگی کہ ایک سوت نے اپنی سوت کو کچھ رنج اور غصہ میں کہہ دیا ہو اسے حقیقی معنی میں صحیح ہی تصور کر لیا جائے۔

ہم لکھ چکے ہیں کہ فرعون مصر نے حضرت ہاجرہ علیہا السلام کو سارہ علیہا السلام کی خدمت کے لیے دیا تھا، ممکن ہے کہ ہمارے دوست اسی اقرار کو حضرت ہاجرہ علیہا السلام کے لونڈی ہونے کی قطعی دلیل بتائیں، لہٰذا مناسب ہے کہ اول کتاب پیدائش کے 30 باب کو پڑھ جائیں۔

1. حضرت یعقوب علیہ السلام کی بیوی مسماۃ لیاہ کی لونڈی کا نام زلفہ ہے اور مسماۃ زلفہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے فرزندان مسمی جدو مسمی آشر کی والدہ ہے۔
2. حضرت یعقوب علیہ السلام کی بیوی مسماۃ راحیل کی لونڈی کا نام بلہہ ہے اور مسماۃ بلہہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے فرزندان مسمی دان و مسمی نفتالی کی والدہ ہے۔

یہ چاروں فرزند یعنی جدو آشر و دان و نفتالی۔ اسرائیل کے ان بارہ (12) فرزندوں میں سے ہیں، جن کو یعقوب علیہ السلام و موسیٰ علیہ السلام، داؤد علیہ السلام و عیسیٰ علیہ السلام نے وقتاً فوقتاً برکتیں دی ہیں اور توراۃ کی کسی ایک جگہ میں بھی ان چاروں کو باقی آٹھ کے مقابلہ میں کمتر نہیں بتایا گیا یا ''لونڈی بچہ'' نہیں کہا گیا۔

زلفہ اور بلہہ کے ذکر کو جانے دو، خود لیاہ اور راخل کی بابت غور کرو جو حضرت یعقوب علیہ السلام کے ماموں کی لڑکیاں اور بقول توراۃ حضرت یعقوب علیہ السلام کی جورو ئیں ہیں۔ یہ دونوں اپنے لونڈی ہونے کا اقرار اس طرح کرتی ہیں:

''راخل اور لیاہ نے جواب میں اسے کہا کہ ہنوز ہمارے باپ کے گھر میں کچھ ہمارا حصہ ہے یا میراث ہے کیا ہم اس کے آگے بیگانہ نہیں ٹھہریں کہ اس نے تو ہمیں بیچ ڈالا اور ہمارا مال بھی کھا بیٹھا۔'' [1]

راخل اور لیاہ وہی خواتین ہیں، جن کے فرزند موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام ہیں اور یہ دونوں خود اپنی زبان سے زر خرید ہونے کا اقرار کرتی ہیں۔ کیا اس کے بعد بھی اہل کتاب کو کوئی حق حضرت ہاجرہ علیہا السلام کی شان میں زبان کھولنے کا رہ جاتا ہے، حالانکہ ان کے متعلق ایسا کوئی لفظ توراۃ میں موجود نہیں۔

اہل کتاب یہ بھی غور کریں کہ انھوں نے مصر کی شہزادی کو تو صرف اس لیے لونڈی بنایا کہ اس کے باپ نے اسے خاندان نبوت کی خدمت کے لیے چھوڑ دیا تھا، لیکن یوسف علیہ السلام کی بابت کیا کہیں گے جن کو مصر میں مدیانیوں نے فوطیفار کے ہاتھ بیچا تھا۔ [2] اس

---

[1] کتاب پیدائش 31 باب 14-15 درس۔ [2] پیدائش 37-36

کے بعد ہی کتاب پیدائش کے ''39 باب کے 7 درس کو پڑھو، اس کے بعد یوں ہوا کہ اس کے آقا کی جورو کی آنکھ یوسف علیہ السلام پر لگی، پھر باب بالا کے 19/20 درس کو پڑھو، جب اس کے آقا نے ایسی باتیں جو اس کی جورو نے کہیں کہ تیرے غلام نے مجھ کو یوں کیا، سنیں تو اس کا غضب اس پر بھڑکا اور یوسف کے آقا نے اس کو پکڑا۔

ان ہر سہ حوالہ جات میں فوطیفار کو یوسف علیہ السلام کا آقا بتایا گیا ہے اور درس 19 میں ہے: ''فوطیفار کی عورت نے یوسف کو غلام کہا تھا'' کیا ان الفاظ کے استعمال سے فی الواقع یوسف علیہ السلام غلام ہی بن گئے تھے؟ اگر یہ صحیح ہے کہ فوطیفار کے خرید لینے سے حضرت یوسف علیہ السلام فی الواقع غلام نہیں ٹھہرے تو یہ بھی صحیح ہے کہ سارہ کے ساتھ آنے سے ہاجرہ فی الواقع لونڈی نہیں بن گئی تھیں اور یہ بھی صحیح ہے کہ سارہ کے کہہ دینے سے بھی ہاجرہ فی الواقع لونڈی نہیں ٹھہری تھیں۔ **والحمد لله على ذلك۔**

جو لوگ عربی روایات کو پڑھتے ہیں، انھیں یاد رکھنا چاہیے کہ عربی زبان میں ولید، جاریہ، امۃ کے الفاظ دختر کے لیے بھی مستعمل ہوتے ہیں اور لونڈی کے لیے بھی اور اس کی اصلیت یہ ہے کہ اسلام لونڈیوں کو انھیں الفاظ سے مخاطب کرتا ہے جو لڑکیوں اور دختروں کے لیے اصل لغت میں وضع ہوئے ہیں۔ اسی لیے ایسے لفظ کو اگر ہاجرہ خاتون کے لیے مستعمل شدہ دیکھیں تو یہ نہیں خیال کر لینا چاہیے کہ اس سے حضرت ہاجرہ کا فی الواقع لونڈی ہونا ثابت ہوتا ہے، بلکہ ان کو صحیح بخاری کے الفاظ جو نبی علیہ السلام کی زبان مبارک کے الفاظ ہیں یاد رکھنے چاہئیں اور وہ الفاظ **فاخدمها** میں خدمت کرنے سے کوئی کسی کا غلام نہیں ہو جاتا۔ حضرت انس بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ نے دس (10) سال تک نبی ﷺ کی خدمت کی تھی، لیکن کوئی شخص بھی ان کو غلام نہیں کہتا۔

یعقوب علیہ السلام نے ننھیال سے واپس آ کر جب اپنے بھائی عیسو کے لیے کچھ تحفے بھیجے تھے، تو اپنے ملازمین کو سکھا دیا تھا کہ عیسو سے ان الفاظ میں گفتگو کریں۔ تیرے غلام یعقوب نے یہ تحفے بھیجے ہیں۔ تیرا غلام یعقوب خود بھی پیچھے آ رہا ہے۔ غور کریں ان الفاظ کے بعد بھی کوئی عیسائی یعقوب علیہ السلام کو عیسو کا غلام و چاکر نہیں سمجھتا۔ [1]

دہلی کے شریف گھرانوں میں بچی کو لونڈیا کہہ کر بلاتے ہیں، لیکن اس سے کوئی بھی نہیں سمجھتا کہ وہ لڑکی بیٹی نہیں لونڈی ہے۔ ان اشارات کے بعد امید ہے کہ کوئی اشکال باقی نہیں رہے گا۔

سیدنا اسماعیل علیہ السلام

آپ خلیل الرحمن ابراہیم علیہ السلام کے پہلوٹے فرزند ہیں، جو ہاجرہ علیہا السلام خاتون کے بطن اطہر سے پیدا ہوئے۔ باپ نے ان کا نام اسماعیل علیہ السلام رکھا، [2] جو سمیع اللہ کا ہم معنی ہے۔ یہ معنی توراۃ کی کتاب پیدائش میں بھی اسی طرح بیان کیے گئے ہیں۔ اس لڑکے کی آواز جہاں وہ پڑا ہے خدا نے سنی۔ [3] ان کا ختنہ اسی روز کیا گیا جس روز حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنا ختنہ بھی کیا تھا، کیوں کہ اسی روز یہ حکم ہوا تھا کہ خدا نے ابراہام سے کہا کہ تو اور تیرے بعد تیری نسل پشت در پشت میرے عہد کو نگاہ میں رکھیں اور میرا عہد جو میرے اور تمھارے درمیان اور تیرے بعد تیری نسل کے درمیان ہے، جسے تم یاد رکھو سو یہ ہے کہ تم میں سے ہر ایک فرزند نرینہ کا ختنہ کیا جائے۔ [4] پس اسماعیل علیہ السلام وہ فرزند ہیں جو عہد کا حکم نازل ہونے کے بعد پہلے ہی روز خدائے برتر کے عہد میں داخل ہوئے اور فرزند عہد ٹھہرے۔

افسوس کہ عیسائی ایسے مبارک مولود کو عہد کا فرزند تسلیم کرنے سے انکار کرتے ہیں۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام اور ان کی والدہ کو

---

[1] پیدائش باب 32 درس 18-20 [2] پیدائش 16-15-16 [3] پیدائش 21-17 [4] پیدائش 17-10

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس جگہ آباد کیا تھا، جہاں اب شہر مکہ بستا ہے۔ پھر حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام ہی نے خانہ کعبہ کی عمارت تیار کی تھی۔ قرآن مجید میں ہے:

﴿ وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيْلُ ﴾ [البقرة: 127]

''جب ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ بیت اللہ کی بنیادوں کو بلند کر رہے تھے۔''

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی شادی قبیلہ بنی جرہم [1] کے سردار مسمی مضاض کی بیٹی سے ہوئی تھی۔ بنو جرہم عرب کا قدیم حکمران قبیلہ تھا اور مضاض اپنے علاقے کا واحد فرماں روا تھا۔ ایسے اعلیٰ خاندان کی بیٹی کا رشتہ مل جانے کی وجہ صرف سیدہ ہاجرہ علیہا السلام کی ذاتی کرامت اور خاندانی فضیلت تھی جو عرب جیسی تجارت پیشہ قوم سے جو ہر سال موسم سرما میں مصر جایا کرتے تھے، مخفی نہ رہ سکتی تھی۔ [2]

توراۃ میں ہے کہ حضرت ہاجرہ علیہا السلام نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی شادی مصر میں کی تھی، ممکن ہے کہ کوئی مصری عورت بھی ہو، مگر یہ محقق ہے کہ اولاد جرہمی عرب بیوی سے ہوئی۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام ہی وہ بزرگ ہیں جن کو ''ذبیح اللہ'' کا لقب حاصل ہوا۔ اہل کتاب کا دعویٰ ہے کہ ذبیح حضرت اسحٰق علیہ السلام ہیں اور جمہور مسلمانوں کا اعتقاد ہے کہ ذبیح حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں۔ مسلمانوں کا حضرت اسحٰق علیہ السلام کے ذبیح ہونے سے انکار معاذ اللہ اس بنا پر نہیں جس بنیاد پر اہل کتاب کا ہے۔ اہل کتاب اسماعیل علیہ السلام کی ہر ایک فضیلت سے انکار کرنے کو لازمہ مذہب سمجھتے ہیں لیکن مسلمانوں کے لیے حضرت اسماعیل و حضرت اسحٰق علیہما السلام دونوں برابر ہیں۔ چچا کو صِنوُ اَب حدیث ہی میں فرمایا گیا ہے۔ اس سے بھی عام تر یہ ہے کہ ہم ہر ایک نبی پر ایمان لانا ایسا ہی ضروری سمجھتے ہیں جیسا کہ خود اپنے نبی ﷺ پر۔ اس لیے یہ کسی مسلمان سے کیوں کر ہو سکتا ہے کہ کسی نبی اللہ کی فضیلت کا انکار محض حسد، جحد و عناد سے کرے۔ نعوذ باللہ من ذٰلك۔

چنانچہ جن معدودے چند مسلمان عالموں کے نزدیک حضرت اسحٰق علیہ السلام کا ذبیح ہونا ثابت ہوتا تھا، انھوں نے آزادی سے اپنے مذہب کا اظہار کیا ہے اور متاخرین نے ان کے اقوال نقل کیے ہیں اور با ایں ہمہ ایسے علماء کی ذات پر کسی نے بھی کسی فرومایہ (غیر معیاری) لفظ کا استعمال نہیں کیا۔

بات یہ ہے کہ جمہور مسلمانوں کے نزدیک یہی امر زیادہ صحیح اور زیادہ قوی ہے کہ ذبیح اللہ حضرت اسماعیل علیہ السلام تھے۔ سب سے بڑی اور سب سے زیادہ سچی شہادت قرآن مجید کی ہے:

﴿ وَقَالَ اِنِّيْ ذَاهِبٌ اِلٰى رَبِّيْ سَيَهْدِيْنِ ○ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ○ فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيْمٍ ○ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يٰبُنَيَّ اِنِّيْۤ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْۤ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى قَالَ يٰۤاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِيْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ ○ فَلَمَّاۤ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ ○ وَنَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰۤاِبْرٰهِيْمُ ○ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ○ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِيْنُ ○ وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ ○ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ○ سَلٰمٌ عَلٰۤى اِبْرٰهِيْمَ ○ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ○ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ○ وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ نَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴾ [الصّٰفّٰت:37: 99-112]

---

[1] بخاری: 3365 کے الفاظ ہیں۔ فَمَرَّ نَاسٌ مِنْ جُرْهُمَ فَنَكَحَ فِيهِمْ امرأة [2] حضرت یوسف علیہ السلام کو عرب ہی کا ایک قافلہ مصر لے گیا تھا۔

’’ابراہیم علیہ السلام نے کہا میں اپنے رب کی طرف جاتا ہوں، وہی میری رہنمائی کرے گا۔ اے اللہ مجھے نیک بیٹا عطا کر، تب ہم نے اسے ایک بردبار لڑکے کی بشارت دی۔ پھر ایسا ہوا کہ ابراہیم اس لڑکے کو لے کر مقام سعی پر پہنچا اور اسے سنایا کہ بیٹا! میں نے خواب دیکھا کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں تو غور کر تیری اس میں کیا رائے ہے۔ بیٹا بولا اے باپ کر گزر جو تجھے حکم ملا ہے ان شاء اللہ تو مجھے صابر پائے گا۔ جب دونوں نے حکم کے سامنے گردن جھکالی اور بیٹے کو پیشانی کے بل گرایا تو ہم نے کہہ دیا کہ اے ابراہیم تو نے اپنا خواب پورا کر دیا۔ ہم اس طرح احسانات والوں کو بدلہ دیا کرتے ہیں۔ بے شک یہ ایک کھلا کھلا امتحان تھا۔ پھر ہم نے بڑی قربانی کو اس کا فدیہ بنایا اور اس قربانی کو پچھلی نسلوں میں باقی رکھا۔ ابراہیم پر سلام۔ ہم احسانات والوں کو اسی طرح بدلہ دیا کرتے ہیں اور ابراہیم ہمارے ان بندوں میں سے ہے جو کامل الاعتقاد ہیں اور ہم نے ابراہیم کو اسحق کی بشارت دی جو صالح نبیوں میں سے ہے۔

ان آیات سے وجہ استدلال یہ ہے:

1 ان میں دو فرزندوں کی بشارتوں کا دو دفعہ ذکر کیا گیا ہے۔ اول ایک بردبار لڑکے کی بشارت کا ذکر فرمایا اور اسی ذکر کے ساتھ قربانی کا تمام واقعہ بیان کر دیا۔ اس کے ختم ہو جانے کے بعد پھر اسحق علیہ السلام کی بشارت کا ذکر فرمایا۔ اب اگر غلام حلیم وہی اسحق علیہ السلام ہیں تو ﴿بَشَّرْنَاهُ بِإِسْحٰقَ﴾ [37:الصّٰفّٰت:112] فرمانا اس سارے قصے کے بعد کسی طرح بھی صحیح نہیں ہو سکتا اس کی تائید سورہ حجر اور سورہ ذاریات کی آیت سے بھی ہوتی ہے جن میں حضرت اسحق علیہ السلام کی صفت ﴿بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ﴾ [15:الذاریات:28] فرمائی گئی ہے۔ گویا اسماعیل علیہ السلام غلام حلیم تھے اور اسحق علیہ السلام غلام علیم تھے۔ اس استدلال کے خاتمہ سے پہلے یہ بھی کہہ دینا ضروری ہے کہ کتاب پیدائش میں جہاں قربانی فرزند کا حکم ہے وہاں یہ بھی ہے کہ اپنے اکلوتے بیٹے کو قربان کر۔ یہ امر توراۃ سے بھی ثابت ہے کہ حضرت اسحق کی پیدائش حضرت اسماعیل سے 13 سال بعد ہوئی تھی۔ اس لیے یہ ظاہر ہے کہ حضرت اسحق علیہ السلام کو اکلوتا نہیں کہہ سکتے۔ جب ان سے بڑا بھائی موجود تھا۔ (قرآن مجید میں واقعہ قربانی کے بعد الفاظ ﴿فَبَشَّرْنَاهُ بِإِسْحٰقَ﴾ وارد ہوئے ہیں۔ اور ان سے مستنبط ہوتا ہے کہ یہ واقعہ قربانی قبل از ولادت حضرت اسحق علیہ السلام وقوع میں آ چکا تھا۔ چوں کہ اس وقت اسماعیل علیہ السلام ہی واحد پسر اپنے باپ کے تھے اس لیے اکلوتے کی صفت ان پر ہی صادق آتی ہے۔

2 دوسری وجہ استدلال یہ ہے کہ والصافات کی آیات بالا نے ایک اندرونی شہادت کو بھی پیش کر دیا ہے۔ یعنی قربانی عظیم کو پچھلی نسلوں میں ہمیشہ جاری رکھا جاتا ہے۔ فدیہ ذبح بنایا گیا تھا۔ اب بنو اسماعیل کی قوموں کے حالات اور بنو اسحق کی قوموں کے حالات دنیا کے سامنے موجود ہیں۔ ہر ایک شخص دیکھ سکتا ہے کہ کس قوم میں اس یادگار کا کوئی نام و نشان بھی کبھی نہیں پایا گیا ہے۔ ہم اس کے ثبوت میں توراۃ کا ایک مقام پیش کرتے ہیں۔ یسعیاہ نبی کی کتاب میں ہے:

- ’’اونٹنیاں کثرت سے تجھے آ کے چھپالیں گی۔ مدیان اور عیفا کے اونٹ۔ وہ سب جو سبا کے ہیں آئیں گے، وہ سونا اور لوبان لائیں گے اور خداوند کی بشارت سنائیں گے۔‘‘
- ’’قیدار کی ساری بھیڑیں تیرے پاس جمع ہوں گی۔ بنیت کے مینڈھے تیری خدمت میں حاضر ہوں گے، وہ تیری منظوری کے واسطے میرے مذبح پر چڑھائے جائیں گے اور میں اپنے شوکت کے گھر کو بزرگی دوں گا۔‘‘ (60 باب 6-7 درس)

مدیان اور عیفا اور سبا بنی قطورہ ہیں۔ اسماعیل علیہ السلام کے برادر زادے جو یمن میں آباد ہوئے (یہ سب بنو اسرائیل نہیں ہیں) قیدار اور بنیت خاص اسماعیل علیہ السلام کے فرزند ہیں۔ ان سب قوموں کا ایک ہی مذبح پر قربانیاں لانا، اس مذبح کو اللہ کا اپنے کلام میں اپنا مذبح کہنا اور اس جگہ ایک شوکت کے گھر کا جو لفظ بیت الحرام کا ترجمہ ہے، موجود ہونا ایک روشن دلیل اس امر کی ہے کہ یہ قربانی کا مقام خاص مکہ میں تھا، جو اسماعیل علیہ السلام کی جائے سکونت ہے اور جس کے گرداگرد ان کی اولاد قیدار اور بنیت کی نسلیں آباد ہوئی ہیں۔ اس روشن دلیل کا انکار بدیہیات کا انکار ہے۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے عرب، حجاز، یمن و حضر موت کے لیے نبی مبعوث فرمایا تھا اور ان کا وجود مسعود مختلف قوموں اور ملکوں کے اتحاد کا ذریعہ تھا۔ ذرا غور کرو وہ ابراہیم علیہ السلام کے پہلوٹے فرزند ہیں جو عراق میں پیدا ہوئے اور شام میں سکونت فرمائی، وہ سیدہ ہاجرہ علیہا السلام کے اکلوتے بیٹے ہیں جو مصر میں پیدا ہوئیں اور شوہر کے ساتھ سالہا سال تک فلسطین اور شام میں رہ کر عرب میں آباد ہوئیں، وہ بنو جرہم کے داماد ہیں جو عرب کا حکمران قبیلہ تھا۔ اسماعیل علیہ السلام کا مسکن ایسی جگہ ہے جس کے ایک طرف مصر ہے، جہاں ان کے ننھیال ہیں۔ ایک طرف عراق ہے، جہاں ان کے ددھیال ہیں۔ ایک طرف شام ہے، جہاں ان کا بھائی اسحٰق علیہ السلام رونق افروز ہے۔ ایک طرف یمن ہے جہاں ان کے بھائی ابنائے قطورہ پھیلے ہوئے ہیں۔ عیسو بن اسحٰق علیہ السلام ان کا داماد ہے جو ایلہ کے کنارے تک اپنی کثیر اولاد کے ساتھ قابض ہے۔ اب یہ بھی غور کرو کہ اسماعیل علیہ السلام کی مادری زبان قبطی ہے اور پدری زبان عبرانی ہے۔ ان کے سسرالی خاص عربی زبان کے مالک ہیں۔ انہی سے حضرت اسماعیل علیہ السلام نے عربی میں کمال پیدا کر لیا تھا۔ [1]

ان سب ملکوں میں ان سب زبانوں کے اندر تبلیغ دین اور اشاعت توحید کے جو مواقع قدرت ربانیہ نے ان کو عطا کیے تھے، یہ بتا رہے ہیں کہ یہی وہ بزرگ ہیں جن کا نام بردار فرزند کل عالم کی ہدایت کے لیے چنا جائے اور اللہ کے کلام اور پھر انسان کی زبان سے اس کا لقب ''رحمۃ للعالمین'' مسلم ہوا۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَ عَلٰی آلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ۔
اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَ عَلٰی آلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

اہل کتاب عموماً حضرت اسماعیل علیہ السلام کو صرف جسمانی بیٹا حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تسلیم کرتے ہیں اور ان کے روحانی مدارج کا انکار کرتے ہیں۔

میں سمجھتا ہوں کہ توراۃ پر غور نہ کرنے سے یا توراۃ کا فیصلہ نہ ماننے سے وہ اس حد کو پہنچ گئے ہیں۔

اب ہم اہل کتاب اور اہل ایمان کی واقفیت کے لیے توراۃ سے اقتباس درج کرتے ہیں، جس سے معلوم ہو سکے گا کہ اسماعیل علیہ السلام ہر اس فضیلت کے مالک ہیں جو اسحاق علیہ السلام میں پائی جاتی ہیں۔

1	خدا نے درد و غم کو سنا ہاجرہ علیہا السلام کے	11-16 کتاب پیدائش
	خدا نے درد و غم کو سنا سارہ علیہا السلام کے	11-16 کتاب پیدائش
2	خدا نے نام رکھا ہاجرہ علیہا السلام کے فرزند اسماعیل علیہ السلام کا	11-16 کتاب پیدائش

[1] بخاری: 3364 میں ہے تَعَلَّمَ الْعَرَبِیَّۃَ مِنْھُمْ۔

	خدانے نام رکھا سارہ علیہا السلام کے فرزند اسحاق علیہ السلام کا	11-16	کتاب پیدائش
3	خدانے برکت دی ہاجرہ علیہا السلام کے فرزند اسماعیل علیہ السلام کو	20-17	کتاب پیدائش
	خدانے برکت دی سارہ علیہا السلام کے فرزند اسحاق علیہ السلام کو	19-17	کتاب پیدائش
4	خدا ساتھ تھا اسماعیل علیہ السلام کے	20-21	کتاب پیدائش
	خدا ساتھ تھا اسحاق علیہ السلام کے	24-26	کتاب پیدائش
5	قوموں اور بادشاہوں کا باپ ہوگا اسماعیل علیہ السلام	16-25	کتاب پیدائش
	قوموں اور بادشاہوں کا باپ ہوگا اسحاق علیہ السلام	6-17	کتاب پیدائش

وَ كَفٰى بِمَا شَهِدَ كِتَابُ اللّٰهِ التَّوْرَاة

تورات اور حدیث میں ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام تیر انداز تھے۔ [1] بخاری کی حدیث میں ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام بیت اللہ بنانے کے ارادے سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے پاس مکہ میں پہنچے تو اس وقت تیر کی نبل یعنی لوہے کی کھیا بنا رہے تھے، [2] جس سے ظاہر ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام صنعت حدادی کے بھی ماہر تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ان کی بہو زوجہ اسماعیل نے بتایا تھا: طَعَامُنَا اللَّحْمُ وَ شَرَابُنَا الْمَاءُ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسماعیل علیہ السلام نے اپنی تمام زیست کو صرف گوشت اور پانی پر پورا کر دیا تھا۔

قرآن مجید پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی تعریف اس طرح فرمائی گئی ہے:

﴿ وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِسْمٰعِيْلَ اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا وَ كَانَ يَاْمُرُ اَهْلَهٗ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ وَ كَانَ عِنْدَ رَبِّهٖ مَرْضِيًّا ﴾ [19:مریم 54-55]

''ذکر کر کتاب میں اسماعیل کا، وہ وعدہ کا سچا تھا اور رسول و نبی تھا۔ وہ اپنے لوگوں کو نماز اور زکوۃ (صدقہ یا پاکیزگی) کا حکم دیا کرتا تھا اور وہ اپنے رب کا پسندیدہ تھا۔''

آیت بالا میں اسماعیل علیہ السلام کو وعدہ کا سچا بتلایا گیا ہے۔ ہم کو دوسری آیت سے اس وعدہ کا پتا لگتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَعَهِدْنَا اِلٰى اِبْرٰهٖمَ وَ اِسْمٰعِيْلَ اَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْعٰكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ﴾ [2:البقرۃ:125]

''ہم نے ابراہیم علیہ السلام و اسماعیل علیہ السلام سے عہد کر لیا ہے کہ میرے گھر کو طواف کرنے والوں، اعتکاف کرنے والوں اور رکوع و سجود کرنے والوں کے لیے پاک کرو۔''

پس دونوں آیتوں سے یہ حاصل ہو گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو عہد اسماعیل علیہ السلام سے لیا تھا اسے انھوں نے پورا کیا اور عبادت الٰہی کرنے والوں کو اعتقاد صحیح، اعمال صالح، ارکان محکم، شرع روشن اور ہدیٰ واضح کی تعلیم فرمائی اور امثال و تفہیم و تبلیغ کے ایسے ایسے نمونے قائم کیے اور باقی چھوڑے جو انھی کے شان عالیہ کے شایان تھے۔

توراۃ کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ گو حضرت اسحاق علیہ السلام کی سکونت شام میں تھی اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی سکونت عرب میں تھی تاہم دونوں بھائی اکثر ایک ہی جگہ رہ کر شریک رنج و راحت یک دیگر ہوا کرتے تھے۔ چنانچہ ابراہیم علیہ السلام کا جب انتقال ہوا تو

---

[1] بخاری: 3373,2899 [2] بخاری: 3364

ان کو ان ہی دونوں بھائیوں نے دفن کیا تھا۔ [1]

حضرت اسماعیل و حضرت اسحق علیہما السلام کی اولاد کے اندر ایک اور عجیب مماثلت پائی جاتی ہے۔ یعنی حضرت اسماعیل علیہ السلام کے فرزند دوم قیدار کی نسل میں نور نبوت کا ظہور ہوا۔ جیسا کہ حضرت اسحق علیہ السلام کے بھی فرزند دوم یعنی حضرت یعقوب علیہ السلام کی نسل میں یہ سلسلہ پایا گیا۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے فرزند اول نبیت اور حضرت اسحاق علیہ السلام کے فرزند اول عیسو اس شرف سے معرّا رہے۔

توراۃ میں ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے 137 سال [2] کی عمر پائی اور تاریخ مکہ میں ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام اپنی والدہ کے پہلو میں مطاف کعبہ کے اندر مدفون ہوئے۔ اللہ اکبر، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا:

﴿ رَبَّنَآ اِنِّيْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ ﴾ [14/ابراھیم:37]

''اے اللہ! میں نے اپنے کنبہ کو تیرے عزت والے گھر کے پاس بسایا ہے) کی تاثیر کہاں تک پہنچی ہے کہ مر کر بھی ان نفوس قدسیہ نے جوار بیت اللہ یعنی ہمسائیگی خانہ خدا کو ترک نہیں کیا۔''

توراۃ سے ثابت ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بارہ (12) فرزند ہوئے جن کے نام یہ ہیں: [3] (1) نبیت (2) قیدار (3) اوبئیل (4) بسام (5) دومہ (6) سمعا (7) مشا (8) حدر (9) تیمہ (10) وطور (11) نفیس (12) قدمہ [4]

توراۃ میں ہے کہ وہ اپنی اپنی امتوں کے بارہ (12) رئیس تھے۔ یہ بھی ہے کہ ان کی بستیوں اور قلعوں کے نام بھی ان ہی کے نام پر ہیں۔ [5] ہم یقین کرتے ہیں کہ جب توراۃ میں یہ الفاظ لکھے گئے تھے اس وقت ابناء اسماعیل علیہ السلام کی بستیاں اور قلعے ان ہی کے نام سے بہت زیادہ مشہور اور زبان زد تھے، مگر آج ان سب کا نشان صحیح طور پر نہیں ملتا۔ البتہ جن جن کا نشان ملتا ہے وہ سب عرب ہی کے اندر واقع ہیں اور اس طرح توراۃ کے اس فقرہ سے کہ اسماعیل فاران کے بیابان میں رہا۔ [6] ان کے مقامات کی بھی صحت ہو جاتی ہے اور یہ بھی ثابت ہو جاتا ہے کہ یہ فاران عرب میں واقع ہے اور مکہ ہی کا نام فاران ہے۔

ینبوع کے متصل ایک آبادی ملتی ہے جس کا نام نبیت ہے۔ یقین ہے کہ نبیت ہی کی آبادی ہے۔ اس آبادی سے تھوڑے ہی فاصلہ پر شہر ''الخقیر'' ہے، جس کا تلفظ وال کے مشابہ ہے، اس لیے باور کیا جا سکتا ہے کہ اس کا ابتدائی نام القید رتھا۔

''مبامؔ'' کے نشانات نجد میں سے ہیں۔

دومہ، شام اور مدینہ کے درمیان موجود ہے اور عرب کے اندر واقع ہے۔ نبی علیہ السلام کے عہد میں یہاں عیسائیوں کی ریاست تھی اور دومۃ الجندل کے نام سے یہ شہر مشہور تھا۔

''مسا'' غالباً یمن میں گیا، وہاں موسیٰ نام کی بستیاں موجود ہیں۔

''حدر'' کے نام پر شہر جدیدہ جنوبی عرب میں موجود ہے اور بنو حدر بڑا قبیلہ ہے۔

''تیما'' اس نام کی بستی اب تک موجود ہے۔ نبی ﷺ کے عہد میں انھوں نے اہل فدک کے ساتھ اطاعت اسلام قبول کی تھی۔ یہ مقام فدک کے متصل ہے اور راہ خیبر کے قریب واقع ہے۔

قیدماہ، غالباً یمن میں تھا۔ مسعودی نے قوم قدمان کا ذکر کر کے ان کو بنی اسماعیل بتایا ہے۔

---

[1] پیدائش: 35-9 [2] پیدائش: 25-17 [3] پیدائش: 25-13 [4] پیدائش: 25-15 [5] پیدائش: 25-16 [6] پیدائش: 21-21

باقی بستیوں کا صحیح پتا معلوم نہیں ہوا [1] لیکن اس مضمون پر بحث کرنا ہمارے موضوع سے محض بعیدی تعلق رکھتا ہے اور جہاں تک اسماعیل علیہ السلام کی زندگی پاک کے مختصر حالات اندراج کے لیے ضروری تھے وہ درج ہو چکے ہیں۔ والحمد للہ۔

عدنان

یہ نبی ﷺ کے اجداد میں اکیسویں (21) پشت میں ہیں۔ ان کا منجاب اللہ محترم ہونا اس طرح ثابت ہے کہ بخت نصر نے جب عرب پر پہلا حملہ کیا تب آرمیا، برخیا علیہ السلام نے بخت نصر کو بتا دیا تھا کہ وہ عدنان پر حملہ نہ کرے۔ دیگر قبائل پر حملہ کرنے کی اسے منجاب اللہ اجازت ہے۔ بخت نصر نے عدنان کو چھوڑ کر دیگر قبائل پر حملہ کیا۔ نیز ان کو اسیر کر کے لے گیا اور وادی فرات میں لے جا کر آباد کیا۔ انھی لوگوں نے عرب کی سلطنت قدیم انبار کی بنیاد قائم کی تھی۔ [2]

عدنان کے دو بیٹے تھے:

1. معد: جن کا نام عمود نسب نبوی ﷺ میں آتا ہے۔
2. عک: انھوں نے حجاز سے اٹھ کر یمن میں اپنی سلطنت قائم کر لی تھی۔

اس امر کا ثبوت ان کتبات سے ملا ہے جو ایسٹ انڈیا کمپنی کو 1824ء میں حصن الغراب سے ملے تھے۔ [3]

معد

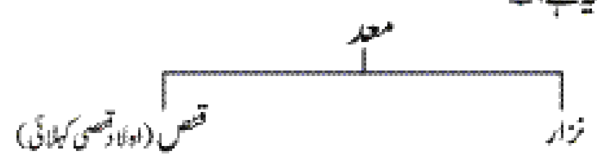
بخت نصر نے جب عرب پر حملہ دوم کیا تو بنو عدنان یمن چلے گئے تھے، مگر حضرت معد کو حضرت یرمیاہ اپنے ساتھ شام کو لے گئے تھے۔ جب عرب سے بخت نصر کا دباؤ اٹھ گیا، تب معد بھی عرب میں واپس آ گئے۔ انھوں نے بنو جرہم کے خاندان کی تلاش کی تو معلوم ہوا کہ صرف جرہم بن جلہمہ باقی ہے، تب انھوں نے اس کی دختر سے شادی کر لی، جس سے نزار پیدا ہوا۔

فاضل عیسائیوں کی تحقیقات میں حضرت یرمیا (ارمیاہ) علیہ السلام کا زمانہ 588 سال قبل مسیح ہے۔ چونکہ معد بن عدنان حضرت یرمیاہ کے معاصر دوست ہیں، اس لیے ثابت ہوتا ہے کہ نبی ﷺ اور عدنان کے درمیان 1158 سال کا زمانہ ہے۔

نبی ﷺ سے عدنان تک اکیس (21) پشتیں ہیں۔ پس ہر ایک پشت کا اوسط پچاسی (85) سال نکلا۔ چوں کہ یہ شجرہ نہایت صحیح ہے اور حضرت ارمیاہ کے زمانہ کا تعین بھی صحیح ہے۔ اس لیے اس اوسط کی صحت میں شک نہیں۔

سر سید نے ''خطبات احمدیہ'' میں ہر جگہ ہر پشت کے لیے 22 سال کا اوسط لیا ہے اور اسی لیے وہ شجرہ کے حصہ دوم میں چند اسماء کے مکرر تسلیم کرنے پر مجبور ہوئے ہیں، لیکن جو اوسط حصہ اول میں نکلتا ہے وہ اس شک کو مٹا دیتا ہے۔

معد کی اولاد کا شجرہ یہ ہے: [4]

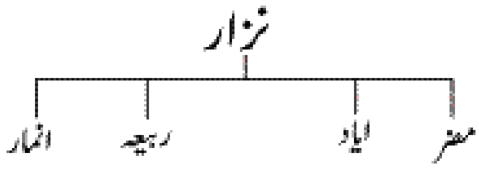


---

[1] ملخصاً خطبات احمدیہ [2] عرب از پروفیسر سیڈیو ص 22۔ [3] خطبات احمدیہ از سر سید احمد خان مرحوم۔
[4] ابن سعد نے معد کے فرزند یہ بھی بتائے ہیں: قناصہ، سنام، عرف، عوف، شک، حیدان، حیدہ، عبید الرماح، جنید، جنادہ، قحم۔

نزار

ان کی کنیت ابوایاد ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا سلسلہ نسب ان سے ملتا ہے۔ اولاد کا شجرہ یہ ہے۔



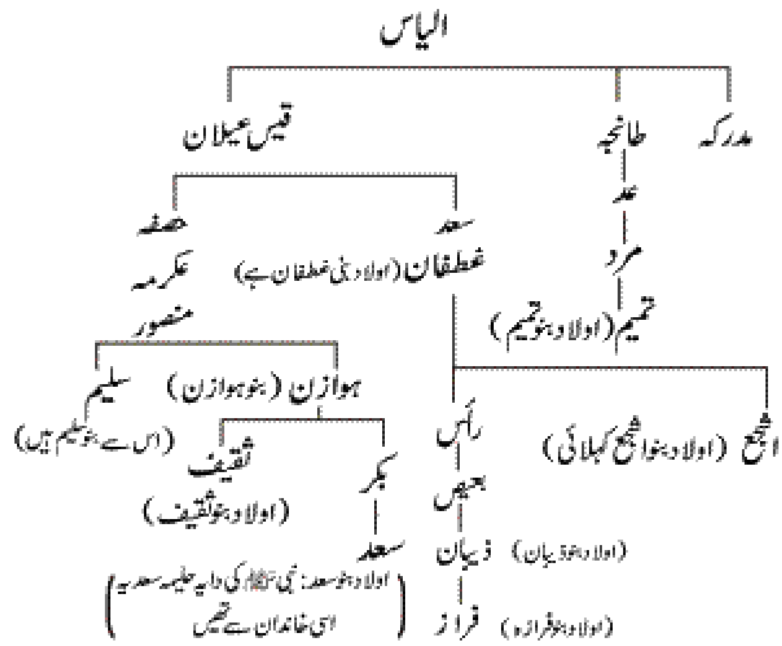
نزار نے اپنی وفات سے پیشتر مضر کو اونٹ اور سرخ خیمہ اور ربیعہ کو اسپ وسلاح اور ایاد کو بھیڑ بکری اور انمار کو حمار تقسیم کر دیے تھے۔ مضر و ربیعہ کی نسل وسط عرب میں، انمار کی اولاد نجد اور اطراف حجاز میں اور ایاد کی اولاد ثغور و اطراف میں پائی جاتی ہے۔ [1]

مُضَر

اونٹوں کے لیے حدی ان ہی کی ایجاد ہے۔ بنو عدنان میں سے حجاز میں یہی سب سے بڑھ کر صاحب دولت و ثروت تھے۔ چوں کہ باپ نے تقسیم میں تمام سرخ رنگ کی چیزیں (سرخ خیمہ دینار وغیرہ) ان کی تقسیم میں دی تھیں۔ اس لیے تاریخ میں ان کا نام ''مضر الحمراء'' مشہور ہو گیا۔ مضر دین حنیف پر تھا۔

الیاس

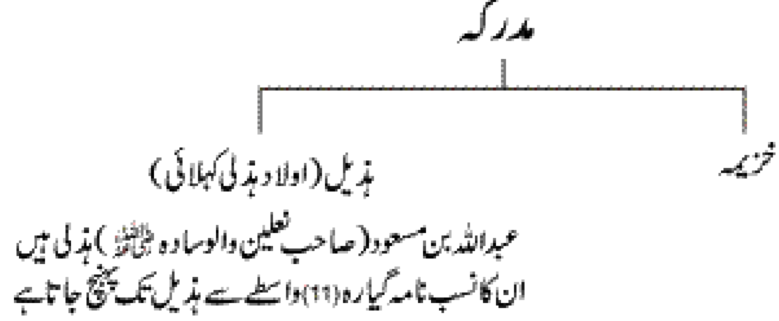
ان کی کنیت ابو عمرو تھی۔ جب یہ مر گئے تو ان کی بیوی نے اتنا غم کیا کہ بقیہ مدت العمر سایے میں نہ بیٹھی۔ الیاس کو بہ کسر اول بھی پڑھا گیا ہے اور بہ فتح اول بھی۔ ان کا لقب کبیر قوم تھا۔ ان کی اولاد کا شجرہ یہ ہے۔



[1] مضر اور ایاد کی والدہ سودہ بنت عک ہے اور ربیعہ اور انمار کی والدہ شقیقہ بنت وعلان جرہمی ہے۔ (کتاب بکر و تغلب محمد بن اسحاق مطبوعہ نخبۃ الاخبار مصر 1305ھ)

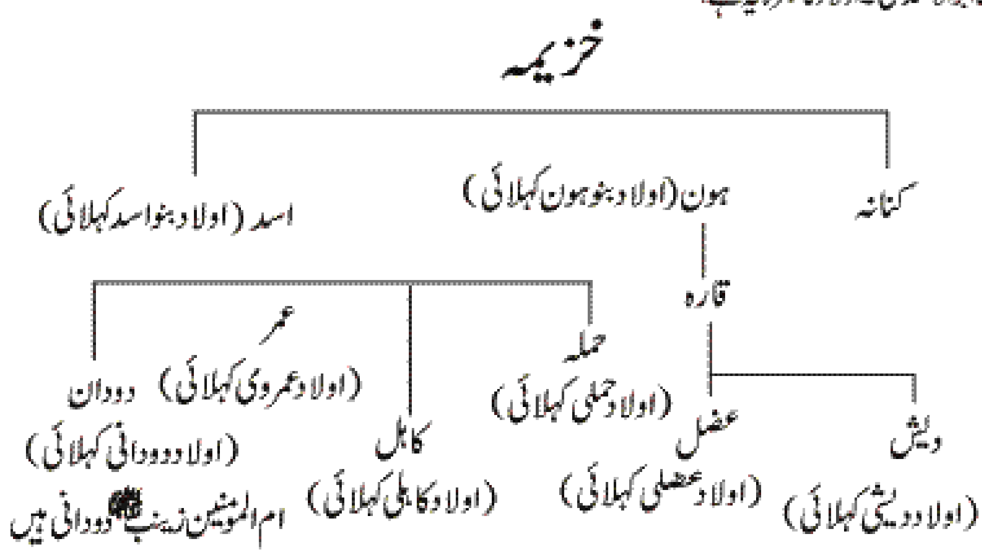
مُدرکہ

مدرکہ کا نام عمرو تھا اور کنیت ابوہذیل۔ یہ اور ان کے بھائی جنگل میں اونٹوں کی حفاظت پر تھے۔ اونٹ بھاگ گئے۔ عمرو تعاقب میں دور تک گئے اور اونٹوں کو جا لیا۔ چھوٹے بھائی نے اس کی واپسی تک کھانا تیار کر رکھا تھا۔ باپ نے ان کو "مدرکہ" اور چھوٹے کو "طابخہ" کا خطاب دیا۔ خطاب اصل نام پر غالب آ گیا اور اولاد کا شجرہ یہ ہے۔



خزیمہ

ان کی کنیت ابوالاسد تھی۔ اولاد کا شجرہ یہ ہے:



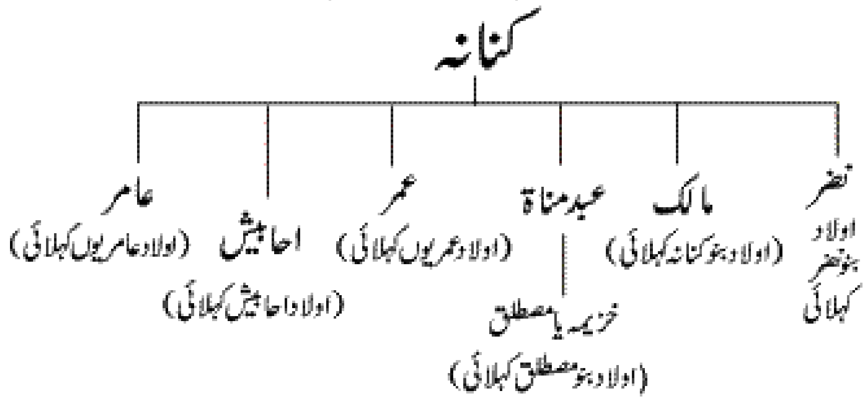
کنانہ

ان کی کنیت ابوالنصر تھی:

صحیح مسلم کی روایت واثلہ بن الاسقع میں ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ اللهَ اصْطَفٰى مِنْ وُلْدِ إِبْرَاهِيْمَ إِسْمَاعِيْلَ وَاصْطَفٰى مِنْ وُلْدِ إِسْمَاعِيْلَ بَنِيْ كِنَانَةَ وَاصْطَفٰى مِنْ بَنِيْ كِنَانَةَ قُرَيْشًا وَ اصْطَفٰى مِنْ قُرَيْشٍ بَنِيْ هَاشِمٍ وَاصْطَفَانِيْ مِنْ بَنِيْ هَاشِمٍ ۔

''اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے اسماعیل علیہ السلام کو برگزیدہ کیا۔ اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے بنو کنانہ کو برگزیدہ کیا۔ بنو کنانہ میں سے قریش کو برگزیدہ کیا۔ قریش میں سے بنو ہاشم کو برگزیدہ کیا۔ بنو ہاشم میں سے مجھے ممتاز فرمایا۔'' [1] شجرہ اولاد یہ ہے:



نضر

نضر کا نام تو قیس تھا، مگر خوبی حسن و جمال سے عرب ان کو ''نضر'' کہتے تھے۔ ان کی کنیت ابو مخلد تھی۔

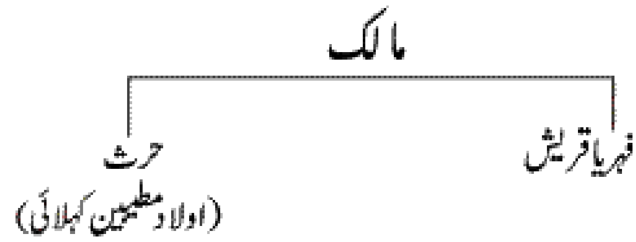
نضر

مالک

(اولاد بنو مالک کہلائے)

مالک بن نضر

ان کی کنیت ابوالحارث تھی ۔ مالک کا سلسلہ نسب یہ ہے:



فہر

ان کے وقت میں حسان حاکم یمن ایک فوج لے کر مکہ معظمہ پر حملہ آور ہوا تھا۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ خانہ کعبہ کو گرا کر اس کا ملبہ یمن لے جائے اور وہاں کعبہ تعمیر کرے۔ فہر نے مع برادران خود فوج سے مقابلہ کیا۔ حسان کو شکست ہوئی اور گرفتار کیا گیا۔ تین سال تک قید رہا، پھر فہر نے آزاد کر دیا۔ وہ یمن واپس جا رہا تھا کہ راستہ میں مر گیا۔ [2]

اس فتح سے فہر کی عظمت و شوکت کا سکہ عرب میں قائم ہو گیا تھا۔

[1] مسلم: 5938، ترمذی: 3605,3608 [2] تاریخ کامل ابن اثیر

فہر ہی کا لقب قریش ہے۔ قریش لغت حجاز میں ''وہیل مچھلی'' کو کہتے ہیں جو سمندر میں سب سے بڑا جانور ہے۔ فہر اور اولاد فہر کو اس لیے قریش کہنے لگے کہ وہ بھی عرب بھر میں جملہ قبائل سے طاقت ور اور عظیم الشان تھے۔ اشعار ذیل ملاحظہ ہوں۔

و قریش التی یسکن البحر بها سمیت قریش قریشا
سلطت بالعلو فی لجة البحر علی ساکنی البحور جیوشا
یاکل الغث والسمین لا یترك فیها لذی الجناحین ریشا
هکذا فی الانام حی قریش یاکلون الانام کشیشا [1]

سلسلہ اولاد یہ ہے:

فہر
- غالب
- محارب (اولاد بنو محارب کہلائی)

غالب

ان کی کنیت ابو تیم تھی۔ سلسلہ نسب یہ ہے:

غالب
- لوی
- تیم (اولاد بنو تیم یا بنو الادرم کہلائی)

لُوَیّ

ان کی کنیت ابو کعب تھی۔ ان کی اولاد کا شجرہ یہ ہے:

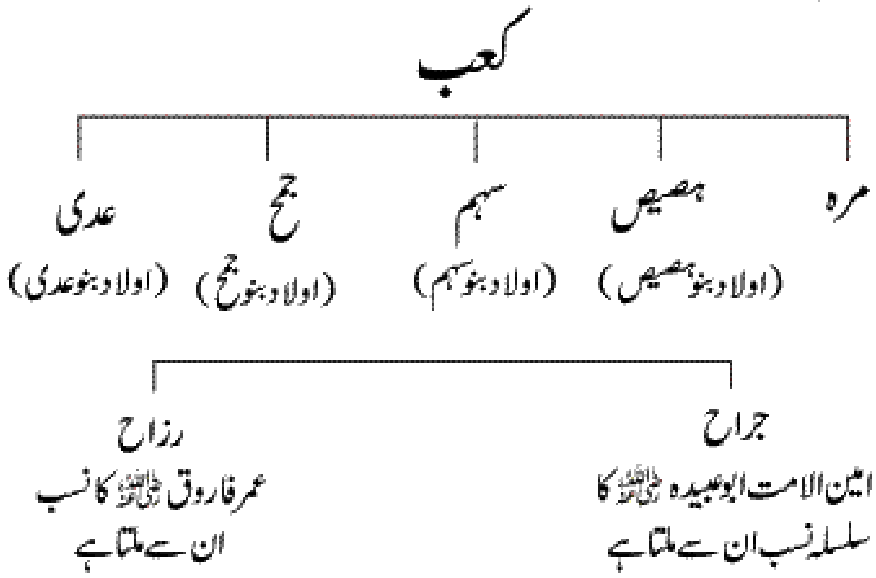
لُوَیّ
- کعب
- عوف (اولاد: بنو عوف)
- عامر (اولاد: بنو عامر)
- حرث (اولاد: بنو حارث)

---

[1] تاریخ الانساب

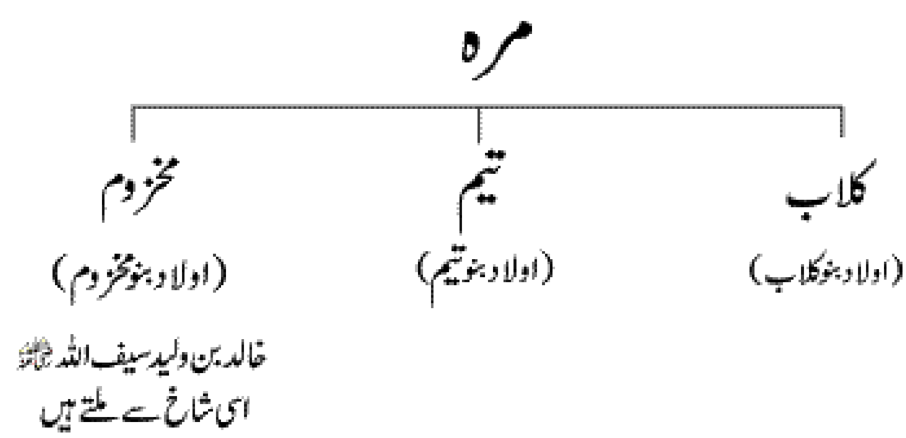
کعب

علوشان اور بلندیٔ جاہ کی وجہ سے ''کعب'' کا نام کعب رکھا گیا۔ عرب میں ان کی پیدائش سے سنہ کا شمار شروع ہوتا ہے۔ یہ سنہ واقعہ فیل تک (تقریباً چار صدیوں تک) جاری رہا۔ ان کی کنیت ابو ہصیص تھی۔ اولاد کا شجرہ یہ ہے۔



مُرّہ

ان کی کنیت ابو یقظہ ہے۔ یہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے چھٹی پشت میں دادا لگتے ہیں اولاد کا شجرہ یہ ہے



کلاب

ان کا نام حکیم تھا اور کنیت ابوزہرہ۔ شکاری کتے بہت پال رکھے تھے، اس لیے کلاب لقب ہوگیا تھا۔ ایک شاعر ان کی مدح میں کہتا ہے۔

حکیم ابن مرّہ ساد الوری — بیذل النوال و کف الاذیٰ
اباح العشیرۃ افضالہ — وجنبہا طارقات الردیٰ

اولاد کا شجرہ نسب یہ ہے:

- **کلاب**
  - **قصیؒ** (اولاد بنی قصی)
  - **زہرہ** (اولاد بنو زہرہ و زہری)
    - **عبد مناف**
      - **اہیب**
        - ابو وقاص مالک رضی اللہ عنہ
          - سعد رضی اللہ عنہ (از عشرہ مبشرہ)
      - **وہب**
        - سیدہ آمنہ (مادر رسول صلی اللہ علیہ وسلم)
    - **حارث**
      - عبد
        - عوف
          - عبدالرحمن رضی اللہ عنہ (از عشرہ مبشرہ)

قُصَی

ان کا اصلی نام زید ہے۔ یہ ابھی ماں کی گود میں تھے کہ والد کا انتقال ہو گیا اور ماں نے دوسرا نکاح ربیعہ بن خرام الغدری سے کر لیا۔ اس کا قبیلہ شام کی سرحد پر سکونت پذیر تھا۔ قصی نے ماں کے پاس وہیں پرورش پائی جب جوان ہوئے تو واپس مکہ آ گئے۔

زہرہ ان کے بڑے بھائی تھے، ان کی آنکھیں جاتی رہی تھیں۔ قصی کی آواز کو باپ کی آواز سے مشابہ پا کر انھوں نے قصی کو اپنا بھائی تسلیم کر لیا اور جائداد تقسیم کر دی۔

ان دنوں مکہ پر بنو خزاعہ کی حکومت تھی۔ حلیل سردار مکہ نے اپنی بیٹی المسماۃ حُبّی قصی سے بیاہ دی اور جہیز میں تولیت بیت اللہ کا حق بیٹی کو عطا کیا اور ابو غبشان کو بیٹی کا وکیل مقرر کر دیا۔ حلیل کے مرجانے کے بعد ابو غبشان نے حق وکالت قصی کے پاس شراب کے ایک مشکیزے کے بدلے فروخت کر دیا اور اس طرح قصی کا قبضہ بیت اللہ پر ہوا۔

بنو خزاعہ نے اس فروخت کو صحیح تسلیم نہ کیا اور قصی کے ساتھ جنگ چھڑ گئی۔ دونوں جانب سے لوگ ضائع ہوئے۔ آخر یعمر بن عوف کو فریقین نے اپنا منصف مان لیا۔ یعمر نے فیصلہ کیا کہ:

1. بنو خزاعہ کے جتنے آدمی مارے گئے ہیں، قصی ان سب کا خون بہا ادا کرے۔
2. بنو خزاعہ شہر کی حکومت چھوڑ کر مکہ سے باہر چلے جائیں، آئندہ حکومت قصی کرے۔ اس فیصلہ پر عمل ہوا۔ [1] شہر پر حکومت ہو

---

[1] حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بعد بیت اللہ پر بنو جرہم کا قبضہ ہو گیا تھا۔ بنو جرہم حضرت اسماعیل علیہ السلام کے سسرالی تھے۔ صدیوں تک انہی کی حکومت مکہ پر اور قبضہ بیت اللہ پر رہا۔ پھر عمالقہ کا قبضہ ہوا مگر بنو جرہم نے قبضہ لے لیا جب وہ ظلم کرنے لگے تو عمرو بن لحی خزاعی نے جو بنو جرہم کا ہمشیر زادہ تھا ان کو مکہ سے نکال دیا۔ جراہمہ کا ظلم تو جاتا رہا مگر ابن لحی نے 207ء میں بت پرستی کو رواج دیا۔ اس نے مصر و شام میں عمالقہ کو بت پرستی کرتے دیکھا تھا اور سنا تھا کہ ان بتوں کی طفیل سے ان کی مرادیں پوری ہوتی۔

جانے کے بعد قصی نے اولاد فہر کو جابجا طلب کیا اور مکہ میں آباد ہونے کی ترغیب دی۔ اس وقت اولاد فہر کی بارہ (12) شاخیں ہو گئی تھیں۔ قصی کی کوشش سے وہ سب مکہ میں آ بسے اور قریش (اولاد فہر) کی عزت سارے ملک میں مسلّم ہو گئی۔

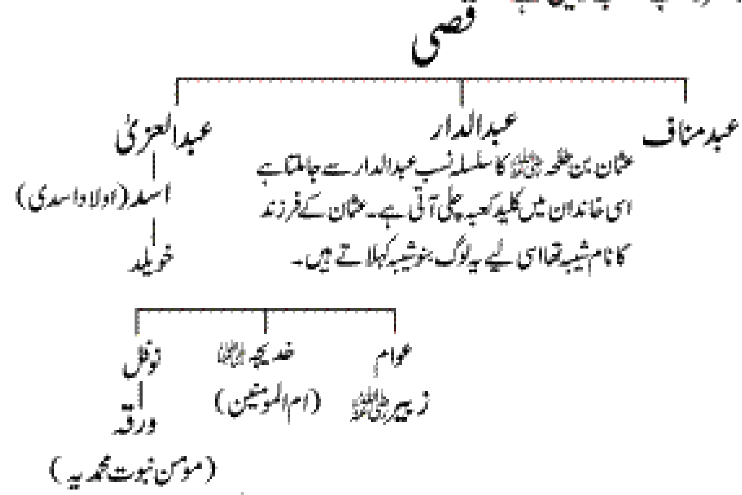
قصی کو قصی اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ طفولیت میں اپنے وطن سے دور جا پڑے تھے۔ اس کو "مجمع" اس لیے کہتے ہیں کہ انھوں نے قبائل قریش کو پھر مکہ میں جمع اور فراہم کر لیا تھا۔ شاعر قدیم حذافہ بن غانم کا شعر ہے۔ [1]

بنو شیبة الحمد الذی کان وجهه — یضئ ظلام اللیل کالقمر البدر
قُصَیٌّ لعمری کان یدی مجمعًا — بـه جَمَعَ اللهُ القَبَائِلَ من فهرِ

یہ یاد رکھنا چاہیے کہ غیر مسلم مؤرخ قصی کی کامیابی کو بہت بڑھا چڑھا کا بیان کیا کرتے ہیں اور لکھا کرتے ہیں کہ اسی نے حکومت کو جمہوریت کے اصول پر قائم کیا تھا۔ ان کا مطلب در پردہ یہ ہوتا ہے کہ نبی ﷺ کی تعلیمات کو انھی کے اصول کی شرح ٹھہرائیں۔

لیکن جو شخص غور کرے گا کہ قصی نے تقسیم ترکہ کے متعلق اپنی اولاد میں کیسے غیر منصفانہ طریق کو اختیار کیا تھا اور اپنے ایک فرزند عبدالدار کو بڑھاتے ہوئے دوسرے فرزندوں کو اس کی غلامی کے لیے چھوڑ دیا تھا اور اسی وجہ سے اس کی اولاد کے اندر وہ مشہور مخالفتیں ہوئی تھیں جو تاریخ میں مذکور ہیں تو اسے معلوم ہو جائے گا کہ قصی ہنوز جمہوریت یا ایثار سے بہت دور تھا۔

قصی کی اولاد کا شجرہ نسب حسب ذیل ہے:



تَخْمُرُ اور برہ قصی کی بیٹیاں ہیں۔ یہ سب بہن بھائی ایک ہی والدہ مسماۃ حُبّی کے بطن سے ہیں۔

عبدمناف

اس کا اصلی نام مغیرہ تھا۔ ماں نے پہلے پہل مناۃ بت پر (جسے مناف بھی کہتے ہیں) بھیجا تھا۔ اس لیے عرف عام میں عبدمناف مشہور ہو گئے۔ حسن و جمال میں ایسے فائق تھے کہ ان کا لقب "قمر البطحا" پڑ گیا تھا۔ اپنی سرداری کے عہد میں قریش کو خدا ترسی و حق شناسی

ہیں، اس لیے وہاں سے ایک بت بھی اٹھا لایا تھا۔ اس کا نام ہبل تھا۔ اس بت کو خانہ کعبہ کے اوپر نصب کر دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اولاد اسماعیل پر نظر التفات فرمائی تو قصی کے وقت میں خانہ کعبہ کی تولیت قریباً 440 میں ان کو عطا فرمائی اور محمد رسول اللہ ﷺ کے مبارک ترین عہد میں بیت اللہ کو قبلہ ہونے کا درجہ ملا اور سب بت توڑ پھوڑ کر پھینک دیے گئے۔ [1] ابن غانم نے یہ قصیدہ عبدالمطلب کی مدح میں لکھا تھا قصیدہ کی ابتدا اس شعر سے ہوتی ہے۔

کی نصیحت فرمایا کرتے تھے۔

ایک بار ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کے حضور میں کسی شاعر کے اشعار ذیل پڑھ کر سنائے تھے، ان کو سن کر حضور ﷺ متبسم و مسرور ہوئے تھے۔

یاایها الرجل المحول رحله — الا نزلت بآل عبدمناف!
هبلتك امك لو نزلت برحلهم — منعوك من علام و من اقراف
الخالطين غنيهم بفقيرهم — حتی یعود فقیرهم کالکاف

او گٹھڑی اٹھا کر جانے والے تو عبد مناف والوں کے ہاں کیوں نہ جا اترا، اگر وہاں چلا جاتا تو ناداری، تنگ دستی کو دور کر دیتے وہ تو امیر و غریب سے یکساں سلوک کرتے ہیں اور فقیر کو مستغنی بنا دیتے ہیں۔

عبد مناف کی اولاد کا شجرہ نسب

نام اہلیہ	پسران	دختران
عاتکۃ الکبریٰ بنت مرہ بن ہلال	مطلب، ہاشم، عبد الشمس	غافرہ، بزہ، حنہ، ہالہ، قلابہ
واقدہ بنت عامر بن عبد	نوفل، ابوعمرو، ابوعبیدہ	
ثقیفہ		ریطہ

مطلب باپ کے پہلوٹے بیٹے تھے، ان کی اولاد کو مطلبی کہا جاتا ہے۔ حارث بن مطلب کے تین بیٹے صحابی ہیں۔ عبیدہ ابوالحارث رضی اللہ عنہ جو جنگ بدر میں شہید ہوئے تھے۔ طفیل رضی اللہ عنہ اور حصین رضی اللہ عنہ ہر دو کی وفات 32ھ میں ہوئی۔ امام شافعی رحمہ اللہ جو کہ ازائمہ اربعہ ہیں، ان کا نسب نامہ مطلب سے ملتا ہے۔

ہاشم کا ذکر آگے آئے گا۔

عبد الشمس کا بیٹا امیہ ہے، جس کی اولاد بنوامیہ کہلائی۔ حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ اسی خاندان سے ہیں۔

نوفل، ان کی اولاد نوفلیون کہلائی۔ حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کا نسب ان سے ملتا ہے۔ نوفل کے قومی احسانات میں سے یہ ہے کہ اس نے ملک عراق میں کھلی تجارت کا فرمان قیصر سے قوم کے لیے حاصل کیا تھا۔

ابوعمرو، ابوعبیدہ کے حالات سے تاریخ ساکت ہے، حتی کہ اکثر مؤرخین نے ان کا نام بھی بیان نہیں کیا۔ صحیح بخاری کی روایت عن جبیر بن مطعم میں ہے کہ نبی ﷺ نے خمس خیبر کی تقسیم فرماتے وقت سہم ذی القربیٰ میں سے بنو ہاشم اور بنو مطلب ہی کو حصہ دیا تھا۔ امام شافعی رحمہ اللہ کی روایت بھی اسی کے ہم معنی ہیں۔ [1]

ابوداؤد و نسائی کی روایت میں ہے کہ بنی نوفل اور بنوامیہ نے بھی اس حصہ میں سے ملنے کی درخواست اس بنیاد پر کی کہ جب بنو مطلب کو شامل کر لیا گیا ہے تو ہم بھی (ویسا ہی استحقاق رکھتے ہیں) شامل کیا جائے۔ اس وقت نبی ﷺ نے فرمایا تھا۔

اِنَّمَا بَنُوْ هَاشِمْ وَ بنو المطلب شيءٌ واحد هٰكَذَا وَ شبك بَيْنَ الْاَصَابِعِهٖ۔

[1] بخاری: 3140، کتاب الام جلد 4 ص 71 مطبوعہ مطبعۃ الکبریٰ الامیریہ بولاق مصر و اصول کافی مطبوعہ نول کشور 1303ھ میں عبد المطلب کو ذوی القربیٰ تحریر کیا گیا۔

بنو ہاشم اور بنو مطلب تو ایک ہی چیز ہیں، پھر ایک پنجہ کی انگلیوں کو ایک دوسرے پنجہ میں ڈال کر فرمایا: اسی طرح۔
واضح ہو کہ امرت اسلام میں تین قسم کی آمدنی تھی۔ [1]

اول زکوۃ

جن کی نسبت سورہ توبہ آیت 40 میں مدات ذیل کے آٹھ (8) مصارف بتائے گئے ہیں۔

﴿ اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِيْنَ وَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ ابْنِ السَّبِيْلِ ﴾ [9/التوبہ:60]

دوم: غنیمت

سورہ انفال آیت 41 میں اس کے مصارف ذیل بتائے گئے:

﴿ وَاعْلَمُوْا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ﴾ [8:الانفال:41]

اس آیت میں چار (4) حصے غانمین کو دے کر پانچویں حصہ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی ملکیت میں لے لیا۔ فرمایا: لِلّٰهِ خُمُسَهٗ، پھر اپنی ملکیت میں ان پانچوں کو حق تصرف عطا فرمایا۔ رسول اللہ ﷺ ذوی القربیٰ، یتامی، مساکین، مسافر، ان پانچ میں ذوی القربیٰ بھی ایک ہیں اور اسی سے خمس الخمس (پانچویں حصہ کا پانچواں حصہ) کا لفظ نکلا ہے۔ ابوداؤد کی حدیث میں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تقسیم خمس الخمس کا اہتمام نبی ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سپرد فرمایا تھا۔ صدیق رضی اللہ عنہ اور فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد میں بھی یہ اہتمام حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی کے سپرد رہا۔ کتاب الخراج امام ابو یوسف میں ہے:

حدثنی محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلی عن ابیه قال سمعت علیا رضی الله عنه يَقُوْلُ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ان رَاَيْتَ اَنْ تولِّيَنِيْ حَقَّنَا مِنَ الْخُمُسِ فَاَقْسِمُ فِيْ حَيَاتِكَ كَيْ لَا يُنَازِعُنَا اَحَدٌ بَعْدَكَ فَافْعَلْ فَفَعَلَ قَالَ فولانيه رَسولُ الله صلی الله علیه وسلم فَقَسَمْتُهٗ حَيَاتَهٗ ثُمَّ ولانيه ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ فقسمته حياته ثم ولانيه عمر رضی اللہ عنہ فقسمته حياته۔ [2]

''ابی لیلیٰ کہتے ہیں کہ میں نے علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے خود سنا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا اگر حضور ﷺ کی رائے ہو تو خمس میں جو حصہ ہم ذی القربیٰ کا ہے حضور ﷺ اپنی زندگی میں مجھے اس کا متولی بنا دیجیے کہ میں تقسیم کرتا رہوں تا کہ کوئی شخص حضور ﷺ کے بعد اس میں نزاع نہ کرے۔ آپ نے مان لیا۔ چنانچہ نبی ﷺ نے مجھے اس کا متولی ٹھہرایا اور میں حضور ﷺ کی زندگی میں تقسیم کرتا رہا۔ پھر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی مجھے ہی متولی ٹھہرایا اور میں

---

[1] بخاری: 3140، نسائی: 4142، مسند امام احمد: 16298، ابوداؤد: 2978، 2980۔ چونکہ حقوق ذوی القربیٰ کے مستحق و غیر مستحق کی بحث اور تفریق اولاد عبد مناف سے پائی جاتی ہے اس لیے اس کی بحث اسی مقام پر موزوں ہے۔ محدثین نے شئ کو سی پڑھا، جس کے معنی مساوی ہونے کے ہیں۔ ہاشم اور عبد الشمس میں بھی جھگڑے ہوئے اور نوفل اور عبد المطلب میں بھی جھگڑے ہوئے مگر ہاشم اور مطلب میں کبھی کوئی جھگڑا نہ ہوا۔ مطلب سب سے بڑا تھا۔ ہاشم ان سے چھوٹا۔ عبد المطلب کی تربیت مطلب نے کی تھی۔ جب شعب ابی طالب میں نبی ﷺ محصور ہوئے تب بھی مطلبی ساتھ تھے۔ [2] ابوداؤد: 2989، کتاب الخراج ص: 20

ان کے عہد میں تقسیم کرتا رہا۔ پھر عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مجھے اس کا متولی بنایا اور میں ان کی زندگی میں تقسیم کرتا رہا۔"

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا حصہ منجملہ غنیمت میں سے ایک سال کا کنبہ کا خرچ بہ قدر گزران رکھ لیتے اور باقی مصالح المسلمین کے لیے عطا فرمایا کرتے تھے۔

ذی القربیٰ کا حصہ بوجہ قرابت [1] تھا (نہ بوجہ غربت) اس لیے امیر و غریب سب کو یکساں تقسیم کیا جاتا تھا، باقی تین حصص یتامیٰ ومساکین، ابن السبیل کے تھے۔ یہ حصص جو اللہ تعالیٰ نے مقرر فرما دیے تھے، ان میں ایک کا حصہ دوسرے کو نہیں دیا تھا۔

سوم: فے

فے کی تعریف قرآن مجید کی سورہ حشر میں آیت 6 میں ہے اور اسی سورہ کی آیت 7 میں اس کی تقسیم بھی بیان فرما دی گئی ہے۔

فے کی تعریف میں فرمایا:

﴿ فَمَا اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّ لَا رِكَابٍ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ﴾ [59/الحشر:6]

"وہ علاقہ جس پر کوئی فوجی سوار یا شتر سوار نہ گیا ہو، بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کو جس پر چاہا تسلط دے دیا ہو۔"

تقسیم فے

سورہ حشر آیت 7 میں فرمایا:

﴿ مَا اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ وَلِذِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ﴾ [59/الحشر:7]

"جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو ان بستی والوں سے فے میں دیا۔ وہ اللہ کا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اور قرابت والوں کا اور یتیموں کا اور مسکینوں اور مسافروں کا ہے۔"

پھر اس تقسیم سے متعلق یہ اصول بیان فرمایا:

﴿ كَیْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ ﴾ [59/الحشر:7]

"کہ اغنیاء کے اندر متداول نہ ہوگا۔"

میں چاہتا ہوں کہ ہر سہ (3) آیات میں بیان شدہ حصص کو ایک نقشہ کی شکل میں ظاہر کر دیا جائے۔ یہ نقشہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں۔

---

[1] عام طور پر شریعت میں حق قرابت بعد وفات اس قریبی کے ملتا ہے، اس حق کا نام وراثت ہوتا ہے۔ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اختصاص خاص ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت والوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ہی میں ان کا حق دیا جاتا ہے۔

نقشہ احکام تقسیم صدقات وغنیمت وفے مع آیات قرآن مجید

نمبر شمار	آیت متعلق صدقات سورہ توبہ آیت 60	آیت متعلق غنیمت سورہ انفال آیت 41	آیت متعلق فے سورہ حشر آیت 7
1	اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ		
2		وَاعْلَمُوْا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَيْءٍ	مَا اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى
3		فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ	فَلِلّٰهِ
4		وَلِلرَّسُوْلِ	وَلِلرَّسُوْلِ
5		وَلِذِي الْقُرْبٰى	وَلِذِي الْقُرْبٰى
6		وَالْيَتٰمٰى	وَالْيَتَامٰى
7	وَالْمَسَاكِيْنِ	وَالْمَسَاكِيْنِ	وَالْمَسَاكِيْنِ
8	وَالْعَامِلِيْنَ عَلَيْهَا		
9	وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ		
10	وَفِي الرِّقَابِ		
11	وَالْغَارِمِيْنَ		
12	فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ		
13	وَابْنِ السَّبِيْلِ	وَابْنِ السَّبِيْلِ	وَابْنِ السَّبِيْلِ
14			لِلْفُقَرَآءِ الْمُهَاجِرِيْنَ
15			وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ
16			وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْ بَعْدِهِمْ
خلاصہ آیات	**صدقات** فقیروں، مسکینوں، عمال، تالیف قلوب، آزادی غلاماں، مقروضاں، فی سبیل اللہ اور مسافروں کے لیے ہیں	**غنیمت** 1/5 حصہ اللہ کا ہے اور رسول ﷺ کا اور قرابت والوں اور یتامی اور مسکینوں، مسافروں کا ہے	**فے** اللہ اور رسول ﷺ اور قرابت والوں یتامٰی، مساکین، مسافروں، مہاجروں اور انصار کے فقراء اور ان سے بعد آنے والی نسلوں کے لیے ہے

اس نقشے کے ساتھ یہ حدیث بھی جو مشکوۃ المصابیح کی کتاب الفے میں ہے، پڑھ لینی چاہیے۔ عن مالك بن اوس بن الحدثان قال قرأ عمر بن الخطاب انما الصدقات للفقراء والمساكين حتى بلغ عليم حكيم هذه لهؤلاء ثم قرأ واعلموا أنما غنمتم من شيء حتى بلغ وابن السبيل ثم قال لهؤلاء قرأ ما افاء الله على رسوله حتى بلغ للفقراء ثم قرأ والذين جاء و من بعدهم ثم قال هذه استوعبت المسلمين "یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انما الصدقات کی آیت علیم حکیم تک پڑھی اور فرمایا یہ آیت انہیں لوگوں کے لیے ہے جن کے نام آیت میں آ گئے ہیں۔ پھر انھوں نے آیت واعلموا انما غنمتم کو وابن السبیل تک پڑھا۔ اور فرمایا یہ غنیمت انہی لوگوں کے لیے ہے جن کے نام آیت میں آ گئے ہیں۔ پھر انھوں نے آیت ما افاء الله على رسوله کو والذین جاء و من بعدهم تک پڑھا اور فرمایا اس کے اندر تو سب ہی مسلمان آ گئے۔

(مشکوۃ: 4061)

نقشہ پر غور کرنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ:

صدقات کو آٹھ (8) مساوی مدات پر تقسیم فرمایا گیا، ان آٹھ (8) میں دو (مساکین و ابن السبیل) تو ایسے ہیں جو غنیمت اور فے میں بھی حصہ دار ہیں۔ باقی چھ (6) وہ ہیں، جن کا حصہ صدقات ہی میں ہے۔ غنیمت و فے میں نہیں۔ وہ چھ (6) یہ ہیں: فقراء، تحصیل داران صدقات، تالیف قلوب کے مستحقین، آزادی غلاماں، ادائے قرض مدیونان، فی سبیل اللہ دیگر امور۔

غنیمت کو پہلی دو قسموں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ اور لشکر کو 4/5 کل غنیمت کا دیا۔ دوسرا حصہ جو 1/5 تھا اسے اللہ تعالیٰ نے اول اپنی ملک بنایا اور پھر اس کو پانچ پر مساوی تقسیم فرمایا۔ ان پانچ میں مساکین و ابن السبیل تو مشترک ہیں جو صدقات میں بھی تھے۔ باقی تین سہام یہ ہیں: رسول، اقربا ءِ رسول، یتامیٰ۔

فے کو اول اللہ تعالیٰ نے اپنی ملکیت بنایا اور پھر اس کی تقسیم مدات مساوی پر فرمائی۔ ان میں پانچ (5) تو وہی ہیں جو آیات غنیمت میں 1/5 سہم کی تقسیم میں حصہ دار تھے۔ باقی تین جن کے سہام اس میں ہیں وہ یہ ہیں: فقراء۔ مہاجرین۔ فقرائے انصار اور ان کے بعد آنے والی نسلیں۔

فے میں بہ مقابلہ غنیمت یہ شرط بھی زیادہ ہے کہ وہ اغنیا کو نہ ملے گی۔

﴿ كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةً بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ ﴾ [الحشر:7]

یاد رکھنا چاہیے:

کہ اسلامی فرقوں میں وراثت رسول کی بابت جو اختلافات ہیں وہ فے ہی کے متعلق ہیں اللہ کرے کہ قرآن مجید کا تدبر اس باہمی اختلاف کے رفع کا سبب بن جائے۔

صحیح بخاری کی حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ تقسیم فے کا اہتمام حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ و حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے سپرد فرما دیا تھا جیسا کہ خمس الخمس کی تقسیم کا اہتمام عہد نبوی و صدیقی و فاروقی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی کے متعلق رہا تھا۔ [1]

ہاشم

ان کا نام عمرو ہے اور عمرو العلا کے لقب سے مشہور تھے۔ مطلب اور نوفل اور عبد شمس ان کے بھائی تھے۔ اپنے باپ عبد مناف کے بعد ہاشم قوم کے سردار ہوئے۔ ان کے بھتیجے امیہ بن عبد شمس نے ان کی سرداری کو تسلیم کرنے سے انکار کیا۔ عسقلان کا ایک کاہن منصف ٹھہرایا گیا۔ اس نے ہاشم کے حق میں فیصلہ دیا۔

ہاشم لقب پڑنے کی وجہ یہ ہوئی کہ انھوں نے ایک بار سنا کہ مکہ میں آٹا کمیاب ہو رہا ہے۔ اس وقت یہ مال تجارت لے کر شام گئے ہوئے تھے۔ شام سے لوٹتے ہوئے سب اونٹوں پر روٹیاں اور آٹا لادلائے اور مکہ پہنچ کر دعوت عام کر دی۔ گوشت اور شوربے میں روٹیاں توڑ کر ڈال دی گئیں۔ ''ہشم'' ٹکڑے ٹکڑے کرنے کو کہتے ہیں۔ اس سے ہاشم نام ہوا۔ اس وقت کے بعد ہر سال موسم حج میں وہ زوار کعبہ کو دعوت عام دیا کرتے تھے اور یہی کھانا جسے لغت عرب میں ثرید بھی کہتے ہیں، کھلایا کرتے تھے۔ سردار ہاشم کی زیرکی و حزم کا اس واقعہ سے پتا لگتا ہے کہ انھوں نے قیصر سے یہ فرمان حاصل کر لیا تھا کہ قریش کا مال تجارت ملک شام میں بغیر کسی ٹیکس کے داخل ہوتا رہے۔ [2]

---

[1] بخاری: 3094، مسلم: 1757، ابوداود: 2963 [2] طبقات ابن سعد، ص: 1/ 45

امیہ کو اپنے چچا ہاشم سے جو اختلاف شروع ہو گیا تھا وہ آئندہ نسلوں میں بھی منتقل ہوا۔ ہاشم اور مطلب کی اولاد ایک جانب اور نوفل اور عبد شمس کی اولاد ایک جانب رہا کرتی۔ بیسیوں واقعات ان ہر دو کی منافرت اور عداوت کے مشہور ہیں۔

نبی کریم ﷺ کے وجود باسعود کی یہ برکت تھی کہ نسلوں کی عداوتیں جاتی رہی تھیں اور ﴿ كُنْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا ﴾ کا مصداق سب پر صحیح عائد ہو گیا تھا۔ حضور ﷺ کے بعد 133ھ تک بنو امیہ اور بنو عباس میں محاربے ہوتے رہے۔ ہاشم کی اولاد کا نقشہ درج ذیل ہے:

ہاشم کی اولاد کا نقشہ

نام اہلیہ	پسران	دختران
سلمٰی بنت عمرو بن زید بخاری	شیبہ یعنی عبدالمطلب *	رقیہ، بچپن میں فوت ہوئی
ہند بنت عمرو بن ثعلبہ الخزرجی	ابا صیفی (صیفا)	//
قیلہ الملقب بہ جزور بنت عامر بن مالک بن جزعہ	اسد	//
امیمہ بنت عدی بن عبداللہ بن دینار (من قضاعہ)	نعتلہ (نضلہ)	شفاء
واقدہ بنت ابی عدی (از بنو مازن)	//	ضعیفہ۔ خالدہ
عدی بنت حبیب (از بنو ثقیف)	//	حنہ

تاریخ میں ابا صیفی، اسد اور نضلہ کے حالات کم ملتے ہیں۔ بنوخزاعہ کے معاہدہ یا عبدالمطلب کے تذکرہ میں اس قدر پایا جاتا ہے کہ نضلہ کا فرزند ارقم اور ابی صیفی کے فرزندان ضحاک اور عمرو کے چچا کے ساتھ اس معاہدہ میں شریک تھے۔ رقیہ بنت ابی صیفی بن ہاشم کے اشعار نبی ﷺ کی مدح میں ہیں۔

مَنًّا مِنَ اللهِ بِالمیمون طائِرةِ　　　وخیر من بشرت بـه مُضَرَ
مبارك الامر یستسقی الغمام بـه　　　مَا فِی الْاَنَام لَه، عَدْلٌ و لَا خَطَرٌ

عبدالمطلب

ان کا نام عامر اور لقب شیبہ ہے۔ شیبہ کا ترجمہ زال یا بوڑھا ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ لقب صرف تفاول (نیک شگون) کے لیے تھا کہ عمر دراز پائی اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ جب پیدا ہوئے تو اس وقت ان کی چندیا میں چند بال سفید موجود تھے۔

جب ان کے والد "ہاشم" کا انتقال ہوا یہ اپنے ننھیال (یثرب) میں تھے۔ ان کا چچا مطلب ان کو یثرب سے جا کر لے آیا اور بیٹوں سے بڑھ کر ان کی پرورش و تربیت کی۔ اس احسان مندی کی قبولیت و اظہار میں یہ بھی تمام عمر "عبدالمطلب" مطلب کا غلام کہلاتے رہے۔ اصلی نام اور لقب پر یہ آخری لقب اس قدر غالب آ گیا تھا کہ عبدالمطلب ہی اصل نام سمجھا جاتا ہے۔ ان کو "شیبۃ الحمد"[1] اور

''فیاض'' اور ''**معطعم طیر السماء**'' بھی کہا کرتے تھے۔ نیز سید قریش اور شریف قریش کے نام سے عام طور پر ملک میں نامزد تھے۔ قریش میں سے بھی کوئی شخص ان کے اس خطاب کا منکر نہ تھا۔ نبی ﷺ کا اسم مبارک ''محمد'' (ﷺ) ان ہی نے تجویز کیا تھا اور حضور ﷺ کی تربیت تا ہشت (8) سال کا شرف بھی ان ہی کو حاصل ہوا۔ ان ہی کی سرداری کے عہد میں واقعہ فیل کا ظہور ہوا تھا۔ [1]

عبدالمطلب کی عام نصیحت یہ ہوتی تھی ''ظلم و بغاوت نہ کرو اور مکارم الاخلاق حاصل کرو'' عبدالمطلب کے فضائل میں سے یہ بھی ہے کہ چاہِ زم زم جسے عمرو بن حرث جرہمی نے بند کر دیا تھا اور امتداد زمانہ سے کسی کو یاد بھی نہ رہا تھا کہ یہ کنواں کہاں تھا، عبدالمطلب ہی نے نکالا۔ کہتے ہیں کہ عبدالمطلب تین (3) شب متواتر یہ خواب دیکھتے رہے کہ کنواں نکالو۔ پھر خواب ہی میں ان کو چاہِ زم زم کی جگہ بھی دکھائی گئی۔ عبدالمطلب اور ان کے فرزند اکبر ''حارث'' نے اس کی جگہ کو کھودا۔ تین (3) دن تک کھدائی کے بعد ان کو بنی جرہم کی مدفونہ اشیاء ملنے لگیں۔ تلواریں، زرہیں، شاخہائے آہو وغیرہ۔ قریش کے لوگ اب تک تو عبدالمطلب کے فعل کو لغو ہی سمجھتے تھے، لیکن مدفونہ اشیاء کی برآمدگی نے ان کو بھی یاد کرا دیا اور تب وہ درخواست کرنے لگے کہ اس شرف میں ان کو بھی شامل کر لیا جائے، مگر عبدالمطلب نے کسی کو اپنے ساتھ شامل کرنا پسند نہ کیا۔

یہ چشمہ جس سے اب لاکھوں زوار اور صادر و وارد سیراب ہو رہے ہیں اور جسے اللہ تعاظم وتعالیٰ نے سیدنا اسماعیل علیہ السلام کے لیے ظاہر فرمایا تھا عبدالمطلب کی بھی یادگار ہے۔

اللہ تعالیٰ نے عبدالمطلب کو کثیر الاولاد کیا تھا۔ ذیل میں ان کی اولاد کو ایک نقشے کے اندر تحریر کیا جاتا ہے۔

نقشہ اولاد عبدالمطلب بن ہاشم

	نام اہلیہ	بیٹے	بیٹیاں
1	صفیہ بنت جنیدب بن حجیر بن زباب بن سواۃ بن عامر بن صعصعہ از نسل نضر دیکھو نمبر 13 شجرہ نسب نبوی ﷺ	حارث	
2	فاطمہ بنت عمرو بن عائذ بن عمران بن مخزوم بن یقظہ بن مرہ دیکھو نمبر 7 شجرہ نبوی ﷺ	زبیر، ابوطالب عبدالکعبہ، *عبداللہ	ام حکیم، بیضاء، امیمہ، اروی، برہ، عاتکہ
3	لبنیٰ بنت ہاجرہ (از بطن خزاعہ)	ابولہب (عبدالعزیٰ)	
4	ہالہ بنت وہیب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب، دیکھو نمبر 6 شجرہ نسب [2]	مقوم۔ حجل۔ مغیرہ حمزہ	
5	تتیلہ بنت خباب بن کلیب (از نسل ربیعہ بن نزار) دیکھو نمبر 19 شجرہ نسب	ضرار۔ قثم۔ عباس	

[1] رحمۃ للعالمین جلد اول۔

[2] ہالہ کی ماں عبلہ بنت مطلب ہے۔

6	منعمہ بنت عمرو بن مالک (از بطن خزاعہ)	غیداق۔ مصعب	
	میزان ازواج=6	پسران=15	دختران=6

مندرجہ بالا نقشے سے معلوم ہوتا ہے کہ عبدالمطلب 15 بیٹوں اور 6 بیٹیوں کا والد تھا مگر بعض مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ غیداق وہی ہے جس کا نام حجل ہے اور عبدالکعبہ وہی ہے جس کا نام مقوم ہے۔ اور قثم کوئی بھی نہ تھا۔ اندریں صورت عبدالمطلب کے نرینہ فرزندوں کی تعداد بارہ (12) ہوئی اور آں حضرت ﷺ کے چچا گیارہ (11) ہوئے۔ زیادہ صحیح یہی ہے کہ ابنائے عبدالمطلب 12 تھے۔ ان میں سے ہم کو دس (11) کے حالات ملے ہیں اور سات (7) کے حالات کا اسلامی تاریخ سے بھی تعلق ہے۔ آٹھویں ضرار، فتیان قریش میں سے تھے اور جود و جمال میں مشہور۔ آغاز بعثت ہی میں انتقال کیا۔ اولاد نہ تھی۔

9 مقوم اولاد صلبی تھی، مگر نسل جاری نہ ہوئی۔ ہند بنت المقوم کے پسر عبدالرحمٰن بن ابی عمرو کا ذکر علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے کیا ہے۔

10 حجل کے فرزند قسرہ کے اشعار طبقات الکبیر میں موجود ہیں، جس میں اس نے اپنے دوازدہ (12) اعمام (چچوں) کے نام شمار کیے ہیں۔ غیداق۔ قثم۔ عبدالکعبہ کے حالات سے کتب تواریخ خاموش ہیں ممکن ہے کہ مقوم ہی کا نام عبدالکعبہ ہو۔ (واللہ اعلم)

عبدالمطلب نے 82 سال کی عمر پائی۔ ان کا سال ولادت 497ء اور سال وفات 579ء اندازہ کیا گیا ہے۔ [1]

چونکہ عبدالمطلب کی اولاد آنحضرت ﷺ کے اعمام وعمات ہیں، اس لیے ان کے مختصر حالات مع ان کی اولاد کے (جہاں تک کہ عہد نبوی ﷺ سے ان کا قریبی تعلق ہے) تحریر کیے جاتے ہیں، تا کہ قارئین اہل بیت نبوی ﷺ کے احوال سے بے خبر نہ رہیں۔

حارث عم النبی ﷺ

عبدالمطلب کے سب سے بڑے بیٹے ہیں، ان ہی کے نام پر عبدالمطلب کی کنیت ابوالحارث تھی۔ یہ اپنے والد کی حیات ہی میں مر گئے تھے [2]، مگر ان کے چار فرزند: نوفل و عبداللہ۔ ربیعہ وابوسفیان مغیرہ رضی اللہ عنہم جو نبی ﷺ کے تایا زاد بھائی ہیں، مسلمان ہوئے۔ ہر ایک کا مختصر حال درج کیا جاتا ہے۔

1 نوفل بن حارث رضی اللہ عنہ

جنگ بدر میں کفار کی جانب تھے۔ پھر جنگ خندق یا فتح مکہ میں مسلمان ہوئے۔ جنگ حنین میں تین ہزار (3000) نیزے نبی ﷺ کی خدمت میں اعانت لشکر اسلام کے لیے پیش کیے تھے۔ اس وقت یہ ہاشمی مسلمانوں میں سب سے زیادہ عمر کے تھے۔ 25ھ میں مدینہ میں وفات پائی۔ [3]

ان کے تینوں فرزند: مغیرہ۔ عبداللہ۔ حارث رضی اللہ عنہم بھی صحابی ہیں۔

مغیرہ بن نوفل حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد میں قاضی مدینہ تھے۔ ابن ملجم شقی نے جب سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو زخمی کیا تو خود بھاگ چلا تھا مغیرہ ہی نے اسے گرفتار کیا تھا اور سیدہ امامہ بنت زینب بنت رسول ﷺ کا نکاح بھی بعد انتقال حضرت علی رضی اللہ عنہ ان ہی کے ساتھ حسب وصیت مرتضوی رضی اللہ عنہ ہوا تھا، جن سے یحییٰ بن مغیرہ پیدا ہوئے تھے۔ عبداللہ بن نوفل کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حاکم کوفہ کیا تھا ان کا چہرہ کسی قدر

[1] تاریخ العرب فرنچ پروفیسر سیڈیو۔ [2] طبقات ابن سعد [3] الاستیعاب ص: 23۔

نبی ﷺ سے مشابہت رکھتا تھا۔

حارث بن نوفل رضی اللہ عنہ کو عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حاکم مکہ پھر حاکم مصر کر دیا تھا۔ آخر میں یہ بصرہ جا رہے تھے۔ یزید کی وفات کے بعد اہل بصرہ ان کو امیر بنانا چاہتے تھے۔ 63ھ میں انتقال ہوا۔ ان کا فرزند عبداللہ المعروف "بَبَّہ" بھی صحابی ہے۔

② عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ

حیات نبوی ﷺ میں انتقال فرمایا۔ آنحضرت ﷺ نے ان کو خطاب "سعید" سے مشرف فرمایا تھا۔

③ ربیعہ بن حارث رضی اللہ عنہ

ابواروی کنیت تھی۔ ان ہی کا نام نبی ﷺ نے فتح مکہ کے خطبہ میں لیا تھا اور فرمایا تھا: وَ اِنَّ اَوَّلَ دَمٍ اَضَعُهٗ، دَمَ ابْنِ رَبِيْعَةَ بْنِ الْحَارِثِ [1] پہلا مطالبہ خون کا جسے میں ملیامیٹ کرتا ہوں، وہ ربیعہ بن الحارث کا مطالبہ ہے" اس کی شرح یہ ہے کہ ربیعہ کا شیر خوار فرزند دشمنوں نے مار ڈالا تھا، نبی ﷺ نے پچھلے جھگڑوں کا خاتمہ کرنے کے لیے اس مطالبہ کو ملیامیٹ کر دیا اور اس کا خون بہانہ دلایا۔ ان کا انتقال 33ھ میں ہوا۔

ان کے دو فرزند عبدالمطلب اور مطلب رضی اللہ عنہما بھی صحابی ہیں۔

عبدالمطلب نے دمشق میں بعہد حکومت یزید وفات پائی۔

مطلب حیات نبوی ﷺ میں بالغ نہ ہوئے تھے۔

④ ابوسفیان مغیرہ بن الحارث رضی اللہ عنہ

یہ آنحضرت ﷺ کے برادر رضاعی بھی ہیں کیوں کہ انھوں نے بھی حلیمہ السعد یہ کا دودھ پیا تھا۔ عرب کے مشہور شعراء صحابہ میں سے تھے۔

ابتدائے اسلام میں نبی کریم ﷺ اور مسلمانوں کے مخالف بنے رہے مگر فتح مکہ سے چند یوم پیشتر جذبہ توفیق ربانی سے خدمت اقدس میں حاضر ہو گئے۔

جنگ حنین میں جو صحابہ ثابت قدم رہے تھے، ان میں ابوسفیان رضی اللہ عنہ کو بھی امتیاز حاصل ہے۔ یہ تو رکاب نبوی ﷺ سے علیحدہ ہی نہیں ہوئے تھے۔

قبولیت اسلام کے بعد جو اشعار انھوں نے تصنیف کیے وہ رحمۃ للعالمین کی جلد اول میں درج کیے جا چکے ہیں۔

وفات حسرت آیات نبوی ﷺ کے بعد اشعار میں اکثر درد دل کا اظہار کیا کرتے تھے۔

اَرِقْتُ فَبَاتَ لَيْلِيْ لَا يَزُوْلُ   وَلَيْلَ اَخِي الْمُصِيْبَةِ فِيْهِ طُوْلُ

"میں جاگ رہا ہوں اور رات ختم ہی ہونے میں نہیں آتی۔ ہاں! مصیبت زدہ کی رات لمبی ہی ہوا کرتی ہے۔"

فَاَسْعَدَنِي الْبُكَاءُ وَ ذَاكَ فِيْمَا   اُصِيْبَ الْمُسْلِمُوْنَ بِهٖ قَلِيْلُ

"میں بے اختیار رو رہا ہوں اور یہ تو مصیبت کے مقابلہ میں جو مسلمانوں پر آئی بہت ہی کم ہے۔"

لَقَدْ عَظُمَتْ مُصِيْبَتُنَا وَجَلَّتْ   عَشِيَّةَ قِيْلَ قَدْ قُبِضَ الرَّسُوْلُ

"اس روز ہماری مصیبتوں کی کچھ انتہا نہ رہ گئی جب لوگ یہ کہنے لگے کہ رسول اللہ ﷺ بلائے گئے۔"

[1] مسلم: 2950؛ ابوداود: 1906،1905؛ ابن ماجہ: 3074

وَضَعَتْ اَرْضُنَا مِمَّا عَرَاهَا　　تَكَادُ بِنَا جَوَانِبُهَا تَمِيْلُ

''معلوم ہوتا ہے کہ زمین پر بھونچال آ گیا ہے اور زمین دھنس جائے گی۔''

فَقَدْنَا الْوَحْيَ وَالتَّنْزِيْلَ فِيْنَا　　يَرُوْحُ بِهٖ وَيَغْدُوْ جِبْرِيْلُ

''جس وحی کو لے کر صبح و شام جبریل علیہ السلام ہم میں آیا کرتے تھے آج ہم اس سے محروم ہو بیٹھے۔

وَ ذَاكَ اَحَقُّ مَا سَالَتْ عَلَيْهِ　　نُفُوْسُ النَّاسِ اَوْ كَادَتْ يَسِيْلُ

''یہ وہ مصیبت ہے کہ لوگوں کا مر جانا یا قریب مرگ ہو جانا بالکل ٹھیک ہے۔''

نَبِيٌّ كَانَ يَجْلُوا الشَّكَّ عَنَّا　　بِمَا اُوْحِي عَلَيْهِ وَمَا يَقُوْلُ

''نبی ﷺ اس شان کے ساتھ تھے کہ دل سے شک کو صاف کر دیتے تھے کبھی بذریعہ کلام وحی اور کبھی بذریعہ ارشادات خود۔''

وَيَهْدِيْنَا فَلَا نَخْشٰى ضَلَالًا　　عَلَيْنَا وَالرَّسُوْلُ لَنَا دَلِيْلُ،

''وہ ہماری رہنمائی فرمایا کرتے تھے اور ہم کو کبھی بھی بھٹک جانے کا ڈر نہ ہوتا۔ کیوں کہ ہم جانتے تھے کہ اللہ کا رسول ہمارا رہنما ہے۔''

اَفَاطِمَةُ اِنْ جَزَعْتِ فَذَاكَ عُذْرٌ　　وَاِنْ لَّمْ تَجْزِعِيْ ذَاكَ السَّبِيْلُ،

''اے فاطمہؓ! اگر تو روئے گی تو ہم تجھے معذور سمجھیں گے اور اگر صبر کرے گی تو بہتر ہے کیوں کہ یہی بہتر طریق ہے۔''

فَقَبْرُ اَبِيْكِ سَيِّدُ كُلِّ قَبْرٍ　　وَفِيْهِ سَيِّدُ النَّاسِ رَسُوْلُ

''تیرے باپ کی قبر ہر ایک قبر کی سید ہے اور اس قبر میں نوع انسان کا سردار اللہ کا رسول ﷺ آسودہ ہے۔''

نبی ﷺ کو بھی ان سے بہت محبت تھی۔ ایک حدیث میں ہے:

ابو سفیان بن الحارث من شباب اهل الجنة　''ابوسفیان بہشتی جوانوں میں سے ہے۔''

یا سید فتیان اهل الجنة　''یا بہادرانِ بہشتی کا سردار ہے۔'' [1]

اَبُوْ سُفْيَانَ خَيْرُ اَهْلِيْ یا مِنْ خَيْرِ اَهْلِيْ　''ابوسفیان میرے اہل میں اچھا ہے یا میرے اچھے اہل میں سے ہے۔'' [2]

علماء کا قول ہے کہ كُلُّ الصَّيْدِ فِيْ جَوْفِ الْفَرَآءِ کی مثل بھی نبی ﷺ نے ان کی شان میں فرمائی تھی۔ [3] 20ھ میں وفات پائی۔ ان کے فرزند عبداللہ اور جعفر دونوں صحابی ہیں۔ جعفر بن ابوسفیان غزوہ حنین میں بھی شامل تھے اور عہد سلطنت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ میں وفات پائی۔

ابو طالب عم النبی ﷺ

ان کا اصلی نام عبد مناف ہے، مگر کنیت نام پر غالب آ گئی تھی۔

ان کو نبی ﷺ کے ساتھ کمال محبت تھی اور تادم زیست (10 نبوت) یہ آنحضرت ﷺ کے ناصر و فدائی رہے۔

ان کے چار (4) بیٹے اور دو (2) بیٹیاں ہیں اور باستثناء طالب صحابی ہیں۔ طالب باپ کے بعد اور قبل از ایمان مر گیا تھا۔ اس کی جائے وفات کا بھی پتا نہیں لگا۔ [4]

---

[1] سیر اعلام النبلاء: 3/88، کنز العمال: 33346 [2] کنز العمال: 33655،33347 [3] فراء کے اندر سب شکار آ جاتے ہیں اردو میں مثل مشہور ہے۔ ''ہاتھی کے پاؤں میں سب کا پاؤں'' استیعاب، ص: 709 [4] بخاری: 4283، زہری کی روایت ہے کہ ابو طالب کا ورثہ طالب اور عقیل نے سنبھالا۔

① عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

طالب سے دس (10) برس چھوٹے اور جعفر سے دس (10) برس بڑے تھے۔ جنگ بدر میں دشمنوں کی جانب تھے اور اسیر ہوئے تھے۔ صلح حدیبیہ سے پیشتر اسلام لائے اور غزوہ موتہ میں شریک ہوئے۔

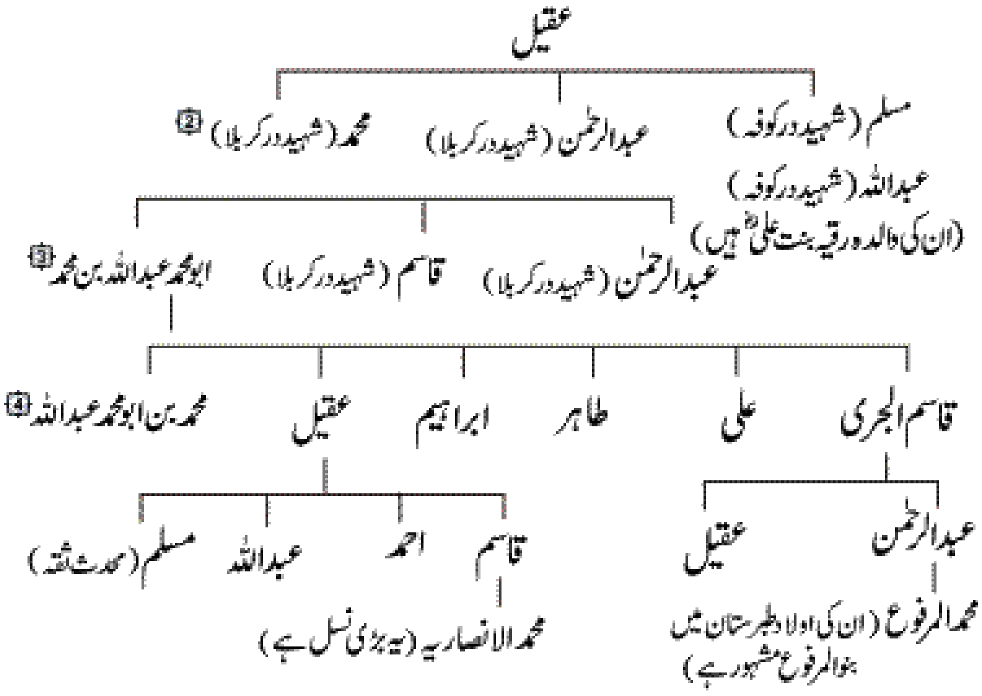
عقیل واقعات اور انساب عرب کے بڑے واقف تھے۔ اس عمل میں ان کو امتیاز حاصل تھا۔ ابو یزید کنیت تھی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا:

يَا اَبَا يَزِيْدَ اِنِّيْ اُحِبُّكَ حُبَّيْنِ حُبًّا لِقَرَابَتِكَ وَ حُبًّا لِمَا كُنْتُ اَعْلَمُ مِنْ حُبِّ عَمِّيْ اِيَّاكَ [1]

اے ابو یزید! میں تم سے دوگونہ محبت رکھتا ہوں: ایک تو محبت قرابت۔ دوم اس لیے کہ مجھے علم ہے کہ میرے تایا کو تم سے محبت تھی۔

ان کا انتقال سلطنت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ میں ہوا تھا۔ مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ جو امام حسین علیہ السلام کے نائب ہو کر کوفہ گئے تھے اور بروز پنج شنبہ (جمعرات) 2 ذی الحجہ 59 ھ کو شہید ہوئے۔ ان ہی کے فرزند ہیں۔ عقیل رضی اللہ عنہ کے دو فرزند محمد و عبدالرحمن ایک پوتا عبداللہ بن مسلم بھی کربلا میں شہید ہوئے تھے۔

اولاد عقیل بن ابی طالب کا شجرہ نسب



② جعفر (طیار) رضی اللہ عنہ بن ابو طالب

علی مرتضی رضی اللہ عنہ کے حقیقی بھائی ان سے دس (10) سال بڑے قدیم الاسلام تھے۔ اول ہجرت حبشہ کی اور وہاں جملہ مہاجرین حبشہ کے سردار رہے۔ اس ملک میں ان کے ہاتھ پر خوب اشاعت اسلام ہوئی۔ اسلام پر جو تقریر انھوں نے بادشاہ حبشہ کے دربار میں فرمائی تھی وہ رحمۃ للعالمین جلد اول پر درج ہے۔ 7 ھ میں حبش سے مدینہ تشریف لائے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ خیبر کو تشریف لے گئے تھے۔

[1] الطبقات الکبریٰ لابن سعد: 4/ 30، اسد الغابۃ: 4/ 61۔ [2] ان کے گھر میں زینب الصغریٰ بنت علی مرتضی تھیں۔ [3] امام ترمذی ان سے روایت کرتے ہیں۔ ابن حجر رحمہ اللہ نے 140 ھ میں ان کی وفات تحریر کی ہے۔ [4] ان کی والدہ حمیدہ ہے جو مسلم بن عقیل کی بیٹی اور ام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہ کے بطن سے تھی۔

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ بھی خیبر ہی جا ملے۔ نبی ﷺ نے فرمایا، میں نہیں کہہ سکتا کہ خیبر کی خوشی زیادہ ہے یا قدوم جعفر کی۔ [1]

8ھ میں جنگ موتہ میں شہید ہوئے۔ تلوار اور نیزے کے نوے (90) سے زیادہ زخم ان کے سامنے کی جانب موجود تھے۔ دونوں بازو جڑ سے کٹ گئے تھے۔ [2]

نبی ﷺ نے ان کی منقبت میں فرمایا: اَشْبَهْتَ خَلْقِيْ وَ خُلُقِيْ۔ [3]

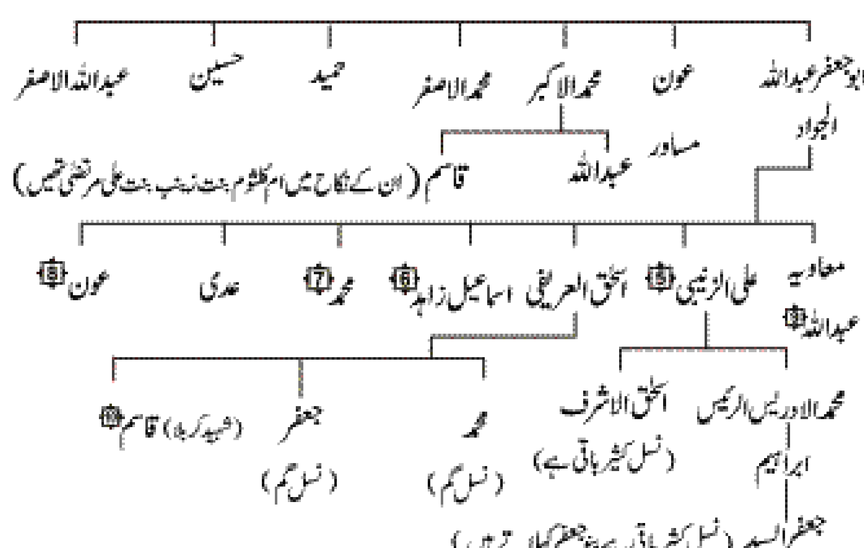
جعفر تم صورت اور سیرت میں مجھ سے مشابہت رکھتے ہو۔

عمر مبارک بہ وقت شہادت 41 سال تھی۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ مسکین کے حق میں جعفر طیار رضی اللہ عنہ سب سے بہتر ہے اور وہ اہل صفہ کی خبر رکھا کرتے تھے اور انھیں کھلایا کرتے تھے جو کچھ بھی ان کے گھر میں ہوتا۔ کبھی کبھی وہ ہمارے پاس کپا ہی لے آتے جس میں اور کچھ نہ ہوتا۔ ہم اس میں سے علق کر جاتے۔ [4] ان کے چار فرزند تھے:

(ا) عبداللہ: یہ پہلے مولود ہیں جو مسلمانوں کے گھر حبش میں پیدا ہوئے۔ کثرت سخاوکرم سے ان کا لقب بحر الجود تھا۔ عبادت گزار بھی حد درجہ کے تھے۔ 80ھ میں بہ عمر 90 سال مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ علی مرتضی رضی اللہ عنہ کی دختر سیدہ زینب کبریٰ رضی اللہ عنہا ان ہی کے گھر میں تھیں۔ عدی بن عبداللہ بن جعفر کربلا میں شہید ہوئے۔ ابن نہشل تمیمی نے ان کو شہید کیا تھا۔

(ب) عون بن جعفر (ج) محمد بن جعفر۔ یہ دونوں لستر میں شہید ہوئے۔ اولاد جعفر کا شجرہ نسب یہ ہے:

اولاد جعفر



③ سیدنا علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ

اس امام ہادی انام ابو الائمۃ العظام کے محاسن وفضائل کے لیے دفتر درکار ہیں۔ اگر حیات مستعار باقی ہے تو ان شاء اللہ تعالیٰ ان

[1] المعجم الکبیر للطبرانی: 110/2، کنز العمال: 33216، البدایہ والنہایہ: 72/3، مستدرک حاکم: 624/2، مجمع الزوائد: 271/9، نصب الرایہ: 225/4، اسد الغابہ: 542/1 [2] بخاری: 4264,4261,3709، ترمذی: 3765، مصنف عبدالرزاق: 20393، تنقیح: 5/8، اسد الغابہ: 542/1 [3] بخاری: 4261 [4] بخاری: 5432,3708 [5] ان کی والدہ زینب دختر علی مرتضی ہیں۔ [6] المتوفی 145ھ ابن ماجہ میں ان سے روایت ہے۔

کی سیرت پر ایک علیحدہ جلد لکھوں گا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ اور سلمان پارسی رضی اللہ عنہ کا مذہب ہے کہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بعد سب سے پہلے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ ایمان لائے تھے۔ اس وقت عمر مبارک 8 سال تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے شاندار کارنامے شب ہجرت، بدر، احد، خندق، صلح حدیبیہ، خیبر و حنین کے واقعات میں نہایت مشہور ہیں۔ شجاعت اور فضل قضایا میں بین الاماثل ممتاز تھے۔ سیدہ النساء، فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے زوج اور حسن و حسین علیہما السلام کے والد بزرگوار تھے۔ ابوالحسن کنیت فرماتے تھے اور ابوتراب کنیت پر جو عطیہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے نہایت شادماں ہوتے تھے۔ عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد بہ ماہ ذی الحجہ 33ھ خلیفہ ہوئے اور بامداد جمعہ 17 رمضان المبارک 40ھ کو اشقی الناس ابن ملجم کے ہاتھ مسجد کوفہ میں زخمی ہو کر واصل بحق ہوئے۔

امام حسن و امام حسین رضی اللہ عنہما کے علاوہ (دیگر ازواج سے) ان کے سولہ (16) فرزند تھے۔

زخم کہ جس پر شہادت ہوئی، کثیر بن عمر السکونی نے جو شاہان ایران کا طبیب خاص رہ چکا تھا بتایا کہ زخم دماغ تک پہنچ گیا ہے اور اب صحت محال ہے۔

بکر بن حماد القاہری نے ہائلہ شہادت پر اشعار کہے ہیں:

قُلْ لِابْنِ مُلْجِمٍ وَالْأَقْدَارُ غَالِبَةٌ هَدَمْتَ وَيْلَكَ لِلْإِسْلَامِ أَرْكَانَا

''ابن ملجم سے کہنا (گو میں جانتا ہوں) کہ تقدیر سب پر غالب ہے کہ کم بخت تو نے اسلام کے ارکان کو ڈھایا۔''

قَتَلْتَ أَفْضَلَ مَنْ يَمْشِيْ عَلَى قَدَمٍ وَ أَوَّلَ النَّاسِ إِسْلَامًا وَّإِيْمَانًا

''وہ شخص جو زمین پر چلنے والوں میں سے سب سے افضل تھا اور اسلام اور ایمان میں سب سے اول۔''

وَأَعْلَمُ النَّاسِ بِالْقُرْآنِ ثُمَّ بِمَا سَنَّ رَسُوْلُنَا شَرْعًا وَتِبْيَانًا

''اور قرآن و سنت کے جاننے میں سب سے اعلم تھا، تو نے اسے قتل کیا۔''

صِهْرُ النَّبِيِّ وَمَوْلَاهُ وَنَاصِرُهُ أَضْحَتْ مَنَاقِبُهُ، نُوْرًا وَّبُرْهَانًا

''وہ داماد نبی اور ان کا دوست و ناصر تھا جس کے مناقب کے نور اور برہان روشن ہیں۔''

وَكَانَ مِنْهُ عَلَى رَغْمِ الْحَسُوْدِ لَهُ مَا كَانَ هَارُوْنُ مُوْسَى بْنِ عِمْرَانًا

''جو علی زعم حسود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایسا تھا جیسے موسیٰ علیہ السلام کے لیے ہارون علیہ السلام۔''

وَكَانَ فِي الْحَرْبِ سَيْفًا صَارِمًا ذَكَرًا لَيْثًا إِذَا لَقِيَ الْأَقْرَانُ أَقْرَانًا

''جو لڑائی شمشیر براں اور دلیر شیر تھا جب خوب گھمسان کا رن پڑ جاتا ہوا!''

ذَكَرْتُ قَاتِلَهُ وَالدَّمْعُ مُنْحَدِرٌ فَقُلْتُ سُبْحَانَ رَبِّ النَّاسِ سُبْحَانًا

''میں اس کے قاتل کا خیال کرتا ہوں اور روتا روتا کہتا ہوں اے اللہ! تو پاک ہے، تیری قدرت عجیب ہے۔''

---

[8] شہید کربلا ہیں۔ ان کی والدہ جمانہ بنت مسیب (از بنی فرازہ ہیں) [9] ان کی والدہ بنت القاسم بن محمد بن ابوبکر ہیں۔ قاسم اور امام جعفر صادق خالہ زاد بھائی ہیں۔ [10] 125ھ میں دعویٰ خلافت کیا 129ھ میں اسیر ہوئے۔ 133ھ میں وفات پائی۔ نسل آئندہ نہ چلی۔

إِنِّي لَأَحْسِبُهُ مَا كَانَ مِنْ بَشَرٍ   يَخْشَى الْمَعَادَ وَلَكِنْ كَانَ شَيْطَانًا

''میں تو اس کے قاتل کی بابت کہوں گا کہ وہ بشر نہیں جو قیامت سے ڈرتا ہو بلکہ وہ شیطان ہے۔''

أَشْقَى مُرَادًا إِذَا عُدَّتْ قَبَائِلُهَا   وَأَخْسَرَ النَّاسِ عِنْدَ اللهِ مِيزَانًا

''اپنے قبیلہ مراد میں سب سے زیادہ بدبخت اور میزان میں سب سے زیادہ زیاں کار۔''

كَعَاقِرِ النَّاقَةِ الْأُولَى الَّتِي جَلَبَتْ   عَلَى ثَمُودَ بِأَرْضِ الْحِجْرِ خُسْرَانَا

''(وہ تو) عاقر ناقہ جیسا تھا جس نے صالح علیہ السلام کے ناقہ کو مارا اور قوم ثمود پر ملک حجر میں تباہی لانے کا سبب ٹھہرا۔''

كَأَنَّهُ، لَمْ يُرِدْ قَصْدًا بِضَرْبَتِهِ   إِلَّا لِيَصْلَى عَذَابَ الْخُلْدِ نِيرَانَا

''معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر وار کرنے سے اس کا مقصد یہی ہوگا کہ وہ خود جہنم کی آگ کا ایندھن بن سکے۔''

حضرات علی و جعفر و عقیل رضی اللہ عنہم کی والدہ کا نام فاطمہ بنت اسد بن ہاشم رضی اللہ عنہا ہے جو اسلام لا کر ہجرت سے مشرف ہوئیں۔ مدینہ منورہ میں انتقال کیا۔

نبی ﷺ نے ان کے کفن میں اپنا کرتا عطا فرمایا اور جب ان کو لحد میں اتارا گیا تو آنحضرت ﷺ بھی لحد میں ان کے ساتھ لیٹ گئے، فرمایا:

میں نے قمیص اس لیے دی کہ اللہ تعالیٰ ان کو حلہ جنت پہنائے اور ساتھ اس لیے لیٹا کہ قبر کی وحشت جاتی رہے۔

نبی ﷺ ان کے حق میں فرمایا کرتے کہ ابوطالب کے بعد ان سے بڑھ کر میرے ساتھ اچھا سلوک کرنے والا اور کوئی نہ تھا[1]

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی اولاد کے متعلق مؤرخین نے چند اقوال نقل کیے ہیں:

1. 18 بیٹے اور 18 بیٹیاں تھیں۔
2. 19 بیٹے تھے جن میں سے 6 والد کے سامنے گزر گئے تھے۔ باقی 13 میں سے 6 کربلا میں شہید ہوئے تھے۔ دنیا میں اس وقت صرف 5 بیٹوں: امام حسن، امام حسین، محمد حنفیہ، عباس، عمر اطراف رضی اللہ عنہم کی نسل موجود ہے۔[2]
3. ذیل میں ایک نقشہ مع اسمائے زوجات درج کیا جاتا ہے۔

نمبر شمار	نام اہلیہ	بیٹے	بیٹیاں
1	سیدۃ النساء العالمین: فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا	حسن و حسین رضی اللہ عنہما[3]	زینب۔ کلثوم
2	ام البنین بنت الحرام بن خالد (بنی ہوازن)	عمر، عباس، جعفر عبیداللہ عثمان	--
3	لیلیٰ بنت مسعود (از بنی تمیم)	عبیداللہ۔ ابوبکر	--
4	اسماء بنت عمیس الخثعمیہ	عون۔ یحییٰ	--

[1] اسد الغابۃ: 7/213 [2] عمدۃ الطالب فی نسل ابی طالب [3] ایک تیسرے فرزند محسن کا نام کتب الاربعۃ فی اسماء صحابہ میں سے ہے صرف ابوموسیٰ نے لکھا ہے۔ علامہ ذہبی رحمہ اللہ کہتے ہیں، تفرد بذكره ابو اسحق عن هانی بن هانی عن علي۔

5	امامہ بنت ابوالعاص (ازبطن سیدہ زینب)	محمد۔اوسط	--
6	خولہ بنت جعفر بن قیس	محمد بن حنفیہ یا محمد (اکبر)	--
7	ام سعید بنت عروہ بن مسعود ثقفی	--	ام الحسن، رملۃ الکبریٰ
8	ام حبیبہ بنت ربیعۃ التغلبیہ	عمر	رقیہ
9	محیاۃ بنت امراء القیس الکلبی	--	حارثہ

دختران جواری

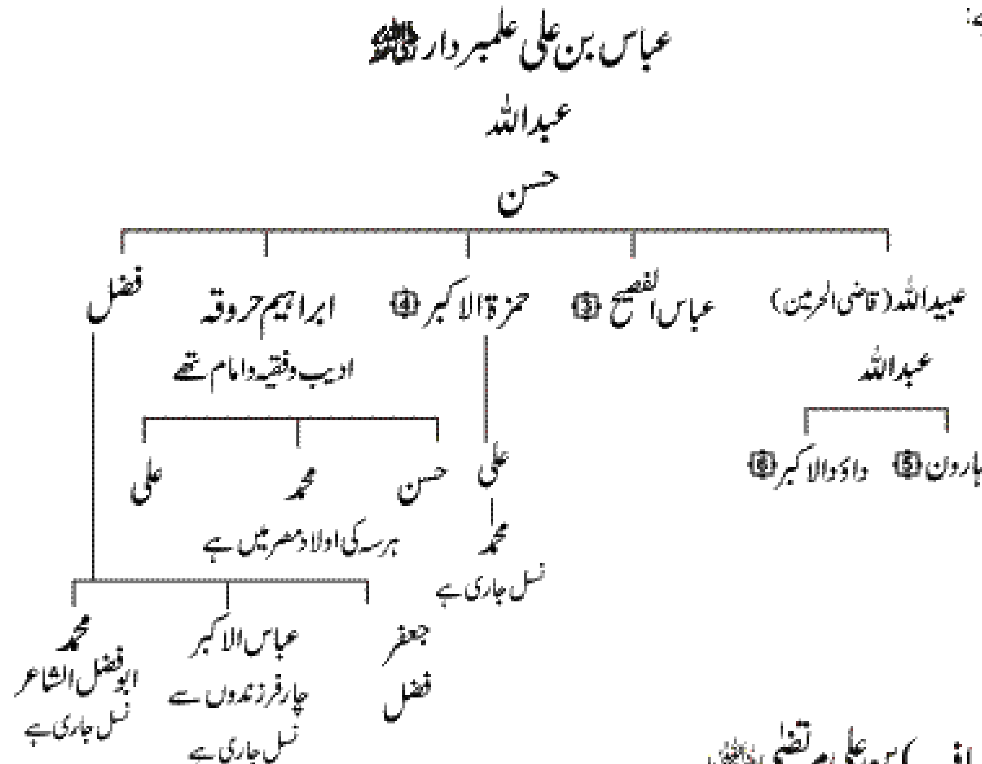
ام ہانی، میمونہ، زینب الصغریٰ، رملۃ الصغریٰ، فاطمہ، امامہ، خدیجہ ام الکرام، ام سلمہ، جمانہ، نفیسہ، ام جعفر۔ ①

سیدہ فاطمہ علیہا السلام کی اولاد کا ذکر اہل بیت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں کیا گیا ہے۔ اولاد علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا ذکر اس جگہ کیا جاتا ہے۔

عباس بن علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہما

میدان کربلا میں علمبردار امام ہمام تھے۔ ان کا خطاب سقائے اہل بیت بھی ہے۔ 34 سال کی عمر میں شہید ہوئے تھے۔ ②

اولاد یہ ہے:



عمر (اطراف) بن علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہما

عباس علمبردار کے برادر حقیقی ہیں۔ اختلاف یہ ہے کہ ان میں سے بڑا کون تھا۔ 77 سال کی عمر میں وفات پائی۔ بعض کا بیان

① جزوالسادس الکتاب الطبری وغیرہ، ص 89۔ ② قاتلوں کے نام زید بن رقاد الجنبی اور حکیم بن الطفیل سنبسی ہیں۔

ہے کہ مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہ کی طرف سے مختار ثقفی کے ساتھ جنگ کرتے ہوئے شہید ہوئے۔ ان کی نسل کا سلسلہ یہ ہے:
حضرت عباس علمبردار کے باقی تین بھائی جعفر، عبید اللہ، عثمان کربلا میں شہید ہوئے۔

عمر (اطراف)

- محمد
  - عبداللہ
    - احمد
    - محمد
    - عیسیٰ المبارک
    - عیسیٰ صالح
    - قاسم ملقب بہ ملک طالقان
    - سب کی نسل جاری ہے اور محمد بن قاسم کی نسل ملتان میں پائی جاتی ہے جہاں انھوں نے حکومت بھی کی۔
  - عبید اللہ
    - طیب
      - علی
      - بغداد اور نواح میں نسل موجود ہے۔
  - عمر — ہر سہ از بطن خدیجہ بنت حضرت زین العابدین
    - ابو محمد اسماعیل — ان کی نسل کثیر بلخ وخراسان میں ہے
    - ابوالحسن ابراہیم
  - جعفر (از بطن ام ولد)

ابوالقاسم محمد بن علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہما

ان کی والدہ خولہ ملقب حنفیہ قبیلہ حنفیہ بن لجیم سے ہیں۔ اس قبیلہ نے عہد صدیقی میں ارتداد کیا تھا۔ یہ جنگ میں اسیر ہو کر آئیں اور علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو ملیں۔ محمد بن علی 21ھ خلافت فاروقی میں پیدا ہوئے اور یکم محرم 81ھ کو انتقال فرمایا۔ ان کے زہد و ریاضت اور زور و قوت کی حکایات بہت سی مشہور ہیں۔ لشکر مرتضیٰ کے علمبردار یہی ہوا کرتے تھے۔ کسی نے ان سے کہا کہ کیا وجہ ہے کہ تمہارے والد حسن و حسین کو جنگ میں نہیں بھیجتے اور تم کو ہر ایک سخت کام پر مامور کرتے ہیں۔ فرمایا وہ علی رضی اللہ عنہ کی آنکھیں ہیں اور میں علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ ہوں۔ شیعہ کے ایک فرقہ کا اعتقاد ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بعد امامت ان کو ملی۔ ایک شاخ کا اعتقاد ہے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے بعد امامت ان کو ملی پھر ہر دو کا اتفاق ہے کہ آئندہ امامت ان ہی کی نسل میں جاری ہوئی۔ مختار ثقفی جس نے قاتلان حسین سے سخت انتقام لیے، اپنے آپ کو انہی کا مختار بتایا کرتا تھا۔ ابن الحنفیہ کے غلام کا نام کیسان ہے، وہ بھی ایک فرقہ کا امام ہے کیسانیہ کا اعتقاد ہے کہ محمد بن علی

(3) شاعر اور ہارون الرشید کا مقرب تھا۔ چار بیٹوں سے نسل جاری ہے۔ بعض نساب کہتے ہیں۔ صرف عبید اللہ ابن عباس الفصیح کی نسل سمرقند میں رہ گئی ہے۔
(4) ابوالقاسم کنیت۔ اس کا چہرہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مشابہ تھا۔ مامون نے اسے ایک لاکھ روپیہ دیا۔
(5) اولاد بنو ہارون کے نام سے مشہور اور دمیاط میں پائی جاتی ہے۔ (6) ان کی اولاد بنو ہدبہ کے نام سے مشہور ہے اور یمن میں پائی جاتی ہے

مرتضٰی کوہ رضوی [1] پر رہتے ہیں، شیر و چیتے اُنکے پہرہ دار ہیں۔ شہد اور پانی کے چشمے ان کے متصل جوش زن ہیں۔ قرب قیامت میں مہدی کے لقب سے وہی ظہور پذیر ہوں گے۔

ابن الحنفیہ بن علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کی اولاد کی تعداد 24 ہے جن میں سے 14 نرینہ فرزند تھے۔ تین (3) سے نسل جاری ہے۔

اولاد کا شجرہ یہ ہے:

محمد بن علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ

- **ابو ہاشم** — عبداللہ — بزرگ تابعین سے ہیں
- **جعفر** — یوم الحرہ کو شہید ہوئے تھے، ان کی اولاد کثیر موجود ہے
- **علی** — نسل کثیر موجود ہے
  - **ابو محمد حسن** — ان کو کیسانیہ امام تسلیم کرتا ہے
    - **علی** — اولاد کثیر موجود ہے

محمد بن علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ

ان کی والدہ سیدہ امامہ بنت سیدہ زینب بنت النبی ﷺ ہیں۔ کربلا میں ایک شخص قبیلہ بنی ابان بن دارم کے تیر سے شہید ہوئے۔ سلسلہ نسب گم ہے۔

ابوبکر بن علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ

ان کی والدہ لیلیٰ بنت مسعود ہیں۔ جنگ کربلا میں شہید ہوئے۔ بعض نے ان کی شہادت میں اختلاف بھی کیا ہے۔

سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کے دیگر فرزندوں عبداللہ وعون و یحییٰ و عمر (فرزند حبیبہ) کے حالات نہیں ملے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد کو ''علوی'' بھی کہتے ہیں۔

سیدہ ام ہانی رضی اللہ عنہا دختر ابی طالب

یہ حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کی حقیقی بہن ہیں۔ ابو طالب کی سب اولاد و طالب، عقیل، جعفر، علی، ہند، جمانہ ایک ہی والدہ فاطمہ اسدیہ سے ہیں۔

ام ہانی کا نام ہند تھا۔ بعض نے فاطمہ بھی لکھا ہے۔ ان کا نکاح ہبیرہ بن ابی وہب بن عمرو بن عایذ بن عمران بن مخزوم سے ہوا تھا۔ ام ہانی کے بطن سے ہانی، عمرو، یوسف اور جعدہ دختر پیدا ہوئے تھے۔ ام ہانی رضی اللہ عنہا عام الفتح کو اسلام لائی تھیں۔ ہبیرہ نجران کو بھاگ گیا تھا۔ اس کی واپسی از نجران اور قبولیت اسلام کی کوئی روایت نہیں ملی۔

---

[1] سعودی عرب کی مشہور بندرگاہ ''ینبع'' سے ''کوہ رضوی'' کی چوٹیاں نظر آتی ہیں۔

ہبیرہ نے اپنے فرار کے متعلق مندرجہ ذیل اشعار مکہ میں لکھ کر بھیجے تھے۔

لَعُمْرُكَ مَا وَلَّيْتُ ظَهْرِیْ مُحَمَّدًا وَ اَصْحَابَهٗ جُبْنًا وَلَا خِيفَةَ الْقَتْلِ
وَلٰكِنَّنِی قَلَّبْتُ اَمْرِیْ فَلَمْ اَجِد سَيْفِی غِنَاءً اِنْ ضَرَبْتُ وَلَا نَبْلِ
وَ قَفْتُ فَلَمَّا خفت ضيعة مَوْقِفِی رَجَعْتُ لِعُوْدٍ كَالهزبر الی الشبل

''سچ سمجھو تو میں نے محمد ﷺ اور اصحاب محمد ﷺ کے سامنے سے بوجہ نامردی یا خوف قتل پیٹھ نہیں دی، بلکہ میں نے دیکھا کہ میرا کام الٹ گیا اور میری تلوار، میرا نیزہ اب کچھ کام نہیں بنا سکتے۔ پہلے تو میں ٹھہرا، لیکن جب دیکھا کہ موقف بھی نکل رہا ہے تب لوٹ کر چلا آیا جیسا کہ شیر اپنے بچوں کی طرف واپس آیا کرتا ہے۔''

سیدہ جمانہ رضی اللہ عنہا دختر ابی طالب

اولاد ابی طالب میں جمانہ رضی اللہ عنہا کا نام ملتا ہے، مگر ان کے حالات سے کوئی آگاہی نہیں ملتی۔ ابن اسحاق امام السیر نے لکھا ہے کہ نبی ﷺ نے پیداوار خیبر میں سے تین (3) وسق خرما جمانہ بنت ابی طالب رضی اللہ عنہا کے لیے مقرر فرمائے تھے۔

اس فقرہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ خلعت اسلام سے مشرف تھیں اور یہ بھی ظاہر ہوا کہ فتح خیبر تک وہ حیات تھیں۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ عم النبی ﷺ

امیر المومنین اور اسد اللہ و رسولہ ان کے خطابات ہیں۔ 6 نبوت میں اسلام لائے اور پھر ہمیشہ ناصر اسلام رہے۔ یہ نبی ﷺ کے برادر رضاعی بھی تھے۔ یعنی ہر دو نے ثویبہ کا دودھ پیا تھا۔ ابو عمارہ و ابو یعلیٰ کنیت فرمایا کرتے تھے۔ جنگ بدر میں نہایت شجاعت اور مردانگی کے کرشمے دکھائے اور جنگ احد میں دشمنوں کے بڑے بڑے بہادروں کو خاک میں ملا کر وحشی کے ہاتھ سے جس نے پتھر کے پیچھے چھپ کر بزدلانہ حملہ کیا تھا۔ شہید ہوئے۔ نبی ﷺ نے سید الشہداء کا خطاب عطا فرمایا۔ ان کی لاش پر کھڑے ہو کر نبی ﷺ نے فرمایا تھا۔

رَحِمَكَ اللّٰهُ اَیْ عَمِّ فَلَقَدْ كُنْتَ وَصُوْلًا لِلرَّحِمَ فَعُوْلًا لِلْخَيْرَاتِ۔ [1]

''چچا، اللہ تم پر رحم کرے، تم قرابت کا حق خوب ادا کرنے والے اور بکثرت نیکی کرنے والے تھے۔''

دشمنوں نے ان کا جگر نکالا، کان کاٹے، چہرہ بگاڑا، پیٹ چاک کر ڈالا تھا۔ نبی ﷺ لاش کی حالت دیکھ کر اس قدر غمزدہ اور اندوہگیں ہوئے تھے کہ اتنا رنج آپ ﷺ نے کبھی بھی نہ فرمایا تھا۔

کعب بن شرف یا عبداللہ بن رواحہ نے اس شہادت پر مندرجہ ذیل اشعار کہے تھے:

بکت عینی وحق بها بکاء و ما يغنی البكاء ولا العويل

''میری آنکھ روتی ہے، یہ رونا ٹھیک بھی ہے۔ گو رونے اور چلانے کا نتیجہ کچھ بھی نہیں۔''

علی اسد الاله غداة قالوا لحمزة ذاكم الرجل القتيل

''رونا اس شیر خدا پر ہے جب یہ آواز نکلی کہ حمزہ مرے پڑے ہیں۔''

[1] ابوداؤد:3136، ترمذی:1016، احمد:3/128، کنز العمال:30034، بیہقی:4/10، مستدرک حاکم:1/365، اسد الغابہ:2/69

اصیب المسلمون بہ جمیعا — ھناك و قد اصیب بہ الرسول

''سب ہی مسلمانوں نے ان کے واقعہ کو مصیبت سمجھا حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ نے بھی۔''

ابایعلی لك الارکان ھدت — و انت الماجد البرّ والوصول

''ابویعلیٰ حمزہ کو مر گئے مگر شک نہیں بڑی ہی عزت والے اور لوگوں سے بھلائی کرنے والے اور قرابتیوں سے احسان کرنے والے تھے۔''

عَلَیْكَ سَلَامُ رَبِّكَ فِیْ جِنَانٍ — یخالطھا نعیم لا یزول

''حمزہ پر اللہ کی سلامتی ہو وہ ان بہشتوں میں ہیں جہاں نعمتوں کو زوال نہیں۔''

اَلَا یَاھَاشِمُ الْاَخْیَار صَبْرا — فَکُلُّ فَعَالُکُم حَسَنٌ جَمِیْلٌ

''آل ہاشم کے سرداروں سے عرض ہے کہ صبر کریں ان کے کام تو کبھی اچھے ہوا کرتے ہیں۔''

رَسُوْلُ اللّٰہِ مُصْطَبِرٌ کَرِیْمٌ — بِاَمْرِ اللّٰہِ یَنْطِقُ اِذْ یَقُول،

''برگزیدہ رسول اللہ، سراپا صبر ہیں۔ وہ جب بھی بولتے ہیں تو حکم ربانی سے بولتے ہیں۔''

اَلَا مَنْ مُبْلِغٌ عَنِّی لُوَیًّا — فبعد الیوم دَائِمَۃ تَدُول

''کوئی ہے جو قریش سے جا کر کہہ دے کہ آج سے تمہارا زمانہ ہمیشہ کے لیے گیا''

وَقَبْلَ الْیَوْمِ مَا عَرَفُوْا ذَاقُوْا — وَقَائِعَنَا بھا یشفی الخلیلُ

''ہاں آج سے پہلے ہم نے تم کو وہ مزے چکھائے ہیں جن کو سن کر دوست کو اطمینان ہو جاتا ہے۔''

نَسِیْتُم ضَرْبَنَا بِقَلِیْبِ الْبَدْر — غداۃ اَتَاکُم الموتُ العجیلُ

''وہ بدر کا کنواں، وہ مار، وہ ناگہانی موت، تم آج بھول گئے۔''

غداۃ ثوی ابوجھل صریعًا — علیہ الطیر حائمۃ تجول

''جب ابوجہل چاروں شانے چت گر پڑا تھا۔ گدھ اس کی بوٹیاں نوچ رہے تھے۔''

و عتبۃ و ابنہ خیرا جمیعا — و شیبۃ عضہ السیف الصقیل،

''اسی طرح عتبہ بھی اس کا بیٹا بھی۔ اس طرح شیبہ بھی تلوار نے ان کی تکا بوٹی کر دی تھی۔''

ان کے دو فرزند تھے۔ عمارہ اور یعلیٰ۔ عمارہ کا فرزند حمزہ ہوا اور یعلیٰ کے پانچ فرزند ہوئے، مگر پھر ان کی نسل آگے نہ چلی۔ دو لڑکیاں تھیں: ام الفضل اور امامہ۔ ام الفضل دختر حمزہ سے ایک حدیث عبداللہ بن شداد نے روایت کی ہے، وہ فرماتی ہیں، ہمارا ایک آزاد کردہ غلام مر گیا تھا۔ اس کی ایک بیٹی، ایک بہن تھی۔ نبی ﷺ نے دونوں کو نصفا نصف ورثہ دلایا تھا۔

امامہ وہی ہے، جن کے حق حضانت کی بابت حضرت زید رضی اللہ عنہ اور جعفر طیار رضی اللہ عنہ اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کے حضور میں اپنے اپنے دلائل پیش کیے تھے۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ کہتے تھے، حمزہ رضی اللہ عنہ مواخات میں میرے بھائی تھے۔ اس لیے لڑکی پرورش کے لیے مجھے ملنی چاہیے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے تھے یہ میرے چچا کی لڑکی ہے اور اس نے مدینہ تک ہودج فاطمہ رضی اللہ عنہا میں سفر کیا ہے۔ حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کہتے تھے، یہ

میرے چچا کی بیٹی ہے اور اس کی خالہ میری بیوی ہے۔

نبی ﷺ نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے حق میں فیصلہ فرمایا تھا۔ [1] یہ واقعہ 6ھ کا ہے اور صحاح میں تفصیل سے مذکور ہے۔ امامہ رضی اللہ عنہا کا نکاح ام المومنین اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کے فرزند سلمہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوا تھا۔

ابولہب بن عبدالمطلب

نبی ﷺ سے توحید کی وجہ سے عداوت رکھتا تھا۔ جب نبی ﷺ بازاروں میں وعظ فرمایا کرتے، تب ابولہب قریب ہی کھڑے ہو کر چلایا کرتا، لوگو! اس کی نہ سنو، دیوانہ ہے۔

ابولہب جنگ بدر سے 8 دن بعد طاعون سے ہلاک ہوا۔ تین دن تک اس کا جثہ سڑتا رہا، لیکن جب سرانڈ سے سارا محلّہ تکلیف پانے لگا تب اس کے اقارب نے اس کی لاش کو لمبی لمبی بلیوں سے چارپائی سے نیچے گرا دیا اور دیوار کے اوپر چڑھ کر اتنے پتھر اس ناپاک جثہ پر پھینکے کہ وہ پتھروں کے ڈھیر میں چھپ گیا۔ اَلنَّاسُ وَالْحِجَارَةُ دونوں کا لقمہ ایک ہی وقت میں آگ کو مل گیا۔

اس کے چار بیٹے تھے، دو(2) بہ حالت کفر بری طرح تباہ ہوئے اور دو(2) عتبہ اور معتب رضی اللہ عنہما عام الفتح کو مسلمان ہو کر جنگ حنین میں ہمرکاب نبوی ﷺ حاضر ہوئے۔ اس جنگ میں معتب رضی اللہ عنہ کی ایک آنکھ بھی جاتی رہی تھی۔ دونوں بھائی مکہ ہی میں رہے۔

درہ رضی اللہ عنہا بنت ابی لہب بھی مسلمان ہوئی۔ یہ حارث بن نوفل بن حارث بن عبدالمطلب کے نکاح میں آئی۔ عتبہ، ولید اور ابو مسلم درہ رضی اللہ عنہا ہی کے بطن سے ہیں۔ درہ رضی اللہ عنہا نے یہ حدیث رسول ﷺ سے روایت کی ہے۔

> اِنَّه، سُئِلَ اَیُّ النَّاسِ خَیْرٌ فَقَالَ اَتْقَاهُمْ اللّٰهُ وَ امرهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَاَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاَوْصَلَهُمْ لِرَحْمِه۔ [2]

> لوگوں میں بہتر کون ہے؟ نبی ﷺ نے اس سوال کے جواب میں فرمایا جسے اللہ کا تقویٰ زیادہ ہو، جو لوگوں کو نیک کاموں کا حکم کرتا اور برے کاموں سے روکتا اور قرابت مندوں سے سلوک کرتا ہو۔

یہ حدیث بھی درہ رضی اللہ عنہا بنت ابی لہب سے مروی ہے:

> **لایؤذیٰ حیّ بمیّت** ''کسی مردہ کے افعال کے بدلے کسی زندہ کو اذیت نہیں دی جاسکتی۔''

عباس رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب عم النبی ﷺ

نبی ﷺ سے عمر میں دو سال بڑے تھے۔ ان کی والدہ کا نام نُتیلہ بنت خباب تھا۔ یہ پہلی عربی خاتون تھیں جنھوں نے ''بیت الحرام'' کو حریر اور دیباج کا لباس پہنایا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ جاہلیت میں بھی رئیس قریش تھے۔ عمارۃ المسجد الحرام اور سقایہ ان ہی سے متعلق تھی۔ سقایہ کے معنی تو مشہور ہی ہیں (پیاؤ لگوانا) مگر عمارت سے مطلب یہ ہے کہ بیت الحرام کے اندر کسی شخص کو گالی گفتار نہ ہونے دیتے تھے اور کوئی شخص خانہ کعبہ کے اندر بیہودہ بات زبان پر نہیں لا سکتا تھا۔ [3]

جنگ بدر میں یہ قریش کی جانب تھے اور پکڑے گئے تھے، ان کی مشک بندی زور سے کس دی گئی تھی جس کی تکلیف کی وجہ سے وہ

---

[1] بخاری: 2699، مسلم: 1783 ترمذی: 1904 بیہقی: 8 / 5، اسد الغابہ: 19/7

[2] مسند احمد: 26887-26888، [3] الاستیعاب، اسد الغابہ: 163/3

ہائے ہائے کرتے تھے۔ یہ آواز نبی ﷺ کے سمع مبارک تک آتی تھی اور آپ ادھر سے ادھر کروٹیں بدلتے تھے۔ کسی نے عرض کیا کہ حضور ﷺ آرام کیوں نہیں فرماتے۔ فرمایا عباس کے کراہنے سے مجھے نیند نہیں آتی۔ تھوڑی دیر ہو چکی تو یہ آواز حضور ﷺ نے نہ سنی۔ فرمایا عباس کا کیا حال ہے؟ اس نے عرض کیا کہ میں نے ان کی مشک بندی کھول دی ہے۔ فرمایا جاؤ سب اسیروں کے ساتھ یہی برتاؤ کرو۔ [1]

حجاج بن علاط کی حدیث سے ثابت ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ قدیم الاسلام تھے، لیکن انھوں نے اپنا اسلام چھپا رکھا تھا اور حکم نبوی ﷺ سے مکہ میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ اخبار کفار حضور ﷺ تک پہنچایا کرتے اور غریب مسلمانان مکہ کی امداد فرمایا کرتے تھے۔ اظہار اسلام کے بعد حنین، طائف اور تبوک کے غزوات میں شامل ہوئے۔

اظہار اسلام سے پیشتر بیعت عقبہ ثانیہ میں نبی ﷺ کی معیت میں حاضر تھے۔ بدر میں عقیل اور نوفل برادرزادوں اور حارث برادر خورد کا فدیہ انھوں نے خود ادا کیا تھا۔ جنگ حنین میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ برابر ملتزم رکاب نبوی ﷺ رہے۔

اسلام کے بعد نبی ﷺ ان کی نہایت حرمت و عزت فرمایا کرتے تھے اور ارشاد فرماتے: ھذا عمّی وصنوابی ''یہ میرے تایا ہیں اور میرے باپ کے برابر ہیں۔'' [2]

حضرت عباس رضی اللہ عنہ جواد و معظم، اہل قرابت سے سلوک کرنے والے، صاحب رائے و تدبیر اور صاحب دعائے مستجاب تھے۔

انھوں نے 12 رجب (یا رمضان) 22ھ میں بعمر 88 سال وفات پائی۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ ادا کی اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔

ان کے فرزند یہ ہیں:

فضل، عبداللہ۔ عبیداللہ۔ معبد۔ قثم۔ عبدالرحمٰن (ام حبیب دختر) یہ سب تو ام الفضل کے بطن سے ہیں اور عون بن عباس ایک دوسری ماں سے اور تمام و کثیر ایک اور ماں سے ہیں اور حارث ایک اور ماں سے تھے۔

(1) فضل بن عباس رضی اللہ عنہ سب سے بڑے ہیں۔ باپ کی کنیت ابو الفضل اور ان کی ماں (لبابۃ الصغریٰ) کی کنیت ام الفضل انہی کے نام پر ہے۔ یہ غزوہ حنین میں شریک اور حجۃ الوداع میں حاضر ہوئے اور غسل نبوی ﷺ میں شامل تھے اور علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر پانی ڈالتے تھے۔

خلافت صدیقی 13ھ یا فاروقی 18ھ میں شہید ہوئے۔ ایک لڑکی ام کلثوم باقی چھوڑی۔ اس کا نکاح اول امام حسن رضی اللہ عنہ کے ساتھ پھر ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوا تھا۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ان سے روایت کی ہے۔

(2) عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے فرزندوں میں سے سب سے زیادہ مشہور، حبر امت اور ربّی امت کے لقب سے ملقب ہیں۔ 68ھ میں ستر (70) سال کی عمر میں طائف میں وفات پائی۔

نبی ﷺ نے فرمایا تھا: اَللّٰھُمَّ عَلِّمْهُ الْحِکْمَةَ وَ تَاْوِیْلَ الْقُرْاٰن ایک حدیث [3] میں الفاظ دعائے نبوی ﷺ یہ ہیں: اَللّٰھُمَّ بَارِكْ فِیْهِ وَانْشُرْ مِنْهُ وَاجْعَلْهُ مِنْ عِبَادِكَ الصَّالِحِیْنَ۔

---

[1] اسد الغابہ: 164/3 [2] بخاری: 1468، مسلم: 983، ابوداود: 1623، نسائی: 2465، ابن خزیمہ: 2329، ترمذی: 3770

[3] بخاری: 3756، ابن ماجہ: 166، ترمذی: 3833، نسائی: 8178

مسروق رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر میں کہتا تھا کہ یہ سب سے زیادہ حسین ہیں۔ گفتگو سن کر یقین ہوتا تھا کہ یہ سب سے زیادہ فصیح ہیں اور ان کی روایات سن کر معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب سے بڑھ کر عالم ہیں۔

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ان کو حاکم بصرہ مقرر کیا تھا۔ جنگ جمل و صفین و نہروان میں یہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں مع اپنے فرزندوں حسن و حسین اور محمد کے حاضر رہے تھے۔ آخر عمر میں ان کی آنکھیں جاتی رہی تھیں۔ اس پر ان کے اشعار یہ ہیں:

اَنْ یَاخُذَ اللّٰہُ مِنْ عَیْنِیْ نُوْرَھُمَا فَفِیْ لِسَانِیْ وَ قَلْبِیْ مِنْھُمَا نُوْرٌ

قَلْبِیْ زَکِیٌّ وَعَقْلِیْ ذِیْ دَخَلٍ وَفِیْ فَمِیْ صَارِمٌ کَالسَّیْفِ مَاثُوْرٌ

علوم و شعر و انساب اور ایام عرب اور وقائع عرب اور علم حدیث و فقہ و تفسیر میں امام تھے۔ خلفاء عباسیہ انھی کی اولاد ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ڈیڑھ ہزار (1500) سے کچھ زائد احادیث روایت کی ہے۔ [1] خلفائے بغداد جن کی حکومت 122ھ سے 650ھ تک رہی، انھی کی نسل سے تھے۔

عالی جناب والا دودمان نواب صاحب بہاول پور اسی شاخ عالی سے ہیں۔

③ عبیداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ یہ اپنے بھائی عبداللہ رضی اللہ عنہ سے ایک سال چھوٹے تھے۔ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے حکم سے امیر الحاج بھی بنے رہے۔ 58ھ میں وفات پائی۔ اجود الناس مشہور تھے۔

④ معبد، عہد نبوی ﷺ میں پیدا ہوئے اور 35ھ میں بعہد خلافت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ملک افریقہ میں جہاد کرتے ہوئے شہید ہوئے۔ ان سے کوئی حدیث مروی نہیں۔

⑤ قثم بن عباس عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں عبیداللہ اور قثم کھیل رہے تھے، نبی ﷺ وہاں سے گزرے۔ مجھے آگے اور قثم کو اپنے پیچھے سوار کر لیا اور ہمارے لیے دعا بھی فرمائی۔

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ان کو اپنے عہد خلافت میں حاکم مکہ کر دیا تھا اور شہادت مرتضوی رضی اللہ عنہ تک یہ اسی جگہ مامور رہے۔ قثم سعید بن عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ساتھ سمرقند کے جہاد کو گئے تھے۔ وہیں شہید ہو گئے۔

ایک شاعر ان کی مدح میں لکھتا ہے:

کَمْ صَارِخٌ بِكَ مَكْرُوْبٌ وَ صَارِخَةٌ یَدْعُوْكَ بِاقثم الْخَیْرَاتِ یَا قُثَمْ

ترجمہ: بہت سے مصیبت زدہ مرد اور عورتیں قثم سخی قثم کو پکارتے ہیں۔

سب سے آخر میں نبی ﷺ سے یہی الگ ہوئے تھے یعنی لحد مبارک میں حضور ﷺ کو لٹانے کے بعد سب سے آخر میں یہی باہر نکلے تھے۔

⑥ کثیر، وفات نبوی ﷺ سے چند ماہ پیشتر دس (10) ھ میں پیدا ہوئے تھے۔ فقیہ ذکی و فاضل تھے، ان کی ماں رومیہ (یورپین) تھیں۔

⑦ تمام، کثیر کے مادر زاد بھائی، اولاد عباس میں سب سے چھوٹے ہیں، بڑے بہادر حملہ آور تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جانب سے حاکم مدینہ بھی رہے، ان کی اولاد باقی ہے۔

---

[1] کتاب الفصل جلد 4، لابن حزم ص: 138

(8) عبدالرحمٰن، عہد نبوی ﷺ میں پیدا ہوئے اور اپنے بھائی معبد کے ساتھ افریقہ میں شہید ہوئے۔

(9) ام حبیب، دختر عباس رضی اللہ عنہ کا نکاح اسود بن سفیان عبدالاسد مخزومی سے ہوا تھا۔ سفیان ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا حقیقی برادر ہے۔

زبیر رضی اللہ عنہ عم النبی ﷺ

آں حضرت ﷺ 24 سال کے تھے، جب ان کا انتقال ہوا۔ (1) حلف الفضول (2) کے قیام میں انھوں نے بہت سعی کی تھی، اس سے ان کی نیکی اور رحم دلی کا حال معلوم ہوتا ہے۔ زبیر رضی اللہ عنہ شاعر فصیح البیان تھے۔ اپنے والد کے وصی تھے۔ (3) ان کا ایک فرزند عبداللہ اور دو لڑکیاں: صباعہ اور ام حکیم صحابی ہیں۔ (4)

عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ عم النبی ﷺ

جنگ اجنادین (5) میں جو بعہد خلافت صدیق ہوئی، شہید ہوئے تھے۔ ان کی لاش کے گرد دشمنوں کی لاشوں کا ڈھیر لگا ہوا تھا، جس سے واضح تھا کہ کیسی شجاعت کے بعد انھوں نے جان بجاں آفریں کردی تھی۔ نبی ﷺ ان کو (ابن عمی وحبی) ''میرے چچا کا بیٹا اور میرا پیارا فرمایا کرتے تھے۔'' (6)

عمات النبی ﷺ

(1) ام حکیم بیضاء رضی اللہ عنہا عمۃ النبی ﷺ

حضرت عبداللہ وابوطالب وزبیر کی حقیقی بہن ہیں۔

ان کا نکاح کریز بن ربیعہ بن حبیب بن عبدشمس بن مناف سے ہوا تھا۔ ان کے فرزند کا نام عامر تھا جو فتح مکہ کے دن مسلمان ہوئے تھے۔ ان کا بیٹا عبداللہ بن عامر بھی صحابی ہے، جسے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے والی خراسان بنایا تھا۔ ام حکیم کی دختر اروی ہیں، جو عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی والدہ ہیں۔ (7)

(2) امیمہ رضی اللہ عنہا عمۃ النبی ﷺ

ان کا نکاح جحش بن رباب سے ہوا تھا۔ ام المومنین زینب اور ام حبیبہ اور حمنہ دختران اور عبداللہ بن جحش ان کے پسر ہیں۔ ام حبیبہ اہلیہ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ ہیں۔

حمنہ کا پہلا نکاح مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ سے، دوسرا نکاح حضرت طلحہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے ہوا۔ اس نکاح سے محمد اور عمران دو فرزند ہوئے، جو اپنی ماں سے روایت کرتے ہیں۔

عبداللہ بن جحش یوم احد کو شہید ہوئے اور اپنے ماموں حمزہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مدفون ہوئے۔

---

(1) انسان العیون جلد اول ص: 135 (2) حلف الفضول دیکھو کتاب رحمۃ للعالمین جلد اول (3) طبقات کبیر جلد اول (4) الاستیعاب۔
(5) زرقانی والاستیعاب (6) اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ 3/241 (7) زرقانی والاستیعاب

③ عاتکہ رضی اللہ عنہا عمۃ النبی ﷺ

انھوں نے جنگ بدر سے چند یوم پہلے ایک خواب دیکھا تھا، کافروں نے یہ خواب سنا تو خوب ہنسی اڑائی کہ اب تو ہاشم کی لڑکیاں بھی نبوت کرنے لگیں، لیکن نتیجہ وہی نکلا جیسا کہ خواب میں ان کو دکھایا گیا تھا۔ خواب یہ تھا کہ ایک سوار ہے اس نے کوہ ''ابوقبیس'' سے ایک پتھر اٹھایا اور رکن کعبہ پر کھینچ مارا ہے۔ اس پتھر کے ذرہ ذرہ ریزے ہو گئے ہیں۔ ہر ایک ریزہ قریش کے ہر ایک گھر میں جا پہنچا ہے۔ البتہ بنو زہرہ بچے رہے۔ [1] عاتکہ بمعنی طاہرہ ہے۔

④ صفیہ رضی اللہ عنہا عمۃ النبی ﷺ

امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی حقیقی بہن ہیں۔ ان کا پہلا نکاح حارث بن حرب بن امیہ سے ہوا تھا۔ وہ مر گیا تو نکاح ثانی عوام بن خویلد بن اسد سے ہوا۔ عوام حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے برادر حقیقی تھے۔ اس نکاح سے حضرت زبیر پیدا ہوئے جو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ [2] یعنی حضرت زبیر رضی اللہ عنہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بھتیجے اور نبی ﷺ کے پھپیرے بھائی ہیں۔

سائب بن العوام رضی اللہ عنہ بھی ان کے فرزند ہیں، جو غزوات بدر و خندق میں اپنی شجاعت دکھا چکے اور جنگ یمامہ میں نبرد آزما ہوئے تھے۔ صفیہ رضی اللہ عنہا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی حقیقی بہن ہیں۔ انھوں نے جنگ خندق میں ایک یہودی کو قتل بھی کیا تھا۔ نبی ﷺ نے ان کو مال غنیمت میں سے حصہ عطا فرمایا تھا۔

انھوں نے اپنی قوت ایمانیہ کے کمال کا ثبوت جنگ احد میں دیا تھا۔ حمزہ رضی اللہ عنہ جیسے بھائی کو خاک وخون میں دیکھا۔ ان کی لاش کو بے حرمت شدہ پایا۔ پھر بھی نہ روئیں، نہ چلائیں، بلکہ دعا کر کے چلی آئیں۔

⑤ برہ رضی اللہ عنہا عمۃ النبی ﷺ

ان کا نکاح عبدالاسد بن ہلال بن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم القرشی سے ہوا تھا۔ ابو سلمہ عبداللہ ان ہی کے فرزند ہیں، جو ام المومنین سلمہ رضی اللہ عنہا کے شوہر اول ہیں۔ ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کا شمار اسلام میں داخل ہونے والوں میں گیارہواں (11) ہے۔ ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کا حال ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے احوال میں ہے۔

⑥ اروی رضی اللہ عنہا عمۃ النبی ﷺ

نبی ﷺ کے والد کی حقیقی بہن ہیں۔ ابن سعد رحمہ اللہ اور ابن القیم رحمہ اللہ نے ان کے اسلام کی تصدیق کی ہے اور واقدی رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے کہ جب ان کے فرزند طلیب نے ماں کو اپنے اسلام کی خبر سنائی تو اروی خاتون نے کہا:

إِنَّ أَحَقَّ مَنْ وَازَرْتَ وَ عَضَدْتَ ابنِ خَالِكَ لَوْ كُنَّا نَقْدِرُ عَلَى مَا يَقْدِرُ عَلَيْهِ الرِّجَالُ لَمَنَعْنَاهُ وَذَبَبْنَاهُ عَنْهُ [3]

''تیرے لیے تیرے ماموں کا بیٹا سب سے بڑھ کر خدمت اور مدد کا حق دار ہے۔ اللہ کی قسم! اگر ہم عورتوں کو مردوں

---

[1] الاستیعاب، ص: 723۔ بنو زہرہ جنگ بدر میں شامل نہ ہوئے تھے۔ [2] وہ دس (10) جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جنہیں پیغمبر ﷺ نے دنیا ہی میں جنتی ہونے کی بشارت دی تھی۔ [3] طبقات ابن سعد

جیسی طاقت ہوتی تو ہم اس کا بچاؤ کیا کرتیں اور اس کے دشمنوں کا جواب دیا کرتیں۔"

اروی رضی اللہ عنہا نے نبی ﷺ کی وفات پر مندرجہ ذیل اشعار کہے تھے:

أَلَا يَا رَسُوْلَ اللهِ كُنْتَ رَجَاءَنَا ... وَكُنْتَ بِنَا بَرًّا وَلَمْ تَكُ جَافِيَا

كَأَنَّ عَلٰى قَلْبِيْ لِذِكْرِ مُحَمَّدٍ ... وَمَا جَمَعَتْ مِنَ النَّبِيِّ الْمُحَاوِيَا [1]

اروی رضی اللہ عنہا کا نکاح عمیر بن وہب بن عبد بن قصی سے ہوا تھا۔ ان کے فرزند طلیب رضی اللہ عنہ قدیم الاسلام تھے۔ ان کا شمار مہاجرین اول میں ہوتا ہے۔ انھوں نے ہجرت حبشہ کی اور پھر ہجرت مدینہ۔ بعض کے نزدیک طلیب رضی اللہ عنہ پہلے شخص تھے جنھوں نے راہ حق میں خون بہایا (بعض کے نزدیک سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ہیں) جنگ بدر میں حاضر ہوئے۔ واقعہ اجنادین میں شہید ہوئے۔ اولاد نہیں چھوڑی۔

سردار عبداللہ والد النبی ﷺ

باپ کے لاڈلے فرزند تھے۔ عبدالمطلب نے منت مانی تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ اسے دس (10) فرزند عطا فرمائے گا تو وہ ایک کو تقرب الٰہی کے لیے ذبح کرے گا۔

جب عبدالمطلب کے گھر دس (10) فرزند پیدا ہو چکے، تب انھوں نے اپنی منت کو پورا کرنے کا ارادہ کیا۔ قرعہ ڈالا گیا تو عبداللہ کے نام نکلا۔ عبداللہ نے باپ کی خوشنودی اور مرضاۃ الٰہی کے لیے قربان ہونا قبول کر لیا، لیکن ابوطالب نے اپنے برادر شقیق کے لیے مزاحمت کی اور اشعار ذیل میں اپنا مدعا باپ سے بیان کیا:

كلا ورب البيت ذي الانصاب ... ما ذبح عبدالله بالتلعاب

يا شيب ان الريح ذو عقاب ... ان لنا جره في الخطاب

احوال صدق كاسود الغاب [2]

حضرت عبداللہ کے ننھیال بھی اس مزاحمت میں شریک ہو گئے۔ مغیرہ بن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم نے کہا:

يَا عَجَبًا مِنْ فِعْلِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ ... وَذَبْحِهِ ابْنًا كَتِمْثَالِ الذَّهَبِ

كَلَّا وَبَيْتُ اللهِ مَسْتُوْرِ الْحُجُبِ ... مَا ذَبَحَ عَبْدِ اللهِ فِيْنَا بِاللَّعِبِ [3]

آخر فیصلہ ہوا کہ ایک مشہور کاہنہ جو کچھ کہہ دے اس کے مطابق عمل کیا جائے۔ کاہنہ نے کہا کہ قرعہ اونٹوں پر ڈالنا چاہیے اور جب عبداللہ کو چھوڑ کر اونٹوں کا قرعہ نکلے اتنے اونٹ قربان کر دینے چاہئیں۔

قرعہ کا آغاز دس (10) اونٹوں سے کیا گیا۔ پھر بیس، چالیس، پچاس، ساٹھ، ستر، اسی، نوے تک بڑھاتے گئے۔ ہر دفعہ عبداللہ کا نام نکلا، لیکن جب اونٹوں کی تعداد ایک سو (100) کر دی گئی، تب قرعہ اونٹوں کا نکل آیا اور عبدالمطلب نے بیٹے کا فدیہ اپنی منت کے بدلے میں سو (100) اونٹ قربان کر دیے۔

اس میں شک نہیں کہ انسانی قربانی ایک وحشیانہ رسم ہے لیکن یہ رسم اس زمانہ تک ہر ایک ملک میں پائی جاتی تھی اور ہند، یونان، مصر و ایران چین و افریقہ کے ممالک میں برابر جاری تھی۔ [4]

---

[1] سیرت، مولوی کرامت علی [2] سیرت، مولوی کرامت علی [3] سیرت، مولوی کرامت علی [4] نیپال اور برہما کی وحشی اقوام میں اب تک جاری ہے۔ اندرون افریقہ میں بھی غالبا موجود ہے۔

عبدالمطلب کے اس فعل میں اگر کوئی ندرت ہے تو یہ ہے کہ اس نے یہ منت خاص اللہ عزوجل کے لیے مانی تھی۔ کسی دیوتا یا بت کے لیے نہیں جیسا کہ اس رسم کے پابند لوگ کلیتاً غیر اللہ ہی کے لیے کیا کرتے ہیں۔ ممکن ہے کہ سردار عبدالمطلب کے دل میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اتباع کا شوق پیدا ہوا ہو اور اس شوق میں ماموروغیر مامور کے فرق کو نہ سمجھ کر انھوں نے یہ باور کر لیا ہو کہ ہر ایک باپ کو قربانی فرزند کا حق حاصل ہے۔

اللہ عزوجل نے احسان فرمایا کہ عبدالمطلب کو بھی ایفائے نذر سے سرخرو کیا اور عبداللہ کو بھی بچالیا۔ اس واقعہ سے پیشتر عرب میں انسانی دیت (خون بہا) کے لیے دس(10) اونٹ مقرر تھے، لیکن اس واقعہ کے بعد دیت کی مقدار عام طور پر سو(100) اونٹ ہوگئی، گویا عبدالمطلب کے خلوص اور سردار عبداللہ کی اطاعت پدری کا یہ نتیجہ نکلا کہ سارے ملک میں انسان کی قدر و قیمت بڑھ گئی اور یہ ظاہر ہے کہ دیت کی مقدار میں دہ چند ترقی ہو جانے سے واردات قتل کے شمار میں ضرور نمایاں کمی ہوگئی ہوگی اور اس طرح یہ واقعہ تمام ملک اور بنی نوع انسان کے لیے یمن و برکت کا موجب بن گیا۔

بے شک جس گرامی سردار کے فرزند کو رحمۃ للعالمین بننا تھا، اس کے آبائے کرام کا بھی بنو نوع انسان کے لیے ایسا ہی محسن ہونا ضروری تھا۔

سردار عبداللہ کی عفت نفس کا ایک واقعہ ابونعیم وخرائطی وابن عساکر رحمہم اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ فاطمہ بنت مر الخشعیمہ نے ان سے اظہار محبت کیا اور اپنی جانب متوجہ کرنے کے لیے سو(100) اونٹوں کا عطیہ بھی ان کو دینا چاہا، لیکن انھوں نے اس درخواست کے جواب میں یہ قطعہ پڑھ کر سنایا

أَمَّــا الْحَــرَامُ فَــالْمَمَــاتُ دُوْنَــهُ، وَالْحِــلُّ لَاحِــلَّ فَــاسْتَبِيْــنُــهُ،
فَكَيْفَ الْأَمْرُ الَّــذِيْ تَــبْـغِيْــنَــهُ، يَحْمِي الْكَرِيْمُ عِرْضَهُ، وَدِيْنَهُ [1]

''فعل حرام کے ارتکاب کرنے سے تو مرجانا ہی اچھا ہے۔ حلال کو بے شک میں پسند کرتا ہوں مگر اس لیے اعلان ضروری ہے کہ تم مجھے بہکاتی اور پھسلاتی ہو مگر شریف آدمی کو لازمی ہے کہ اپنی عزت اور دین کی حفاظت کرے۔''

سردار عبداللہ کا نکاح سیدہ آمنہ سے ہوا تھا۔ اس نکاح کے بعد وہ ملک شام کو تجارت کے لیے چلے گئے تھے اور واپسی کے وقت مدینے میں اس لیے ٹھہرے تھے کہ اپنے باپ کے حکم کے موافق وہاں سے کھجوروں کا سودا کریں، وہیں بیمار ہوئے اور عالم آخرت کو سدھار گئے۔

نبی ﷺ کے والدین کے اسماء پر نظر کرو، اس زمانہ کی تاریخ پر نظر ڈالتے ہوئے ہر ایک مؤرخ تعجب کرے گا کہ ایسے پاک نام کیوں کر رکھے گئے تھے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ یہ بھی ارہاص نبوت تھا جس بچے کو باپ کے خون سے عبودیت الٰہی اور ماں کے دودھ سے امن عامہ کی گھٹی ملی ہو کچھ تعجب نہ کرنا چاہیے کہ وہ محمود الافعال حمید الصفات ہو اور تمام دنیا کی زبان سے محمد کہلائے، ﷺ۔

سردار عبداللہ کا انتقال 25 سال کی عمر میں ہوا تھا۔ جب نبی ﷺ ہنوز شکم مادری میں تھے۔

سیدہ آمنہ

نبی کریم ﷺ کی والدہ ہیں۔ ان کے والد بنو زہرہ کے سردار، قریش میں نہایت محترم تھے۔ سیدہ آمنہ نے اپنے چچا وہیب

[1] خصائص الکبریٰ، ص: 40/1

کی حضانت میں پرورش پائی تھی۔ وہیب بھی اپنے بھائی کی قوم کا سید اور مطاع تھا۔

آبائہا	امہاتہا	
وہب	برّہ	اب: عبدالعزی بن عثمان بن عبدالدار بن قصی سلسلہ نمبر 5 آباء نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ام: ام حبیب [1] بنت اسد بن عبدالعزی بن قصی
عبدمناف	قیلہ	اب: دخیر [2] بن غالب بن حارث (من خزاعہ) ام: سلمٰی [3] بنت لوی بن غالب سلسلہ نمبر 10 آباء نبوی صلی اللہ علیہ وسلم
زہرہ	جمل	اب: مالک بن قصیہ بن سعد بن ملیح (من خزاعہ) ام: ....
کلاب	فاطمہ	اب: سعد بن سیل (من الازد) ام: ظریفہ بنت قیس

اس سلسلہ سے واضح ہوگا کہ زہرہ اور قصی بن کلاب دونوں برادر شقیق تھے۔

سیدہ آمنہ نکاح کے پہلے ہی ہفتہ میں امانت داری نور نبوی (محمدی) بن گئی تھیں، ان کا بیان ہے کہ مجھے بوڑھی عورتوں نے کہا کہ حمل کے دنوں میں کچھ لوہا گردن میں لٹکا لو اور کچھ بازوؤں پر باندھ لو، میں نے ایسا ہی کر لیا مگر چند روز کے بعد دیکھا کہ وہ لوہے کی چیزیں کہیں گری پڑی تھیں، پھر میں نے کچھ بھی نہ باندھا۔ [4]

سیدہ آمنہ کو خواب میں بتایا گیا تھا کہ پیٹ کے بچے کا نام احمد رکھنا، چنانچہ ماں نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام احمد صلی اللہ علیہ وسلم رکھا اور دادا نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تجویز کیا۔ پس محمد واحمد [5] دونوں مبارک نام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذاتی نام ہیں۔

اس خواب کے بعد ہی سیدہ آمنہ کو یقین ہو گیا تھا کہ ان کا مولود نہایت مبارک و مسعود ہوگا۔ چنانچہ جب حلیمہ نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گود میں لینے سے اس لیے تامل کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یتیم بچے ہیں، تو سیدہ آمنہ نے فرمایا:

یا ظئر سَلِیْ عَنِ ابْنِكَ فَإِنَّهٗ، سَیَكُوْنُ لَهٗ شَأْنٌ۔

''اے دایہ اس بچے سے مطمئن رہو اس کی بڑی شان ہونے والی ہے۔''

حلیمہ بچے کو لے چلیں، تو سیدہ آمنہ نے یہ اشعار کہے:

أُعِیْذُ بِاللّٰهِ ذِی الْجَلَالِ مِنْ شَرِّ مَا مَرَّ عَلَی الْجِبَالِ
حَتّٰی أَرَاهُ حَامِلُ الْحَلَالِ وَیَفْعَلُ الْعُرْفَ إِلَی الْمَوَالِی
وَغَیْرِهِمْ مِنْ حَشْوَةِ الرِّجَالِ

---

[1] ام حبیب کی ماں برہ بنت عوف نانی قلابہ بنت الحارث، پرنانی امیمہ بنت مالک، پرنانی کی ماں دُب بنت ثعلبہ پڑنانی کی نانی عاتکہ بنت غاضرہ پڑنانی کی پڑنانی یعنی بنت عوف بن قصی ہے۔ (ابن سعد) [2] دخیر کی ماں سلامہ بنت واہب نانی امیہ بنت قیس بن ربیعہ پڑنانی نجمہ بنت عبید ہے۔ [3] سلمٰی کی ماں ماویہ بنت کعب بن القین ہے۔ [4] (ابن سعد) [5] ابن سعد نے بروایت محمد بن علی یعنی ابن الحنفیہ روایت کی ہے کہ انھوں نے اپنے والد علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے: ''سمیت احمد'' یہ روایت مرفوع ہے۔

’’میں اپنے بچے کو خدا ذوالجلال کی پناہ میں دیتی ہوں اس شر سے جو پہاڑوں پر چلتا ہے، یہاں تک میں اپنے شتر پر سوار دیکھوں اور دیکھ لوں کہ وہ غلاموں کے ساتھ اور درماندہ لوگوں کے ساتھ سلوک واحسان کرنے والا ہے۔‘‘

دو سال کے بعد جب آنحضرت ﷺ کا دودھ چھڑایا گیا تو مائی حلیمہ حضور ﷺ کو مکہ میں لائیں اس وقت مکہ میں وبا کی بیماری تھی۔ دانش مند والدہ نے حضور ﷺ کو واپس بھیج دیا۔

پانچ سال کی عمر کے بعد مائی حلیمہ نبی ﷺ کو پھر واپس لائیں۔ اس وقت ماں نے اس آنکھوں کے نور کو جس نے تمام دنیا کے سامنے نور حق روشن فرمایا، اپنے پاس رکھ لیا اور پھر ان کو ساتھ لے کر یثرب گئیں۔ ننھیال کے ملنے کا بہانہ تھا اور غالباً بے وطن متوفی شوہر کی مٹی دیکھنے کا شوق دل میں پیدا ہوا تھا۔

وہاں ایک مہینہ تک دار النابغہ میں قیام کیا۔ اس سفر میں دو اونٹ سواری کے لیے اور ام ایمن لونڈی بھی ساتھ تھی۔ [1] نبی ﷺ جب 47 سال کے بعد مدینہ میں ہجرت فرما کر تشریف لے گئے تو بچپن کی سب باتوں کو یاد کر کے ان کا ذکر فرمایا کرتے تھے کہ یہاں ایک لڑکی انیسہ ہوتی تھی جو ہمارے ساتھ کھیلا کرتی تھی۔ اس قلعہ کے اوپر ایک پرندہ آ بیٹھا کرتا تھا۔ بچے اسے اڑایا کرتے تھے اور اس گھر میں میری ماں یہاں بیٹھا کرتی تھی اور اس گھر میں میرے والد کی قبر اس جگہ بنائی ہوئی تھی اور بنو عدی بن النجار کی باولی میں میں خوب تیرنا سیکھ گیا تھا۔

سیدہ آمنہ ایک ماہ قیام یثرب کے بعد مکہ کو واپس ہوئی تو مقام ’’ابوا‘‘ پہنچ کر ان کا انتقال ہو گیا۔ [2] غالباً پیارے شوہر کی مفارقت کا وہ اندوہ جو قبر کے دیکھنے سے بڑھ گیا اور قلب پر چھا گیا تھا اپنا کام کر گیا اور یہ پیکر محبت پھر زیادہ دیر زندہ نہ رہ سکی اور اللہ تعالیٰ کی وہ حکمت کاملہ پوری ہوئی کہ نبی ﷺ اپنی تربیت میں پدر و مادر (ہر دو) کے بار منت سے سبکدوش رہے۔ سیدہ آمنہ کے اشعار اپنے شوہر کی وفات پر درج ذیل ہیں۔

عَفَا جَانِبُ الْبَطْحَاءِ مِنِ ابْنِ هَاشِمٍ ... وَجَاوَرَ لَحْدًا خَارِجًا فِي الْغَمَاغِمِ
دَعَتْهُ الْمَنَايَا دَعْوَةً فَأَجَابَهَا ... وَمَا تَرَكَتْ فِي النَّاسِ مِثْلَ ابْنِ هَاشِمِ
عَشِيَّةَ رَاحُوْا يَحْمِلُوْنَ سَرِيْرَهُ ... تَعَاوَرَهُ أَصْحَابُهُ فِي التَّرَاحُمِ
فَإِنْ يَكُ غَالَتْهُ الْمَنَايَا وَرَيْبُهَا ... فَقَدْ كَانَ مِعْطَاءً كَثِيْرَ التَّرَاحُمِ [3]

ترجمہ: ’’ہاشم کا ایک فرزند بطحا کی جانب جا کر چھپ گیا۔ وہ لحد میں بہادروں کی بانگ وخروش کے ساتھ جا سویا۔ موت نے اسے پکارا اور وہ چلا گیا۔ افسوس موت نے اس کا نظیر بھی دنیا میں نہ چھوڑا۔ اسکے دوست شام کے وقت اس کی لاش اٹھائے چلے، اور از راہ محبت وہ نوبت بہ نوبت کاندھا بدلتے اور اس کے اوصاف باری باری بیان کرتے تھے خواہ موت نے اسے ہم سے دور ہی کر دیا مگر اس میں شک نہیں کہ وہ بہت زیادہ سخی اور غریبوں کا بہت زیادہ ہمدرد تھا۔‘‘

---

[1] ام ایمن برکۃ بن ثعلبہ بن عمرو بن حصین بن مالک بن سلمہ بن عمر بن النعمان سردار عبداللہ کی لونڈی خادمہ تھیں۔ نبی ﷺ کو ورثہ میں ملیں۔ نبی ﷺ ان کی بہت عزت کیا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے امی بعد امی اور ان کے مکان پر جایا کرتے تھے۔ انکا پہلا نکاح عبید حبشی سے ہوا تھا جس سے ایمن پیدا ہوئے۔ دوسرا نکاح زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے ہوا جس سے اسامہ رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی اپنی خلافت کے ایام میں ام ایمن کی زیارت کے لیے ان کے گھر جایا کرتے تھے۔ ایمن غزوہ حنین میں شہید ہوئے تھے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب نے اپنے قصیدہ میں ان کی اس روز کی ثبات جرأت کی تعریف کی ہے۔ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے نبی ﷺ بہت محبت کیا کرتے تھے انھوں نے 54ھ میں وفات پائی [2] مدینہ اور مکہ کے درمیان ایک بستی کا نام ’’ابوا‘‘ ہے [3] طبقات ابن سعد جلد اول۔

فصل دوم 2

آل النبی ﷺ

نبی ﷺ کے فرزندان نرینہ تین(3)اور دختران طاہرہ چار(4) ہیں۔ ہر ایک کا جداگانہ مختصر حال تحریر کیا جاتا ہے:

(الف) ابناء النبی ﷺ

① قاسم علیہ السلام

پہلے مولود ہیں جو نبی ﷺ کے گھر میں خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے پیدا ہوئے۔ پاؤں پر چلنا سیکھ گئے تھے کہ راہ گرائے عالم جاودانی ہوئے۔

نبی ﷺ کی کنیت "ابوالقاسم" ان ہی کے نام پر ہے۔ احادیث صحیحہ میں ہے کہ نبی ﷺ منع فرمایا کرتے تھے کہ کوئی شخص حضور ﷺ کے نام اور کنیت کو اپنے لیے جمع کرے اور ابوالقاسم محمد کہلائے۔ ① بعض نے اس نہی کو زمان نبوی ﷺ سے مختص قرار دیا ہے۔

② عبداللہ علیہ السلام

انہی کا لقب طیب وطاہر ② ہے۔ مکہ معظمہ میں بعثت نبوۃ کے بعد پیدا ہوئے۔ مکہ معظمہ ہی میں وفات پائی۔

انہی کی وفات پر سورہ کوثر کا نزول ہوا تھا۔ کفار سمجھتے تھے کہ فرزند کے نہ بچنے سے اب کوئی محمد ﷺ کا نام لیوا نہیں رہا۔ ان کو معلوم نہ تھا کہ زبور 45-17 حضور ﷺ ہی کی ثناء میں ہے: "میں ساری پشتوں کو تیرا نام یاد دلاؤں گا۔ پس سارے لوگ ابدالآباد تیری ستائش کریں گے" (زبور 72-17) بھی حضور ﷺ کی شان میں ہے: "اس کا نام ابد تک رہے گا۔ جب تک آفتاب رہے گا، اس کے نام کا رواج رہے گا۔ لوگ اس کے باعث اپنے تئیں مبارک کہیں گے، ساری قومیں اسے مبارک باد دیں گی۔" زبور 72-15 بھی حضور ﷺ ہی شان میں ہے۔ اس کے حق میں سدا دعا ہوگی، ہر روز اس کی مبارک باد کہی جائے گی۔

انہی بشارات صحف سابقہ اور اعلان قرآن مجید کا اثر ہے کہ ان کافروں کا نام بھی آج کوئی نہیں لیتا، جن کو اپنی اولاد کا غرور تھا، بلکہ ان کی نسل کا کوئی بچہ بھی اپنی نسبت وہاں تک نہیں پہنچاتا، لیکن حضور ﷺ کا ذکر خیر اور اسم ہمایوں اذان وتکبیر تشہد وصلوۃ، درود وکلمہ طیب میں زبانوں پر جاری اور دلوں پر حاوی ہے۔

③ ابراہیم علیہ السلام

مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ ولادت کی اطلاع ابورافع ③ نے جو سلمٰی ④ دایہ کا شوہر تھا نبی ﷺ کے حضور میں پہنچائی تھی۔ حضور ﷺ نے اسے ایک غلام عطا فرمایا اور بچہ کا نام اپنے جد بزرگوار خلیل الرحمٰن کے نام پر "ابراہیم" رکھا ہے۔ ام بردہ بنت المنذر بن

---

① کنز العمال: 45267، مسند احمد 2/260 ② میرا ذاتی خیال ہے کہ اس مولود مسعود کا لقب "طیب" نبی ﷺ کی جانب سے تھا اور لقب "طاہر" سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی جانب سے۔ کیونکہ یہ بعثت نبوی کے بعد پیدا ہوئے تھے۔ اس لیے انھیں طیب اور طاہر کہا جاتا ہے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے کوئی اور بچہ نبوت کے بعد پیدا نہیں ہوا۔ (مصنف) ③ نبی ﷺ کے آزاد کردہ غلام تھے۔ ④ سلمٰی سیدہ مادر زبیر رضی اللہ عنہا کی آزاد کردہ لونڈی ہیں۔ سیدہ فاطمہ بتول رضی اللہ عنہا کے تمام بچوں کی قابلہ دایہ بھی یہی ہیں۔ سیدہ بتول رضی اللہ عنہا کے غسل میں بھی مع اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا یہی شامل تھی۔ غزوہ خیبر میں بھی شریک ہوئی۔

زید الانصاری نے جو براء بن اوس انصاری کی زوجہ ہیں۔ان کو دودھ پلایا۔نبی ﷺ نے ام بردہ کو ایک قطعہ نخلستان عطا فرمایا تھا۔

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے ابھی ایام رضاعت باقی تھے کہ حوریان فردوس کی چھاتیوں کا شیر پینے کے لیے خلد بریں جا سدھارے۔

نبی علیہ السلام نے جب آخری وقت میں ان کو دیکھا تو وہ سانس چھوڑ رہے تھے۔حضور ﷺ نے ان کو گود میں اٹھایا اور زبان سے فرمایا:

يَا إِبْرَاهِيْمُ لَا تغني عَنْكَ مِنَ اللهِ شَيْئًا ① ''ابراہیم احکم الٰہی کے سامنے ہم تیرے کس کام آ سکتے ہیں۔''

پھر ارشاد فرمایا:

لَوْلَا إِنَّهَا أَمْرٌ حَقٌّ وَ وَعْدُ صِدْقٍ وَ إِنْ آخرنا سَيَلْحَقُ أولنا لحزنا عَلَيْكَ حُزْنًا هُوَ أشد مِنْ هٰذَا و انا بِكَ يَا إِبْرَاهِيْمُ لَمَحْزُوْنُوْنَ تَبْكِي الْعَيْنَ يَحْزُنُ الْقَلْبُ وَلَا نَقُوْلُ مَا يُسْخِطُ الرَّبَّ۔ ②

''ہم جانتے ہیں کہ موت تو امر حق اور وعدہ صدق ہے۔ہم جانتے ہیں کہ پیچھے رہ جانے والے بھی پہلے جانے والوں کے ساتھ جا ملیں گے۔اگر ایسا نہ ہوتا تب ہم ابراہیم کا الم اس سے بھی زیادہ کرتے۔آنکھ میں نم ہے۔دل میں غم ہے مگر ہم کوئی بات ایسی نہ کریں گے جو رب کو ناپسند ہو۔''

اتفاق یہ ہے کہ جس روز سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا انتقال ہوا اسی روز سورج گرہن بھی ہوا۔③ قدیم عرب کا اعتقاد تھا کہ کسوف و خسوف کسی بڑے آدمی کی موت سے ہوا کرتا ہے،اب اس واقعہ پر کچھ کچھ مسلمان بھی کہنے لگے کہ سورج ابراہیم کی موت سے گہنایا گیا۔ نبی ﷺ نے یہ سنا تو خطبہ دیا۔

إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَا يَخْسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ مِّنَ النَّاسِ وَ لٰكِنَّهُمَا آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللهِ فَإِذَا رَأَيْتُمُوْهَا فَصَلُّوْا۔ ④

''سورج،چاند کسی بھی انسان کی موت سے نہیں گہناتے،وہ اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں۔جب تم گہن دیکھو تو نماز پڑھا کرو۔''

انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

قَدْ كَانَ مَلَأَ مَهْدَهُ، وَلَوْ بَقِيَ لَكَانَ نَبِيًّا وَ لٰكِنْ لَّمْ يَكُنْ يَبْقٰى لِأَنَّ نَبِيَّكُمْ آخِرُ الْأَنْبِيَاءِ ﷺ

ابراہیم سے پنگھوڑا بھرا بھرا نظر آتا تھا اگر وہ زندہ رہتا تو نبی ہوتا مگر زندہ کیسے رہتا،ہمارے نبی محمد رسول اللہ ﷺ تو آخری نبی ہیں۔ ⑤

ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کے الفاظ ہیں:

مَاتَ وَ هُوَ صَغِيْرٌ وَلَوْ قُدِّرَ أَنْ يَّكُوْنَ بَعْدَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَبِيٌّ لَعَاشَ وَ لٰكِنَّهُ، لَا نَبِيَّ بَعْدَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ ⑥

''وہ بچپن ہی میں مر گیا،اگر بتقدیر الٰہی میں یہ ہوتا کہ محمد ﷺ کے بعد بھی کوئی نبی ہو تو وہ زندہ ضرور رہتا لیکن حضور ﷺ کے بعد تو کوئی بھی نبی نہیں۔''

---

① ابن أبي شيبة: 393/3، مشكل الآثار للطحاوي: 293/4، ابن سعد: 88/1، اسد الغابة: 153/1 ② بخاری: 1303، مستدرک حاکم: 6825، ابن ماجہ: 1589
③ بخاری: 1043، 1060، مسلم: 915 ④ بخاری: 1043، 1060، مسلم: 915 ⑤ سنن ابن ماجہ: 1511 ⑥ سنن ابن ماجہ: 1510

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی والدہ ماریہ خاتون ہیں جو قبطی نسل سے ہیں جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہم عصر شاہ مصر نے ہاجرہ خاتون کو پیش کیا تھا۔ اسی طرح نبی ﷺ کے ہم عصر شاہ مصر نے ماریہ کو خدمت نبوی ﷺ میں بھیجا۔ اس مثال میں فرق ہے تو اس قدر کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ہم عہد بت پرست و جبار تھا اور نبی ﷺ کا ہم عصر ایک پابند مذہب عیسائی باشندگان مصر بھی ان دنوں میں عیسائیت کی تحقیقات میں بہت منہمک تھے۔ اس واقعہ سے وہ پیشین گوئی پوری ہوئی جو داؤد علیہ السلام کی معرفت دی گئی تھی۔ ''بادشاہوں کی بیٹیاں تیری عزت والیوں میں ہیں بلکہ اوفیر کی سونے سے آراستہ ہو کے تیرے داہنے ہاتھ کھڑی ہے۔'' [1] زبور 945 نیز یہ بشارت پوری ہوئی۔ ''ترسیس [2] اور جزیروں کے سلاطین نذریں لائیں گے اور سبا اور سیبا کے بادشاہ ہدیے گزاریں گے۔'' زبور 72-10۔

یہ یاد رکھنا چاہیے کہ واقدی رحمہ اللہ اور ابن سعد رحمہ اللہ نے ولادت ابراہیم 8ھ اور وفات 10 ربیع الاول 10ھ تحریر کی ہے، اس پر ان کا اتفاق بھی ہے کہ یوم وفات کو سورج گرہن تھا۔

ان روایات میں ولادت کا ماہ و سال اور علیٰ ہٰذا وفات کی تاریخ اور مہینہ سب غلط ہیں۔ صحیح صرف اسقدر ہے کہ 10ھ میں وفات پائی اور اس روز کسوف شمس تھا۔ مواہب لدنیہ میں 10ھ کے ساتھ تاریخ 28 یا 29 غالباً بتائی ہے مگر مہینہ کا تعین غلط کیا گیا۔ نبی ﷺ نے کسوف کو ایۃ من ایات اللہ فرمایا ہے۔ پس مؤرخ کے لیے بھی یہ واقعہ ازبرائے تصحیح تاریخ ایک آیت ہے۔ حساب لگایا گیا تو 10ھ کا سورج گرہن 29 شوال بروز دوشنبہ مطابق 30/27 جنوری 632ء ثابت ہوا ہے۔ انڈین کرونالج اور انڈین آئے ر انکشم اور انڈین کیلنڈر رابرٹ سیول نے بھی یہی تاریخ اس گرہن کی تسلیم کی ہے۔ ہندوستان میں اس روز 28 شوال تھی۔ عرب کے حساب سے 29 ہوسکتی ہے۔ اسی کو محمود پاشا فلکی نے اپنے رسالہ نتائج الافہام مطبوعہ مصر 1305ھ کے ص 10 پر اختیار کیا ہے۔

اب کہ تاریخ وفات 29 شوال 10ھ محقق ہوگئی تو امام بخاری کی روایت عن عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور مسند امام احمد کی روایت عن جابر پر بھی غور کر لینا چاہیے۔ صحیح بخاری میں عمر 17 یا 18 ماہ اور مسند میں پورے 18 ماہ بیان کی گئی ہے۔ پس ان روایات صحیحہ سے زمانہ ولادت متعین کر لینا چاہیے۔ 18 ماہ پہلے شہور کو شمار کر جاؤ۔ جمادی الاول 9ھ آئے گی۔ یہی مہینہ ولادت سیدابراہیم علیہ السلام کا ہوا اس تحقیقات سے دیگر سب مختلف روایتوں کا ضعف نمایاں ہو جاتا ہے جو سیدنا ابراہیم کی عمر اور تاریخ وفات کے متعلق ہیں۔

صحیح مسلم کی حدیث عن انس رضی اللہ عنہ میں ہے کہ سورہ کوثر کا نزول ان کے سامنے ہوا تھا۔ [3] اس حدیث کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ کہا جاسکتا ہے کہ سورہ کوثر کا نزول مکرر مدینہ طیبہ میں بھی ہوا اور اس کا وقت غالباً وفات سیدنا ابراہیم کا زمانہ ہی ہوسکتا ہے۔

ابراہیم علیہ السلام کی وفات پر منصب نبوۃ کی شان بھی دیکھو۔ سانس چھوڑتے وقت بچہ کو گود میں اٹھایا تو لَا نُغْنِيْ عَنْكَ شَيْئًا (اے ابراہیم ہم تیرے کچھ کام بھی نہیں آسکتے) کی کیسی زبردست تعلیم توحید دی ہے۔

موت پر صبر کے لیے کیسے عجیب دلائل، امر صدق، وعدہ حق اور الحاق آخر یا ول ظاہر فرمائی ہیں پھر دلی رنج اور رضائے الٰہی کا

---

[1] داہنے ہاتھ کے الفاظ پر غور کرنا چاہیے۔ یہ ''ملک یمین کا ترجمہ ہے'' سب مورخین ماریہ خاتون کو ملک یمین بتاتے ہیں۔ پیشین گوئی بالا میں پہلے سے بتایا گیا ہے کہ وہ شہزادی ہوں گی اور ان کا آنا ملک یمین کی شان میں ہوگا۔

[2] ترسیس صوبہ حلب کے قدیم شہر کا نام ہے۔ سبا سے ملک یمین کی آبادیاں اور سیبا سے ملک مصر کی آبادیاں مراد ہیں۔ غور کرو کہ ان سب کا اجتماع نبی ﷺ ہی پر ہوتا ہے۔ [3] لفظ کوثر پر خیال کرو۔ وفات عبداللہ اور وفات ابراہیم کے درمیان زمانہ کو بھی دیکھو اور اندازہ کرو کہ اس زمانہ میں اسلام کو کس قدر وسعت ترقی، عروج اور اشاعت ہوئی یہ بھی غور کرو زمانہ مابعد میں بھی اس کا ظہور کیسا اتم واکمل ہوا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ عالم آخرت میں اس کی تکمیل اور بھی زیادہ ہوگی۔

ذکر فرما کر انسان کی کمزوری اور ایمان کی طاقت وقوت کا بیان فرمایا ہے۔

ذرا غور کرو کہ اصلاح عقیدہ مرحوم کا فرض کس قدر جلد غم فرزند پر غالب آ جاتا ہے اور نبی ﷺ کیسی سرعت وآمادگی سے وعظ ونصیحت میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ جب عام طور پر ایسی سوانح ومصائب میں لوگ اپنے آپ کو غم زدہ تصور کر کے بصورت ماتم بیٹھ جایا کرتے ہیں۔(وَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ)

اس بیان کے خاتمہ پر ہم ایک جدول بھی شامل کرتے ہیں، جس سے 23 سالہ کسوف شمس کی تاریخیں معلوم ہو سکیں گی اور قارئین پر واضح ہو جائے گا کہ عہد نبوت ﷺ میں کس کس تاریخ کو کسوف واقع ہوا۔ اس جدول سے علماء کو ان احادیث کے سمجھنے میں بھی مدد ملے گی۔ جس میں صلوۃ کسوف کی مختلف ومتعدد ہیئت بیان کی گئی ہیں۔

جدول ۞ کسوف شمس بست وسہ سالہ عہد نبوت محمدیہ ﷺ

نمبر شمار	تاریخ	ماہ	سنہ عیسوی	تاریخ	ماہ	سنہ اسلامی
1	9	4	609	28	4	40 میلاد نبوی ﷺ
2	23	7	613	29	9	44 میلاد نبوی ﷺ
3	21	5	616	28	8	47 میلاد نبوی ﷺ
4	14	11	616	28	2	48 میلاد نبوی ﷺ
5	4	11	617	28	2	49 میلاد نبوی ﷺ
6	31	3	618	28	7	49 میلاد نبوی ﷺ
7	24	10	618	28	2	50 میلاد نبوی ﷺ
8	9	3	620	28	7	51 میلاد نبوی ﷺ
9	2	9	620	28	1	52 میلاد نبوی ﷺ
10	27	12	623	28	6	2/ہجری
11	15	12	624	28	6	3ھ
12	26	10	626	29	5	5ھ
13	21	4	627	28	11	5ھ

۞ یہ جدول برادر بجان برابر قاضی عبدالرحمٰن سلمہ المنان نے تیار کیا ہے۔ نقشہ جات دا اوقات عظیمہ (ابتدائے سنین وشہور جو آخر کتاب میں ہیں کی تصحیح بھی انھوں نے کی ہے۔ جزاہ اللہ فی الدارین خیرا۔ برادر موصوف قریباً 25 سال سے ہر سال نقشہ افطار وصوم واختتام سحری مرتب کر کے چھپوا کر مفت تقسیم کیا کرتے ہیں اور ہندوستان کے مشہور بلاد کے اوقات اس میں درج کرتے ہیں۔ یہ نقشہ سب سے زیادہ صحیح ہوتا ہے۔

نمبر شمار	تاریخ	ماہ	سنہ عیسوی	تاریخ	ماہ	سنہ اسلامی
14	15	10	627	28	5	6ھ
15	9	4	628	28	11	6ھ
16	3	10	628	28	5	7ھ
17	13	8	630	28	4	9ھ
18	7	2	631	29	10	9ھ
19	27	1	632	28 [1]	10	10ھ یوم وفات ابراہیم

بنات النبی ﷺ

نبی ﷺ کی بیٹیاں چار (4) ہیں۔ چاروں خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بطن طاہرہ سے ہیں [2] اور سب کی ولادت مکہ معظمہ میں ہوئی۔

1. سیدہ زینب رضی اللہ عنہا: جو قاسم سے چھوٹی اور دیگر اولاد النبی ﷺ سے بڑی ہیں۔
2. سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا جو زینب رضی اللہ عنہا سے چھوٹی ہیں۔
3. سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا: جو رقیہ رضی اللہ عنہا سے چھوٹی ہیں۔
4. سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا جو ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے چھوٹی ہیں۔

یہ امر قرآن مجید ہی سے ثابت ہے کہ نبی ﷺ کی بیٹیاں 3 یا تین سے زیادہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن فرماتا ہے:

﴿ يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَ بَنٰتِكَ وَ نِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ [33:الاحزاب:59]

آیت بالا نے عہد نبوی ﷺ کی مومنات کو تین (3) اقسام پر منقسم فرمایا: ① ازواج النبی ﷺ ② بنات النبی ﷺ ③ نساء المومنین۔ یہ مسلمہ ہے کہ لفظ بنات جمع بنت کی ہے اور عربی زبان میں صیغہ جمع دو سے اوپر کے لیے ہے۔

اب یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے اسی سورہ احزاب میں پھر یہ بھی فرمایا ہے:

﴿ اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ ﴾ [33:الاحزاب:5]

''ان کو ان کے باپوں کی نسبت سے پکارا کرو۔ یہی بات اللہ کے نزدیک سچ اور انصاف کی ہے۔''

یہ حکم ایسے اشخاص کے متعلق ہے جن کو لوگ ان کے اصلی باپوں کے سوا کسی دیگر تربیت کنندہ کی ابنیت کی نسبت دے کر بلایا کرتے تھے۔

---

[1] 28 شوال 10ھ کے بعد کوئی کسوف حیات نبوی ﷺ واقع نہیں ہوا۔

[2] اصول کافی ص 278 چھاپ نول کشور الشیخ ابی جعفر محمد بن یعقوب الکلینی الرازی المتوفی شعبان 329ھ

درحقیقت یہ امر سچ اور انصاف سے بعید ہوتا ہے کہ اللہ عزوجل نے خود ہی تو احزاب آیت (5) میں یہ حکم دیا کہ ہر ایک کو اس کے اصلی باپ کے نام سے بلایا کرو اور پھر خود اللہ تعالیٰ ہی جو اصدق الصادقین ہے، اسی سورۂ قرآنی کے آٹھویں رکوع میں ایسی لڑکیوں کو نبی ﷺ کی بیٹیاں بتاتا ہے جو دراصل حضور ﷺ کے خون سے نہ ہوتیں، حالانکہ قرآن مجید کے کلام الٰہی ہونے کی دلیل و برہان یہ بیان فرمائی گئی ہے کہ اس میں اختلاف نہیں پایا جاتا۔

اس کلام محکم پر یہ قیاس نہیں چل سکتا کہ شاید بیویوں کی بیٹیوں کو مجازاً بنات کہہ دیا گیا ہو کیوں کہ حقیقت کے سامنے مجاز کی کیا وقعت ہے اور منطوق الٰہی کے سامنے قیاس انسانی کی کیا منزلت۔؟

مع ہذا عربی زبان ایسی وسیع ہے کہ بیویوں کی بیٹیوں کے لیے الگ لغت موجود ہے۔ خود قرآن پاک نے ایسی لڑکیوں کے لیے لفظ ربائب استعمال کیا ہے لفظ بنات نہیں۔ [1] الغرض کلام اللہ کے لفظ بَنَاتِكَ نے علمائے نسب کی تحقیقات کی تصدیق فرما دی ہے۔

اب ہم ہر ایک بنت النبی ﷺ کا جداگانہ ذکر کرتے ہیں۔

[1] سیدہ زینب رضی اللہ عنہا

جب سیدہ زینب رضی اللہ عنہا پیدا ہوئیں تو اس وقت نبی ﷺ کی عمر مبارک 30 سال کی تھی۔ ان کا نکاح مکہ ہی میں ابوالعاص بن ربیع بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی سے ہوا تھا۔ ابوالعاص کی والدہ ہالہ بنت خویلد حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی سگی بہن ہیں۔ یہ نکاح خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے سامنے ہوا تھا۔

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا اپنی والدہ کے ساتھ ہی داخل اسلام ہو گئی تھیں، مگر ابوالعاص کا اسلام تاخیر میں رہا۔ جنگ بدر میں ابوالعاص قریش کی جانب تھے۔ ان کو عبداللہ بن جبیر بن نعمان انصاری نے اسیر کیا تھا۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے ان کے فدیہ میں اپنا وہ ہار بھیجا تھا جو خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے اپنی بیٹی کو جہیز میں دیا تھا۔

ابتدائے اسلام نبوت میں کافران مکہ نے ابوالعاص کو بہت اکسایا کہ وہ زینب رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دے، مگر اس نے ہمیشہ انکار ہی کیا۔ ایک موقع پر نبی ﷺ نے ابوالعاص کے اس فعل کی توصیف شکر گزاری کے ساتھ فرمائی تھی۔

ابوالعاص نے اسیری بدر سے رہائی پاتے وقت نبی ﷺ سے وعدہ کر لیا تھا کہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو ہجرت کی اجازت دے گا۔ چنانچہ سیدہ اپنے والد مکرم کی خدمت اقدس میں پہنچ گئیں۔ سفر ہجرت میں سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی مزاحمت ہبار بن الاسود نے نیزہ تان کر کی تھی۔ اس صدمہ سے ان کا حمل ساقط ہو گیا تھا۔ نبی ﷺ نے ان کی منقبت میں فرمایا ہے: [2]

---

[1] نبی ﷺ کے ربائب میں ام المومنین ام سلمہ کی لڑکیاں درہ، زینب، ام کلثوم اور ام المومنین ام حبیبہ کی دختر حبیبہ ہیں۔ دیگر ازواج النبی ﷺ میں سے کسی کے پہلے شوہر سے کوئی لڑکی نہ تھی۔ اب یہ بھی یاد رکھو کہ ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح نبی ﷺ سے 4ھ میں ہوا ہے اور ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا نکاح 6 ہجری میں۔ اس لیے مندرجہ بالا لڑکیوں کو ربائب النبی ﷺ ہونے کا درجہ 4ھ سے پیشتر حاصل نہ تھا اور سیدہ زینب بنت النبی ﷺ کا مذکور جنگ بدر کے (جو 2ھ میں ہوئی) فدیہ اسیران میں آتا ہے کہ انھوں نے اپنی والدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا ہار اپنے شوہر کی رہائی کے لیے بھیجا تھا اور ام کلثوم و رقیہ بنات النبی ﷺ کا ذکر واقعات قبل از ہجرت میں ابولہب کے خاسرانہ افعال میں آتا ہے پھر ہر سہ بنات النبی ﷺ کا انتقال حیات نبوی ہوا، مگر مذکورہ بالا ربائب ارتحال نبوی کے بعد دیر تک اپنے اپنے گھروں میں آباد تھیں جس کی تفصیل ان کے حالات میں ملتی ہے۔

[2] مشکل الآثار: 1/ 45، البدایہ والنہایہ 3/ 331، التاریخ الکبیر للبخاری: 1/ 8، تاریخ دمشق: 1/ 297

هِيَ أَفْضَلُ بَنَاتِي أُصِيبَتْ فِيَّ یہ میری بیٹیوں میں افضل ہے۔ میرے لیے اسے مصیبت پہنچی۔

ابوالعاص کو سیدہ زینب رضی اللہ عنہا سے بہت محبت تھی، ان کی مدح میں ابوالعاص کے دو شعر ہیں:

ذَكَرْتُ زَيْنَبَ لَمَّا رَكِبْتُ ارما   فَقُلْتُ سُقْيًا لِشَخْصٍ يَسْكُنَ الْحَرَمَا

بِنْتُ الْأَمِيْنِ جَزَاهَا اللّٰهُ صَالِحَةً   وَ كُلّ بَعْل سَيُثْنِيْ بِالَّذِيْ عَلِمَا

"مجھے زینب یاد آئی تو میں نے کہا کہ حرم کا ہر ایک باشندہ سرسبز شاداب رہے۔ زینب تو امین کی بیٹی صالحہ ہے اور ہر ایک شوہر اپنی ایسی بیوی کی تعریف ہی کرے گا۔ جیسے اوصاف کہ مجھے اس سے معلوم ہیں۔"

ابوالعاص 6ھ میں تجارت کے لیے شام گئے تھے، اس وقت قبیلہ قریش مسلمانوں کا فریق جنگ تھا۔ اس لیے ابوبصیر و ابوجندل کے ہمراہی مسلمانوں نے جو اسلام لانے کے جرم میں قریش کی قید میں رہ چکے تھے اور اب سرحد شام پر ایک پہاڑ پر جا گزیں تھے۔ [1] اس قافلہ کا تمام سامان ضبط کر لیا مگر ابوالعاص کو گرفتار نہ کیا۔ ابوالعاص وہاں سے سیدھا مدینہ پہنچا، نماز صبح کے وقت مسجد میں سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی یہ آواز مسلمانوں کے کان میں پڑی۔

إِنِّيْ قَدْ أَجَرْتُ أَبَا الْعَاصِ بْنِ الرَّبِيْعِ میں ابوالعاص بن ربیع کو پناہ دیتی ہوں۔

یہ آواز اس وقت سنی گئی جب مسلمان نماز میں داخل ہو چکے تھے۔ نماز سے فارغ ہوئے تو نبی ﷺ نے فرمایا گویا تم نے بھی کچھ سنا جو میں نے سنا ہے۔ سب نے عرض کی۔ ہاں۔ فرمایا:

أَمَا وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ مَا عَلِمْتُ بِشَيْءٍ كَانَ حَتّٰى سَمِعْتُ مِنْهُ مَا سَمِعْتُمْ إِنَّهٗ، يُجِيْرُ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ أَدْنَاهُمْ۔

اللہ کی قسم! مجھے اس سے پہلے کچھ بھی علم نہ تھا۔ بس میں نے یہ آواز تمھارے ساتھ ہی سنی ہے۔ اور پناہ دینے کا حق تو ہر ادنیٰ مسلمان کو بھی حاصل ہے۔

پھر نبی ﷺ گھر میں بیٹی کے پاس گئے اور اسے فرمایا:

أَيْ بُنَيَّةُ أَكْرِمِيْ مَثْوَاهُ وَ لَا يَخْلِصَنَّ إِلَيْكِ فَإِنَّكِ لَا تَحِلِّيْنَ لَهٗ،

"بیٹی! ابوالعاص کو عزت سے ٹھہراؤ، خود اس سے الگ رہو تو اس کے لیے حلال نہیں۔"

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے عرض کیا وہ تو مال قافلہ واپس لینے کو آیا ہے۔ تب نبی ﷺ نے لوگوں میں یہ تقریر فرمائی:

إِنَّ هٰذَا الرَّجُلَ مِنَّا بِحَيْثُ عَلِمْتُمْ وَ قَدْ أَصَبْتُمْ لَهٗ، مَالًا وَهُوَ مِمَّا أَفَاءَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ عَلَيْكُمْ وَ أَنَا أُحِبُّ أَنْ تُحْسِنُوْا وَتَرُدُّوْا إِلَيْهِ مَالَهُ الَّذِيْ لَهٗ، وَ إِنْ أَبَيْتُمْ فَأَنْتُمْ أَحَقُّ بِهٖ۔ [2]

"اس شخص کا جو تعلق ہم سے ہے وہ تم جانتے ہی ہو۔ تم کو اس کا مال ہاتھ لگ گیا ہے تو یہ داد الٰہی ہے۔ مگر میں پسند کرتا ہوں

---

[1] ابوبصیر قریشی تھے۔ اسلام لائے، قریش نے نبی ﷺ سے زیر معاہدہ حدیبیہ ان کی واپسی کا مطالبہ کیا۔ نبی ﷺ نے ان کو حوالہ کر دیا۔ یہ راہ میں سے بھاگ گئے اور ابوجندل کے پاس جا ٹھہرے۔ جب ابوجندل کے پاس نبی ﷺ کا فرمان بابت واپسی سامان ابوالعاص پہنچا تب یہ (ابوبصیر) بستر مرگ پر تھے۔ نامہ نبوی ﷺ ہاتھ میں لیا۔ اسے دیکھتے دیکھتے آنکھیں بند کر گئے۔ اس پہاڑی پر مدفون ہوئے۔ ابوجندل کا حال رحمۃ للعالمین جلد اول میں ملاحظہ کرو۔ عہد فاروقی میں غازیان اسلام میں شامل تھے۔ [2] مستدرک حاکم 5038، دلائل النبوۃ 4/84، المغازی للواقدی: 2/562

کہ تم اس پر احسان کرو اور مال واپس کر دو، لیکن اگر تم اس سے انکار کرو گے تو میں سمجھتا ہوں کہ تم زیادہ حق دار ہو۔''

لوگوں نے سارا مال حتیٰ کہ اونٹ کی نکیل کی رسی بھی واپس کر دی۔ ابو العاص سارا مال لے کر مکہ پہنچا اور ہر ایک شخص کی ذرا ذرا سی چیز ادا کر دی۔ پھر دریافت کیا کہ کسی شخص کا کچھ اور رہ گیا ہو تو بتا دے۔ سب نے کہا اللہ تجھے جزائے خیر دے، تم تو وفی کریم نکلے۔ تب ابو العاص ؓ نے کلمہ شہادت پڑھا اور فرمایا کہ اب تک مجھے یہی خیال اسلام سے روکتا رہا کہ کوئی شخص مجھے مال مار لینے کا الزام نہ دے۔ اب میری ذمہ داری نہ رہی لو میں اب خلعت اسلام سے ملبس و مزین ہوتا ہوں اور مدینہ کو روانہ ہوتا ہوں۔ وہ مدینہ پہنچے تو نبی ﷺ نے چھ (6) سال کی مفارقت کے بعد نکاح اول پر ہی سیدہ زینب ؓ کو ابو العاص ؓ کے گھر رخصت کر دیا۔ سیدہ زینب ؓ کا انتقال 8 ھ میں مدینہ منورہ میں ہوا۔ ان کے غسل میت کی کیفیت مشہور شیر دل صحابیہ ام سلیط ؓ نے بیان کی ہے۔ [1] یہ روایت صحیحین میں موجود ہے۔

ابو العاص ؓ نے بماہ ذی الحجہ 12 ھ وفات پائی۔ ان کا لقب جرو البطحا تھا۔

سیدہ زینب ؓ کے بطن سے ایک فرزند علی اور ایک دختر امامہ نام پیدا ہوئی تھی۔

سیدہ امامہ ؓ نبی ﷺ کی وہ پیاری نواسی ہیں جن کو گود میں لے کر نبی ﷺ نے نماز پڑھی تھی۔ یہ حدیث صحیح مسلم و نسائی و ابو داود میں ہے۔ نبی ﷺ نے ایک بار ان کو اَحَبُّ اَهْلِيْ اِلَيَّ (اہل بیت میں میری سب سے پیاری) فرمایا:

علی ؓ سبط الرسول کو ابو العاص ؓ نے رضاعت کے لیے ایک قبیلہ میں چھوڑ رکھا تھا۔ نبی ﷺ نے ان کو ایام رضاعت کے بعد مدینہ منگوا لیا اور ان کی پرورش اپنی تربیت میں فرمائی۔ فتح مکہ کے دن یہی علی سبط الرسول نبی ﷺ کے ناقہ پر حضور ﷺ کے ردیف تھے۔ ہنوز عنفوان بلوغ تھا کہ رفعت بخش علیین ہوئے۔ [2]

صحیح بخاری کی حدیث عن اسامہ بن زید ؓ میں ہے۔ ہم نبی ﷺ کی خدمت میں تھے کہ حضور ﷺ کی ایک لڑکی کا خادم آیا کہ وہ حضور ﷺ کو بلا رہی ہے اور ان کا فرزند بستر موت پر ہے۔ فرمایا جاؤ لڑکی سے کہہ دو:

اِنَّ لِلّٰهِ مَا اَخَذَ وَلَهٗ مَا اَعْطٰى وَ كُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهٗ بِاَجَلٍ مُّسَمًّى۔

اللہ ہی کا ہے جو کچھ وہ واپس لیتا ہے یا عطا کرتا ہے اور اس کے ہاں ہر چیز کا وقت مقرر ہے۔

لڑکی سے یہ بھی کہہ دینا کہ صبر و شکیب قائم رکھے۔ خادم پھر واپس آیا، کہا وہ حضور ﷺ کو قسم دیتی ہیں کہ حضور ﷺ ضرور تشریف لائیں۔ نبی ﷺ چل پڑے۔ حضور ﷺ کے ساتھ سعد بن عبادہ ؓ اور معاذ بن جبل ؓ بھی تھے۔ حضور ﷺ کو بچہ دکھایا گیا وہ اس وقت سانس توڑ رہا تھا اور سسکیاں بھر رہا تھا! [3]

غالباً یہ حدیث علی سبط الرسول ﷺ ہی کی وفات کے متعلق ہے۔ [4]

سیدہ فاطمہ بتول ؓ نے علی مرتضیٰ ؓ کو وصیت فرمائی تھی کہ امامہ کو اپنے نکاح میں لے لیں۔ اس وصیت پر عمل کیا گیا۔ پھر جب مولیٰ علی ؓ مجروح ہوئے تو آپ نے امامہ کو وصیت فرمائی کہ وہ نکاح کرنا چاہیں تو مغیرہ بن نوفل سے جو حارث عم النبی ﷺ کے پوتے تھے کر لیں۔ وصیت پر عمل کیا گیا اور امیر المومنین ؓ حسن کی اجازت سے نکاح ثانی پڑھا گیا۔ مغیرہ کے ہاں سیدہ امامہ کے بطن

---

[1] بخاری و مسلم کی روایات میں ''ام سلیط'' کی بجائے ''ام عطیہ'' کا نام مروی ہے دیکھئے بخاری:1250تا1252، مسلم:2168، 2176 [2] ماخذ الاستیعاب ہے۔
[3] بخاری:1284، 3125، ابن ماجہ:1588، ابن حبان:461، مسند امام احمد:5/204 [4] حضرت زینب ؓ کی وفات 8ہجری میں ہوئی۔

سے ایک فرزند پیدا ہوا۔ یحییٰ نام تھا، یہ نسل دنیا سے ناپید ہو چکی ہے۔

سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا

نبی ﷺ کی دوسری بیٹی ہیں جو حضور ﷺ کی 33 سال کی عمر میں پیدا ہوئیں۔ ان کا نکاح مکہ ہی میں حضرت عثمان بن عفان ؓ [1]

---

[1] حضرت عثمان ؓ کا نسب نامہ یہ ہے۔ عثمان بن عفان بن ابی العاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی۔ دیکھو نسب نامہ نبوی ﷺ سلسلہ نمبر 5 ان کی نانی ام حکیم بیضاء ہیں، جو نبی ﷺ کی پھوپھی ہیں۔ یہ ان دس (10) میں سے ہیں جن کو نبی ﷺ نے بشارت جنت نام بنام دی۔ نیز ان چھ (6) میں سے ہیں جن کو عمر فاروق ؓ نے اپنی وصیت میں شایان خلافت بتایا تھا۔ صلح حدیبیہ کے وقت بیعت رضوان (جس کا مہتم بالشان ذکر قرآن مجید میں ہے) کا وقوع اس لیے ہوا کہ نبی ﷺ کو اطلاع ملی کہ قریش نے حضور ﷺ کے سفیر عثمان ؓ کے ساتھ بدسلوکی کی ہے۔ اس بیعت میں نبی ﷺ نے اپنے ہاتھ کو عثمان ؓ کا ہاتھ بتا کر ان کی طرف سے بیعت قبول فرمائی تھی۔ اس نظارہ کو دیکھ کر بے اختیار ایک صحابی بول اٹھا تھا، عثمان ؓ کے لیے نبی کا ہاتھ اس کے ہاتھ سے بہتر ہے۔ حضرت عثمان ؓ نہایت فیاض تھے اور جہاد بالمال میں سے سب صحابہ سے پیش پیش رہتے تھے۔ مدینہ میں بیئر رومہ کا نصف بارہ ہزار (12000) میں پھر باقی اٹھارہ ہزار (18000) میں لے کر مسلمانوں کے لیے آب شیریں کا چاہ وقف کیا تھا۔ غزوہ تبوک میں ایک ہزار (1000) شتر اور ستر (70) گھوڑے مع ساز و سامان دیے تھے۔ نقد چندہ اس کے علاوہ تھا۔ غزوہ خیبر میں دو کیمپ افسر تھے۔ لشکر غطفان کو یہود سے علیحدہ رکھنے اور شامل نہ ہونے دینے کی ذمہ داری ان پر تھی۔ حضرت عثمان شنبہ یکم محرم 24ھ کو خلیفہ امیر المؤمنین ہوئے اور 17 ذی الحجہ جمعہ 35ھ کو اپنے ہی گھر میں دارالہجرۃ مدینہ طیبہ کے اندر بھوکے پیاسے شہید ہوئے۔ اس وقت 78 سال کی عمر تھی۔ جب ان کی خبر شہادت علی مرتضیٰ ؓ کو مسجد نبوی میں پہنچی تو انھوں نے فرمایا: تبا لکم اخر الدھر (اب تم پر ہمیشہ تباہی ہی آئے گی) علی مرتضیٰ ؓ ہی کا ارشاد ہے: مَنْ تَبَرَّأَ مِنْ دِيْنِ عُثْمَانَ فَقَدْ تَبَرَّأَ مِنَ الْإِيْمَانِ (جو کوئی عثمان ؓ کے دین سے بیزار ہے وہ ایمان ہی سے بیزار ہے۔ الاستیعاب)

حضرت عثمان ؓ کو مصر وغیرہ کے نومسلم قبائل نے شہید کیا تھا اس قوم باغی نے حضرت علی ؓ کو مجبور کیا کہ وہ باغیوں کے مطالبات حضرت عثمان ؓ تک پہنچائیں۔ اس وقت حضرت علی ؓ نے جو تقریر فرمائی اس کے فقرات یہ ہیں:

وَاللّٰهِ مَا اَدْرِيْ مَا اَقُوْلُ لَكَ مَا اَعْرِفُ شَيْئًا تَجْهَلُهُ وَ لَا اَدُلُّكَ عَلٰى اَمْرٍ لَا تَعْرِفُهُ، اِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا نَعْلَمُ مَا سَبَقْنَاكَ اِلٰى شَيْءٍ فَنُخْبِرُكَ عَنْهُ وَ لَا خَلَوْنَا بِشَيْءٍ فَنُبَلِّغَكَ هُوَ وَ قَدْ رَاَيْتَ كَمَا رَاَيْنَا وَ سَمِعْتَ كَمَا سَمِعْنَا وَ صَحِبْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ كَمَا صَحِبْنَاهُ وَ مَا ابْنُ اَبِيْ قُحَافَةَ وَ لَا ابْنُ الْخَطَّابِ اَوْلٰى بِعَمَلِ الْحَقِّ مِنْكَ وَ اَنْتَ اَقْرَبُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ شِيْجَةَ رَحِمٍ مِنْهُمَا وَقَدْ نِلْتَ مِنْ صِهْرِهٖ مَا لَمْ يَنَالَا

بخدا! میں نہیں جانتا کہ آپ سے کیا کہوں، میں کوئی ایسی بات نہیں جانتا جس کی آپ کو خبر نہ ہو۔ میں کوئی امر ایسا نہیں بتا سکتا جس سے آپ واقف نہ ہوں۔ جتنا علم ہم کو ہے اتنا آپ کو ہے۔ ہم کو آپ پر کسی شے میں سبقت نہیں۔ جس کی خبر آپ کو دے سکیں۔ ہم نے آپ سے علیحدہ کچھ نہیں سیکھا جس کی اب تبلیغ کر سکیں۔ جو کچھ ہم نے دیکھا وہ آپ نے دیکھا۔ جو ہم نے سنا وہ آپ نے سنا۔ آپ رسول اللہ ﷺ کی صحبت میں رہے جیسے ہم رہے اور ابوبکر و عمر ؓ بھی عمل حق میں آپ سے اولیٰ نہ تھے۔ آپ ان دونوں سے بڑھ کر نبی ﷺ سے قرابت داری رکھتے ہیں۔ آپ کو نبی ﷺ کے داماد ہونے کی عزت حاصل ہے جو ان دونوں کو نہ تھی۔ (نہج البلاغۃ ص 135 چاپ دار السلطنت تبریز 1267ھ)

حضرت عبد اللہ بن سلام ؓ صحابی نے جن کو قرآن مجید میں عالم علم الکتاب بتایا گیا ہے۔ فرقہ باغیہ سے فرمایا تھا کہ اگر تم نے عثمان ؓ مظلوم کو شہید کیا تو پھر ہمیشہ کے لیے اسلام میں تلوار چلتی رہے گی۔ اس وقت اس ارشاد کی وقعت نہ کی گئی، لیکن بعد میں جتنے بھی ہولناک واقعات اہل اسلام میں ہوئے وہ اسی گناہ عظیم کی شامت ہیں کہ خلافت عظمیٰ اور حرم نبوی ﷺ اور شہر الحرام کی حرمات کو برباد کیا گیا اور اس لیے آئندہ کسی بڑی سے بڑی شے کی حرمت و عزت بھی بغاوت کرنے والوں کی نظر میں قائم نہ رہ گئی۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ امیر المومنین ؓ کا قاتل شقی رومان ہے جو اسی قبیلہ مراد کا ہے جس قبیلہ سے ابن ملجم شقی قاتل امیر المومنین علی مرتضیٰ ؓ تھا۔

جب عثمان ؓ شہید پر حملہ کیا گیا تو اس وقت وہ قرآن مجید کی تلاوت میں مصروف تھے اور اسی طرح مصروف رہے۔ انکے نیزہ لگایا گیا، خون جو جسم سے نکلا وہ قرآن مجید پر پڑا اور آیت فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ پر خون کے چھینٹے گرے، تاریخ شاہد ہے کہ یہ پیش گوئی کیوں کر پوری ہوئی۔)

امیر المومنین عثمان ؓ مظلوم بلحاظ خلافت بڑے کامیاب خلیفہ تھے۔ آج جو کوئی شخص قرآن مجید پڑھتا ہے اس پر جامع قرآن کا احسان ہے۔ بہ لحاظ فتوحات و ترقی دائرہ اسلام ان کے عہد میں بہت اضافہ ہوا۔

مشرق میں علاقہ جات: خراسان، ماوراء النہر، ترکستان، سندھ اور قابل۔ مغرب میں: سوڈان، سکندریہ، مراکو، تیونس، طرابلس، الغرب فتح ہوئے۔

سب سے پہلے انھوں نے بحری بیڑا بنایا جس سے ہرقل کے بیڑا کو تباہ کیا اور پھر بڑے آباد جزائر فتح کیے۔ قبرص، کریٹ، مالٹا، وغیرہ انہی کے فتح

سے ہوا تھا۔ اس وقت یہ بات مکہ بھر میں مشہور تھی:

اَحْسَنَ زَوْجَیْنِ رَاٰھُمَا اِنْسَانٌ رُقَیَّۃُ وَ زَوْجُھَا عُثْمَانُ (سب سے اچھا جوڑا جو دیکھا گیا ہے وہ رقیہ و عثمان رضی اللہ عنہما ہیں۔)

اس نکاح پر سعدی بنت کرز العبشیہ رضی اللہ عنہا صحابیہ کے یہ اشعار ہیں:

هدى الله عثمان الصفي بقوله ... فارشده والله يهدى الى الحق

فبائع بالراى السديد محمدا ... و كان ابن اروى لا يصدعن الحق

والنكحه المبعوث احدى بناته ... وَكَانَ كَبَدْرٍ مازح الشمس في الافق

فداؤك ياابن الهاشمين مهجتي ... فانت امين الله ارسلت في الخلق

سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا وہ پہلی خاتون ہیں جنھوں نے ہجرت فی سبیل اللہ کی سنت کو اپنے شوہر کا ساتھ دے کر قائم کیا اور ہر ایک ہجرت کرنے والے شاہراہِ ہدایت کا افتتاح ہمیشہ ہمیشہ کے واسطے فرمایا تھا۔ حاکم نے یہ حدیث ان کی منقبت میں روایت کی ہے:

اِنَّهُمَا لَاَوَّلَ مَنْ هَاجَرَ بَعْدَ لُوْطٍ وَّ اِبْرَاهِيْمَ [1]

لوط و ابراہیم علیہما السلام کے بعد یہ پہلا جوڑا ہے جنھوں نے راہ خدا میں ہجرت کی۔

سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کے 2ھ میں چیچک نکلی اور اسی مرض میں انتقال ہوا۔ نبی ﷺ جب جنگ بدر کو تشریف لے جا رہے تھے اس وقت سیدہ صاحب فراش تھیں، نبی ﷺ نے ان کی تیمارداری کے لیے عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو مدینہ طیبہ میں چھوڑا تھا۔ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ جس روز فتح کی بشارت لے کر مدینہ منورہ پہنچے تو اس وقت سیدہ کی تدفین ہو رہی تھی۔ عمر بوقت وفات اکیس (21) برس تھی۔

سیدہ کے بطن سے ایک فرزند عبداللہ تھا۔

عبداللہ سبط رسول ﷺ اپنی والدہ کے بعد دو سال تک زندہ رہے۔ ان کی عمر چھ (6) سال کی تھی کہ ایک مرغ نے ان کی آنکھ کے قریب ٹھونگ ماری، زخم پک گیا، آخر والدہ کی یادگار بھی آغوش مادر میں جا سویا۔

3 سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا

نبی ﷺ کی تیسری دختر ہیں۔ 3ھ میں ان کا نکاح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے ہوا۔ اسی لیے ان کو ذوالنورین کا خطاب ملا، کیوں کہ خمیت پناہی ﷺ کے دو جگر گوشے یکے بعد دیگرے ان کے سکینۂ قلب بنائے گئے۔

ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے نکاح کے وقت نبی ﷺ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو بلا کر فرمایا، یہ جبریل ہیں جو کہہ رہے ہیں کہ خدائے

[illegible] کردہ جزیرے ہیں۔

نبی ﷺ کے شاعر خاص کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے اشعار ان کی شہادت پر یہ ہیں:

يَا قَاتَلَ اللّٰهُ قَوْمًا كَانَ اَمْرُهُمْ ... قَتْلَ الْاِمَامِ الزَّكِيِّ الطَّيِّبِ الرَّدِنِ

مَا قَتَلُوْهُ عَلٰى ذَنْبٍ اَلَمَّ بِهٖ ... اِلَّا الَّذِى نَطَقُوْا زُوْرًا وَّلَمْ يَكُنِ

ہندوستان میں عثمان شہید رضی اللہ عنہ کی نسل کثیر پائی جاتی ہے۔ اور دیگر جملہ اسلامی ممالک میں بھی۔ خواجہ جلال الدین کبیر الاولیاء پانی پتی رحمہ اللہ بیہقی وقت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ شمس العلماء مولوی رحمت اللہ مہاجر رحمہ اللہ (مصنف ازالۃ الاوہام وغیرہ) اور شیخ الہند مولانا محمود الحسن رحمہ اللہ اسی دودمان عالی سے ہیں۔

[1] مستدرک حاکم: 6849

بزرگ کا حکم ہے کہ میں اپنی دوسری بیٹی تجھ سے بیاہ دوں۔ (1)

جن دنوں سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا تھا، انہی دنوں عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی دختر حفصہ رضی اللہ عنہا بھی بیوہ ہوگئی تھیں، عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے اپنی لڑکی کا ذکر کیا۔ انھوں نے انکار سا کر دیا تھا۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے رنج کا اظہار نبی ﷺ سے کیا تو حضور ﷺ نے فرمایا:

اَلَا اَدُلُّ عُثْمَانَ عَلٰی مَنْ ھُوَ خَیْرٌ لَّہٗ مِنْھَا واَدُلُّھَا عَلٰی مَنْ ھُوَ خَیْرٌ لَّھَا مِنْ عُثْمَان۔ (2)

عثمان رضی اللہ عنہ کو حفصہ رضی اللہ عنہا سے بہتر زوجہ ملے گی اور حفصہ رضی اللہ عنہا کو عثمان رضی اللہ عنہ سے بہتر شوہر ملے گا۔

اس ارشاد کے بعد حفصہ بنت فاروق کو ام المومنین رضی اللہ عنہا ہونے کا شرف عطا ہوا اور عثمان غنی کو ذوالنورین کی عزت حاصل ہوئی۔

سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے اولاد نہ ہوئی۔ 9ھ میں ان کا انتقال ہوا۔ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ و فضل بن عباس رضی اللہ عنہ اور اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے مراسم تدفین پورے کیے۔

صحیح بخاری میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی قبر پر بیٹھے ہوئے تھے اور حضور ﷺ کی ہر دو چشمان نورانی میں پانی تھا۔

(4) سیدۃ النساء العالمین فاطمہ رضی اللہ عنہا

خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بطن سے نبی ﷺ کی سب سے چھوٹی بیٹی ہیں، ان کی ولادت غالباً نبی ﷺ کی عمر مبارک کے اکتالیسویں (41) سال میں ہوئی۔ (3)

سیدہ ابھی بچی ہی تھیں کہ نبی ﷺ کعبہ میں نماز پڑھنے گئے، وہاں بہت سے کفار قریش موجود تھے۔ جب حضور ﷺ سجدہ میں گئے تو عقبہ بن ابی معیط نے اونٹ کی اوجھ حضور ﷺ کی پیٹھ پر لا رکھی۔ حضور ﷺ اسی طرح سجدہ میں تھے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں انھوں نے باپ کی پشت سے اوجھ کو گرا دیا اور عقبہ کے لیے بددعا فرمائی۔ (4)

علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ سیدہ کا نکاح واقعہ بدر کے بعد احد سے پہلے ہوا تھا۔

جنگ احد میں سیدہ نے عملاً حصہ لیا۔ مدینہ میں یہ خبر مشہور ہوگئی کہ نبی ﷺ شہید ہوگئے۔ سیدہ میدان جنگ میں پہنچیں اس وقت حضور ﷺ غار سے باہر نکل آئے تھے۔ سیدہ نے باپ کے زخموں کو دھویا اور جب دیکھا کہ خون نہیں تھمتا تو کھجور کی صف کو جلا کر اس کی راکھ زخموں پر رکھی جس کے بعد خون بند ہوگیا۔ (5)

عمران بن حصین سے روایت ہے کہ ایک بار سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بیمار ہوئیں، نبی ﷺ نے دریافت کیا کہ پیاری بیٹی کیا حال

---

(1) مستدرک حاکم: 6860، اسد الغابہ: 7/374، ازالۃ الخفاء: 223 (2) مسند احمد 6/283، اسد الغابہ: 7/67

(3) (الاستیعاب) واضح ہو کہ اصول الکافی میں شیخ محمد کلینی نے ولادت سیدہ 5 نبوت بتائی ہے اور عمر بوقت وفات 18 سال 75 یوم بعد از وفات نبوی ﷺ تھے۔ ولادت امام حسن 2ھ بتائی ہے۔ اندریں صورت عمر سیدہ بوقت ولادت امام حسن صرف دس سال ہوتی ہے اور اگر ولادت امام حسن 3ھ مان لی جائے جیسا کہ اسی کتاب کی دوسری روایت ہے، تب عمر سیدہ 11 سال ہوگی۔ اسی لیے میں نے الاستیعاب کی روایت کو ترجیح دی ہے۔ مدائنی نے ولادت سیدہ 5 سال قبل از نبوت اور عمر بوقت وفات 29 سال تحریر کی ہے۔)

(4) بخاری: 3854 (5) مسلم: 4075

ہے؟ انھوں نے فرمایا مجھے تکلیف ہی ہے اور مزید برآں یہ کہ ہمارے ہاں کھانے کی شے بھی نہیں، نبی ﷺ نے فرمایا:

يٰبُنَيَّةَ اما تَرْضِيْنَ انّكِ سيّدة نِساءِ الْعَالَمِيْنَ قَالَ يَاأَبَتِ فَأَيْنَ مَرْيَمُ بنتِ عَمْرانَ قَالَ تِلْكَ سَيِّدةُ نِسَاءِ عَالَمِهَا وَ انتِ سيدةُ نِسَاءِ عَالَمِكِ اما واللّٰه لَقَدْ زَوَّجتك سيّدا في الدنيا والأخرة۔ [1]

''بیٹی! تم اس پر خوش نہیں ہو کہ تم نساء العالمین کی سیدہ ہو۔ فاطمہ ؓ نے فرمایا: بابا جان! مریم علیہا السلام کدھر گئیں؟ فرمایا: وہ اپنے زمانے کی عورتوں کی سردار ہیں اور تم اپنے زمانے کی عورتوں کی سردار ہو اور تمھارا شوہر دنیا اور آخرت میں سیّد ہے۔''

ابی ثعلبہ الخشنی سے روایت ہے کہ نبی ﷺ جب کسی سفر سے لوٹ کر آتے تو اول مسجد میں تشریف لے جاتے، دو رکعت نفل پڑھ کر پھر سیّدہ فاطمہ ؓ کے گھر تشریف لے جاتے پھر اپنے گھر رونق افروز ہوتے۔ ابن عباس ؓ نے نبی ﷺ سے روایت کی ہے کہ نساء اہل الجنۃ کی سردار مریم علیہا السلام اور پھر فاطمہ ؓ پھر خدیجہ ؓ پھر آسیہ علیہا السلام زن فرعون ہیں۔ [2]

ام المومنین عائشہ ؓ فرماتی ہیں: فاطمہ ؓ سے بڑھ کر کوئی بھی رسول اللہ ﷺ کا مشابہ بات چیت میں نہ تھا۔ وہ جب باپ کے پاس آیا کرتیں تو نبی ﷺ بوسہ دیتے، مرحبا فرمایا کرتے تھے اور جب آنحضرت ﷺ بیٹی سے ملنے جاتے وہ بھی اسی طرح ملا کرتی تھیں۔ [3] ام المومنین عائشہ ؓ ہی سے روایت ہے:

مَا رَأيتُ اَحَدًا كَانَ اَصْدَقَ لَهْجَةً مِنْ فَاطِمَةَ اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ الَّذِيْ وَلَدَهَا رَسُوْلُ اللّٰه ﷺ

میں نے فاطمہ ؓ سے بڑھ کر کسی کو سچ بولنے والا نہ دیکھا۔ ہاں وہی ایسا ہو سکتا ہے جو نبی ﷺ کا جایا ہو۔ [4]

ام المومنین عائشہ ؓ سے جمیع بن عمیر صحابی ؓ نے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ کو سب سے زیادہ پیارا کون تھا؟ عائشہ ؓ نے کہا: فاطمہ ؓ۔ انھوں نے پوچھا مردوں میں سے کون تھا؟ جواب دیا: شوہر فاطمہ ؓ اور یہ بھی بتایا کہ علی ؓ تو بڑے صوام وقوام تھے۔ [5]

اسماء بنت عمیس ؓ کا بیان ہے کہ ایک بار حضرت فاطمہ ؓ نے ان سے کہا کہ عورتوں کا جنازہ جس طرح اب لے جایا جاتا ہے، مجھے تو یہ اچھا معلوم نہیں ہوتا۔ جنازے کے اوپر ایک چادر ڈال دیتے ہیں جس سے اس کا پیکر نظر آتا ہے۔ اسماء نے کہا میں نے حبشہ میں ایک دستور دیکھا ہے، تمھیں دکھاتی ہوں، پھر انھوں نے کھجور کی تازہ شاخیں منگوا کر چارپائی پر لگائیں اور ان پر کپڑا ڈال دیا۔ حضرت فاطمہ ؓ نے فرمایا یہ بہت خوب اور بہت ہی اچھا ہے۔ مرد عورت کے جنازے کی پہچان بھی ہو جاتی ہے۔ جب میں مر جاؤں تب تو اور علی ؓ مجھے غسل دینا اور کسی کو شامل نہ کرنا۔

حضرت سیدہ ؓ کی وفات شب سہ شنبہ (منگل) 3۔ رمضان المبارک 11ھ کو ہوئی۔ ان کی وصیت کے مطابق اسماء بنت عمیس زوجہ ابوبکر صدیق ؓ اور علی مرتضیٰ ؓ نے ان کو غسل دیا۔ [6] حضرت عباس ؓ یا حضرت علی ؓ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ اہل

---

[1] حلیۃ الاولیاء: 42/2 [2] حاکم: 157/3، تحفۃ الاشراف: 1346 ترمذی: 3887 [3] ترمذی: 3881، ابوداؤد: 5217، مستدرک حاکم: 4753
[4] مستدرک حاکم: 4756 [5] ترمذی ﴿ان کان علمته﴾ کے الفاظ سے واضح ہے کہ یہ سوال و جواب بعد از وفات علی مرتضیٰ ؓ ہوئے تھے۔ ام المومنین کو وہ مجبور وہ سائل کو کس طرح حضرت سیدہ اور حضرت علی مرتضیٰ ؓ کے فضائل بتاتی ہیں اور ان کو احبّ النّاس الی رسول ظاہر کرتی ہیں۔ ترمذی: 3883، تحفۃ الاشراف: 16054 [6] الاستیعاب، بیان سلمیٰ خادم رسول غسل سیدہ میں سلمیٰ خادم رسول مولاۃ صفیہ بنت عبدالمطلب بھی شامل تھیں۔

بیت میں سے وہی سب سے پہلے نبی ﷺ سے جاملیں۔

سیدہ کی عمر کے متعلق معلوم ہوتا ہے کہ قدیم سے اختلاف چلا آتا ہے۔ زبیر بن بکار سے روایت ہے کہ ہشام نے دریافت کیا کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی عمر کیا تھی؟ عبداللہ نے کہا تیس (30) سال کلبی نے کہا: پینتیس (35) سال۔ ہشام نے کہا: ابو محمد سنتے ہو کہ کلبی جو تاریخ میں سربرآوردہ ہے کیا کہتا ہے، انھوں نے کہا میری ماں کا حال مجھ سے دریافت کیجیے اور کلبی کی ماں کا حال کلبی سے پوچھ لیجیے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ نبی ﷺ نے اپنی مرض الموت میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا پہلے مجھے بتایا کہ میں اس مرض میں انتقال کر جاؤں گا۔ یہ سن کر میں رو پڑی تھی پھر بتایا کہ میں (فاطمہ رضی اللہ عنہا) حضور ﷺ کو خاندان کے سب اشخاص سے پہلے جا کر ملوں گی، اس پر میں خوش ہو گئی تھی۔ [1]

وفات نبوی پر سیدہ علیہا السلام کے اشعار ہیں:

اِنَّــا فَـقَـدْ نَـاكَ فَـقْـدُ الْاَرْضِ وَابِلَهَـا وَ غَـابَ مُـذْ غِـبْـتَ عَـنَّـا الْوَحْيُ وَالْكُتُبُ

"ہماری محرومی حضور ﷺ سے ایسی ہے جیسے زمین سے طراوت کا جاتے رہنا۔ جب سے آپ ﷺ غائب ہوئے ہمارے پاس سے وحی اور کلام الٰہی کا انقطاع ہو گیا۔"

فَلَيْـتَ قَبْـلَكَ كَـانَ الْمَـوْتُ صَـادَفَـنَـا لَمَّـا نُعِيْـتَ وَ حَـالَـتْ دُوْنَكَ الْكُثُبُ

"کاش! حضور ﷺ کے انتقال سے پیشتر اور اس وقت سے پیشتر جب مٹی نے حضور کو پوشیدہ کر دیا تھا، ہمیں موت آ جاتی اور ہم مر گئے ہوتے۔" [2]

سیدہ فاطمہ علیہا السلام کو اپنی ہمشیروں پر بھی یہ خاص شرف حاصل ہے کہ دنیا میں ہی ان کی ذریت چلی اور ان ہی کی ذریت سے ائمۃ العظام ہوئے، جن کی شان اسلام میں نہایت ارفع و اعلیٰ ہے، علیہم السلام۔

سیدہ کے بطن اطہر سے امام حسن علیہ السلام، امام حسین علیہ السلام سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا، سیدہ زینب رضی اللہ عنہا پیدا ہوئیں۔

امام حسن علیہ السلام اور امام حسین علیہ السلام کے حالات علیحدہ لکھ دیے گئے ہیں۔

سیدہ ام کلثوم بنت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ہوا۔ چالیس ہزار (40000) درہم ان کا مہر تھا۔ ان کے بطن سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاں زید اور رقیہ پیدا ہوئے۔ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کے بعد ان کا نکاح ثانی عون بن جعفر طیار سے ہوا تھا۔

زید بن عمر رضی اللہ عنہ کی وفات اسی روز ہوئی جس روز ان کی والدہ ام کلثوم بنت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تھا۔ بنو عدی کسی بات پر جھگڑ رہے تھے۔ زید رضی اللہ عنہ ان میں صلح کرانے کے لیے نکلے۔ تاریکی شب میں ان کو شناخت نہ کیا گیا ایک شخص کی ضرب ان کے سر پر لگی، چند روز مضروب رہ کر رہ گرائے عالم بقا ہوئے۔ [3]

سیدہ زینب بنت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح عبداللہ بن جعفر طیار سے ہوا تھا۔ میدان کربلا میں اپنے برادر مکرم معظم حسین علیہ السلام کے ہمراہ

---

[1] بخاری 3716 [2] از کتاب حسن الصحابہ [3] اسد الغابہ: 378/7

تھیں۔ گرفتاری کے بعد انھوں نے نہایت صبر و استقامت سے جملہ مصائب کو برداشت کیا اور اہل بیت حسین علیہ السلام کی حضانت فرمائی اور اعداء اشقیا کو خوب خوب جواب دیے۔ ان کے فرزند عدی بن عبداللہ بن جعفر بھی میدان کربلا میں شہید ہوئے۔

سیدہ نساء العالمین کی اولاد میں بعض نے محسن اور رقیہ کے نام بھی بڑھا دیے ہیں اور اکثر نے یہ نام نہیں لکھے۔ جنھوں نے لکھے ہیں وہ بھی مانتے ہیں کہ محسن اور رقیہ ہر دو کا انتقال نہایت صغر سنی میں ہو گیا تھا۔ اس لیے ان کے حالات تاریخ میں نہیں ملتے۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی قبر میں بھی اختلاف ہے۔ [1] بعض نے لکھا ہے کہ وہ اپنے ہی گھر میں مدفون ہوئیں اور جب مسجد نبوی ﷺ کو وسعت دی گئی۔ تب یہ جگہ شامل مسجد نبوی ﷺ ہو گئی تھی۔ اصول الکافی میں شیخ کلینی نے بھی یہی بیان کیا ہے۔

اکثر مؤرخین کا رجحان ہے کہ ان کی قبر مبارک بقیع میں ہے۔ امام حسن، امام زین العابدین اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ عم رسول اللہ ﷺ کی قبور اسی جگہ پہلو بہ پہلو ہیں۔

مسعودی رحمہ اللہ نے مروج الذہب میں تحریر کیا ہے کہ 304ھ میں بقیع میں ایک پتھر ملا تھا، جس پر یہ تحریر تھا:

هٰذَا قَبْرُ فَاطِمَةَ بِنْتِ الرَّسُوْلِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۔ واللہ اعلم ۔

مرویات

[1] نسائی میں ثوبان رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث روایت کی ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایک بار نبی ﷺ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر گئے، وہ سونے کا ہار اپنے گلے سے اتار کر ہند بنت ہبیرہ کو دکھا رہی تھیں اور کہہ رہی تھیں کہ علی رضی اللہ عنہ نے لا کر دیا ہے، نبی ﷺ نے یہ ہار بیٹی کے ہاتھ میں دیکھا اور واپس چلے آئے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سمجھ گئیں۔ انھوں نے ہار فروخت کر دیا اور ایک غلام خریدا اور اسے راہ حق میں آزاد کر دیا۔ نبی ﷺ کو اطلاع ہوئی تو خوش ہوئے اور الحمدللہ فرمایا۔

[2] فاطمہ بنت الحسین رحمہا اللہ نے اپنی جدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ مسجد میں داخل ہوتے وقت درود شریف پڑھ کر رَبِّ اغْفِرْلِيْ ذُنُوْبِيْ وَافْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ پڑھنا چاہیے۔ اور خروج مسجد کے وقت درود شریف کے بعد یہی دعا پڑھنی چاہیے رَحْمَتِكَ کی جگہ فَضْلِكَ بدل لینا چاہیے۔ اسے ترمذی نے روایت کیا ہے۔ روایت میں ارسال ہے کیوں کہ فاطمہ بنت الحسین نے اپنی جدہ کو نہیں دیکھا۔ [2]

[3] ایک نہایت صحیح حدیث جسے نسائی کے سوا باقی جملہ صحاح میں روایت کیا گیا ہے، یہ ہے کہ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ایک روز ابن عبدالواحد سے فرمایا، میں تجھ سے فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت الرسول ﷺ کی ایک بات کہوں جو سارے کنبہ میں بھی نبی ﷺ کو بہت پیاری تھیں۔ ابن الواحد نے کہا: ہاں۔

علی رضی اللہ عنہ نے کہا: فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اتنی چکی پیسی کہ ہاتھوں میں نشان پڑ گئے، پانی کے لیے مشک اٹھائی کہ گردن پر نشان پڑ گیا۔ گھر میں جھاڑو دی کہ سب کپڑے میلے ہو گئے۔ انھیں ایام میں نبی ﷺ کے پاس کچھ خادم آئے۔ میں نے فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہا: تم اپنے ابا کے پاس جاؤ اور ایک خادم مانگو۔ فاطمہ گئیں، مگر وہاں ہجوم تھا مل نہ سکیں۔ اگلے روز نبی ﷺ خود آئے اور دریافت فرمایا کیا ضرورت تھی؟ فاطمہ رضی اللہ عنہا چپ ہو گئیں۔ میں نے کہا کہ میں حضور ﷺ کو بتاتا ہوں۔ چکی پیتے پیتے ان کے ہاتھوں میں

---

[1] اس پر مکمل بحث میرے سفرنامہ حجاز میں ملے گی۔ [2] ترمذی: 315,314، ابن ماجہ: 771، مسند احمد: 6/283,283

نشان پڑ گئے ہیں اور مشک اٹھاتے اٹھاتے گردن پر، میں نے دیکھا تھا کہ حضور ﷺ کے پاس کچھ غلام آئے ہیں اور میں نے ہی ان سے کہا تھا کہ حضور کے پاس جائیں اور خادم مانگیں کہ اس تکلیف سے رہائی ہو۔

نبی ﷺ نے فرمایا:

اِتَّقِی اللّٰهَ یَا فَاطِمَةُ وَاَدِّی فَرِیْضَةَ رَبِّكِ وَ اعْمَلِیْ عَمَلَ اَهْلِكِ وَ اِذَا اَخَذْتِ مَضْجَعَكِ فَسَبِّحِیْ ثَلَاثًا وَ ثَلَاثِیْنَ وَ احْمِدِیْ ثَلَاثًا وَ ثَلَاثِیْنَ وَ كَبِّرِیْ اَرْبَعًا وَ ثَلَاثِیْنَ فَذَالِكَ مِائَةٌ هِیَ خَیْرٌ لَّكَ مِنْ خَادِمٍ [1]

''اے فاطمہ! تقویٰ اختیار کرو۔ فرائض الٰہی ادا کرو، اپنے کنبہ کے اعمال کو اپنا دستور بناؤ اور جب بستر خواب میں لیٹو تب 33 بار سبحان اللہ 33 بار الحمد للہ 34 بار اللہ اکبر پڑھو۔ یہ پورا سو (100) ہو گیا۔ یہ عمل تیرے لیے خادم سے بہتر ہے۔''

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: رَضِیْتُ عَنِ اللّٰهِ وَ عَنْ رَّسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ۔

میں اللہ سے اور رسول اللہ ﷺ سے اسی حال پر خوشنود ہوں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: و لم یخدمها فاطمه رضی اللہ عنہا کو خادم نہ دی۔

اس حدیث سے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے کنبہ کی معیشت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی زہد و ریاضت اور رضا و تسلیم اور نبی ﷺ کی اپنے لیے اور اپنے اَحب اہل کے لیے دنیا و اموال دنیا سے علیحدگی و برأت بخوبی آشکارا ہو گئی۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰى لَهٗ

(4) ایک اور روایت ہے جسے ابن عدی و بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

یَا فَاطِمَةُ مَنْ یَّمْنَعُكِ اَنْ تَسْمَعِیْ مَا اُوْصِیْكِ بِهٖ اَنْ تَقُوْلِیْ یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِیْثُ وَ لَا تَكِلْنِیْ اِلٰى نَفْسِیْ طَرْفَةَ عَیْنٍ وَّ اَصْلِحْ لِیْ شَاْنِیْ كُلَّهٗ [2]

مطلب یہ ہے کہ اس وظیفہ کو میری وصیت سمجھ کر پڑھا کرو۔

'یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِیْثُ وَ لَا تَكِلْنِیْ اِلٰى نَفْسِیْ طَرْفَةَ عَیْنٍ وَّ اَصْلِحْ لِیْ شَاْنِیْ كُلَّهٗ،

ترجمہ: اے زندہ رہنے والے، اے قائم رکھنے والے، میں تیری رحمت سے فریاد کرتا ہوں کہ تو میرا ہر کام درست فرما اور مجھے آنکھ جھپکنے کے برابر بھی میرے نفس کے سپرد نہ کرنا۔ [3]

ابنائے فاطمہ رضی اللہ عنہا

(1) امام حسن رضی اللہ عنہ سبط النبی ﷺ

نصف رمضان 3ھ ہجری میں پیدا ہوئے۔ ان کی دایہ کا نام سودہ بنت مسرح الکندیہ ہے۔ نبی ﷺ نے ساتویں دن دو مینڈھے [4] عقیقہ کے ذبح کیے اور سر کے بالوں کے برابر چاندی کا صدقہ دیا۔

---

[1] بخاری: 3705، 5361، مسلم: 2727، ابوداؤد: 2988، ترغیب والترہیب: 1/ 411

[2] اتحافات السنیۃ: 5/ 66، کنز العمال: 3918، میزان الاعتدال: 2448، الکامل فی الضعفاء: 4/ 1636 [3] صحیح الترغیب والترہیب: 1/ 273

[4] ابوداود: 2841، نسائی: 7/ 165، عبدالرزاق: 7862، ابن الجارود: 911، 912، بیہقی: 9/ 299، ابن حبان: 1061

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ امام حسن رضی اللہ عنہ کا نصف پیکر بالائی اور امام حسین رضی اللہ عنہ کا نصف پیکر زیریں نبی ﷺ سے مشابہ تر تھا۔ [1]

احادیث صحیحہ سے بہ تواتر ثابت ہوا ہے کہ نبی ﷺ نے ان کی شان میں فرمایا:

ان ابنی هذا سيِّدٌ وَعَسَى الله ان يُبْقِيه حتّٰى يصلح به بَيْنَ فِئَتَيْنِ عَظِيْمَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ

یہ میرا فرزند سید ہے اور اللہ تعالیٰ اسے اس وقت تک باقی رکھے گا کہ اس کے وسیلے سے مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں کے اندر صلح ہو جائے۔ [2]

مسند امام احمد میں امام حسن رضی اللہ عنہ سے دعائے قنوت روایت کی گئی ہے۔

عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ عَلَّمَنِيْ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَلِمٰتٍ اَقُوْلُهُنَّ فِي الْوِتْرِ اَللّٰهُمَّ اهْدِنِيْ فِيْ مَنْ هَدَيْتَ وَ عَافِنِيْ فِيْ مَنْ عَافَيْتَ وَ تَوَلَّنِيْ فِيْ مَنْ تَوَلَّيْتَ وَبَارِكْ لِيْ فِيْ مَا اَعْطَيْتَ وَقِنِيْ شَرَّ مَا قَضَيْتَ فَاِنَّكَ تَقْضِيْ وَ لَا يُقْضٰى عَلَيْكَ اِنَّه، لَا يَذِلُّ مَنْ وَّالَيْتَ وَ لَا يَعِزُّ مَنْ عَادَيْتَ تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَيْتَ وَ صَلَّى اللهُ عَلَى النَّبِيِّ حاکم کی روایت میں الفاظ عَلَّمَنِيْ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ وِتْرِيْ ہیں۔

امام ترمذی نے لکھا ہے: وَلَا نَعْرِفُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْقُنُوْتِ فِي الْوِتْرِ شَيْءٌ اَحْسَنَ مِنْ هٰذَا [3]

امام حسن رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی نصرت میں مبارزت کرنے والوں اور ان کی حفاظت کرنے والوں میں سے تھے۔ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد چالیس ہزار (40000) سے زیادہ بہادروں نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ یہ سب وہ تھے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر موت کی بیعت کر چکے تھے۔ ان لوگوں کو حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی اطاعت ومحبت کا ذوق پہلے سے زیادہ تھا۔ چار ماہ تک امام ہمام نے عراق وعرب اور ماوراء خراسان تک کی خلافت فرمائی اور پھر معاویہ رضی اللہ عنہ کی جانب کوچ کر دیا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بھی ان کی طرف چلے۔ جب دونوں فوجوں کا تقابل ہوا تو امام حسن رضی اللہ عنہ کا دل رحم منزل سمجھ گیا کہ جب تک ان دونوں میں ایک فوج فنا نہ ہو جائے گی تب تک لڑائی ختم نہ ہوگی۔ یہ تو سخت خون ریزی ہے۔ اس لیے معاویہ رضی اللہ عنہ کو کہلا بھیجا کہ میں اس شرط پر کہ اس کے بعد حکومت امام حسن رضی اللہ عنہ کی ہوگی صلح کرنے کے لیے تیار ہوں۔ تھوڑی سی رد و کد کے بعد گفتگو ختم ہو گئی اور کوفے کی جامع مسجد میں امام حسن رضی اللہ عنہ نے بہ ماہ جمادی الاولیٰ 41ھ میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو خلافت کی حکومت سپرد فرمائی۔

ابو عامر سفیان بن لیلیٰ ایک شخص جو کوفے کا باشندہ اور بوڑھا تھا اس نے امام حسن رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آ کر کہا: اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مُذِلَّ الْمُؤْمِنِيْنَ حضرت امام نے فرمایا ابو عامر ایسا نہ کہو، میں نے جو کچھ کیا مومنوں کی ذلت کے لیے نہیں بلکہ اس لیے کیا کہ محض سلطنت کے لیے مومنین کا قتل کرنا میں پسند نہیں کرتا۔ حکومت چھوڑ کر امام حسن رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ کو جا رہے تھے جب بیمار ہوئے تو انھوں نے فرمایا کہ مجھے کئی دفعہ زہر پلایا گیا۔ اس دفعہ تو وہ ایسا سخت ہے کہ میرا کلیجہ کاٹ ڈالا۔

امام حسین رضی اللہ عنہ نے پوچھا بھائی! زہر کس نے دیا؟ امام حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا پوچھنے سے آپ کا کیا مطلب ہے؟ کیا اسے قتل کرو

[1] ترمذی:3788، احمد: 1/ 108,99 [2] بخاری:2704، ابوداود:4662، احمد 5/ 44,37، نسائی 3/ 107، مسند حمیدی:793، ترمذی:3782

[3] ابوداود 1426,1425، ابن ماجہ:1178، دارمی 1/ 373، ابن خزیمہ:1096,1095

گے؟ فرمایا: ہاں۔ اگر زہر دینے والا وہی شخص ہے، جس کی نسبت میرا گمان ہے، تب تو اللہ تعالیٰ خود ہی انتقام لے گا اور اگر وہ نہیں، تو میں پسند نہیں کرتا کہ کسی بے گناہ کو میری وجہ سے تکلیف پہنچے۔

امام حسن رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے چند احادیث کی روایت فرمائی ہے، ان میں سے (1) دعا قنوت (2) **انا ال محمّد لا تحل لنا الصَّدقةُ** ہے [1] ''ہم آل محمد ﷺ کے لیے صدقہ جائز نہیں'' (3) امام احمد، ترمذی و دارمی و نسائی نے یہ حدیث بھی امام حسن رضی اللہ عنہ کی روایت سے مرفوعاً روایت فرمائی ہے۔ دَعْ مَا يُرِيْبُكَ إِلٰى مَالَا يُرِيْبُكَ فَإِنَّ الصِّدْقَ طُمَانِيَةٌ وَ إِنَّ الْكِذْبَ رِيْبَةٌ۔ [2]

''شک میں ڈالنے والی چیز کو چھوڑ دو اور شک میں نہ ڈالنے والی کو اختیار کر لو کیونکہ سچ اطمینان کا باعث اور شک جھوٹ ہو سکتا ہے۔''

آخری وقت امام حسن رضی اللہ عنہ نے امام حسین رضی اللہ عنہ سے فرمایا: میں نے عائشہ ام المؤمنین سے ایک بار ذکر کیا تھا کہ مجھے اپنے گھر میں دفن ہونے کی اجازت دیں، انھوں نے مان لیا تھا مجھے وہم ہوتا ہے کہ مبادا انھوں نے میری شرم سے کہہ دیا ہو، اب تم میری وفات کے بعد جانا اور یہی درخواست کرنا اگر وہ خوشی سے اجازت دے دیں تو مجھے وہیں دفن کرنا، ہاں میرا یہ بھی خیال ہے کہ اہل حکومت مجھے وہاں دفن نہ ہونے دیں گے۔ اگر وہ ایسا کریں تو مت جھگڑنا اور پھر مجھے بقیع الغرقد ہی میں دفن کر دینا۔

جب امام حسن رضی اللہ عنہ کے جسم اطہر سے روح انور نے پرواز کیا تو امام حسین رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور ان سے اجازت مانگی تو انھوں نے کہا: نَعَمْ وَكَرَامَةً ہاں! اور میں اسے عزت سمجھتی ہوں۔ مروان حاکم مدینہ [3] نے یہ واقعہ سنا تو بولا کہ وہ بھی جھوٹا ہے اور وہ بھی جھوٹی ہے۔ حسن رضی اللہ عنہ یہاں کبھی بھی دفن نہ ہوگا۔ عثمان رضی اللہ عنہ کو تو انھوں نے قبرستان میں بھی دفنانے نہ دیا اور آج حسن رضی اللہ عنہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں دفن کرنا چاہتے ہیں۔ [4] حضرت امام ممدوح رضی اللہ عنہ نے 46 سال کی عمر میں بہ ماہ ربیع الاول 59ھ میں وفات پائی [5] اور والدہ مکرمہ کے پہلو میں دفن ہوئے۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی شان میں روایت ابی بکرہ میں یہ الفاظ بھی وارد ہوئے ہیں: وَاِنَّهُ، رَيْحَانَتِيْ مِنَ الدُّنْيَا [6] ''یہ میرے دنیا کے پھول ہیں۔''

اور حسنین شہیدین رضی اللہ عنہما کی منقبت میں یہ حدیث ہے:

اِنَّهُمَا سَيِّدَا شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ ''یہ دونوں نوجوان بہشت کے سردار ہیں۔'' [7] دوسری حدیث ہے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اُحِبُّهُمَا فَاَحِبَّهُمَا وَ اَحِبَّ مَنْ يُّحِبُّهُمَا [8]

''اے اللہ میں ان دونوں سے محبت رکھتا ہوں، پس تو بھی ان سے محبت فرما اور جو کوئی ان دونوں سے محبت رکھے ان سے تو بھی محبت فرما۔''

---

[1] مسند احمد: 1727 [2] ترمذی: 2518، نسائی: 5711، ابن خزیمہ: 2347، شعب الایمان: 5747، مسند احمد: 1725، دارمی: 2/245 [3] مصنف رحمہ اللہ کی یہ بات تاریخی اعتبار سے درست نہیں ہے کیونکہ اس وقت مدینہ کے گورنر سعید بن عاص تھے۔ اس نے امام حسن رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھائی تھی۔ حجرۂ عائشہ رضی اللہ عنہا میں امام حسن رضی اللہ عنہ کی تدفین سے روکنے کی حرکت مذموم مروان بن حکم نے ہی کی تھی [4] مروان کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ عثمان غنی پر جناب باغیان قوم جو ظلم و ستم ہوئے اس میں اہل بیت نے بھی کوئی حصہ لیا تھا مگر یہ بہتان عظیم ہے معلوم ہوتا ہے کہ ان ظالموں نے اپنے افعال کو چھپانے کے لیے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بزرگ نام کو سپر بنالیا تھا ورنہ ان کو عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے کوئی مناسبت نہ تھی۔ [5] ماخوذ از الاستیعاب ص: 142۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی وفات 50ھ کے قریب ہوئی تھی۔ اس طرح ان کی عمر 46 سال بنتی ہے۔ ان کی پیدائش 3ھ کی ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی وفات 58ھ ہے۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی وفات ان کی زندگی میں ہوئی تھی۔ انھوں نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو بقیع میں دفنانے پر رضا مند کیا تھا۔ [6] بخاری: 3753، ادب المفرد: 85، ترمذی: 3779، احمد: 2/85، 93

[7] ترمذی: 3790، نسائی: 193، 260، ابن خزیمہ: 1194، احمد: 5/391 [8] ترمذی: 3791، کنز العمال (34280)

امام حسن رضی اللہ عنہ کے ایک قانونی مشورہ کا ذکر علامہ ابن القیم رحمہ اللہ نے لکھا ہے، جو دلچسپ ہے:

ایک شخص کو گرفتار کر کے علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے سامنے لایا گیا۔ گرفتاری ایک ویران غیر آباد مقام سے ہوئی تھی۔ گرفتاری کے وقت اس کے ہاتھ میں ایک خون آلود چھری تھی، یہ کھڑا ہوا تھا اور ایک لاش خاک وخون میں تڑپ رہی تھی۔

اس شخص نے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے سامنے اقبال کر لیا اور انھوں نے قصاص کا حکم دے دیا اتنے میں ایک شخص اور دوڑا دوڑا آیا اور اس نے خلیفہ کے سامنے اقبال جرم کیا۔ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ملزم اول سے دریافت کیا کہ تو نے اقبال جرم کیوں کیا تھا۔ اس نے کہا کہ جن حالات میں میری گرفتاری کی گئی تھی، میں نے سمجھا ان حالات کی موجودگی میں میرا انکار کچھ بھی مفید نہ ہوگا۔ پوچھا گیا کہ واقعہ کیا ہے؟ اس نے کہا: میں قصاب ہوں، میں نے جائے وقوع کے قریب ہی بکرے کو ذبح کیا تھا، گوشت کاٹ رہا تھا کہ مجھے پیشاب کا زور پڑا، میں جائے وقوع کے قریب پیشاب سے فارغ ہوا کہ میری نظر اس لاش پر پڑ گئی میں اسے دیکھنے کے لیے اس کے قریب پہنچا، دیکھ رہا تھا کہ پولیس نے مجھے گرفتار کر لیا۔ سب لوگ کہنے لگے کہ یہی شخص اس کا قاتل ہے۔ مجھے یقین ہو گیا کہ ان لوگوں کے بیانات کے سامنے میرے بیان کا کچھ اعتبار نہ کیا جائے گا۔ اس لیے میں نے اقبال جرم کر لینا ہی بہتر جانا۔

اب دوسرے اقبالی مجرم سے دریافت فرمایا: اس نے کہا کہ میں ایک اعرابی ہوں، مفلس ہوں۔ مقتول کو میں نے بہ طمع مال قتل کیا تھا، اتنے میں مجھے کسی کے آنے کی آہٹ معلوم ہوئی، میں گوشہ میں جا چھپا۔ اتنے میں پولیس آ گئی۔ اس نے پہلے ملزم کو پکڑ لیا۔ اب جب کہ اس کے خلاف فیصلہ سنایا گیا تو میرے دل نے مجھے آمادہ کیا کہ میں خود اپنے جرم کا اقبال کروں۔

یہ سن کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے امام حسن رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ تمھاری کیا رائے ہے؟ انھوں نے کہا کہ امیر المومنین اگر اس شخص نے ایک کو ہلاک کیا ہے تو ایک شخص کی جان بچائی بھی ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَمَنْ اَحْیَاھَا فَکَاَنَّمَآ اَحْیَا النَّاسَ جَمِیْعًا ﴾ [5:المائدة:32] حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مشورہ کو قبول فرمایا، دوسرے ملزم کو بھی چھوڑ دیا اور مقتول کا خون بہا بیت المال سے دلایا۔ [1]

اولادِ امام حسن رضی اللہ عنہ

امام ہمام کے بارہ (12) بیٹے تھے:

(1) زید (2) حسن مثنیٰ (3) حسین (4) طلحہ (5) اسماعیل (6) عبداللہ (7) حمزہ (8) یعقوب (9) عبدالرحمٰن (10) ابوبکر (11) قاسم (12) عمر

پانچ بیٹیاں تھیں:

(1) فاطمہ (2) ام سلمہ (3) ام عبداللہ (4) ام حسین رملہ (5) ام الحسن

امام حسن رضی اللہ عنہ کی نسل ان کے چار فرزندوں یعنی زید۔ حسن المثنیٰ۔ حسین الاثرم اور عمر سے جاری ہوئی تھی۔ مگر حسین اور عمر کا سلسلہ ختم ہو گیا اور اب دنیا میں زید اور حسن مثنیٰ کی اولاد باقی ہے۔

اولادِ حسن رضی اللہ عنہ میں سے عمر، قاسم اور عبداللہ میدان کربلا میں شہید ہوئے تھے۔

---

[1] الطرق الحکمیہ فی السیاسۃ الشرعیۃ لابن القیم ص 52 مطبع مطبعۃ الآداب مصر۔

① زید بن حسن علیہ السلام (المتوفی 120 ہجری)

ان کی ماں کا نام فاطمہ بنت ابو مسعود عقبہ بن عمر بن ثعلبہ الخزرجی الانصاری ہے۔ حضرت زید کے فرزند ابو محمد حسن سلطنت منصور میں امیر مدینہ منورہ ہو گئے تھے۔

حضرت سید محمد گیسو دراز حضرت خلیفہ خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما بھی حضرت زید بن حسن رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ہیں۔ ان کا مزار بمقام گلبرگہ (علاقہ سرکار روالی نظام خلد اللہ ملکہ) ہے۔

② حسن مثنیٰ علیہ السلام (المتوفی 97 ہجری)

ان کی والدہ خولہ بنت منظور بن ریان بن عمرو بن جابر بن عقیل بن سی بن مازن بن فزارہ ہیں۔

صدقات علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا اہتمام حضرت حسن مثنیٰ ہی کے متعلق تھا، یہ میدان کربلا میں شریک ہوئے اور سخت زخمی ہو گئے تھے۔ اختتام جنگ کے بعد ان کو سسکتے ہوئے دیکھا گیا۔ اسماء بن خارجہ فزاری نے ابن سعد سے علاج کرانے کی اجازت حاصل کر لی اور یہ اچھے ہو گئے۔

امام حسین رضی اللہ عنہ کی دختر فاطمہ ان کے نکاح میں تھی جس سے ابراہیم الغمر، حسن مثلث اور عبداللہ محض پیدا ہوئے تھے۔ یہ تینوں وہ پہلے شخص ہیں ہیں جو طرفین سے فاطمی ہیں۔ یہ شرف اور میں نہیں پایا جاتا۔

ایک رومیہ عورت سے داؤد و جعفر دو اور فرزند بھی تھے۔

① عبداللہ محض شیخ بنو ہاشم کے لقب سے ملقب تھے۔

ان کے پانچ فرزند تھے: (1) محمد ذی النفس الزکیہ (2) ابراہیم (3) موسیٰ الجون (4) سلیمان (5) ادریس۔

محمد ذی النفس الزکیہ نے دعویٰ خلافت کیا تھا اور امام مالک رحمہ اللہ نے ان کی رفاقت کا فتویٰ دیا تھا۔

ابراہیم بن عبداللہ محض نے بھی دعویٰ خلافت کیا تھا اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے ان کو چار ہزار (4000) درہم بطور امداد بھیجے تھے، ان کے بیٹے حسن اور ان کے فرزند عبداللہ مشہور ہیں۔ دنیا میں ان کی نسل باقی ہے۔

عبداللہ محض کے فرزند موسیٰ الجون کی نسل بھی بہت پھیلی ہے۔ شیخ الجلیل امام اولیاء ابو صالح سیدی الشیخ عبدالقادر جیلانی [1] حضرت موسیٰ الجون ہی کی نسل سے ہیں۔

---

[1] سنہ ولادت لفظ عاشق (471) ہے۔ سنین عمر لفظ کامل (91) ہے۔ سنہ وفات لفظ معشوق الٰہی (562) سے برآمد ہوتا ہے۔ حنبلی المذہب تھے۔ کرامات کثیرہ کی روایات تواتر کے ساتھ مشہور ہیں۔ سلسلہ قادریہ ذات گرامی تک منتہی ہوتا ہے۔

تصنیفات سے چند کتابیں ملتی ہیں۔ سید عبدالوہاب شعرانی رحمہ اللہ نے تحریر کیا ہے کہ سید الشیخ جیلانی رحمہ اللہ نے فرمایا ایک روز مجھے نور عظیم نظر آیا جس نے افق کو چھپا لیا تھا۔ پھر اس میں سے ایک صورت نمودار ہوئی، اس نے کہا: عبدالقادر میں تیرا رب ہوں اور تیرے لیے جملہ محرمات کو حلال کرتا ہوں۔ میں نے کہا اے لعین دور۔ دور۔ اسی وقت وہ نور ظلمت بن گیا اور وہ صورت دھواں بن گئی۔ پھر آواز آئی عبدالقادر تیرے رب نے تجھے علم دیا اور منازل احوال کا تفقہ عطا کیا۔ اس لیے تو بچ گیا ورنہ ستر اہل طریق کو میں اسی طرح گمراہ کر چکا ہوں۔ میں نے کہا یہ سب کچھ یہ فضل ربی ہے۔ حاضرین نے عرض کیا کہ حضور کیوں کر سمجھ لیا کہ وہ شیطان ہے۔؟ فرمایا اس فقرہ سے کہ جملہ محرمات کو حلال کرتا ہوں۔ لواقح الانوار فی طبقات الاخیار للشعرانی نے نسب عالی اسی طرح بیان کیا ہے۔ شیخ عبدالقادر بن موسیٰ بن عبداللہ بن یحییٰ الزاہد بن محمد بن داؤد بن موسیٰ بن عبداللہ بن موسیٰ الجون بن عبداللہ المحض بن حسن المثنیٰ بن امام حسن بن علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ۔

2. ابراہیم الغمر بن حسن مثنیٰ کا لقب غمر کثرت جود کی وجہ سے پڑ گیا تھا۔ ابواسماعیل کنیت ہے۔ 145ھ میں 69 سال کی عمر میں وفات پائی تھی۔ ان کی نسل اسماعیل دیباج سے جاری ہے۔ اسماعیل دیباج کی کنیت ابوابراہیم اور لقب شریف الخاص تھا۔ ان کے فرزند حسن کی نسل دو فرزندان التج اور ابراہیم طباطبا سے جاری ہے اور بہ کثرت پائی جاتی ہے۔ سادات بنومعیہ کے سلسلہ نسب انھی میں آ کر شامل ہوتا ہے۔ بنومعیہ میں سے سید عمادالدین محمد بن حسین بن قریش کی اولاد دہلی میں موجود ہے۔

3. حسن المثلث بن حسن مثنیٰ کی کنیت ابوعلی ہے۔ 149ھ میں وفات پائی۔ ان کی نسل دنیا میں موجود ہے۔

4. داؤد بن حسن مثنیٰ کی والدہ رومیہ ہیں۔ یہ اور امام جعفر صادق باہم رضیع تھے اور یہی صدقات علی مرتضیٰ ؓ کے متولی تھے۔ ان کی نسل سلیمان بن داؤد سے جاری ہے۔ سلیمان کی والدہ ام کلثوم بنت امام زین العابدین ہیں۔ سلیمان کی نسل چار فرزندوں: (1) موسیٰ (2) داؤد (3) اسحٰق (4) حسن، سے دنیا میں موجود ہے۔

5. جعفر بن مثنیٰ کی کنیت ابوالحسن ہے۔ 70ھ میں وفات پائی۔

ان کا بیٹا حسن تھا، جس کی نسل عبداللہ اور جعفر ملقب بہ غدار اور محمد الشلیق سے جاری ہے۔ قزوین۔ راونڈ، مراغہ میں یہ نسل پائی جاتی ہے۔

2. امام حسین ؓ سبط الرسول ﷺ

امام حسن ؓ کے برادر خورد ہیں۔ 5 شعبان 4ھ کو مدینہ میں پیدا ہوئے۔

واقدی ؒ وغیرہ کا قول ہے حسن ؓ کی ولادت سے 50 یوم بعد حسین ؓ نے بطن مادر مطہر میں استقرار پایا تھا۔ امام جعفر صادق عن ابیہ کی روایت ہے: **لَمْ يَكُنْ بَيْنَ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ اِلَّا طُهْرًا وَّاحِدًا۔** [1]

مصعب الزبیری سے روایت ہے کہ امام حسین ؓ نے پچیس (25) حج پیادہ کیے تھے۔ یہ روایت الاستیعاب کی ہے۔ الکافی میں ہے کہ امام حسن ؓ نے بیس (20) حج پیادہ کیے تھے۔ میرے نزدیک یہ دونوں روایات شہیدین سعیدین کے متعلق صحیح معلوم نہیں ہوتی ہیں۔ صورت تطبیق یہ ہے کہ دونوں بھائیوں نے بیس (20) حج اکٹھے کیے ہوں گے۔ امام حسین کے پانچ (5) حج زائد ہیں یہ غالباً بعد از وفات امام حسن ؓ ادا کیے ہوں گے۔

ابوہریرہ ؓ کہتے ہیں میری آنکھوں نے دیکھا اور میرے کانوں نے سنا کہ حسین ؓ بچہ ہی تھے کہ نبی ﷺ نے ان کی دونوں کلائیوں کو پکڑا۔ اس وقت حسین ؓ کے قدم نبی ﷺ کی پشت قدم پر تھے۔ پھر فرمایا، چڑھو، چڑھو۔ حسین اوپر کو چڑھے جاتے تھے، حتیٰ کہ ان کے پاؤں نبی ﷺ کے سینہ پر تھے اور منہ کے برابر منہ تھا۔ پھر فرمایا کہ منہ کھولو۔ انھوں نے منہ کھولا تو نبی ﷺ نے ان کا منہ چوم لیا اور زبان سے فرمایا:

اَللّٰهُمَّ اَحِبَّهٗ فَاِنِّيْ اُحِبُّهٗ الٰہی میں اس سے محبت رکھتا ہوں تو بھی اس سے محبت فرما۔ [2]

امام زہری ؒ نے (**باسناد عن علي بن الحسين عن ابيه**) امام حسین ؓ سے یہ حدیث نبوی روایت کی ہے۔

---

[1] حسن ؓ اور حسین ؓ میں صرف ایک طہر کا فاصلہ تھا۔ ان روایات سے معلوم ہو گیا کہ یہ غلط بات مشہور ہے کہ امام حسین ؓ بطن والدہ مطہرہ میں صرف چھ ماہ ٹھہرے تھے کیوں کہ ابتدا و انتہا سے حمل کی تاریخوں کا تعین ہو چکا ہے۔ اسد الغابہ 2/27 [2] بخاری: 3749، مسلم 58-2422، ترمذی: 3792، ادب المفرد 86

مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْکُهٗ مَالَا یَعْنِیْهِ [1]

''انسان کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ ناکارآمد چیز کو ترک کردے۔''

امام حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے اپنے ماموں ہند بن ابی ہالہ سے جو نبی ﷺ کا حلیہ مبارک بیان کرنے میں ممتاز تھے نبی ﷺ کا حلیہ سنا اور کچھ عرصہ تک اس کا ذکر حسین رضی اللہ عنہ سے نہ کیا۔ پھر جب میں نے ذکر کیا تو مجھے معلوم ہوا کہ وہ مجھ سے پیشتر ہی دریافت کر چکے اور سن چکے تھے، بلکہ انھوں نے حضور ﷺ کی آمد و رفت کے متعلق کچھ زائد معلومات بھی حاصل کر رکھی تھیں۔ [2]

مسند احمد و سنن ابوداود میں ایک حدیث مرفوعاً حسین علیہ السلام سے مروی ہے:

اِنَّ لِلسَّائِلِ حَقًّا وَّاِنْ جَآءَ عَلٰی فَرَسٍ [3]

''سائل کا حق قائم ہو جاتا ہے خواہ وہ گھوڑے پر ہی سوار آئے۔''

امام حسین رضی اللہ عنہ شاعر بھی تھے۔ مندرجہ ذیل اشعار اپنی بیوی رباب بنت امری القیس الکلبی [4] اور اپنی بیٹی سکینہ [5] جو رباب کے بطن سے ہیں، انشا فرمائے تھے:

لَعَمْرُكَ اِنَّنِیْ لَاُحِبُّ اَرْضًا ... تَحُلُّ بِهَا سُكَیْنَةُ وَالرَّبَاب [6]
اُحِبُّهُمَا وَاَبْذُلُ جُلَّ مَالِیْ ... وَلَیْسَ لِعَاقِبٍ عِنْدِیْ عِتَاب
فَلَسْتُ لَهُمْ وَاِنْ غَابُوْا مُضِیْعًا ... حَیَاتِیْ اَوْ یُغَیِّبَنِیْ التُّرَاب
كَاَنَّ اللَّیْلَ مَوْصُوْلٌ بِلَیْلٍ ... اِذَا زَارَتْ سُكَیْنَةُ وَالرَّبَاب

بی بی رباب کی محبت میں اشعار ارشاد فرمائے گئے وہ بھی مہر و وفا کی پتلی تھی۔ امام ہمام کی شہادت کے بعد بہت لوگوں نے ان کے پاس پیغام نکاح بھجوائے مگر انھوں نے انکار ہی کر دیا۔ صاحب الاغانی نے سند متصل کے ساتھ ان کے مندرجہ ذیل اشعار جو شہادت کے بعد کہے گئے روایت کیے ہیں۔

ان الذی کان نور یستضاء به ... بکربلاء قتیل غیر مدفون
سبط النبی جزاك الله صالحة ... عنّا وجنبت خسران الموازین

---

[1] ترمذی: 2318، ابو نعیم فی الحلیۃ: 10/ 171، تحفۃ الاشراف 13/ 316۔ [2] شمائل ترمذی: 8 [3] مسند امام احمد: 1732، ابوداود: 1665۔

[4] صاحب الاغانی نے عوف بن خارجہ المری سے روایت ہے کہ میں عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا، اتنے میں ایک افلح، اصعر شخص لوگوں کو چیرتا ہوا آیا۔ اس نے بتایا کہ وہ امرء القیس الکلبی ہے۔ جس نے بکر بن وائل پر فتح کا حملہ کیا تھا۔ امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا اب کیا چاہتے ہو؟ وہ بولا اسلام۔ فاروق رضی اللہ عنہ نے اسے مسلمان بنایا اور اسے شام کے رہنے والے جو قضاعہ کا سردار بنا دیا اور رایت سرداری عطا کر دیا۔ امرء القیس اس مجلس سے اٹھا تو اس کے سر پر رایات سرداری لہرا رہا تھا، وہ اسی وقت واپس چل دیا۔ حضرت علی مرتضیٰ حسین کو لیے ہوئے اس کو راہ میں مل گئے۔ امرء القیس سے فرمایا میں علی عم زاد نبی ہوں میرے یہ دونوں فرزند رسول اللہ ﷺ کے نواسے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ ہماری قرابت ہو جائے۔ امرء القیس بولا، میری تین بیٹیاں ہیں: محیاۃ علی کو، سلمی حسن کو اور رباب حسین کو دیتا ہوں۔ اس طرح رباب امام حسین رضی اللہ عنہ کے نکاح میں آئی تھیں۔ [5] سکینہ صیغہ تصغیر ہے۔ ان کا نام امیمہ یا امینہ ہے جو بیان کیا گیا ہے۔ ان کے کئی نکاح ہوئے۔ اول عبداللہ بن حسن بن علی سے ہوا تھا۔ ایک نکاح مصعب بن زبیر سے ہوا تھا۔ ایک لاکھ کا مہر ادا کیا گیا۔ یہ غلط ہے کہ سکینہ کا انتقال زندان شام اور بچپنے میں ہو گیا تھا۔ [6] پہلے تین شعر اغانی سے اور چوتھا روض الانف سے نقل کیا گیا ہے۔ ان کا ترجمہ یہ ہے: سچ تو یہ ہے کہ میں اس جگہ سے الفت رکھتا ہوں جہاں سکینہ اور رباب ٹھہری ہوئی ہیں۔ مجھے ان دونوں سے محبت ہے۔ میں ان پر دولت کثیر خرچ کرتا ہوں اور عاتب کے عتاب کی پروا نہیں کرتا۔ گو وہ یہاں موجود نہیں ہیں مگر میں غور و برداشت سے بے خبر نہ رہوں گا جب تک زندہ ہوں اور جب تک مٹی مجھے چھپا نہ دے گی۔ جب سکینہ و رباب اپنے اقارب سے ملنے گئی ہوئی ہوں تو رات ایسی لمبی نظر آتی ہے کہ گویا رات کے ساتھ دوسری رات مل گئی ہے۔

قد كنت لي جبلا صعبا الوذ به — و كنت تصحبنا بالرحم والدين
من لليتامى و من للسائلين و من — يعني و ياوي اليه كلّ مسكين
والله لا ابتغي صهرا بعدكم — حتى اغيب بين الرمل والطين [1]

حضرت امام ہمام کی شہادت بروز جمعہ عشرہ محرم 60ھ کو میدان کربلا میں جسے طف بھی کہتے ہیں۔ آغاز وقت زوال میں ہوئی۔

انا للہ و انا الیہ راجعون!

﴿وَ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ۝ فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَ يَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ يَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ فَضْلٍ وَّ اَنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ اَلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ مِنْ بَعْدِ مَآ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِيْمٌ﴾ [آل عمران:173]

''واقعہ ہائلہ کربلا کا مکمل بیان میں نے لکھا تھا اور ارادہ تھا کہ اسی کتاب میں شائع کیا جائے مگر احباب کے مشورہ سے قرار پایا کہ اسے علیحدہ شائع کیا جائے تا کہ تھوڑی قیمت پر بہت ہاتھوں تک پہنچ سکے۔ اس مضمون میں واقعات کو تنقید صحت کے بعد لکھا گیا ہے۔ اصل خطوط کی عبارتیں نقل کی گئی ہیں اور شہداء کے اسماء اور قبائل کی تحقیقات کی گئی ہے۔''

اولاد حضرت حسین رضی اللہ عنہ

امام زین العابدین رضی اللہ عنہ

اسم مبارک علی ہے۔ کثرت عبادت کی وجہ سے زین العابدین، سجاد، ذوالثفنات لقب پڑ گئے تھے۔ واقعہ کربلا میں عمر مبارک 23 سال کی تھی۔ 38ھ میں پیدا ہوئے۔ 95ھ میں وفات پائی۔ ان کی والدہ بنت یزدجرد ہیں۔ جو عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد میں اسیر ہو کر آئی تھیں۔

امام زین العابدین کی نسل دنیا میں چھ فرزندوں (1) محمد باقر (2) عبداللہ الباہر (3) زید الشہید (4) عمر الاشرف (5) حسین الاصغر (6) علی الاصغر سے باقی ہے۔

دو بیٹیاں: ام کلثوم و خدیجہ تھیں

ام کلثوم: کا نکاح داؤد بن حسن مثنی سے ہوا تھا۔ ان کے بطن سے سلیمان پیدا ہوا۔ سلیمان کی نسل داؤد، اسحاق اور حسن سے جاری ہے۔
خدیجہ کا نکاح محمد بن عمر بن علی مرتضیٰ سے ہوا۔ ان کے بطن سے عبداللہ، عبیداللہ، عمر پیدا ہوئے۔ نسل باقی ہے۔

عبداللہ الباہر بن زین العابدین رحمہ اللہ

امام باقر کے برادر شقیق ہیں، ان کی نسل محمد الارقط سے جاری ہے۔ اس کا ایک ہی بیٹا تھا، اسماعیل۔ ان کے دو بیٹے تھے۔ حسین

[1] ان اشعار کا مصرعہ اول حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے نعتیہ اشعار سے لیا گیا ہے۔ ترجمہ اشعار یہ ہے: وہ نور جو روشنی پھیلاتا تھا کربلا میں مقتول پڑا ہے۔ اسے کسی نے دفن بھی نہ کیا۔ اے سبط نبی اللہ تجھے ہماری جانب سے بہترین جزا عطا فرمائے۔ آپ میزان عمل کے خسران سے بچائے گئے۔ تم میرے لیے بلند پہاڑ کی چوٹی تھے جس کی پناہ لیا کرتی تھی۔ (یہ محاورہ حضرت داود کی زبور میں بکثرت ہے) آپ کا برتاؤ ہمارے ساتھ رحم اور دین کا تھا۔ اب یتیموں کا کون ہے؟ اب فقیروں کا کون ہے؟ اب کون رہ گیا ہے جس کے پاس ہر ایک مسکین کو پناہ مل سکے۔ اب میں اس قرابت کے بعد اور کوئی خویشی پسند نہ کروں گی۔ حتی کہ ریت اور مٹی کے تودہ میں جا چھپوں۔ فقط۔

اور محمد۔ یہ نسل رے، قم، جرجان میں پائی جاتی ہے۔

زید الشہید بن امام زین العابدین رحمہ اللہ

ان کی والدہ ام ولد تھیں، انھوں نے عہد سلطنت ہشام میں دعویٰ خلافت کیا تھا۔ بہت لوگوں نے بیعت کر لی تھی۔ مدائن، بصرہ، واسط، موصل، خراسان، رے، جرجان کے علاوہ صرف کوفہ ہی کے پانچ ہزار (5000) شخص تھے۔ جب یوسف ثقفی نے ان کے مقابلہ میں لشکر لایا تو یہ سب لوگ امام کو چھوڑ کر بھاگ گئے۔ زید شہید نے فرمایا کہ رَفَضُوْنَا الْيَوْمَ اس دن سے رافضی کا لفظ نکلا۔ آپ 15 صفر 121ھ کو اس جنگ میں زخم تیر سے شہید ہوئے تھے۔

ان کے چار فرزند تھے۔ یحییٰ جو 18 سال کی عمر میں شہید ہو گئے تھے۔ ان کی ایک دختر تھی، باقی تین فرزندوں حسین، ذی الدمعہ عیسیٰ موتم الاشبال، محمد سے نسل جاری ہے۔ [1]

حسین ذی الدمعہ نے 135ھ میں وفات پائی۔ نسل کثیر باقی ہے اور کیتھل، سنبھل وغیرہ میں پائی جاتی ہے۔ یہ لوگ ترمذی کہلاتے ہیں۔

عیسیٰ موتم الاشبال کی نسل چار فرزندوں: احمد، زید، محمد، حسین عصارہ سے جاری ہے۔

سادات بارہ بلگرام کا نسب محمد بن عیسیٰ تک منتہی ہوتا ہے۔ حسان الہند میر غلام علی آزاد بلگرامی قدس سرہ المتوفی 1200ھ اسی نژاد عالی سے ہیں۔

عمر الاشرف بن امام زین العابدین رحمہ اللہ

زید شہید کے برادر شقیق ہیں۔ ان کی نسل علی الاصغر سے جاری ہوئی۔ ان کے تین فرزند قاسم، عمر الشجری، ابو محمد الحسن تھے۔ نسل کثیر باقی ہے۔

حسین الاصغر بن امام زین العابدین رحمہ اللہ

ان کی والدہ کا نام ساعدہ ہے۔ جو ام ولد ہیں۔ حسین الاصغر نے 157ھ میں وفات پائی۔ بقیع میں دفن ہوئے۔

① عبداللہ ② عبیداللہ الاعرج ③ علی ④ ابوالحسن ⑤ سلیمان

سے نسل باقی ہے۔ حجاز و عراق، شام و مغرب میں پائی جاتی ہے۔

علی الاصغر بن امام زین العابدین رحمہ اللہ

ان کی نسل افطس سے جاری ہے۔ افطس کی نسل علی الحوری، عمر، حسین، حسن مکفوف، عبداللہ الشہید سے جاری ہے۔

امام باقر رحمہ اللہ

محمد نام، باقر لقب، ابوجعفر کنیت ہے۔ باقر العلوم، وافر الحلم جلیل القدر تھے۔ صحیح مسلم میں ان کی حدیث عن جابر رضی اللہ عنہ در بارہ حج موجود ہے۔ [2] جس سے دوسو (200) کے قریب مسائل مستخرج ہوتے ہیں۔ صحاح و سنن میں ان کی مرویات خوب ملتی ہیں۔ ولادت مدینہ میں 57ھ میں، وفات 114ھ میں ہوئی اور جنت البقیع میں دفن ہوئے۔

[1] دست بدست لڑائی میں شیر کو ہلاک کیا تھا۔ موتم الاشبال 'بچگان شیر کو یتیم بنانے والا' لقب پڑ گیا۔ [2] مسلم: 2950

واقعہ کربلا میں تقریباً تین سال کے تھے، ان کی نسل صرف امام جعفر صادق سے جاری ہے۔ ان کی والدہ ام عبداللہ بنت امام حسن رضی اللہ عنہ ہیں۔

امام جعفر صادق رحمہ اللہ

جعفر نام، صادق لقب، ابوعبداللہ کنیت ہے۔ ان کی والدہ ماجدہ ام فروہ ہیں، جو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پوتے، قاسم الفقیہ کی بیٹی ہیں۔ ام فروہ کی والدہ اسماء بنت عبدالرحمٰن بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ اسی لیے امام جعفر صادق فخراً فرمایا کرتے تھے۔ وَلَدَنِی اَبُوْبَکْرٍ مَرَّتَیْنِ مجھے ولادت میں ابوبکر سے دہرے واسطے ہیں۔

وافر العلوم، کثیر الفیوض تھے۔ دواوین، احادیث وسنین میں ان کی مرویات اور فتاویٰ موجود ہیں۔ ولادت 83ھ۔ وفات 148ھ۔ بقیع میں مدفون ہوئے۔

ان کی نسل پانچ فرزندوں ① موسیٰ کاظم ② اسماعیل ③ علی العریضی ④ محمد المامون ⑤ اسحٰق سے جاری ہے۔

① اسماعیل: اپنے والد کے فرزند اکبر ہیں۔ اسماعیلیہ ان ہی کو جعفر صادق کے بعد امام مانتے ہیں۔ ہز ہائینس (His Highness) مسٹر آغا خاں بالقابہ کا سلسلہ نسب انہی سے ہے۔ ان کی نسل دو فرزندوں محمد اور علی سے جاری ہے۔

علی ملقب ضیاء الدین کے سلسلہ نسب میں مخدوم سید علاؤ الدین علی احمد صابر کلیری رحمہ اللہ ہیں۔

② علی العریضی بن امام جعفر صادق کی نسل چار فرزندوں: ① محمد ② احمد الشعرانی ③ حسن ④ جعفر الاصغر سے جاری ہے اور خلق کثیر موجود ہے۔

③ محمد المامون یا محمد دساج۔ انھوں نے دعویٰ خلافت بھی کیا تھا۔ مامون الرشید نے ان کو گرفتاری کے بعد معاف کر دیا تھا۔ ان کی نسل علی الخارجی، قاسم، حسین سے جاری ہے۔ اکثر مصر میں پائے جاتے ہیں۔

④ اسحٰق بن جعفر صادق: مؤتمن لقب، ابومحمد کنیت، امام موسیٰ کاظم کے برادر شقیق ہیں۔ شیعہ کا ایک فرقہ ان کو امام مانتا ہے۔

ان کی نسل محمد، حسن، حسین، تین فرزندوں سے جاری ہے۔

امام موسیٰ کاظم رحمہ اللہ

موسیٰ نام، کاظم لقب۔ ابوالحسن اور ابوابراہیم کنیت تھی۔ ان کی والدہ کا نام حمیدہ ہے، جو ام ولد تھیں۔ ولادت 128ھ مقام ابواء۔ وفات 6 رجب 183ھ کو بمقام بغداد ہوئی۔

یہ 23 بیٹوں اور 37 بیٹیوں کے والد ہیں۔ فرزندان نرینہ میں سے عبدالرحمٰن، عقیل، قاسم، یحییٰ، داؤد لاولد تھے۔

سلیمان، فضل، احمد کے صرف اولاد دختری تھی۔

حسین، ابراہیم الاکبر، ہارون، زید، حسن کی اولاد کے متعلق علماء نسب میں اختلاف ہے۔

علی، ابراہیم الاصغر، عباس، اسماعیل، اسحٰق، حمزہ، عبداللہ، عبیداللہ، جعفر کی نسل جاری ہے۔

سلطان الہند خواجہ بزرگ سید معین الدین حسن سنجری رحمہ اللہ اجمیری المتوفی 6 رجب 623ھ امام موسیٰ کاظم ہی کی اولاد ہیں۔

امام علی الرضا رحمہ اللہ

علی نام۔ رضا لقب۔ ابوالحسن کنیت ہے۔ ولادت 148ھ۔ وفات بہ ماہ صفر 203ھ بہ عمر پنجاہ و پنج (55) سال۔ مزار مشہد

مقدس میں ہے۔ان کی نسل صرف محمد الجواد سے جاری ہے۔

امام محمد الجواد رحمۃ اللہ علیہ

محمد نام،، جواد لقب،، ابو جعفر کنیت، ولادت 195ھ وفات آخری ذی قعدہ 220ھ بعمر 25 سال سُرَّمَنْ رَاٰی میں انتقال فرمایا۔علی الہادی اور موسیٰ المبرقع سے نسل جاری ہے۔

موسیٰ المبرقع کی نسل ان کے فرزند احمد سے جاری ہے۔مضافات لکھنو خیر آباد، سفیدوں، پانی پت، سامانہ میں یہ نسل پائی جاتی ہے۔

امام علی النقی رحمۃ اللہ علیہ

علی نام۔عسکری لقب، ہادی ونقی علم، ابو الحسن کنیت ہے۔ سُرَّمَنْ رَاٰی میں بعمر 41 سال 6 ماہ وفات پائی۔ولادت نصف ذی الحجہ 212 جمادی الاخر 254ھ۔

دو فرزندوں ابو عبداللہ جعفر کذاب اور حسن عسکری سے نسل جاری ہے۔

[1] ابو عبداللہ جعفر کے نام کے ساتھ لقب کذاب بعض لوگ اس لیے شامل کیا کرتے ہیں کہ انھوں نے اپنے بھائی حسن عسکری کی وفات کے بعد خود امام ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔ان کی اولاد ان کو جعفر تواب کہتی ہے اور اپنے آپ کو ''رضوی'' کہلاتے ہیں۔

ابو عبداللہ کنیت ابو کرین بھی ہے۔کر ساٹھ فقیر (بچوں) کو کہتے ہیں۔چوں کہ وہ 120 بچوں کے والد تھے اس کنیت کی وجہ سے پکارے جاتے تھے۔ان کی وفات 271ھ میں ہوئی۔ان کی نسل کا صرف چھ فرزندوں سے جاری ہونا پایا جاتا ہے۔اسماعیل حریف۔یحییٰ الصوفی کی اولاد مصر میں پائی جاتی ہے۔

ہارون بن جعفر کی اولاد میں سے سادات امروہہ مشہور ہیں۔

علی المختار کی اولاد میں سے سادات بھکر میں قطب الاقطاب خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی 14 ربیع الاول 635ھ اسی شاخ سے ہیں۔

محمد نازک اور سید جلال الدین بخاری نزیل ہند انہی علی المختار کی اولاد ہیں۔

ادریس بن جعفر کی نسل قاسم سے جاری ہے۔اولاد ''قواسم'' کہلاتی ہے۔

امام حسن عسکری رحمۃ اللہ علیہ

حسن نام۔عسکری لقب۔ابو محمد کنیت۔ولادت بماہ رمضان 232ھ والدہ کا نام حدیث ہے جو ام ولد تھیں۔وفات 8 ربیع الاول 260ھ کو سر من رائی میں ہوئی۔

ایک فرزند محمد المہدی نصف شعبان 255ھ میں پیدا ہوئے تھے۔جو سر من رائی کے غار میں بہ عمر چار سال غائب ہو گئے تھے۔

فرقہ اثناء عشریہ ان کو زندہ تسلیم کر کے امام منتظر۔امام زمان دوران کے القاب سے ملقب کرتے ہیں۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى لَهٗ

باب دوم 2

امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اَزْوَاجِہٖ وَ ذُرِّیَّاتِہٖ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ وَ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاَزْوَاجِہٖ وَ ذُرِّیَّاتِہٖ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ [1]

ازواج النبی ﷺ کے حالات قلم بند کرنے سے پہلے اس شبہ کا ازالہ ضروری ہے جو عیسائی لوگ ایک سے زیادہ بیوی کے متعلق ظاہر کیا کرتے ہیں۔

یہ ظاہر ہے کہ مسئلہ مذکورہ کے جواز و عدم جواز کی بحث صرف دو ہی پہلو سے کی جا سکتی ہے۔

(1) قانون (2) مذہب

[1] قانون: اس مسئلہ کا فیصلہ یورپ کے لیے اور طرح کرتا ہے اور ایشیاء کے لیے اور طرح، ہندوستان کی تمام ہائی کورٹیں ایک سے زیادہ بیوی کی شخصیت کو قوانین، دیوانی اور فوجداری میں صحیح تسلیم کرتی ہیں۔ یہ اعلیٰ عدالتیں ان مقدمات میں جو جائداد کے متعلق ہوں دو یا دو سے زیادہ بیویوں کے حقوق بمقابلہ ان کے شوہر کے ورثاء قانونی کے تسلیم کرتی ہے اور ڈگریاں جاری کرتی ہیں۔

یہ اعلیٰ عدالتیں ہمیشہ مقدمات زیر دفعہ 494 تعزیرات ہند میں ایسی عورت کو جو اپنے شوہر کی دوسری یا تیسری یا چوتھی بیوی تھی کسی دوسری جگہ شادی کر لینے سے مجرم قرار دیتی ہیں اور اس شخص کو بھی مجرم ٹھہراتی ہیں جو ایسی عورت کے ساتھ شادی کر لیتا ہے۔ ہندوستان کی ہائی کورٹوں کو یہ متفقہ اور مسلمہ رویہ انگلستان کے قانون پولی گمی (Poly Gamy) کے بالکل خلاف ہے۔ پس نتیجہ یہ ہے کہ ہندوستان کی انصاف رساں عدالتوں کا یہ قانونی دستور ایشیاء کو یورپ سے متمیز کرتا ہے۔ اس لیے ثابت ہو گیا کہ محض قانونی پہلو سے اس مسئلہ پر کوئی مسلمہ اعتراض موجود نہیں ہے۔ [2]

[2] اب اس مسئلہ پر مذہب کی رو سے غور کرنا ہے۔ مذہب کا سرچشمہ ملک ایشیا ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام بھی شام میں پیدا ہوئے اور ایشیائی ہیں۔

ایشیاء کے مشہور مذہب

ایک سے زیادہ بیوی کی تائید میں ہیں۔ قدیم ہندوستان کو لیجیے۔

[1] سری رام چندر جی کے اولاد مہاراجہ دسرت کی تین بیویاں تھیں:

- پنڈت رانی کوشلیا — والدہ رام چندر جی

---

[1] صلوات کے یہ الفاظ بروایت ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ امام بخاری و مسلم وابوداود ونسائی وابن ماجہ نے روایت کیے ہیں۔ [2] دفعات 366,363 کو بھی جب شادی شدہ عورت کے متعلق ہوں، نیز دفعہ 498 کو اس نظیر میں بھی شامل کر لینا چاہیے۔ ہماری اس دلیل کے خلاف یہ جواب درست نہیں ہوگا کہ ہندوستان کی عدالتوں نے اس بارے میں ہندوستان کے رواج کی خاصۃ پیروی کی ہے کیوں کہ اگر ہمارے واضعان قانون اسی مسئلہ کو قطعاً مخرب اخلاق سمجھتے تو اس کا ضرور کلی انسداد کر دیتے۔ خواہ رسم اور رواج اس کی تائید ہی میں پائے جاتے۔ انسداد رسم ستی کے متعلق گورنمنٹ نے ایسا ہی کیا۔ اگرچہ بعض لوگ اس کی بنیاد مذہب پر بھی بتاتے ہیں۔ تعدد شوہران کے بارہ میں ان عدالتوں کا یہی رویہ ہے۔ اگرچہ ان علاقہ جات کے لوگوں نے رسم و رواج کو تائید میں بار بار پیش کیا ہے۔ ان نظائر پر غور کرنے سے ثابت ہو جاتا ہے کہ دلیل صحیح ہے۔

- رانی سمترا — والدہ لچھمن جی
- رانی کیکئی — والدہ بھرت جی

2 سری کرشن جی کی، جو اوتاروں میں سولہ کلاں سپورن تھے۔ سینکڑوں بیویاں تھیں۔ 1

3 راجہ پانڈو کے جو مشہور پانڈوں کا جد اعلیٰ ہے، دو بیویاں تھیں۔

- کنتی — والدہ یدھشتر و بھیم سین وارجن
- مادری — والدہ نکل و سہدیو

4 راجا شنتن کی دو بیویاں تھیں:

- گنگا — والدہ بھیکم
- ستیہ وتی — والدہ چترانگد و بچترا ویرج پسران شنتن۔ نیز والدہ بیاس جی۔ پسر پراشر رکھیشر

5 بچترا ویرج کی دو بیویاں اور ایک لونڈی تھی۔

- امبکا — والدہ دھرتراشٹ۔ پسر بیاس جی
- امبالکا — والدہ پانڈو۔ پسر بیاس جی
- لونڈی — والدہ بدر۔ بن بیاس جی

منہاج نبوت ﷺ اور تعدد ازواج

اب اس مسئلہ کو منہاج نبوت ﷺ پر دیکھ لینا چاہیے۔

عیسائی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عظمت کے قائل ہیں اور ان کو خلیل الرحمن تسلیم کرتے ہیں 2 حضرت یعقوب علیہ السلام کو خدا کا اسرائیل اور نہایت برگزیدہ تسلیم کرتے ہیں۔ 3

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بابت اعتقاد رکھتے ہیں کہ اب تک بنی اسرائیل میں موسیٰ علیہ السلام کی مانند کوئی نہیں اٹھا جس سے اللہ آمنے سامنے آشنائی کرتا۔ 4

ہم حضرت داؤد علیہ السلام کی بابت بائبل میں یہ فقرہ پڑھا کرتے ہیں: ''خدا نے اس سے کہا کہ تو میرا بیٹا ہے میں آج کے دن تیرا باپ ہوا۔'' 5

حضرت سلیمان علیہ السلام کی بابت عیسائی مانتے ہیں کہ خدا نے اسے فرمایا تھا: ''میں نے ایک عاقل اور سمجھدار دل تجھ کو بخشا۔ ایسا کہ تیری مانند تجھ سے آگے نہ ہوا اور نہ تیرے بعد تجھ سا برپا ہوگا'' 6 تسلیم کرتے ہیں کہ خدا نے سلیمان علیہ السلام کی بابت یہ بھی کہا تھا: ''وہ

---

1 لالہ لاجپت رائے آنجہانی نے اپنی کتاب کرشن چرتر میں صرف 18 رانیاں تسلیم کی ہیں۔ ہمارے مدعا کے لیے یہ تعداد بھی کافی ہے۔
2 یعقوب کا خط شمول انجیل 22/2 3 تواریخ 10/22 خروج 4 استثنا 10/34 5 زبور 2/7 6 اسلاطین 3/12

میرا بیٹا ہوگا، میں اس کا باپ ہوں۔'' [1]

حوالہ جات بالا کے بعد ہم بہ وثوق اپنی رائے قائم کرسکتے ہیں کہ انبیاء صدر کے افعال منہاج نبوت کے ثابت کرنے میں محکم ترین دلائل اور بہترین نظائر ہیں۔

اب انبیاء صدر علیہم السلام کے متعلق ملاحظہ ہو

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی تین بیویاں تھیں:

1. سیدہ ہاجرہ علیہا السلام۔ کتاب پیدائش 16/4 — والدہ: اسماعیل علیہ السلام
2. سیدہ سارہ علیہا السلام۔ کتاب پیدائش 18/15 — والدہ: اسحق علیہ السلام
3. قتورہ خاتون۔ کتاب پیدائش 25/1 — والدہ: زمران، یقیسان، مدان، مدیان، یشباق، مشوح

حضرت یعقوب اسرائیل علیہ السلام کی چار بیویاں:

1. لیاہ۔ کتاب پیدائش 29/23 — والدہ: روبن سمعون، لاوی، یہودہ، آشکار، زبلون
2. زلفہ۔ کتاب پیدائش 29/23 — والدہ: جد، آشر
3. راخل۔ کتاب پیدائش 29/28 — والدہ: یوسفؑ و بنیامین
4. بلہہ۔ کتاب پیدائش 29/29 — والدہ: دان و نفتالی

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی چار بیویاں:

1. سفورہ خاتون۔ کتاب خروج 2/21 — والدہ: جیرسوم، الیعزر
2. حبشیہ
3. ایک اور بیوی جس کے باپ کا نام قینی تھا۔ قاضیون 1/16
4. ایک اور بیوی جس کے باپ کا نام حباب تھا۔ قاضیون 4/16

حضرت موسیٰ علیہ السلام پر بے تعداد بیویوں کا جواز

جب تو لڑائی کے لیے اپنے دشمنوں پر خروج کرے اور خداوند تیرا خدا، ان کو تیرے ہاتھوں سے گرفتار کرے اور تو انھیں اسیر کر لائے۔ (10)

اور ان اسیروں میں خوب صورت عورت دیکھے اور تیرا جی اسے چاہے کہ تو اسے اپنی جورو بنائے۔ (11)

تو تو اسے اپنے گھر میں لا۔ اس کا سر منڈا اور ناخن کٹوا۔ (12)

تو وہ اپنا اسیری کا لباس اتارے اور تیرے گھر میں رہے اور ایک مہینہ بھر اپنے باپ اور اپنی ماں کے سوگ میں بیٹھے۔ بعد اس کے تو اس کے ساتھ خلوت کر اس کا خصم بن اور وہ تیری جورو بنے۔ (13) [2]

---

[1] التواریخ: 22/10 [2] کتاب استثناء: 10/21 تا 13

حضرت داؤد علیہ السلام کی بیویاں

حضرت داؤد علیہ السلام کی ① 9 بیویوں کے نام اور ان کے علاوہ ② دس حرموں کا ذکر ③ اور پھر ان کے علاوہ اور ④ جوروؤں کا ذکر بائبل سے حسب صراحت ذیل ملتا ہے۔

نمبر شمار	نام زوجہ	حوالہ	کیفیت اور ان کے بطن سے پیدا شدہ فرزندان کے نام
1	اخنوعم	1۔سموئیل 26/23	امنون، پہلوٹھا اس سے پیدا ہوا۔
2	ابی جیلی	2۔// // //	کلیاب اس سے پیدا ہوا۔
3	میکل بنت ساول بادشاہ اسرائیل	1۔سموئیل 18/27	بے اولاد
4	معکہ بنت تلمی بادشاہ جسور	2۔سموئیل 3 باب	ابسلوم، اس سے پیدا ہوا۔
5	حجیت	// // //	ابی سلوم۔ادونیاہ پیدا ہوئے
6	ابیطال	// // //	سفطیاہ پیدا ہوا
7	عجلاہ	// // //	تیرعام اس کے بطن سے پیدا ہوا۔ داؤد کے مندرجہ بالا فرزند بمقام حبرون پیدا ہوئے تھے 2۔سموئیل 3 باب
8	بنت سبع دختر ایعام	2۔سموئیل 26,3/11	حضرت سلیمان علیہ السلام اس سے پیدا ہوئے۔
9	ابی شاگ	2۔سموئیل	
10	دس حرمین داؤد کی	2۔سموئیل 20/30 [1]	

دیگر داؤد نے حبرون سے آ کر یروشلم اور حرمین دیگر اور جوروئیں کیں۔ [2]

حضرت سلیمان علیہ السلام کی ایک ہزار (1000) عورتیں

اس کی سات سو جوروئیں بیگمات اور 300 حرمیں تھیں۔ [3]

ان حوالہ جات سے ظاہر ہے کہ اللہ کے برگزیدہ نبیوں اور رسولوں کے گھروں میں ایک سے زیادہ بیویاں ہوتی تھیں اور ان کی کثرت زوجات کی بنیاد پر عیسائیوں نے ان انبیاء علیہم السلام کی تقدیس میں کبھی کوئی اعتراض نہیں کیا۔

ہم ابھی اور مثالیں پیش کریں گے۔حزقیل نبی کی کتاب کا 22 باب نکالو اور 1 تا 4 درس پڑھ جاؤ۔22/1 خداوند کا کلام مجھے پہنچا اور اس نے کہا:

22/2 اے آدم زاد، دو عورتیں تھیں جو ایک ہی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئیں۔

---

[1] داؤد نے ان کو ایک قصور میں یہ سزا دی کہ ان کے پاس نہ گیا وہ مرتے دم تک قید میں رہیں اور رنڈاپے میں دن کاٹے 2 سموئیل 20/3

[2] 2/سموئیل 5/13۔ [3] سلاطین 11/3۔

23/4۔ ان میں بڑی کا نام اہولہ اور اس کی بہن کا اہولیہ اور وہ میری جورو ئیں بنیں اور بیٹے اور بیٹیاں جنیں۔

اس کلام میں خدا نے ایک سے زیادہ عورتوں کو جورو ئیں بنانے کا ذکر کیا ہے۔

عیسائی کہیں گے کہ یہ کلام تمثیلی ہے۔ لیکن پھر بھی یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ اگر ایک سے زیادہ عورتوں کا جورو بنانا خدا کے نزدیک پسند نہ ہوا تو تمثیلاً بھی اس فعل کو اپنی جانب منسوب نہ کرتا۔

اس کے بعد انجیل متی کا 25 باب پڑھو۔ حضرت مسیح علیہ السلام نے اپنی آمد کی خبر میں دس(10) کنواریوں کا ذکر کیا ہے کہ پانچ (5) نے دولھا کے ساتھ شادی کی۔ گھر میں گئیں اور پانچ(5) جو پیچھے رہ گئی تھیں، ان کے لیے دروازہ نہ کھولا گیا۔ یہ ظاہر ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کبھی اس تمثیلی بیان کو زبان پر نہ لاتے اگر ان کے نزدیک ایک سے زیادہ بیوی کا ہونا پسندیدہ نہ ہوتا۔ انگلستان کا مشہور شاعر ملٹن (Milton) [1] تو اسی تمثیل سے ایک سے زیادہ بیوی کے جواز کا قائل تھا۔

ان تمام حوالہ جات سے ثابت ہوتا ہے کہ جو منہاج نبوت ہزاروں سال سے سینکڑوں انبیاء علیہم السلام نے اپنے پاک اور محکم چال چلن سے قائم کیا تھا وہ یہ تھا کہ نبی کے گھر میں ایک سے زیادہ بیویاں ہوتی ہیں۔

اگر کوئی شخص اب بھی ہمارے ساتھ نتیجہ بالا میں متفق نہیں ہے تو اسے عبرانیوں 13/4 پڑھنا چاہیے۔

بیاہ کرنا سب میں بھلا ہے اور بستر ناپاک نہیں

یہ خدا حرام کاروں اور زانیوں کی عدالت کرے گا۔

یہ درس صرف دو ہی صورتوں کا ذکر کرتا ہے۔

1. بیاہ
2. زنا

اب اگر کوئی شخص کہتا ہے کہ ایک سے زیادہ بیویاں کرنا ناپاک بستر ہے تو کیا وہ یہ بھی اقرار کرنے کو آمادہ ہے کہ وہ سب مقدس لوگ جن کی نبوت پر اسے ایمان ہے عبرانیوں کے فقرہ 13/4 کے مصداق تھے۔ ہم جانتے ہیں اور یقین رکھتے ہیں کہ کوئی بھی ایمان دار عیسائی ایسا نہیں پایا جائے گا۔ اس لیے ہم ہر ایک عیسائی کے ایمان ہی سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ جناب ختمیت مآب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخانہ لفظ کہنے سے اس طرح رک جائے جس طرح وہ حضرت ابراہیم و یعقوب اور موسیٰ و علیہم السلام کے سامنے مہر بر لب ہو گیا ہے۔

[1] جان ملٹن (John Milton) معروف انگریز دانشور، مصنف اور شاعر (1608-1674ء)

فصل اوّل 1

نبی ﷺ اور کثرت زوجات

نبی ﷺ کی مبارک زندگی پر نظر ڈالو کہ 63 سال میں سے ابتدائی 25 سال حضور ﷺ کے کمال تجرد سے گزرتے ہیں جس بزرگ نے 25 سال تک عنفوان شباب اور جوش جوانی کا زمانہ کمال تقویٰ اور نہایت ورع کے ساتھ پورا کیا ہو اور جس کے حسن مردانہ کے کمال نے اعلیٰ سے اعلیٰ خواتین کو اس سے تزویج کا آرزومند کر دیا ہو پھر بھی ربع صدی تک اس کے تجرد و تفرد پر کوئی شے غالب نہ آئی ہو، کیا ایسے شخص کی نسبت اعلیٰ رائے قائم نہیں ہوتی ؟ جس مقدس ہستی نے 25 سے 50 سال تک کی عمر کا زمانہ ایک ایسی خاتون کے ساتھ بسر کیا ہو جو عمر میں ان سے 15 سال بڑی اور ان سے پیشتر دو شوہروں کی بیوی رہ کر کئی بچوں کی ماں بن کر معمر ہو چکی ہو اور پھر اس ربع صدی کے زمانہ میں حضور ﷺ کی وابستگی و محبت میں ذرا کمی نہ آئی ہو بلکہ اس کے مرجانے کے بعد بھی ہمیشہ اس کی یاد کو تازہ رکھا ہو، کیا ان کی نسبت کوئی شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ اس تزویج کی وجہ وہی تھی جو عام طور پر پرستاران حسن کی شادیوں میں پائی جایا کرتی ہے۔؟
نبی ﷺ کی زندگی (55ھ سے لے کر 59 تک) کی درمیانی مدت کا پنج سالہ زمانہ ایسا ہے جب ازواج مطہرات سے حجرات آباد ہوئے تھے۔ اس لیے ہر ایک شخص کو غور کرنا چاہیے کہ زندگی مبارک کے 55 سالہ رویہ سے بڑھ کر جو عمل ہوا اس کے خاص خاص اسباب کیا تھے؟ خصوصاً جب نبی ﷺ کی یہ حدیث بھی موجود ہے۔ مَالِيَ فِي النِّسَاءِ مِنْ حَاجَةٍ (مجھے عورتوں کی کوئی حاجت نہیں) [1] غور کرنے سے معلوم ہو جائے گا کہ نبی ﷺ نے جس قدر نکاح کیے ان کی بنیاد فوائد کثیرہ دین اور مصالح جمیلہ ملک اور مقاصد حسنہ قوم پر مبنی تھے۔ ان فوائد و مصالح و مقاصد کا اس قدیم ترین زمانہ اور عرب جیسے جمود پسند ملک میں حاصل ہونا تزویج کے بغیر ممکن ہی نہ تھا۔ [2]

نکاح ام المومنین صفیہ رضی اللہ عنہا

مثلاً ام المومنین صفیہ رضی اللہ عنہا کے نکاح پر غور کرو کہ اس سے پیشتر جس قدر لڑائیاں مسلمانوں کے ساتھ کفار نے کیں، ان میں سے ہر ایک میں یہود کا تعلق سراً یا اعلانیہ ضرور ہوتا تھا مگر تزویج صفیہ رضی اللہ عنہا کے بعد یہود مسلمانوں کے خلاف کسی جنگ میں شامل نہ ہوئے۔ دیکھو یہ نکاح کس قدر ضروری تھا۔

مثلاً ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے نکاح پر غور کرو۔ ان کا باپ ابوسفیان عمائد قریش میں سے تھا اور قوم کا نشان جنگ اس کے گھر میں رکھا ہوا تھا۔ جب یہ نشان باہر کھڑا کیا جاتا تو تمام قوم پر آبائی ہدایت اور قومی روایات کے اتباع میں لازم ہو جاتا تھا کہ سب کے سب اس جھنڈے کے نیچے فوراً جمع ہو جائیں۔ احد اور حمراء الاسد، بدر الاخریٰ، احزاب، وغیرہ لڑائیوں میں ابوسفیان ہی اس نشان کو لیے ہوئے قائد قریش نظر آتا ہے۔ اس تزویج مبارکہ کے بعد دیکھو کہ وہ کسی جنگ میں مسلمانوں کے خلاف فوج کشی کرتا نظر نہیں آتا۔ بلکہ تھوڑے ہی عرصہ کے بعد خود بھی اسلام کے جھنڈے کے نیچے آ کر پناہ لیتا ہے۔ کیا اب بھی کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ یہ نکاح نہایت ضروری نہ تھا۔

---

[1] بخاری: 5149، مسلم: 1425، ابوداود: 2111، ترمذی: 1114، دارمی: 2201، مسند احمد: 5/330

[2] نپولین بونا پارٹ کی دوسری شادی پر غور کرو جو خاص پوپ کی موجودگی میں کی گئی اور جسے سارے یورپ نے تسلیم کیا ہے۔ ان میں صرف عذر تھا کہ بونا پارٹ کی نسل باقی رہے۔ حالانکہ یہ ضرورت ان مصالح کے مقابلہ میں جو انبیاء اللہ علیہم السلام کی تزویج میں ہوتے ہیں کوئی بھی درجہ نہیں۔

نکاح ام المومنین جویریہ رضی اللہ عنہا اور امن عام

مثلاً ام المومنین جویریہ رضی اللہ عنہا کے نکاح پر غور کرو۔ ان کا باپ مشہور رہزن ڈکیتی پیشہ تھا اور مسلمانوں سے خاص دلی عداوت رکھتا تھا۔ بنو مصطلق کا مشہور طاقتور اور جنگ جو قبیلہ جو چند در چند شعوب پر محتوی تھا اس کے اشارہ پر کام کرتا تھا اور یہی وجہ ہے کہ اس تزویج سے پیشتر ہر ایک جنگ میں جو مسلمانوں کے خلاف ہوئی اس قبیلہ کی شرکت ضروری پائی جاتی ہے۔ لیکن اس نکاح کے بعد سب مخاصمتیں نابود ہو جاتی ہیں۔ تمام قبیلہ قزاقی چھوڑ کر متمدن زندگی اختیار کر لیتا ہے اور پھر مسلمانوں کے خلاف کسی جنگ میں شامل نہیں ہوتا۔ انصاف سے کہو کہ یہ نکاح کس قدر ضروری تھا؟

ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کے فوائد

علیٰ ہذا ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا کے نکاح پر غور کرو۔ ان کی ایک بہن سردار نجد کے گھر میں تھی۔ اس نکاح نے ملک نجد میں صلح اور امن اور اسلام پھیلانے میں بہترین نتائج پیدا کیے۔ حالانکہ قبل ازیں اہل نجد ہی وہ تھے جنھوں نے ستر (70) واعظان دین کو اپنے ملک میں لے جا کر غدر سے قتل کیا تھا۔ اہل نجد ہی وہ تھے جن سے چند بار نقض امن اور فساد انگیزی کے واقعات ظہور میں آ چکے تھے۔ ہر ایک شخص کو جو امن عامہ اور اصلاح ملک کے فوائد کا منکر نہیں تسلیم کرنا پڑے گا کہ یہ نکاح کس قدر بابرکت تھا۔

ام المومنین زینب رضی اللہ عنہا کے نکاح کے دینی فوائد

ام المومنین زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا اور عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حفصہ رضی اللہ عنہا کے نکاح خالص اسلامی اغراض اور مصالح دینی پر مبنی تھے۔ بنت جحش کے نکاح نے تبنیت کے بت کو توڑا اور تثلیث کے درخت کو کھوکھلا کر دیا اور یہ اتنی بڑی اصلاح ہے کہ مشرکین واہل کتاب کی درستی اس کے بغیر ممکن ہی نہ تھی۔

عائشہ وحفصہ رضی اللہ عنہا کے نکاح نے اتقان قرآن وحفاظت کتاب اللہ ونشر احادیث وتعلیم نساء کے بارہ میں فوق العادت کام کیے اور پھر صدیق رضی اللہ عنہ وفاروق رضی اللہ عنہ کی خلافتوں کو زیادہ بابرکت اور زیادہ پر منفعت بنانے میں بڑا کام کیا۔ اور یہ ایسے فوائد ہیں جن کے لیے نبی ﷺ کسی عمدہ تدبیر کو ہاتھ سے نہ جانے دیتے تھے۔ ہم نے جن فوائد کا ذکر کیا ہے، یہ نمونے ہیں ان اغراض ومقاصد دینیہ کے جو نبی ﷺ کے مدعائے اعلیٰ انبیائے سابقین کی سنت پر عمل کرنے کے علاوہ اور ضروریات ملکی اور مصالح دینی پر بھی مشتمل تھا تو ہر ایک شخص کو جو سر میں دماغ اور دماغ میں فہم صحیح کا مادہ رکھتا ہے، اقرار کرنا پڑے گا کہ نبی ﷺ کے لیے ایسا ہی کرنا شایان وضروری تھا اور اگر ایسا نہ کرتے تو بہت سی مصلحتوں سے ملک اور نوع اور قوم اور اسلام کو محروم ہونا پڑتا اور ایسا کرنا اس مصلح اعظم کی شان کے منافی تھا جسے اللہ نے رحمۃ للعالمین ﷺ بنایا ہے۔

فصل دوم 2

ازواج النبی ﷺ کے فضائل

ازواج النبی ﷺ کی فضیلت خود نبی ﷺ کی شرف وفضیلت کا ایک شعبہ ہے۔ اس لیے سیرت نبی ﷺ میں ان کے فضائل کا ذکر ضروری ہے۔

ہم ان فضیلتوں کا ذکر اس وقت قرآن مجید سے نمبروار کریں گے۔

فضائل وارده احادیث کا ذکر کسی اور مقام پر ہوگا۔

1 فضیلت اول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ازواج النبی ﷺ کے خطاب عالی سے یاد فرمایا ہے:

زبان عرب میں لفظ زوج کا استعمال تشابہ، تشاکل اور متساوی اشیاء پر کیا جاتا ہے۔

مثلاً زَوْجَا خُفٍّ جراب کے دونوں پاؤں۔

قرآن مجید میں ہے:

﴿ اُحْشُرُوا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَ اَزْوَاجَهُمْ ﴾[37:الصّٰفّٰت:22] ''یعنی ظالموں کو اور جوان جیسے تھے، جمع کرو۔''

ایک دوسری مقام پر ہے:

﴿ وَاِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ ﴾[81:التکویر:7] ''یعنی جب ہر ایک گروہ کو قسم وار کیا جائے گا۔ صالح کو صالح کے ساتھ، فاجر کو فاجر کے ساتھ ملایا جائے گا۔''

پس جب ازواج نبی ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام صدق التیام میں ازواج النبی ﷺ فرمایا تو یہ خطاب فی الواقع ان کے لیے نبی ﷺ کے ساتھ اتصال دوام اور تشاکل تام کا مظہر ہو گیا۔

اس نکتہ کے مزید انشراح کے لیے آپ تمام قرآن مجید پر تدبر فرمائیں کہ ایک بھی مثال ایسی نہیں ملے گی کہ کسی عورت کو کسی مرد کا یا کسی مرد کو کسی عورت کا زوج بتایا گیا ہو۔ دونوں میں اتحاد ظاہری و باطنی اور وحدت ازدواجی وایمانی پائی نہ جاتی ہو۔

اس نکتہ کے ساتھ یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ قرآن پاک نے لفظ ''امراۃ'' کے استعمال میں یہ تقید نہیں کیا، بلکہ اس کا استعمال ہر چہار صورت ہائے ذیل میں ہوا ہے:

1 جب زن وشوہر ہر دو کافر ہوں: ابولہب اور اس کی عورت کے لیے فرمایا:

﴿ وَامْرَاَتُهٗ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ﴾[اللھب:14] اس کی عورت لکڑیوں کو چننے والی۔

2 جب شوہر مومن اور عورت کافر ہو، فرمایا:

﴿ اِمْرَاَةَ نُوْحٍ وَّامْرَاَةَ لُوْطٍ ﴾[التحریم:10] نوح علیہ السلام اور لوط علیہ السلام کی عورتیں۔

3 جب عورت مومنہ اور شوہر کافر ہو، فرمایا:

﴿ اِمْرَاَةَ فِرْعَوْنَ ﴾[التحریم :10] فرعون کی عورت۔

4 جب زوجین مومن ہوں:

حضرت زکریا علیہ السلام اپنی بیوی کی بابت فرماتے ہیں:

﴿ وَكَانَتِ امْرَاَتِيْ عَاقِرًا ﴾[مریم:5] ''میری بیوی بانجھ ہے۔''

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قصہ میں ہے:

﴿ فَاَقْبَلَتِ امْرَاَتُهٗ فِيْ صَرَّةٍ ﴾[الذاریات :29] ''اس کی عورت جماعت میں آئی ۔''

صورت اول کی وجہ یہ ہے کہ لفظ زوج عزت کا خطاب ہے۔ ابولہب اور اس کی عورت کو یہ خطاب نہیں مل سکتا تھا۔

صورت دوم وسوم کی وجہ یہ ہے کہ لفظ زوج میں تشاکل وتساوی ہوتا ہے۔ نہ کافر عورت مسلمان شوہر سے مشاکلت رکھتی ہے اور نہ مسلمان عورت کافر شوہر سے۔ اس لیے لفظ ''امراۃ'' پر اکتفا ہوئی۔

صورت چہارم کی وجہ یہ کہ حضرت زکریا علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیویوں کے حمل اور ولادت کا ذکر تھا اور یہ ذکر ''امراۃ'' کے ساتھ کیا جانا زیادہ بلیغ تھا کیوں کہ لفظ زوج کا اطلاق مرد اور عورت ہر دو پر نافذ ہوتا ہے۔

البتہ کوتاہ فہم اشخاص کے ازالہ شبہ کی غرض سے اللہ تعالیٰ نے یہ بھی کیا کہ حضرت زکریا علیہ السلام کی بیوی کا ذکر دوسری آیت میں لفظ زوج سے بھی فرمایا:

﴿ وَاَصْلَحْنَا لَهٗ زَوْجَهٗ ﴾[الانبیاء:9] ''یعنی ہم نے اس کی بیوی کے مرض کی اصلاح کر دی۔''

اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی کی بابت زبان ملائک سے یہ بیان فرمایا:

﴿ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ ﴾[ھود:73] "اے گھر والی تم پر اللہ کی رحمت اور برکتیں۔''

غرض لفظ زوج کے استعمال کی بابت اللہ تعالیٰ کا یہ التزام اور لفظ امراۃ کے استعمال میں یہ عدم التزام ہماری دلیل کو خوب مستحکم کرتا ہے۔

اب یاد رکھنا چاہیے کہ ازواج نبی ﷺ کو سورہ مریم میں دو (2) دفعہ اور سورہ احزاب میں چار (4) دفعہ ازواج النبی ﷺ فرمایا گیا ہے۔ اسی سے ان کا شرف اور فضیلت آشکار ہے۔

2 فضیلت دوم: اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ ﴾[الاحزاب :32] ''تم اور عورتوں جیسی نہیں ہو۔''

النساء میں جنس انوثیت کا ہر ایک فرد شامل ہے اور کوئی عورت ذات بھی اس سے باہر نہیں جاتی۔ پھر لفظ احد بھی موجود ہے اور جب نفی کے لیے لفظ احد کا استعمال کیا جاتا ہے تو اس وقت نفی بدرجہ اتم ہوتی ہے۔ غور کرو۔

﴿ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ﴾[الاخلاص:4] (اللہ کا کوئی بھی کفو نہیں) غرض نفی میں احد کا استعمال کسی استثناء کا موقع نہیں رہنے دیتا۔ اس لیے ثابت ہو گیا کہ ازواج النبی ﷺ کا درجہ ہر ایک عورت سے بالا و متمیز اور شان خاص کا ہے۔

3 فضیلت سوم: اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ اِنَّا اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ ﴾[الاحزاب:50] ''ہم نے تیری ازواج کو تیرے لیے حلال رکھا۔''

زن و مرد تزویج کے بعد زن و شوہر بن جاتے ہیں خواہ یہ تزویج اسلام کے مطابق ہو یا مذہب غیر اسلام کے مطابق ہو جس کا

پابند یہ زن و مرد اسوقت تھے۔ لیکن کوئی زن و شوہر دعویٰ سے یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس عقد کا درگاہ رب العزت میں کیا درجہ ہے؟ اللہ تعالیٰ نے ازواج النبی کے متعلق ﴿ اِنَّـآ اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ ﴾ کا حکم قانونی دے کر اعلان فرمایا کہ نبی ﷺ کی بیویوں کا ازواج النبی ﷺ ہونا بمنظوری رب العالمین ہے اور ظاہر ہے کہ یہ منظوری فی الواقع ان کے لیے فضیلت عظیمہ ہے۔

4 فضیلت چہارم: اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کے حسن معاشرت با ازواج کی اطلاع ان الفاظ میں دی ہے:

﴿ تَبْتَغِیْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ﴾ [التحریم: 11] ''نبی اپنی ازواج کی مرضاۃ کی ابتغا کرتا۔ یعنی بیویوں کی خوشنودی کا اہتمام کرتا ہے۔''

یہ ظاہر ہے کہ نبی ﷺ کے افعال غلطی کے شائبہ سے بالاتر ہیں۔ پس جب حضور ﷺ ان پاک بیویوں کی خوشنودی کے جویا رہتے تھے تو یہ امر ان کی فضیلت پر مثبت ہوا۔

کسی شخص کو یہ شبہ نہیں ہونا چاہیے کہ اس سے پہلے یہ الفاظ موجود ہیں: ﴿ یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ تَبْتَغِیْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ﴾ [التحریم: 10] کیوں کہ ان الفاظ میں لِمَ کا اثر ﴿ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ﴾ پر ہے مگر ﴿ تَبْتَغِیْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ﴾ پر اس کا اثر ذرا بھی نہیں ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو اللہ تعالیٰ یوں فرماتا: یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ لِمَ تَبْتَغِیْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ظاہر ہے کہ ایسا نہیں فرمایا گیا۔ پس آیت کی تفسیر یہ ہوئی کہ آپ ازواج کی خوشی کے لیے ہر ایک بات کرنے پر آمادہ رہتے ہیں۔ ہاں اس کے لیے ایک حد ہونی چاہیے۔ حد یہ ہوگی کہ آپ ان کی خوشی کے لیے سب کچھ کر سکتے ہیں بشرطیکہ کسی حلال چیز کو حرام ٹھہرانے کی نوبت نہ آئے۔ جیسا کہ حضور ﷺ نے شہد کے استعمال کو ترک کرنے کا ارادہ صرف اس گمان سے فرما لیا تھا کہ ایک بیوی کو شہد کی بو گوارا نہیں۔

اس تفسیر سے صاف طور پر واضح ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو مرضاۃ ازواج کی اجازت فرما دی اور فی الواقع یہ اجازت تدبیر منزل اور حسن معاشرت زوجین کی جان ہے اور جو حد قائم فرما دی گئی ہے وہ بھی اسی قدر ضروری ہے تاکہ کوئی شخص صرف خوشنودی زوج کے لیے تحریم حلال میں نہ پڑ جائے اور یہ ظاہر ہے کہ جب تحریم حلال کی اجازت نہیں دی گئی تو تحلیل حرام کی اجازت تو قطعاً نہیں ہو سکتی۔ اس لیے ایک عظیم الشان مسئلہ بھی طے ہو گیا اور دنیا کو یہ بھی معلوم ہو گیا کہ نبی ﷺ کا بہترین سلوک اپنی بیویوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے علم اور حکم کے ساتھ کیسا اعلیٰ تھا کہ ہر ایک شوہر کو اس نمونہ پر چلنا چاہیے۔ پس یہ آیت فی الواقع ازواج النبی ﷺ کی فضیلت میں ہے۔

5 فضیلت پنجم: اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَمِنْ اٰیٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَیْهَا وَجَعَلَ بَیْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ط اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ ﴾ [الروم: 21] ''یہ بھی اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تمھاری ہی جنس سے تمھارا جوڑا بنایا تاکہ اس سے تسکین پاؤ اور تم دونوں کے درمیان محبت اور پیار پیدا کر دیا۔ اس میں فکر کرنے والوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں۔''

اس آیت میں جب عام طور پر زوجین کی یہ صفت بیان کی گئی ہے تو بالضرور نبی ﷺ اور ازواج النبی ﷺ بھی اس صفت کے مظہر تھے اور حسب الحکم علام الغیوب یہ ثابت ہو گیا کہ ازواج النبی حضور ﷺ کے لیے سکینۂ قلب تھیں اور ان کے دلوں میں حضور ﷺ کی محبت و مودت بھری ہوئی تھی جیسا کہ حضور ﷺ کے قلب پاک میں ان کے لیے ود اور رحمت موجود تھی۔ اس سے

صاف طور پر ازواج النبی ﷺ کی فضیلت آشکارا ہوگئی۔

6 فضیلت ششم: یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ازواج النبی ﷺ کا امتحان لیا اور ان کے سامنے دو چیزوں کو رکھ دیا اور اختیار دیا کہ ان دونوں میں سے کسی ایک کو پسند کر لیں۔ فرمایا: ﴿ يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَ زِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَ اُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ○ وَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴾ [الاحزاب: 28-29]

"اے نبی ﷺ! اپنی ازواج سے کہہ دیجیے کہ اگر تم دنیا کی زندگی اور زینت چاہتی ہو تو آؤ کہ میں تمھیں بہت کچھ دے دلا کر اچھی طرح رخصت کر دوں اگر تم اللہ اور رسول ﷺ اور آخرت کو پسند کرتی ہو تب تم کو بتایا جاتا ہے کہ اللہ نے تم میں نیکی کرنے والیوں کے لیے اجر عظیم تیار کر رکھا ہے۔"

ازواج النبی ﷺ کے لیے	ایک جانب	دوسری جانب
	دنیا اور زینت دنیا	اللہ، رسول اور دار آخرت
شق اول کی صورت میں رسول اللہ کا کام	ایسی ازواج کو اپنے سے علیحدہ کر دینا تھا	
شق دوم کی صورت میں اللہ تعالیٰ کا کام		ازواج کو اجر عظیم عطا کرنا ہے

یہ حکم تبلیغی تھا اور کچھ شک نہیں کہ نبی ﷺ نے اس حکم کو ضرور ازواج پاک تک پہنچایا۔ اب نتیجہ کی تلاش کرنا چاہیے کہ کیا ازواج نے حیاۃ دنیا اور زینت دنیا کو پسند کیا تھا؟ اگر ایسا ہوا ہوتا تو ضرور تھا کہ نبی ﷺ اس فرض کو جو اللہ نے حضور ﷺ پر عائد کیا تھا، پورا کرتے اور ایسی بیویوں کو یا ایسی بیوی کو اپنے سے الگ کر دیتے۔ اس بارہ میں شہادت اور اسلامی فرقوں کی متفقہ کتب تاریخ سب کی سب متفق ہیں کہ نبی ﷺ نے کسی ایک بیوی کو بھی ترک نہیں کیا۔ اس لیے ثابت ہو گیا کہ وہ شق دوم میں داخل ہیں۔ اس کا ثبوت ایک اور آیت سے بھی ملتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَآءُ مِنْۢ بَعْدُ وَ لَآ اَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ اَزْوَاجٍ وَّ لَوْ اَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ ﴾ [الاحزاب: 52]

"تجھے ان ازواج کے بعد اور عورتیں حلال نہیں، تجھے یہ بھی حلال نہیں کہ ان ازواج میں سے کسی کے بدلے کسی کو اپنا زوج بنائے گو اس کا حسن تجھے پسند بھی ہو۔"

پہلی آیت میں نبی ﷺ کو ازواج کے چھوڑ دینے کا اختیار دیا گیا تھا اور اس پچھلی آیت میں وہ اختیار کا تبدیل کرنا بھی نبی ﷺ کو حلال نہ ہوگا۔ مطلب صاف ظاہر ہے کہ ازواج النبی ﷺ کی بابت جب امتحان میں ثابت ہو گیا اور وہ اللہ اور رسول ﷺ اور دار آخرت ہی کی خواستگار ہیں تو اب ان کو دوام کے لیے اللہ نے اپنے رسول ﷺ کے واسطے پسند کر لیا اور پھر ان کی تبدیلی کا اختیار بھی رسول اللہ ﷺ کو نہیں رہا۔ دونوں آیتوں سے ازواج النبی ﷺ کے معاملات متعلق عقائد و کیفیات قلبی و قبولیت ربانی بخوبی ظاہر ہو گئے ہیں۔

اس دلیل کے زیادہ روشن کرنے کے لیے آیت ذیل کو بھی شامل کیا جا سکتا ہے:

﴿ وَ مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَ لَآ اَنْ تَنْكِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا ؕ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا ﴾ [الاحزاب: 53]

’’اے ایمان والو! تمھیں یہ شایان نہیں کہ رسول اللہ کو ایذا دو اور تمھیں یہ بھی کبھی شایان نہیں کہ رسول اللہ کے بعد ان کی ازواج سے نکاح کرو۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تو یہ گناہ عظیم ہے۔‘‘

پہلی آیت میں چونکہ ازواج النبی ﷺ کا اتصال نبی ﷺ سے دوام کے لیے ظاہر کیا گیا ہے اور اسی لیے نبی ﷺ سے بھی اختیار تبادلہ لے لیا گیا تھا۔ اس لیے اس آیت میں امت پر ان کی حرمت دوام کا اعلان کیا گیا۔

آخری آیت میں قابل غور بات یہ ہے کہ مومنین کو پہلے تو ایذائے رسول اللہ ﷺ سے روکا گیا ہے اور پھر خصوصیت کے ساتھ حقوق ازواج النبی ﷺ کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس سے صاف طور پر معلوم ہوگیا کہ ایذائے رسول اللہ ﷺ کی جس قدر اقسام ہو سکتی ہے، ان سب میں سے زیادہ سخت وہ صورت ہوگی جس میں ازواج النبی ﷺ کی شان کے خلاف کوئی رویہ اختیار کیا گیا ہو۔ کیوں کہ قرآن پاک نے ایذائے رسول اللہ ﷺ کے تحت میں خصوصیت سے اسی جزئی کا ذکر فرمایا ہے۔

7 فضیلت ہفتم: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

﴿ وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ﴾ [الاحزاب:34]

’’اے بیبیو! تمھارے گھروں میں اللہ تعالیٰ کی آیتوں اور حکمت الٰہیہ کی جو تلاوت کی جاتی ہے۔ تم اس کا ذکر کرتی رہو۔‘‘

اس آیت میں ’’بیوت‘‘ کو ضمیر جمع مؤنث ’’کُنَّ‘‘ سے مضاف کیا گیا ہے اور اسی سورت کے رکوع 7 میں ﴿لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ﴾ فرما کر ان بیوت کو نبی ﷺ کی جانب مضاف فرمایا گیا اور یہ امر اتحاد زوجین طیبین پر دلیل صریح ہے کہ ایک دفعہ ان گھروں کو نبی کے گھر بتایا اور ایک دفعہ انھیں گھروں کو ازواج کا گھر فرمایا۔

اب آیت بالا پر غور کرو کہ ازواج نبی ﷺ کے بیوت (گھروں) کی اللہ پاک نے کس قدر صفت وثنا فرمائی ہے۔ ان گھروں کو مہبط وحی الٰہی بتایا۔ ان گھروں کو حکمت ربانی کا گہوارہ ٹھہرایا سب جانتے ہیں کہ مکان کو عزت مکین سے ہوتی ہے۔ اب ازواج النبی ﷺ کی عزت ربانیہ اور حرمت الٰہیہ کا قیاس خود ہی کر لیجیے۔ بے شک یہ ایک بڑی فضیلت ہے۔

8 فضیلت ہشتم: اللہ تعالیٰ نے ازواج النبی ﷺ کی شان بلند میں آیت تطہیر کو نازل کیا اور وحی متلو میں فرمایا:

﴿وَ قَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَ لَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى وَ اَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَ اَطِعْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَ يُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا۝ وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ لَطِيْفًا خَبِيْرًا﴾ [الاحزاب:33-34]

’’اے ازواج نبی! تم اپنے گھروں میں ٹھہرو اور جاہلیت اول کی طرح باہر مت پھرو۔ نماز کو قائم کرو، زکوٰۃ کو ادا کرو اور اللہ اور رسول کی اطاعت کرو۔ اے گھر والو! اللہ یہ چاہتا ہے کہ رجس کو تم سے دور کرے اور تم کو بالکل پاک بنا دے اور تمھارے گھروں میں جو آیات اللہ کی اور حکمت کی باتیں پڑھی جاتی ہیں، انھیں یاد رکھو۔ اللہ لطیف وخبیر ہے۔‘‘

اول سے اخیر تک تمام کلام کی مخاطب ازواج النبی ﷺ ہیں اور اس لیے ’’اہل البیت‘‘ کے لفظ کا خطاب بھی انھی کے لیے ہے۔ جیسا کہ ’’بیوتکن‘‘ کا خطاب بھی ان کے لیے ہے۔ اس کی مزید تائید قرآن پاک کے کلام معجز نظام کے سیاق سے بھی ہوتی ہے اور

عرف عام سے بھی۔ کیوں کہ صاحب خانہ یا گھر والی ہمیشہ بیوی کو کہا جاتا ہے اور اہل البیت گھر والی کا لفظی ترجمہ ہے۔ مگر احقاق حق کے لیے ہم پھر قرآن مجید کی جانب رجوع کرتے ہیں۔ کیا اس لفظ کا استعمال کسی دوسرے مقام پر بھی کسی نبی کی زوجہ کے لیے ہوا ہے۔ قرآن مجید میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قصہ میں ہے اور چوں کہ نبی ﷺ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام سے بحکم ﴿ اِنَّ اَوْلَی النَّاسِ بِاِبْرٰهِیْمَ لَلَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُ وَ هٰذَا النَّبِیُّ ﴾ [آل عمران:68] مشابہت تامہ ہے، اس لیے ان کے قصہ کا حوالہ زیادہ خصوصیت بخش ہے:

﴿ وَامْرَاَتُهٗ قَآئِمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ وَ مِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ یَعْقُوْبَ قَالَتْ یٰوَیْلَتٰۤی ءَاَلِدُ وَ اَنَا عَجُوْزٌ وَّ هٰذَا بَعْلِیْ شَیْخًا ؕ اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عَجِیْبٌ ۝ قَالُوْۤا اَتَعْجَبِیْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَ بَرَكٰتُهٗ عَلَیْكُمْ اَهْلَ الْبَیْتِ ؕ اِنَّهٗ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ﴾ [1] [هود:71-73]

''ابراہیم علیہ السلام کی بیوی کھڑی تھی، وہ ہنس پڑی۔ ہم نے اسے اسحٰق علیہ السلام کی اور اسحٰق علیہ السلام کے بعد یعقوب علیہ السلام کی بشارت دی۔ وہ بولی ہائے، اب میں جنوں گی۔ جب میں بوڑھی ہوگئی اور میرا شوہر بوڑھا ہوگیا۔ یہ تو عجب بات ہے۔ فرشتوں نے کہا کہ تو اللہ کے حکم سے تعجب کرتی ہے؟ گھر والو! تم پر اللہ کی رحمت اور برکتیں ہیں اور اللہ حمد و مجد والا ہے۔''

اسی جگہ نبی کی بیوی حضرت سارہ علیہا السلام کو اہل البیت کے لفظ سے مخاطب کیا گیا۔

پس آیت سے معلوم ہوا کہ ازواج النبی ﷺ کو یہ فضیلت بزرگ حاصل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے وعدہ تطہیر فرمایا۔

یہ یاد رکھنا چاہیے کہ آل اور اہل دونوں لفظ ایک ہی ہیں اور اس کی دلیل یہ ہے کہ لفظ آل کی تصغیر اہیل آتی ہے۔ قرآن مجید کی آیت مذکورہ بالا میں اگرچہ اہل البیت سے مراد بالخصوص ازواج النبی ﷺ ہیں، لیکن احادیث صحیحہ میں لفظ اہل یا آل زیادہ وسیع معنی میں آیا ہے۔

1. یہ لفظ ازواج کے لیے بھی آیا ہے۔ (دیکھو ابونعیم محمد کی حدیث میں۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ ہے اور ابوسعد ساعدی کی حدیث میں اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اَزْوَاجِهٖ ہے۔ یعنی حدیث دوم حدیث اول کی تفسیر کرتی ہے۔ [2]

2. یہ لفظ جملہ بنو ہاشم و بنو مطلب کے لیے آیا ہے، جن پر صدقہ لینا حرام ہے۔ حدیث میں ہے:
اِنَّهَا لَا تَحِلُّ لِمُحَمَّدٍ وَّ لَا لِاٰلِ مُحَمَّدٍ صدقہ تو محمد ﷺ اور آل محمد ﷺ کے لیے حلال نہیں۔ [3]

3. یہ لفظ حضور ﷺ کی ذریت کے لیے ہے۔ بیہقی نے سند جید کے ساتھ واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حسنین علیہما السلام کو بلایا اور ان کو اپنی رانوں پر بٹھایا۔ پھر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور ان کے شوہر علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اپنی گود سے قریب کیا اور ان پر چادر ڈال کر فرمایا: اَللّٰهُمَّ هٰؤُلَاءِ اَهْلِیْ الٰہی یہ میرے اہل ہیں۔'' [4] پس تتبع آثار و احادیث نبویہ علیہ السلام سے واضح ہوتا ہے کہ بنو ہاشم و بنو مطلب بھی زیادہ وسیع معنی میں اور آل عباس بھی خاص معنی میں بروئے ارشادات نبوی ﷺ داخل اہل بیت ہیں، جیسا کہ ازواج النبی ﷺ بروئے قرآن پاک مخاطب بہ اہل بیت ہیں، ان میں سے کسی ایک امر کا انکار احادیث سے ناواقفیت یا منطوق قرآن سے عدم مہارت پر دال ہے۔

---

[1] یاد رکھنا چاہیے کہ مرد اور عورت دونوں گھر والے ہوتے ہیں۔ ''علیکم اهل البیت'' اس لیے کہ ابراہیم علیہ السلام بھی اس میں داخل ہیں۔
[2] نسائی: 49، ابوداود: 978، مسند احمد: 243/4، بیہقی: 279/2 [3] مسلم: 1072، ابوداود: 2985، ابن خزیمہ: 2342، احمد: 166/4
[4] مسلم: 6220، ترمذی: 3724

9 فضیلت نہم: اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَ اَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ ﴾ [33:الاحزاب:6]

''مومنین پر نبی ان کی جانوں سے بڑھ کر ہے اور نبی کی ازواج مومنوں کی مائیں ہیں۔''

یہ روشن ہے کہ اَنْفُسِهِمْ اور اُمَّهٰتُهُمْ کی ضمیروں کا مرجع مومنین ہیں اور اسی لیے ازواج النبی ﷺ کا لقب امہات المومنین ہے نہ کہ امہات الامت وغیرہ [1] لفظ مومنین کے استعمال کا زاویہ یہ ہے کہ مومن کے متمیز و مشخص کرنے کی علامات کو واضح کر دیا جائے۔ چنانچہ اس آیت میں دو علامتیں بتائیں۔

اوّل: مومن وہ ہے جو ازواج نبی ﷺ کو اپنی جان شیریں سے زیادہ محبوب رکھتا ہو اور حضور ﷺ کو جان سے بڑھ کر اولیٰ سمجھتا ہو۔

دوم: مومن وہ ہے جو ازواج نبی ﷺ کو اپنی ماں جانتا ہو وہ ماں نہیں جس سے جسم عنصری کا ظہور ہوا، بلکہ وہ ماں جس کی فرزندی کا شرف اس وقت نصیب ہوتا ہے جب ولاء نبوی ﷺ اور ایمان میں کمال حاصل ہوتا ہے۔

الغرض اس آیت میں ازواج مطہرات نبوی ﷺ کی بڑی فضیلت کا بیان ہے۔ ذرا غور کرو کہ کس طرح نبی ﷺ کے شرف وتعظیم کے ساتھ ساتھ ازواج النبی ﷺ کی تجلیل وتکریم کو بیان فرمایا اور تکمیل ایمان کے لیے محض اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ [33:الاحزاب:6] پر اقتصار نہ کرکے اَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ کے اخبار واعلان کو حقوق نبی اور شرائط ایمان کے ساتھ منضم کیا ہے۔

قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ سَلٰمٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی [27:النمل:59]

ماں کی فضیلت کے متعلق صحیح نسائی میں حدیث ہے:

اَنَّ جَابِرًا رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَتٰی رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَدْتُ الْغَزْوَ۔ وَ قَدْ جِئْتُ اَسْتَشِیْرُكَ فَقَالَ هَلْ لَكَ مِنْ اُمٍّ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَالْزِمْهَا فَاِنَّ الْجَنَّةَ عِنْدَ رِجْلِهَا۔ [2]

جابر رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میرا ارادہ جہاد کرنے کا ہے۔ میں اس بارہ میں حضور ﷺ سے مشورہ لینے آیا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا۔ کیا تیری ماں زندہ ہے؟ وہ بولا ہاں۔ فرمایا جا، اس کی خدمت میں لگا رہ۔ اس کے پاؤں تلے جنت ہے۔ فَاِنَّ الْجَنَّةَ عِنْدَ رِجْلِهَا۔ اس کا ترجمہ میر انیس نے کیا ہے:

ع کہتے ہیں ماں کے پاؤں کے نیچے بہشت ہے

مرزا دبیر نے ترجمہ کیا:

ع تحت قدم والدہ فردوس بریں ہے

حدیث شریف کے درج کرنے کا مدعا یہ ہے کہ جب جسمانی ماں کی خدمت کا اس قدر اجر جمیل ہے تو ایمانی ماں کی خدمت کا اجر عظیم ہونا بخوبی ذہن نشین ہو سکتا ہے۔

﴿ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴾

---

[1] الامت میں اشرار و اخیار سب ہی شامل ہیں۔ ازواج مطہرات کے اس لیے امہات مومناں کہا کہ اشرار کو ان کی فرزندی کا شرف نہیں مل سکتا۔

[2] نسائی: 3106، مسند امام احمد: 3/429، بیہقی: 9/26، مشکل الآثار: 3/30

فصل سوم 3

ازواج مطہرات کے ساتھ نبی ﷺ کا حسن سلوک

حدیث میں ہے: خَیْرُکُمْ خَیْرُکُمْ لِاَھْلِہٖ وَ اَنَا خَیْرُکُمْ بِاَھْلِیْ سب لوگوں میں اچھا ہے جو اپنی بیوی (کنبہ) کے ساتھ اچھا ہے اور میں تم سب سے بڑھ کر اپنی بیویوں کے ساتھ اچھا ہوں۔ [1]

نبی ﷺ ہر ایک شوہر کے لیے ضروری بتایا کرتے تھے کہ وہ اپنی بیوی کے ساتھ خوش مذاق ہو۔ حضور علیہ السلام کا معمول یہ تھا کہ جب گھر میں داخل ہوتے تو السلام علیکم خود فرمایا کرتے۔ رات کے وقت سلام ایسی آہستگی سے فرماتے کہ بیوی جاگتی ہو تو سن لے اور سوگئی ہو تو جاگ نہ پڑے۔

کھانے، پہننے، مکان اور گزارہ اور ملاقات میں ہر ایک بیوی کے ساتھ مساوی سلوک فرمایا کرتے۔ عموماً بعد عصر ہر ایک کے مکان پر تشریف لے جا کر ان کی ضروریات کو معلوم فرماتے اور بعد مغرب سب بیویوں سے ایک مکان میں مختصر ملاقات فرماتے۔ شب کو نوبت بہ نوبت ہر ایک کے گھر میں استراحت فرمایا کرتے۔

بیویوں کی سہیلیوں کی عزت فرمایا کرتے اور ان کے عزیز و اقارب کو حسن سلوک سے شاد کام رکھتے۔ سفر میں روانہ ہونے کے وقت قرعہ اندازی کی جاتی۔ جس بیوی کا نام نکلتا اس کو ساتھ لیتے۔ ہر ایک بیوی کے رہنے کا مکان الگ تھا اور یہ سب مکان جن کو اللہ پاک نے ''حجرات اور بیوت النبی ﷺ اور بیوتکن'' فرمایا ہے، باہم پیوستہ تھے۔ مکان نہایت مختصر تھے۔ مثلاً عائشہ طیبہ رضی اللہ عنہا کا حجرہ جس کا دریچہ مسجد نبوی ﷺ کے اس حصہ پر کھلتا ہے جسے رَوْضَةٌ مِّنْ رِّيَاضِ الْجَنَّةِ [2] خیابان جنت میں سے ایک چمن فرمایا گیا ہے، اس قدر تھا کہ جب نماز جنازہ مطہر کے لیے لوگ داخل ہونے لگے تو دس (10) آدمیوں سے زیادہ کی اس میں گنجائش نہ تھی۔ حجرات کے اندر سامان برائے نام ہوتا تھا۔ مثلاً حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں حضور ﷺ کے آرام فرمانے کے لیے ایک ٹاٹ کا ٹکڑا تھا جسے دو تہہ کر کے بچھا دیا گیا تھا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں حضور ﷺ کا بستر چمڑے کا تھا جس کے اندر کھجور کے پٹھے بھرے ہوئے تھے۔

ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو ام المومنین ہونے کے بعد ام المساکین زینب رضی اللہ عنہا کا گھر ملا تھا۔ ان کو اس گھر میں جو اثاث البیت نظر آیا وہ ایک چکی اور چند سیر جو تھے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ ان کی خالہ ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں پانی ایک مشک میں ہوتا تھا۔ انس رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کے ایک پیالہ چوبی کا ذکر کیا ہے جسے مختلف اشربہ میں برتا جاتا تھا۔

فتح خیبر کے بعد نبی ﷺ نے ہر ایک بیوی کے لیے 80 وسق کھجور کے اور 20 وسق جو کے سالانہ مقرر کر دیے تھے۔ دودھ کے واسطے عموماً ہر ایک بیوی کو ایک ایک ناقہ شیر دار ملا کرتی تھی۔ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن بھی ہر ایک شے میں ماتحتاج رکھ کر باقی سب چیزوں کو بیواؤں، یتیموں پر خیرات کر دیا کرتی تھیں۔

باوجود اس قدر دلداری اور عطوفت کے نبی ﷺ کو یہ گوارا نہ تھا کہ کسی بیوی کے منہ سے اپنی سوت کی نسبت کوئی ایسا لفظ بھی نکلے جو ان کی شان بلند سے گرا ہوا ہو۔

---

[1] ترمذی: 3904، ابن حبان: 4177 [2] ترمذی: 3924، 3925، تحفۃ الاشراف: 14939

ام المومنین زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا نے ایک بار ام المومنین صفیہ رضی اللہ عنہا کو یہودن کہہ دیا۔ کچھ شک نہیں کہ ان کا نسب یہود ابن یعقوب پر منتہی ہوتا تھا مگر کہنے کا انداز و لہجہ حقارت آمیز تھا۔ اتنی بات پر حضور ﷺ کچھ عرصہ تک ام المومنین زینب رضی اللہ عنہا کے گھر نہ گئے۔ جب انھوں نے توبہ کی تو خطا بخشی ہوئی۔ (1)

جب ہم دیکھتے ہیں کہ یہ چھوٹی سی بات یہودن کہنا بھی مرویات میں نقل کی گئی ہے تو ہم کو ازواج النبی ﷺ کی پاک زندگی کا صحیح تصور بندھ جاتا ہے کیوں کہ اس سے زیادہ کوئی بات تلخ بھی کہی گئی ہوتی تو وہ بھی ضرور روایت میں آ جاتی۔ اللہ اکبر! یہ نتیجہ

[redacted]

فصل چہارم 4

ازواج النبی ﷺ کے نسب ناموں کا نسب نامہ نبوی ﷺ سے قریب تر ہونا

چوں کہ اکثر ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو نبی ﷺ کے ساتھ باعتبار نسب بھی قرابت حاصل ہے۔ اس لیے ایک نقشہ بنادیا گیا ہے تاکہ ہر ایک ام المومنین رضی اللہ عنہا کی قرابت نسب کا حال بخوبی واضح ہو سکے۔

نقشہ عمود نسب نبی ﷺ اور اس کے ساتھ انساب امہات المومنین رضی اللہ عنہن کا اتصال

				20معد بن عدنان				
				19۔نزار				
				18۔مضر				
				17۔الیاس				عیلان
				16۔مدرکہ				قیس
				15۔خزیمہ				خصفہ
				14۔کنانہ				عکرمہ
				13۔نضر				منصور
				12۔مالک				ہوازن
				11۔فہر				بکر
				10۔غالب				معاویہ
عدی				9۔لوی			اسد	صعصعہ
زراح				8۔کعب		عامر	دودان	عامر
قرط	تیم			7۔مرہ		حسل	غنم	ہلال
عبداللہ	سعد			6۔کلاب	یقظہ	مالک	کثیر	عبداللہ
رباح	کعب			5۔قصی	مخزوم	نصر	مرہ	رویبہ
عبدالعزی	عمرو		عبدشمس	4۔عبدمناف	عمرو	عبدود	صبیرہ	ہرم
نفیل	عامر	عبدالعزی	امیہ	3۔ہاشم	عبداللہ	عبدشمس	یعمر	بجیر
خطاب	ابوقحافہ	اسد	حرب	2۔عبدالمطلب	مغیرہ	قیس	رکاب	حزن
عمر رضی اللہ عنہ	ابوبکر	خویلد	ابوسفیان	1۔عبداللہ	ابوامیہ	زمعہ	جحش	حارث
حفصہ	عائشہ	خدیجہ	ام حبیبہ	محمد ﷺ	ام سلمہ	سودہ	زینب	میمونہ

فصل پنجم 5

امہات المومنین رضی اللہ عنہن ازواج النبی ﷺ کے جداگانہ حالات

① ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا

خدیجہ بنت خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی قریشیۃ الاسدیہ۔

ان کے والد خویلد عرب کے مشہور تاجر اور قریش میں معزز و نامور تھے۔ ان کی والدہ کا نام فاطمہ بنت زائدہ تھا۔ ان کا سلسلہ نسب بھی نبی ﷺ کے ساتھ لوی میں شامل ہو جاتا ہے (دیکھو نمبر 9۔ شجرہ نبوی ﷺ) حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے چچا عمرو بن اسد نے ان کا نکاح نبی ﷺ سے کیا۔ مہر کے چھ (6) اونٹ مقرر ہوئے تھے۔ اس وقت حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی عمر 40 سال ① اور نبی ﷺ کی عمر 25 سال کی تھی۔

ان کا پہلا نکاح عتیق بن عائذ مخزومی سے ہوا تھا۔ ② اس سے کچھ اولاد نہیں ہوئی۔ اس کے فوت ہو جانے کے بعد دوسرا نکاح ابو ہالہ ہند بن نباش تمیمی سے ہوا تھا۔

نبی ﷺ کا یہ پہلا نکاح تھا۔ اس نکاح کی درخواست حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی جانب سے کی گئی تھی۔ نکاح کے بعد نبی ﷺ فکر معیشت سے آزاد ہو کر ذکر ربانی میں ہمہ تن مصروف ہو گئے تھے۔ پانی کی مشک اور ستوؤں کی تھیلی لے کر غار حرا میں عبادت کیا کرتے تھے۔ حضور ﷺ کی واپسی تک طاہرہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا اور ستو تیار کر چھوڑتیں۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا لقب جاہلیت میں بھی "طاہرہ" تھا۔ یہ اسلام میں سب سے پہلے داخل ہوئیں۔ ان پر کسی مرد یا عورت کو تقدم فی الاسلام حاصل نہیں۔

جب نبی ﷺ نے ان سے نزول وحی کا ذکر کیا تو مشکلات نبوت پر غور کرتے ہوئے یہ بھی فرمایا: **لَقَدْ خَشِيْتُ عَلٰى نَفْسِيْ** مجھے اپنی جان کا اندیشہ ہے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے جواب میں عرض کیا: **كَلَّا وَاللّٰهِ مَا يُخْزِيْكَ اللّٰهُ اَبَدًا اِنَّكَ تَصِلُ الرَّحِمَ وَ تَحْمِلُ الْكَلَّ وَ تَكْسِبُ الْمَعْدُوْمَ وَ تَقْرِي الضَّيْفَ وَ تُعِيْنُ عَلٰى نَوَائِبِ الْحَقِّ** ③

اس کے بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے مزید انشراح صدر اور طمانیت قلب خود کے لیے یہ کیا کہ نبی ﷺ کو اپنے چچیرے بھائی

---

① زرقانی نے مغلطائی سے ایک روایت بیان کی ہے کہ اس وقت حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی عمر 28 سال کی تھی۔ یہ روایت شاذ ہے۔ واللہ اعلم۔ ② مؤرخین میں اختلاف ہے کہ عتیق سے پہلا نکاح ہوا یا ابو ہالہ سے۔ قتادہ نے عتیق کو پہلا بتلایا ہے اور جرجانی نے ابو ہالہ کو۔ صاحب الاستیعاب نے بھی قول جرجانی کو صحیح کہا ہے۔ میں نے قول قتادہ کو اس لیے پسند کیا ہے کہ صاحب الاستیعاب نے ہند کو ربیب رسول اللہ ﷺ لکھا ہے اور یہ تب ہی صحیح ہو سکتا ہے کہ ابو ہالہ کے بعد ہی نبی ﷺ کا نکاح ہوا ہو۔

③ (بخاری: 3) "نہیں آپ کو ڈر کا ہے کا ہے؛ اللہ کی قسم! آپ کو ہر ایک مشقت سے بچائے گا۔ میں دیکھتی ہوں کہ آپ اہل قرابت سے عمدہ سلوک فرماتے ہیں' درماندوں کی دستگیری کرتے' تہی دستوں کی امداد فرماتے' مہمانوں کی دعوت کرتے' اصلی مصیبت زدوں کی امداد کیا کرتے ہیں۔"

قارئین! غور کریں کہ قبل از نبوت بھی نبی ﷺ کیسے اخلاق فاضلہ سے متصف تھے۔ نیز طاہرہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی زیرکی و لطافت کو ملاحظہ فرمائیں کہ انھوں نے حضور ﷺ کے فضائل کا کیسے گہرے تدبر سے مطالعہ کیا تھا۔

ورقہ بن نوفل بن اسد کے پاس لے گئیں۔ ورقہ عیسائی تھا اور الہیات کا بڑا عالم تھا۔ خدیجہ نے نبی ﷺ سے عرض کیا کہ حضور ﷺ ان کو واقعہ سنائیں۔ نبی ﷺ نے جبریل علیہ السلام کے آنے اور وحی پہنچانے کا حال بھی سنا دیا۔ اس نے اقرار کیا کہ یہ وہی ناموس اکبر ہے جو موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوا کرتا تھا۔ (1)

نبی کریم ﷺ نے تمام دنیا و آخرت کی چار (4) برگزیدہ عورتوں میں سے ایک حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو شمار کیا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ ایک دفعہ نبی ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی تعریف ان الفاظ میں فرمائی۔

اٰمَنَتْ بِیْ حِیْنَ کَفَرَ بِیَ النَّاسِ صَدَّقَتْنِیْ حِیْنَ کَذَّبَنِی النَّاسُ وَ اَشْرَکَتْنِیْ فِیْ مَالِهَا حِیْنَ حَرَمَنِیَ النَّاسُ۔ وَ رَزَقَنِیَ اللّٰهُ وُلْدَهَا وَ حَرَمَ وُلْد غَیْرِهَا (2)

(1) وہ مجھ پر ایمان لائی جب اوروں نے کفر اختیار کیا۔

(2) اس نے میری تصدیق کی جب اوروں نے مجھے جھٹلایا۔

(3) اس نے اپنے مال میں مجھے شریک کیا، جب اوروں نے مجھے کسب مال سے روکا۔

(4) اللہ نے مجھے اس کے بطن سے اولاد دی جب کہ کسی دوسری بیوی سے نہیں ہوئی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک بار حسانہ مزنیہ نبی ﷺ سے ملنے آئی۔ نبی ﷺ نے نہایت مہربانی سے اس کا حال دریافت فرماتے ہوئے کہا کہ ہمارے بعد تمھارا کیا حال رہا۔ وہ چلی گئی تو میں نے پوچھا کہ یہ بڑھیا کون تھی جس سے ایسی عنایت سے حضور ﷺ باتیں فرماتے رہے۔ فرمایا: خدیجہ رضی اللہ عنہا کی سہیلی ہے۔ اسے خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ بہت محبت تھی۔ (3)

امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمہ اللہ (4) نے اپنی صحیح کے باب تزویج النبی صلی اللہ علیہ وسلم خدیجۃؓ و فضلها میں بروایت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نقل کیا ہے:

اَتٰی جِبْرِیْلُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هٰذِهٖ خَدِیجَة قد اتت مَعَهَا اِنَاءٌ فِیْهِ اِدَامٌ وَ طَعَامٌ اَوْشَرَاب فَاِذَا هِیَ اَتَتْكَ فَاقْرَاْ عَلَیْهَا السَّلَامُ مِن رَبِّهَا وَ مِنِّیْ وَ بَشِّرْهَا بِبَیْتٍ فِی الْجَنَّةِ مِنْ قَصَبٍ لا صخبٍ فِیْهِ وَلَا نَصَبٍ. (5)

جبریل نبی ﷺ کی خدمت میں آئے۔ کہا ابھی خدیجہ رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کے پاس ایک برتن جس میں کچھ کھانے پینے کی چیز ہے لے کر حاضر ہوتی ہیں۔ آپ ان سے رب العالمین کا سلام (6)، نیز میرا سلام، کہہ دیجیے اور ان کو ایک ایوان جنت کی بشارت دیجیے جو خالص مروارید سے ہوگا۔ جس کے اندر کوئی رنج والم نہیں۔

---

(1) بخاری: 3، اس حدیث کے اخیر میں ہے کہ ورقہ نے کہا: کاش آج میں جوان ہوتا کہ حضور ﷺ کی خدمت کرتا۔ کاش میں زندہ رہتا کہ آثار نبوت سے فیضان پاتا۔ نیک مرد ورقہ اس واقعہ کے تھوڑے دنوں کے بعد ہی واصل بحق ہوا۔ نبی ﷺ نے خواب میں اسے اچھی حالت میں معائنہ فرمایا۔ (2) اسد الغابہ: 7/86

(3) استیعاب جلد 2 ملخصا۔ (4) امام بخاری جمعہ 13 شوال 194ھ کو پیدا ہوئے۔ شب عید الفطر 256ھ میں وفات پائی۔ لفظ صدق سے سال ولادت اور لفظ نور سے سال وفات نکلتا ہے۔ (5) بخاری: 3820، مسلم: 2432، نسائی: 8362، ترمذی: 3885 (6) رب العالمین کا سلام۔ یہ ایسا شرف ہے جو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے سوا دنیا کی کسی عورت کو حاصل نہیں۔

فرزندان خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا

ہالہ، طاہر اور ہند۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے فرزند ابو ہالہ سے ہیں۔ یہ تینوں بھائی صحابی ہیں۔

(1) ہالہ بن خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا ذکر صحیح بخاری میں آیا ہے کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے اندر حاضر ہونے کا اذن چاہا تو حضور ﷺ نے نام سن کر فرمایا: اَللّٰھُمَّ ھالہ۔ ہالہ کے فرزند کا نام ہند تھا اور وہ اپنے باپ سے بھی روایت کرتے ہیں۔ [1]

(2) طاہر بن خدیجۃ الکبریٰ کو نبی ﷺ نے ایک ربع یمن کا حاکم مقرر فرما دیا تھا اور انتقال نبوی ﷺ تک بدستور برسر حکومت رہے تھے۔ ان کی حکومت میں قبائل عک اور اشعریین تھے۔ وفات نبوی ﷺ کے بعد یمن میں یہی قبائل سب سے پہلے مرتد ہوئے۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے طاہر رضی اللہ عنہ کو ان سے قتال کرنے کا حکم دیا۔ طاہر رضی اللہ عنہ نے بہ معیت مسروق بن الاجدع لشکر کشی کی اور فتح عظیم حاصل ہوئی۔ جس سے یہ فتنہ فوراً دب گیا۔ اس واقعہ کے متعلق طاہر کے مندرجہ ذیل اشعار ہیں: [2]

فَوَاللّٰہِ لَوْ لَا اللّٰہُ لَا شَیْءَ غَیْرَہُ   لَمَا فُضَّ بِالْاَجْرَاعِ جَمْعُ الْعَثَاعِثِ
فَلَمْ تَرَعَیْنِیْ مِثْلَ جَمْعٍ رَأَیْتُہُ   بِجَنْبِ مَجَازٍ فِیْ جُمُوْعِ الْاَخَابِثِ
قَتَلْنَاھُمْ مَا بَیْنَ قِنَّۃِ خَاصِرٍ   اِلَی الْقَیْعَۃِ الْبَیْضَاءِ ذَاتِ النَّبَائِثِ
وَ فِئْنَا بِاَمْوَالِ الْاَخَابِثِ عَنْوَۃً   جِھَارًا وَ لَمْ نَحْفِلْ بِتِلْکَ الْھَثَاھِثِ

’’اللہ کی قسم! اگر اللہ ہی کی مدد نہ ہوتی تو ان فسادی گروہوں کو ریگستان میں شکست نہ دی جا سکتی۔ میری آنکھوں نے ایسا کوئی گروہ نہیں دیکھا جیسا کہ میں نے سر راہ ان خبیث گروہوں کو دیکھا ہے۔ ہم نے ان کو پہاڑوں کی بلند اور ڈھانپ لینے والی چوٹیوں اور صاف زمین پر قتل کیا۔ ہم نے ان کے مال و زر پر جنگ میں قوت سے قبضہ حاصل کیا اور شور وشغب کی طرف متوجہ نہ ہوئے۔‘‘

(3) ہند بن خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا: یہ آنحضرت ﷺ کے ربیب (پروردہ) ہیں۔ جنگ جمل میں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی جانب تھے اور وہیں شہید ہوئے۔

ہند رضی اللہ عنہ فصاحت و بلاغت میں مسلمہ تھے اور اوصاف النبی ﷺ میں مشہور تھے۔ نبی ﷺ کا حلیہ نہایت خوبی اور صحت سے بیان کیا کرتے تھے۔

(4) ہند بن ہند کا انتقال بصرہ میں ہوا۔ ان دنوں طاعون کا زور تھا اور لوگ اپنے اپنے مردوں کی تجہیز و تکفین میں مصروف تھے۔ ان کی چارپائی اٹھانے والے صرف چار آدمی تھے۔ ایک عورت نے یہ دیکھا اور ’’واہند بن ہنداہ ابن ربیب رسول اللہ ﷺ‘‘ کا نعرہ لگایا۔ جسے سن کر تمام لوگ اپنے اپنے مردوں کو چھوڑ کر ان کے جنازہ پر جمع ہو گئے اور دن بھر بازار بند رہے۔ [3]

اقارب: حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی ایک بہن ہالہ بنت خویلد تھیں، جو صحابیہ ہیں۔ ان کے فرزند ابو العاص بن ربیع ہیں جو

---

[1] بخاری: 3821، مسلم: 2432 [2] الاستیعاب حسن الصحابہ ج2 دوال ص: 198 مطبوعہ قسطنطیہ، معجم البلدان [3] الاستیعاب

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے شوہر اور نبی ﷺ کے اولین داماد ہیں۔ایک بہن کا نام رقیہ ہے جن کی بیٹی امیمہ بنت عبد صحابیہ ہیں۔امیمہ سے روایت حدیث ان کی بیٹی حکیمہ اور محمد بن المنکدر کرنے کی ہے۔عوام حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے برادر حقیقی ہیں۔ان کے فرزند زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ (جو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں) اور سائب بن العوام رضی اللہ عنہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے حقیقی بھتیجے ہیں۔

اولاد النبی ﷺ: طاہرہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے جو اولاد نبی ﷺ کی ہوئی۔اس کا ذکر اولاد نبوی ﷺ کے ذیل میں درج ہے۔حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا انتقال رمضان 10 نبوت مکہ معظمہ میں ہوا۔بیت النبی ﷺ میں ان کی مدت قیام 24 سال یا 25 سال ہے۔

② ام المومنین سودہ رضی اللہ عنہا

سودہ بنت زمعہ بن قیس بن عبد شمس بن عبدود بن نصر بن مالک بن حسل بن عامر بن لوی۔ان کی والدہ کا نام شموس بنت قیس تھا۔برادر سلمیٰ زوجہ ہاشم ہیں۔گویا حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے ننھیال نبی ﷺ کے دادا عبدالمطلب کے ننھیال تھے۔

یہ سکران بن عمرو بن عبدود کے نکاح میں تھیں۔یہ پہلے ایمان لائیں اور پھر ان کی ہدایت اور ترغیب سے سکران بھی مشرف بہ اسلام ہوئے۔پھر انھوں نے خاوند کے ساتھ مع اپنی والدہ کے ہجرت حبش کی تھی۔سکران نے حبش میں انتقال کیا۔تب نبی ﷺ نے ان کے مصائب کو جلد ختم کرنے کی غرض سے 10 نبوت میں بعد از وفات خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا ان سے نکاح کر لیا تھا۔

انھوں نے چند سال بعد اپنا وقت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو دے دیا تھا۔یعنی اپنی ذات پر محبوب کی محبوبہ کو تقدیم دی تھی۔عشق میں ایثار ان ہی کی خصوصیات میں سے ہے۔

اقارب

عبدالرحمٰن اور عبد ابنائے زمعہ باپ کی طرف سے ان کے بھائی ہیں اور قرظہ بن عبد عمرو ان کا بھائی ماں کی جانب سے ہے۔مالک بن زمعہ ان کا برادر شقیق ہے۔وہ قدیم الاسلام ہیں۔انھوں نے بھی مع زوجہ خود عمرہ بن السعدی العامر یہ ہجرت حبشہ کی تھی۔

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کا ام المومنین کے درجہ پر فائز ہونے کا سبب اصلی ان کا اور ان کے خاندان کا قدیم الاسلام ہونا اور اسلام کے لیے ہجرت حبش کرنا تھا۔

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا محاسن اخلاق اور مکارم افعال میں ابتدا ہی سے معروف تھیں۔انھوں نے آخر خلافت عمر فاروق رضی اللہ عنہ میں وفات پائی۔

کتب احادیث میں ان سے پانچ (5) احادیث مروی ہیں: صحیح بخاری میں ایک، سنن اربعہ میں چار۔

③ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا (صدیقہ بنت صدیق۔طیبہ، زوج طیب۔حبیبہ حبیب اللہ)

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیٹی ہیں۔① ان کی ماں کا نام ام رومان ہے۔جس کا سلسلہ نسب نبوی میں کنانہ سے جا ملتا ہے۔ان کا

---

① عبداللہ بن عثمان نام۔ابوبکر کنیت۔صدیق خطاب۔عتیق علم، صاحب الغار لقب ہے۔اشہر روایات یہ ہے کہ رجال میں سے سب سے پہلے یہی اسلام لائے تھے۔ (1) ان کے ذریعہ جو لوگ مشرف بہ اسلام ہوئے، ان میں سے کئی بزرگ عشرہ مبشرہ میں داخل ہیں۔(2) یہی وہ بزرگ ہیں جنھوں نے مکہ میں سب سے پہلے مسجد تعمیر کی۔جب کفار مسلمانوں کو کعبہ میں داخل نہ ہونے دیتے تھے۔(3) انھوں نے اپنے مال سے حضرت بلال و حضرت عامر بن فہیرہ جیسے سات قدیم الاسلام بزرگوں کو کفار کی غلامی سے آزاد کرایا تھا۔(4) یہی شب ہجرت کو نبی ﷺ کے ساتھ غار ثور میں تھے۔(5) انہی کا ذکر صراحت کے ساتھ قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے۔(6) انہی کو نبی ﷺ

نکاح شوال 10 نبوت میں مکہ معظمہ میں ہوا اور رخصتی شوال 11 نبوت میں مدینہ میں ہوئی۔ ازواج النبی ﷺ میں یہی وہ خاتون ہیں جن کی اسلامی خون سے ولادت ہوئی اور اسلامی شیر سے پرورش ہوئی۔ امہات المومنین رضی اللہ عنہن میں یہی وہ طیبہ ہیں جن کا پہلا نکاح

ﷺ نے جنگ بدر میں اپنے ساتھ عریش میں ٹھہرایا تھا۔ (7) انہی کو نبی ﷺ نے غزوہ تبوک میں جب سب سے زیادہ فوج کا اجتماع ہوا، نشان اعلیٰ عطا فرمایا تھا۔ (8) انہی کو نبی ﷺ نے فرضیت حج کے بعد پہلے ہی سال میں امیر الحجاج مقرر فرمایا تھا۔ (9) انہی کو نبی اللہ ﷺ نے اپنے سامنے (مرض الموت میں) اپنی جگہ امام نماز مقرر فرمایا تھا۔ (10) یہی سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ ہوئے اور صرف انہی کو خلیفہ رسول اللہ ﷺ کے لقب سے مخاطب کیا گیا۔ باقی ہر سہ خلفائے راشدین صرف امیر المومنین کہلائے۔ (11) انہی کے انتظام سے اسود عنسی مسیلمہ کذاب اور طلحہ اسدی کے جھوٹے نبوت کے دعاوی برباد ہوئے۔ طلحہ بعد توبہ اسلام میں داخل ہوئے۔ (12) انہی کے وقت میں عراق، نیز شام، کا کچھ حصہ فتح ہوا۔ (13) انہی کی کوشش سے مانعین زکوۃ پر فریضہ زکوۃ پر قائم ہوئے۔ (14) انہی کے حکم سے قرآن پاک صحیفہ واحد میں لکھا گیا اور مصحف کے نام سے موسوم ہوا۔ ان کے فضائل میں احادیث صحیحہ بکثرت وارد ہیں۔ ان کی تعریف میں صحابہ کرام کے اشعار بھی بکثرت پائے جاتے ہیں۔ حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

إِذَا تَذَكَّرْتَ شَجْوًا مِنْ أَخِي ثِقَةٍ   فَاذْكُرْ أَخَاكَ أَبَا بَكْرٍ بِمَا فَعَلَا

جب تم رنج و غم کے ساتھ کسی معزز بھائی کو یاد کرو تو ابوبکر کو بھی یاد کرو جو ہم سے جدا ہو گئے ہیں۔ (انتقال کر گئے)

خَيْرَ الْبَرِيَّةِ أَتْقَاهَا وَأَعْدَلَهَا   بَعْدَ النَّبِيِّ وَأَوْفَاهَا بِمَا حَمَلَا

وہ نبی ﷺ کے بعد تمام خلقت میں بہتر، سب سے زیادہ متقی، سب سے زیادہ عادل، اپنے فرائض کو سب سے زیادہ پورا کرنے والے تھے۔

وَالثَّانِيَ التَّالِيَ الْمَحْمُودَ مَشْهَدُهُ   وَأَوَّلَ النَّاسِ مِنْهُمْ صَدَّقَ الرُّسُلَا

وہی ہیں جن کو ثانی رسول قرآن میں کہا گیا اور ان کی حاضری غار کی تعریف کی گئی۔ وہی ہیں جنھوں نے سب سے پیشتر تصدیق رسالت کی۔

وَكَانَ حِبَّ رَسُولِ اللهِ قَدْ عَلِمُوا   خَيْرَ الْبَرِيَّةِ لَمْ يَعْدِلْ بِهِ رَجُلَا

سب بہتر جانتے کہ ابوبکر نبی ﷺ کے پیارے تھے۔ خیر البریہ تھے۔ نبی ﷺ ان کے برابر کسی کا درجہ نہیں سمجھتے تھے۔

خفاف بن ندبہ السلمی رضی اللہ عنہ کے اشعار ہیں:

إِنَّ أَبَا بَكْرٍ هُوَ الْغَيْثُ إِذَا   لَمْ تُوسِلِ الْأَرْضَ سَحَابٌ بِمَاءِ

جب بادل زمین پر پانی نہ برسائے تو اس وقت ابوبکر لوگوں کی فریادرسی کرنے والا ہے۔

تَاللهِ لَا يُدْرِكُ أَيَّامَهُ   ذُو طُرَّةٍ حَافٍ وَلَا ذُو حِذَاءِ

مجھے اللہ کی قسم ہے کہ کوئی انسان (پابرہنہ ہو یا نعل پوش ہو) ابوبکر کے فضائل کو حاصل نہیں کر سکتا۔

مَنْ يَسْعَ كَيْ يُدْرِكَ أَيَّامَهُ   يَجْتَهِدِ الشَّدَّ بِأَرْضٍ فَضَاءِ

اگر کوئی شخص ابوبکر کے فضائل کو حاصل کرنے کی سعی بھی کرے تو اس کی مثال ایسی ہوگی جیسے صحرائے عظیم کو دوڑ دوڑ کر طے کرنے کی سعی کرتا ہے۔

ابو محجن ثقفی رضی اللہ عنہ کے اشعار ہیں:

وَسُمِّيتَ صِدِّيقًا وَكُلُّ مُهَاجِرٍ   سِوَاكَ يُسَمَّى بِاسْمِهِ غَيْرَ مُنْكَرِ

تم ہی ہو جسے صدیق رضی اللہ عنہ کہہ کر بلایا جاتا ہے۔ حالانکہ باقی سب مہاجرین کو نام لے کر بلایا جاتا ہے۔ اسی پر سب کا عمل بلا انکار احد ہے۔

سَبَقْتَ إِلَى الْإِسْلَامِ وَاللهُ شَاهِدٌ   وَكُنْتَ جَلِيسًا بِالْعَرِيشِ الْمُشَهَّرِ

اللہ گواہ ہے کہ تم ہی کو سبقت الی الاسلام حاصل ہے۔ اور عریش کے اندر نبی ﷺ کی ہم نشینی کا درجہ تم ہی کو ملا ہے۔

وَبِالْغَارِ إِذْ سُمِّيتَ بِالْغَارِ صَاحِبًا   وَكُنْتَ رَفِيقًا لِلنَّبِيِّ الْمُطَهَّرِ

غار میں تم ہی تھے اور صاحب الغار تمھارا ہی نام ہے۔ نبی مطہر کے رفیق تم ہی تو ہو۔

حدیث تخییر میں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا قول ہے: وكان ابوبكر اعلمنا به ابوبکر رضی اللہ عنہ ہم سے زیادہ علم والے تھے۔ (بخاری: 3904، مسلم: 2382)

بیعت خلافت کی بابت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ارشاد ہے:

إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرِضَ لَيَالِيَ وَأَيَّامًا يُنَادَى بِالصَّلٰوةِ فَيَقُولُ مُرُوْا أَبَابَكْرٍ يُصَلِّي بِالنَّاسِ فَلَمَّا قُبِضَ رَسُولُ اللهِ

نبی ﷺ سے ہوا۔ حدیث میں ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اُرَایْتُكِ فِی الْمَنَامِ ثَلٰثَ لَيَالٍ جَآءَنِیْ بِكِ الْمَلَكُ فِیْ سَرَقَةٍ مِنْ حَرِيْرٍ فَيَقُوْلُ هٰذِهِ امْرَاَتُكَ فَاَكْشِفُ مِنْ وَجْهِكِ فَاِذَا اَنْتِ هِیَ فَاَقُوْلُ اِنْ يَّكُنْ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ يُمْضِهِ۔ [1]

"رسول اللہ ﷺ نے (عائشہ رضی اللہ عنہا سے) فرمایا میں تین شب تجھے خواب میں اس طرح دیکھتا رہا کہ ایک فرشتہ حریر سفید کے پارچے میں تیری تصویر کو میرے سامنے لاتا تھا اور کہتا تھا کہ یہ حضور ﷺ کی بیوی ہے اور میں تصویر کا پردہ اٹھا کر چہرہ دیکھتا تھا جو بالکل تیرا ہی چہرہ ہوتا تھا۔ میں یہ دیکھ کر کہہ دیا کرتا تھا کہ اگر یہ (اطلاع) اللہ کی جانب سے ہے تو وہ خود ہی اسے پورا کر دے گا۔"

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی شادی کا اہتمام حظیرہ القدس میں کیا گیا تھا اور نبی ﷺ نے اس شادی کو منجانب اللہ قرار دیا۔

محبت کا امتحان

حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کو رسول اللہ ﷺ کی محبت میں سخت امتحان بھی دینا پڑا۔ غزوہ انمار میں ان کی سواری کیمپ میں دیر سے پہنچی اور اس پر منافقین نے ان کی شان پاک میں گستاخانہ الفاظ کہے۔ جنس لطیف کے لیے ایسا موقع سخت امتحان کا ہوتا ہے لیکن اس وقت بھی ان کی قوت ایمانیہ اور پاکی فطرت میں عجیب شان نظر آئی۔ جب نبی ﷺ نے ان سے اس بارہ میں دریافت کیا تو حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اپنے میکے والوں سے مخاطب ہو کر فرمایا:

((فَلَئِنْ قُلْتُ لَكُمْ اِنِّیْ بَرِيْئَةٌ لَا تُصَدِّقُوْنِیْ وَلَئِنِ اعْتَرَفْتُ لَكُمْ بِاَمْرٍ وَّاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنِّیْ بَرِيْئَةٌ مِّنْهُ لَتُصَدِّقُنِّیْ فَوَاللّٰهِ لَا اَجِدُ لِیْ وَلَكُمْ مَثَلًا اِلَّا اَبَا يُوْسُفَ حِيْنَ قَالَ ﴿فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ﴾)) [2]

"اگر میں اب کہوں گی کہ میں پاک ہوں تو میری بات باور نہ ہوگی، اگر میں کسی بات کا اقرار کر لوں حالانکہ اللہ خوب جانتا ہے کہ میں اس سے بالکل پاک ہوں تو وہ باور کر لی جائے گی۔ پس اندریں حالت میں اپنے لیے صرف حضرت یعقوب کی مثال پاتی ہوں۔ جنھوں نے کہا تھا (کہ آزمائش میں) صبر کرنا ہی خوب ہوتا ہے۔ اس بارہ میں اللہ ہی مددرساں اور کارساز ہے۔"

ﷺ صلی اللہ علیہ وسلم نظرت فاذا الصلوٰۃ علم الاسلام و قوام الدین فرضینا لدنیانا من رضی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لدیننا فبایعنا ابابکر (اسد الغابہ:328/3)

رسول اللہ ﷺ چند شب و روز بیمار رہے۔ حضور ﷺ سے نماز کے لیے عرض کیا جاتا تو فرما دیتے کہ ابوبکر لوگوں کو نماز پڑھائے۔ پھر جب نبی ﷺ کا انتقال ہو گیا تو میں نے غور کیا کہ نماز تو اسلام کا رکن ہے اور اسی پر دین کا قیام ہے۔ اس لیے ہم نے دنیا کی حکومت کے لیے بھی اسی پر رضامندی ظاہر کر دی۔ جسے رسول اللہ ﷺ نے ہمارے دین کے لیے پسند فرمایا تھا اور اسی سے ہم نے ابوبکر کی بیعت کر لی۔

حضرت ابوبکر صدیق کی اولاد ہندوستان میں محمد بن ابوبکر کی نسل سے بکثرت پائی جاتی ہے۔ شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی رحمہ اللہ اسی خاندان عالی سے ہیں۔ اعلیٰ حضرت نظام الاولیاء نظام الملک آصف جاہ، میر محمد عثمان علی خاں سابق خسرو دکن کا سلسلہ نسب حضرت شیخ الشیوخ ہی سے ملتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو انوار صدیقیت وولایت سے بھی بہرہ اندوز فرمائے۔ ف۔ اقوال علی مرتضیٰ الاستیعاب سے منقول ہوئے ہیں۔

[1] بخاری: 3895، مسلم: 2438، ترمذی: 3889، تحفۃ الاشراف: 16258 [2] بخاری: 1441

صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ مجھے اپنی پاکی اور صفائی کی وجہ سے وثوق تھا کہ میری بابت رؤیا میں نبی ﷺ کو بتا دیا جائے گا، مگر اس کا مجھے گمان بھی نہ تھا کہ میرے حق میں وحی الٰہی کا نزول ہوگا۔ لیکن نبی ﷺ بھی اسی جگہ تشریف رکھتے تھے کہ قرآن پاک اترا۔ اللہ پاک نے صدیقہ رضی اللہ عنہا کی نصرت فرمائی، بے قصوری ظاہر کی۔ ان کو طیبہ ٹھہرایا اور خبر دی کہ مغفرت اور رزق کریم ان ہی کے لیے ہے۔[1] نیز یہ بھی بتایا کہ اس بہتان سے ان کی شان میں ذرا بھی فرق نہ آیا، بلکہ رتبہ بڑھ گیا۔ ان کی پاکی اور طہارت کی آواز سے زمین و آسمان گونج اٹھے۔ وہ وحی اتری جس کی قیامت تک نمازوں میں اور محرابوں میں تلاوت کی جائے گی۔ جب ﴿ اَلطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ ﴾ [النور:26] (پاک مرد پاک عورتوں کے لیے) کو کوئی ایمان والا شخص پڑھے گا تو اسے عائشہ رضی اللہ عنہا کی پاکی و طہارت کا اندازہ نبی ﷺ کی پاکی و طہارت سے کرنا ہوگا۔ اللہ اکبر! یہ نتیجہ اس تواضع و انکسار کا ہے جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا میں تھا کہ اپنے آپ کو ناچیز سمجھا باوجود بے قصوری و مظلومی کے اور باوجود افترا پردازوں کو جھوٹا جاننے کے۔ آپ اپنا یہ درجہ نہ سمجھا کہ ان کے لیے قرآن اترے۔ ہر چند ان کو علم تھا کہ ان کے رنج و اندوہ سے ان کے والدین کو بھی صدمہ پہنچا ہے اور جمیع اہل ایمان کے دل بھی دردمند ہوئے ہیں اور نبی ﷺ کے قلب مبارک کو بھی ایذا پہنچی ہے۔ پھر بھی وہ تواضع و انکسار سے یہی سمجھتی ہیں کہ ان کی پاکی عالم رویا میں ظاہر فرمائی جائے گی، لیکن رب العالمین ان ہی کے رتبے بلند فرماتا ہے جو اس کی بارگاہ میں تواضع و انکساری اختیار کرتے ہیں۔

فضائل:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے فضائل میں بہت سی احادیث صحیحہ ہیں۔ صحیح بخاری میں ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

كَمُلَ مِنَ الرِّجَالِ كَثِيْرٌ وَ لَمْ يَكْمُلْ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَرْيَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ وَ اٰسِيَةُ امْرَأَةُ فِرْعَوْنَ وَ فَضْلُ عَائِشَةَ عَلَى النِّسَاءِ كَفَضْلِ الثَّرِيْدِ عَلٰى سَائِرِ الطَّعَامِ۔[2]

''مردوں میں تو بہت لوگ تکمیل کے درجے کو پہنچے، مگر عورتوں کے اندر صرف مریم دختر عمران اور آسیہ زن فرعون ہی تکمیل کو پہنچیں اور عائشہ کو تو سب عورتوں پر ایسی ہی فضیلت ہے جیسے ثرید کو سب کھانوں پر۔''

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بھی صحیح بخاری میں یہ روایت موجود ہے۔

اس فضیلت کی وجہ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کے وہ کمالات روحانیہ ہیں جن کی وجہ سے ان کا منصب بارگاہ الٰہی میں نہایت بلند تھا اور جن کے وجود سے ان کو انوار نبوت سے بدرجہ اتم منور ہونے کی قابلیت حاصل ہوگئی تھی۔ اس کا ذکر صحیح بخاری کی اس حدیث میں ہے جسے ام المومنین ام سلمیٰ رضی اللہ عنہا نے روایت کیا ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا ہے:

وَاللّٰهِ مَا نَزَلَ عَلَيَّ الْوَحْيُ وَ أَنَا فِيْ لِحَافِ امْرَأَةٍ مِنْكُنَّ غَيْرَهَا۔[3]

''یہ عائشہ ہی ہے کہ میں اس کے لحاف میں ہوتا ہوں تو اس وقت بھی وحی کا نزول ہوتا ہے مگر دیگر ازواج کے بستروں پر کبھی ایسا نہیں ہوا۔''

یہی وجہ تھی کہ نبی ﷺ نے حضرت سیدۃ العالمین فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کو محبت عائشہ رضی اللہ عنہا کا حکم دیا تھا۔ صحیح مسلم میں ہے۔ نبی ﷺ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا:

---

[1] بخاری:4141 [2] بخاری:3770، مسلم:2446

[3] بخاری:3776، 2573۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے بھی اسے روایت کیا ہے، امام مسلم بن حجاج رحمہ اللہ کی ولادت 204ھ سنہ وفات 24 رجب 261ھ ہے۔

اَیْ بُنَیَّۃُ اَلَسْتِ تُحِبِّیْنَ مَا اُحِبُّ فَقَالَتْ بَلٰی فَقَالَ فَاَحِبِّیْ هٰذِهٖ۔ (1)

پیاری بیٹی! جس سے میں محبت کرتا ہوں کیا تو اس سے محبت نہیں رکھتی؟ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا۔ بالکل یہی درست ہے۔فرمایا تب تو بھی عائشہ رضی اللہ عنہا سے محبت رکھا کرو۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے کمالات علمیہ پر یہ حدیث بھی دلالت کرتی ہے۔ جسے صحیحین میں روایت کیا گیا ہے۔

اَنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ لَهَا اِنَّ جِبْرِیْلَ یَقْرَأُ عَلَیْكِ السَّلَامَ قَالَتْ قُلْتُ وَ عَلَیْهِ السَّلَامُ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ۔ (2)

''نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: یہ جبریل ہیں اور تم کو سلام کہتے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب میں فرمایا کہ ان پر بھی سلام اور رحمت ہو۔''

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے احسانات برامت میں سے ہے کہ آیت تیمم کے نزول کا سبب ظاہری بھی وہی ہیں۔

صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک ہار حضرت اسماء رضی اللہ عنہا (اپنی بہن) کا مانگا ہوا تھا جو راستہ میں کہیں گر پڑا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چند صحابہ کو اس کی تلاش کے لیے بھیجا۔ انھیں راستے میں نماز کا وقت ہو گیا اور انھوں نے (پانی نہ ہونے کی وجہ سے) بلا وضو کے نماز پڑھی اور جب حاضر ہوئے تو انھوں نے بے وضو نماز پڑھنے کا ذکر بھی رنج کے ساتھ کیا۔ اس وقت آیت تیمم کا بھی نزول ہوا۔ اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مخاطب ہو کر کہا: جَزَاكِ اللّٰهُ خَیْرًا اللہ تعالیٰ آپ کو بہترین جزا عطا فرمائے۔

مَا نَزَلَ بِكِ اَمْرٌ قَطُّ اِلَّا جَعَلَ اللّٰهُ لَكِ مِنْهُ فَرَجًا وَ مَخْرَجًا وَجَعَلَ لِلْمُسْلِمِیْنَ بَرَكَةً. (3)

''جب کوئی آپ کا کام اٹکا تو اللہ نے خود اس میں کشور کار فرمائی اور مسلمانوں کے لیے بھی اس میں برکت ہوئی۔

حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کی محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دو تین واقعات درج کرتا ہوں۔''

(1) صحیح مسلم میں ہے، ایک سفر میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم سفر تھیں۔ اس روز حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے اپنی سواری کا اونٹ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اونٹ سے تبدیل کر لیا۔ راستے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اونٹ کی طرف گئے۔ جس پر حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سوار تھیں اور ان ہی کے ساتھ چل پڑے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس مفارقت کی برداشت نہ ہوئی۔ جب وہ منزل پر پہنچ کر سواری سے اتریں تو انھوں نے اپنا پاؤں گھاس کے اندر ڈال دیا اور زبان سے کہا:

یَا رَبِّ سَلِّطْ عَلَیَّ عَقْرَبًا اَوْ حَیَّةً تَلْدَغُنِیْ رَسُوْلُكَ وَ لَا اَسْتَطِیْعُ اَنْ اَقُوْلَ لَهٗ شَیْئًا۔ (4)

اے رب کسی بچھو یا سانپ کو بھیج کہ مجھے کاٹ کھائے اور وہ تیرے رسولؐ ہیں۔۔۔ ان کی شان میں تو میں کچھ کہہ ہی نہیں سکتی۔

(2) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نعل کو پیوند لگا رہے تھے اور میں چرخہ کات رہی تھی۔ میں نے دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی مبارک پر پسینہ آ رہا ہے اور اس پسینہ کے اندر ایک نور ہے جو ابھر رہا ہے اور بڑھ رہا ہے۔ یہ ایسا نظارہ تھا کہ میں سراپا حیرت بن گئی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر مبارک مجھ پر پڑی۔ فرمایا: عائشہ رضی اللہ عنہا تو حیران سی کیوں ہو رہی ہے۔ میں نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پیشانی پر پسینہ ہے اور پسینے کے اندر چمکتا دمکتا نور ہے۔ (اس پاک نظارہ نے مجھے سراپا چشم کر دیا ہے)

(1) اس حدیث کو امام مسلم رحمہ اللہ نے بھی روایت کیا ہے، یہ الفاظ صحیح بخاری کے ہیں۔ بخاری: 2581، مسلم: 6290، نسائی: 3955 (2) بخاری: 3213، مسلم: 2447، ترمذی: 3890 (3) بخاری: 3773 (4) مسلم: 4645

اے خنک چشمے کہ او حیران اوست
وے ہمایوں دل کہ آن قربان اوست

بخدا! ابوکبیر ہذلی [1] حضور ﷺ کو دیکھ پاتا تو اسے معلوم ہو جاتا کہ اس کے اشعار کے صحیح مصداق حضور ﷺ ہی ہو سکتے ہیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: اس کے شعر کیا ہیں۔ میں نے یہ شعر پڑھ کر سنا دیے۔

وَمُبَرَّئٌ مِنْ كُلِّ غُبَّرِ حِيْضَةٍ وَفَسَادِ مُرْضِعَةٍ وَدَاءٍ مُعَبَّلٍ
وَاِذَا نَظَرْتَ اِلٰى اَسِرَّةِ وَجْهِهٖ بَرَقَتْ كَبَرْقِ الْعَارِضِ الْمُتَهَلِّلِ

''وہ ولادت و رضاعت کی آلودگیوں سے مبرا ہیں۔ ان کے درخشاں چہرہ پر نظر کرو تو معلوم ہوگا کہ نورانی اور روشن برق جلوہ دے رہی ہے۔''

نبی ﷺ کے ہاتھ میں جو کچھ تھا اسے رکھ دیا۔ پھر عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی پیشانی کو چوما اور زبان مبارک سے فرمایا: مَا سَرَرْتِ مِنِّي كَسُرُوْرِيْ مِنْكَ جو سرور مجھے تیرے کلام سے حاصل ہوا ہے اس قدر سرور تجھے میرے نظارہ سے نہ ہوا ہوگا۔ [2]

[3] حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کی محبت رسول ﷺ کی ایک مثال یہ ہے کہ وہ جو قرآن مجید کی آیت تخییر کے نزول پر ظاہر ہوئی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَ زِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَ اُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ۝ وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴾ [الاحزاب:28-29]

''اے نبی! اپنی بیویوں سے کہہ دیجیے کہ اگر تم دنیا کی زندگی اور زینت چاہتی ہو تو آؤ تمھیں رختانہ دے دلا کر اپنے سے خوبی کے ساتھ علیحدہ کر دوں لیکن اگر تم اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ اور آخرت کی خواہاں ہو تب تم میں سے جو نیکی کرنے والیاں ہیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے اجر عظیم مہیا کر رکھا ہے۔''

نبی ﷺ نے سب سے پہلے حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا ہی کو یہ آیت سنائی اور تلاوت آیت سے پیشتر یہ بھی فرمایا کہ ایک بات کا تم سے ذکر کرتا ہوں۔ تم جواب دینے میں جلدی نہ کرنا اور اپنے والدین سے مشورہ کر لینا۔ حضرت صدیقہ نے آیت سنتے ہی جھٹ سے کہا: کیا میں اس معاملہ میں بھی والدین سے مشورہ کروں گی؟

میں تو اللہ اور رسول ﷺ اور آخرت ہی کو اختیار کرتی ہوں۔ [3] اس کے جواب میں انھوں نے اپنی محبت الٰہی اور محبت رسول ﷺ کا ثبوت دیا۔ نیز دیگر ازواج کے لیے ایک سنت بھی قائم فرمائی، جس کا اتباع سب ازواج النبی ﷺ نے فرمایا۔ فی الحقیقت یہ ایک بہت بڑا شرف ہے۔

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ جو فقہائے سبعہ کے اندر ایک درخشاں کوکب تھے۔ فرماتے ہیں کہ میں نے کسی ایک کو بھی معانی

[1] ایام جاہلیت کے مشہور شاعر۔ [2] اتحاف الکرام: 7/ 495، تاریخ بغداد: 13/ 253 [3] بخاری: 4785، 4786

قرآن اور احکام حلال وحرام اور اشعار عرب اور علم الانساب میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر نہیں پایا۔ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خصوصیت تھی کہ جب کوئی نہایت مشکل اور پیچیدہ مسئلہ صحابہ میں آپڑتا تھا تو وہ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کی جانب رجوع کرتے تھے اور ان کے پاس اس کے متعلق ضرور علم پایا جاتا تھا۔

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا جس طرح اپنے فرزندان شریعت کی شیر علم سے پرورش فرمایا کرتی تھیں اسی طرح اپنی جود وسخاوت سے فقراء ومساکین کی تربیت بھی فرماتی تھیں۔ عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو دیکھا۔ انھوں نے ایک روز میں ستر ہزار (70000) درہم راہ حق میں صرف کیے۔ خود ان کے جسم پر پیوند لگا ہوا کرُتا تھا۔ ایک روز عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے ان کی خدمت میں ایک لاکھ (100000) درہم بھیجے۔ انھوں نے سب کے سب اسی روز راہ حق میں صدقہ کر دیے۔ اس روز حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کا روزہ بھی تھا۔ شام کو لونڈی نے سوکھی روٹی سامنے رکھ دی اور یہ بھی کہا اگر سالن کے لیے کچھ بچا لیا ہے تو میں سالن بھی تیار کر لیتی ہوں۔ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: مجھے تو خیال نہ آیا تجھے یاد دلانا تھا۔ [1]

سیدہ خدیجہ وسیدہ عائشہ رضی اللہ عنہما کے فضائل

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے ایک بحث لکھی ہے [2] کہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا اور عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا میں سے افضل کون ہے؟ وہ لکھتے ہیں کہ اس بارہ میں تین مذہب ہیں۔ [1] خدیجہ رضی اللہ عنہا افضل ہیں۔ [2] عائشہ رضی اللہ عنہا افضل ہیں۔ [3] سکوت کرنا چاہیے۔

ابن تیمیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں ہر دو میں جداگانہ خصوصیات پائی جاتی ہیں۔ طاہرہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا اثر ابتدائے اسلام پر ہے۔

① یہ نبی ﷺ کے لیے باعث تسکین وتسلی وثبات تھیں۔ ② انھوں نے اپنا مال محبت رسول ﷺ میں نثار کیا۔ ان کو آغاز اسلام کا زمانہ ملا اور اس وقت انھوں نے اللہ جل جلالہ اور اس کے رسول محترم کے لیے ہر ایک رنج وتکلیف کو بخوشی برداشت کیا۔
③ انھوں نے جو کم وقت میں نصرت رسول اللہ ﷺ کی۔ پس اس بارے میں جو درجہ ان کا ہے وہ کسی دوسری بیوی کا نہیں۔

طیبہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا اثر ترقی اسلام کے ایام پر ہے۔

① جو تفقہ انھوں نے دین میں حاصل کیا۔

② اور جو تبلیغ انھوں نے امت کو فرمائی۔

③ اور علم نبوت کی اشاعت میں جو مساعی انھوں نے کیے اور جو علمی فوائد انھوں نے فرزندان امت کو پہنچائے وہ ایسا درجہ ہے جو کسی دوسری بیوی کو حاصل نہیں۔

کتب احادیث میں مرویات صدیقہ رضی اللہ عنہا کی تعداد دو ہزار دو سو دس (2210) ہے۔

صحیحین میں متفق علیہ	174 حدیثیں
صرف صحیح بخاری میں	54 حدیثیں
〃 〃 مسلم 〃	67 حدیثیں

---

[1] مدارج النبوۃ ج 2 ص 506 [2] امام ابو محمد علی بن حزم الظاہری المتوفی 457ھ نے دیگر مکثرین فی الروایت کی حدیثوں کا بھی شمار کیا ہے۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ 537، علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ 586، ابن مسعود رضی اللہ عنہ 800 چند، جابر بن عبداللہ وعبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم 150 سے زائد، ابن عمر وانس رضی اللہ عنہم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے برابر، کتاب الفصل فی الملل

دیگر کتب معتبرہ میں 2017 حدیثیں

فتاویٰ شرعیہ اور حل مشکلات علمیہ اور بیان روایات عربیہ اور سیر و واقعات تاریخیہ کا شماران کے علاوہ ہے۔ [1]

جہاد فی سبیل اللہ

انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

وَ لَقَدْ رَاَیْتُ عَائِشَۃَ بِنْتَ اَبِیْ بَکْرٍ وَّ اُمَّ سَلَیْمٍ وَ اِنَّھُمَا لَمُشَمِّرَتَانِ اَرَیٰ خَدَمَ سُوْقِھِمَا تَنْقُزَانِ الْقُرَبَ عَلٰی مُتُوْنِھِمَا تُفْرِغَانِهٖ فِیْ اَفْوَاہِ الْقَوْمِ ثم تَرْجِعَانِ فَتَمْلَآنِھَا ثُمَّ تَجِیْئَانِ فَتُفْرِغَانِهٖ فِیْ اَفْوَاہِ الْقَوْمِ۔ [2]

صحیح بخاری کے باب غزوہ احد میں ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ اور ام سلیم رضی اللہ عنہا کو دیکھا۔ کندھوں پر مشکیں اٹھائے ہوئے زخمیوں اور مومنین کے منہ میں پانی ڈالتی تھیں۔ پانی ختم ہو جاتا تو پھر مشک بھر لاتی تھیں اور زخمیوں کے منہ میں پانی ٹپکاتی جاتی تھیں۔

جنگ بدر میں رائیت نبوی (پرچم) مرط عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا تھا۔ یعنی جس نشان کے تحت میں ملائکہ نے خدمت اسلام ادا کی اور جس نشان پر اللہ کی اولین نصرت و فتح نازل ہوئی وہ نشان عائشہ طیبہ رضی اللہ عنہا کی اوڑھنی کا بنایا گیا تھا۔ یہ امر صدیقہ رضی اللہ عنہا کی بڑی فضیلت کو ظاہر کرتا ہے۔ [3]

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ (المؤید بروح القدس) ان کی شان میں فرماتے ہیں:

حَصَانٌ رزانٌ ما تـرون بـريبةٍ ۔۔۔ وَتُصْبِحُ غَرْثٰی مِنْ لُحُوْمِ الغوافِلِ
عَقِیْلَۃُ اَصْلٌ مِّنْ لُؤَیِّ بْنِ غَالِبٍ ۔۔۔ کِرَامُ الْمَسَاعِیْ مَجْدُھُمْ غَیْرُ زَائِلِ
مُھَذَّبَۃٌ قَدْ طَھَّرَ اللّٰہُ خِیْمَھَا ۔۔۔ وَ طَھَّرَھَا مِنْ کُلِّ بَغْیٍ وَّ بَاطِلِ
فَاِنْ کَانَ مَا قَدْ قِیْلَ عَنِّیْ قُلْتُہٗ، ۔۔۔ فَلَا رَفَعَتْ صَوْتِیْ اِلَیَّ اَنَامِلِ
وَ اِنَّ الَّذِیْ قَدْ قِیْلَ لَیْسَ بِلَائِطٍ ۔۔۔ بِھَا الدَّھْرُ بَلْ قَوْلُ امْرِءٍ متماحِلِ
فَکَیْفَ وَوُدِّیْ مَا حُیِیْتُ وَ نُصْرَتِیْ ۔۔۔ لِاٰلِ رَسُوْلِ اللّٰہِ زَیْنُ الْمَحَافِلِ
رَاَیْتُکَ و لیغفرلك الله حُـرَّۃٌ ۔۔۔ مِنَ الْمُحْصَنَاتِ غَیْرَ ذَاتِ الْغَوَائِلِ

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے انصاف اور صداقت کے لمعان اس وقت زیادہ نمایاں نظر آتے ہیں۔ جب وہ اپنی کسی سوت کے متعلق اپنی رائے کا اظہار کیا کرتی ہیں۔

(الف) ام المومنین زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کی تعریف میں کہتی ہیں۔

[1] عَنْ عَائِشَۃَ رضی اللہ تعالیٰ عَنْھَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یَوْمًا لِنِسَائِہٖ اَسْرَعُکُنَّ لَحُوْقًابِیْ اَطْوَلُکُنَّ یَدًا قَالَتْ فَکَانَتْ اَطْوَلَنَا یَدًا زَیْنَبُ لِاَنَّھَا کَانَتْ تَعْمَلُ بِیَدِھَا وَ تَتَصَدَّقُ۔ [4]

---

[1] ابن القیم کتاب جلاء الافہام۔ اس کتاب کا اردو میں ترجمہ مصنف رحمۃ للعالمین کر چکے ہیں۔ ترجمہ کا نام "الصلوٰۃ والسلام" ہے۔
[2] بخاری: 4064 [3] مسلم: 2442، سیرت حلبیہ جلد 2 ص 147 [4] مسلم: 2452، اسد الغابہ 7/128۔

ایک روز نبی ﷺ نے اپنی ازواج سے فرمایا۔تم میں سے وہ عورت مجھے جلد آ ملے گی جو زیادہ سخی ہوگی۔ یہ سن کر سب سے زیادہ سخی زینب ؓ ثابت ہوئیں کیوں کہ وہ اپنے ہاتھوں کی محنت سے کمائی اور پھر اس کو راہ حق میں صدقہ دیا کرتی تھیں۔

② وَ مَا رَأَیْتُ امْـرَاۃً قَطُّ خَیْرًا فِی الدِّیْنِ مِنْ زَیْنَبَ وَاَتْقٰی لِلّٰہِ وَاَصْدَقَ حَدِیْثًا وَ اَوْصَلَ لِلرَّحِمِ وَاَعْظَمَ صَدَقَۃً۔ [1]

"میں نے کوئی عورت زینب سے دین میں بہتر نہیں دیکھی۔ وہ اللہ کا زیادہ تقویٰ رکھنے والی بہت زیادہ سچ بولنے والی، اقارب سے بہت بڑھ کر سلوک کرنے والی اور بہت زیادہ صدقہ دینے والی تھیں۔"

(ب) ام المومنین صفیہ ؓ کی تعریف میں فرماتی ہیں:

مَا رَأَیْتُ صَانِعَۃَ طعامٍ مِثْلَ صَفِیَّۃَ [2]

میں نے صفیہ ؓ جیسی کوئی عورت عمدہ کھانا بنانے والی نہیں دیکھی۔

(ج) ام المومنین سودہ ؓ کی تعریف میں فرماتی ہیں:

مَا مِنَ النَّاسِ اَحَدًا اَحَبَّ اِلَیَّ من اَنْ اَکُوْنَ فِیْ مِسْلَاخِھَا مِنْ سَوْدَۃَ بِنْتَ زَمْعَۃَ اِلاَّ اَنَّ بِھَا حِدَّۃٌ۔ [3]

"سودہ میں ذرا تیزی تو تھی ورنہ اور کوئی بھی ایسا نہیں جس کے درجہ میں ہونا مجھے سب سے پیارا ہو۔"

(د) ام المومنین جویریہ ؓ کی صفت جمال بیان کرتی ہیں:

کانت جویریۃ علیھا حلاوۃ و ملاحۃ لا یکاد یریھا احدا الا وقعت فی نفسہ [4]

جویریہ میں ایک شیرینی و دل کشی پائی جاتی تھی کہ دیکھنے والے کے دل میں ان کی جگہ ہو جاتی تھی۔

اموامت امت:- بشر بن عقربہ ؓ سے روایت ہے کہ احد کے دن میرے والد شہید ہو گئے تھے۔ میں وہاں بیٹھا رو رہا تھا۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

اَمَا تَرْضٰی اَنْ تَکُوْنَ عَائِشَۃُ اُمَّکَ وَ اَکُوْنَ اَنَا اَبَاکَ۔ [5]

"کیا تو اس سے خوش نہیں کہ عائشہ تو تیری ماں اور میں تیرا باپ ہوں۔"

اس حدیث میں بمقابلہ دیگر ازواج کے نبی ﷺ نے حضرت عائشہ ؓ کی تخصیص اموامت فرمائی ہے۔

لغزش: حضرت عائشہ ؓ کی زلات بشری میں سے یہ ہے کہ وہ جنگ جمل میں شریک ہوئیں۔ اس جنگ کا نام جنگ جمل [6]

---

[1] مسلم : 6316، نسائی: 3396۔ اطول طول سے ہے۔ طول کے معنی جود و سخاوت کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا نام ذو الطول ہے۔ [2] نسائی: 3409 [3] مسلم 3629
[4] طبقات ابن سعد: جز و ترجمہ جویریہ ؓ [5] اسد الغابہ: 4 / 60، الاصابہ: 5639 [6] یہ واقعہ 15 جمادی الاخر 36ھ کو ہوا۔ لڑائی صبح سے تیسرے پہر تک رہی۔ زبیر ؓ آغاز جنگ سے پہلے ہی صف سے علیحدہ ہو گئے تھے۔ طلحہ ؓ زخمی ہوئے اور جان بحق ہونے سے پیشتر انھوں نے بیعت مرتضوی کی تجدید حضرت علی ؓ کے ایک افسر کے ہاتھ پر کی۔ ابن حزم رحمہ اللہ اور ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ فریقین میں سے کوئی بھی آغاز جنگ کرنا نہیں چاہتا تھا چند شریروں نے جو قتل عثمان میں ملوث تھے، جنگ اس طرح کرا دی کہ رات کو اصحاب جمل کے لشکر پر چھاپا مارا۔ وہ سمجھے کہ یہ فعل بحکم اور بعلم حضرت علی ؓ ہوا ہے۔ انھوں نے بھی مدافعت میں حملہ کیا اور جنگ ہو گئی۔ ہر ایک طرف گمان یہ تھا کہ ابتدا دوسرے کی جانب سے ہے۔ ابن حزم رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اس پر برہان یہ ہے کہ ام المومنین اور زبیر و طلحہ ؓ اور ان کے رفقاء نے امامت علی ؓ کے بطلان یا طعن یا جرح میں ایک لفظ بھی نہ کہا تھا اور نہ انھوں نے نقض بیعت کیا۔ نہ کسی دوسرے کی بیعت کی اور نہ اپنے لیے کوئی دعویٰ کیا۔ یہ جملہ وجوہ یقین دلاتے ہیں کہ جنگ صرف حادثہ اتفاقیہ تھی۔ جس کا ہر دو جانب کسی کو خیال بھی نہ تھا۔ (کتاب الفصل فی الملل جز و چہارم ص 158 مطبوعہ مطبعۃ الادبیۃ بمصر 1317ھ)

اس لیے مشہور ہوا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا ہودج ایک اونٹ پر تھا۔ اونٹ کا نام عسکر تھا۔ اس جنگ میں سامنے کی طرف خلیفہ راشد علی مرتضیٰ امیر المومنین رضی اللہ عنہ تھے۔ جنگ کے خاتمے پر حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا تھا کہ میری اور علی رضی اللہ عنہ کی شکر رنجی ایسی ہی ہے جیسے عموماً بھاوج اور دیور میں ہو جایا کرتی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بخدا! یہی سچی بات ہے

قرآن مجید میں ہے:

﴿ وَ اِنْ طَآئِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا ﴾ [الحجرات:9]

''اگر مومنوں کے دو گروہ آپس میں جنگ کر بیٹھیں تو ان میں صلح کرا دو۔''

میرے نزدیک یہی وہ پہلی جنگ ہے جس کے دونوں فریق مومن تھے۔ اس مصداق کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس آیت سے آگے چند آیات کو ﴿ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ ﴾ [الحجرات:12] تک پڑھ لینا چاہیے کہ بہت سے شبہات کا ازالہ ہو جائے گا۔ عائشہ طیبہ رضی اللہ عنہا کی صداقت اور مودت علی رضی اللہ عنہ وفاطمہ رضی اللہ عنہا کی توثیق ترمذی کی حدیث عن جامع بن عمیر سے ہوتی ہے۔

قَالَ دَخَلْتُ مَعَ عَمَّتِيْ عَلٰى عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَسَئَلْتُ اَيُّ النِّسَآءِ كَانَ اَحَبَّ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ فَاطِمَةُ قِيْلَ مِنَ الرِّجَالِ قَالَتْ زَوْجُهَا۔ [1]

راوی نے کہا: میں اپنی پھوپھی کے ساتھ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا، ان سے سوال ہوا کہ عورتوں میں سے سب سے پیاری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کون تھی؟ انھوں نے کہا: فاطمہ رضی اللہ عنہا پھر سوال ہوا کہ مردوں میں سے کون تھا۔ فرمایا شوہر فاطمہ رضی اللہ عنہا (یعنی علی رضی اللہ عنہ)۔

دوسری حدیث صحیح کی ہے: ﴿ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ ﴾ میں حسنین اور علی وفاطمہ رضی اللہ عنہم داخل ہیں۔ اس حدیث کو عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہی نے بیان کیا ہے۔

جن دنوں جنگ جمل کی ابتدا تھی۔ حضرت عمار یاسر رضی اللہ عنہ نے مسجد کوفہ میں رفقائے مرتضوی رضی اللہ عنہ کے سامنے خطبہ فرمایا تھا، جس کے الفاظ یہ ہیں:

اِنِّيْ لَاَعْلَمُ اَنَّهَا زَوْجَةٌ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ ابْتَلَاكُمْ لِتَتَّبِعُوْهُ اَوْ اِيَّاهَا۔ [2]

میں جانتا ہوں کہ عائشہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ دنیا اور آخرت میں ہیں، لیکن اللہ نے تم سب پر آزمائش ڈالی ہے کہ ایسی حالت میں تم اس کا اتباع کرتے ہو یا حضرت علی رضی اللہ عنہ کا۔

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جن خصوصیات کا ذکر بطور فخر فرمایا کرتی تھیں، ان میں سے ایک یہ فقرہ بھی ہے۔

تُوُفِّيَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم فِيْ بَيْتِيْ وَ نَوْبَتِيْ وَ بَيْنَ سَحْرِيْ وَنَحْرِيْ وَ جَمَعَ اللّٰهُ بَيْنَ رِيْقِيْ وَ رِيْقِهٖ قَالَتْ دَخَلَ عَبْدُالرَّحْمٰنِ بِسِوَاكٍ فَضَعُفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخَذْتُهُ فَقَضَمْتُهُ ثُمَّ سَنَنْتُهُ۔ [3]

[1] ترمذی: 3883، تحفۃ الاشراف: 16054، تیسیر الاصول جامع الاصول جلد ثانی ذکر فاطمہ۔ اس میں ایک راوی کذاب ہے۔ جس کی وجہ سے یہ روایت درست نہیں۔

[2] بخاری: 3772 [3] بخاری: 4448، 680

نبی ﷺ نے میرے گھر میں میری نوبت میں، میرے سینے اور گلو کے درمیان وفات پائی اور آخر میں اللہ نے میرے لعاب کو آنحضرت ﷺ کے ساتھ ملا دیا۔ وہ اس طرح کہ (میرے بھائی) عبدالرحمٰن مسواک لے کر آئے۔ رسول اللہ ﷺ کو ضعف تھا (یہ دیکھ کر کہ) آنحضرت ﷺ مسواک فرمانا چاہتے ہیں۔ میں نے مسواک لے کر پہلے اپنے دانتوں سے نرم کی اور پھر آنحضرت ﷺ کو مسواک کرادی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول ہے۔ در جنت کو کھٹکھٹاؤ، کھولا جائے گا۔ لوگوں نے کہا: کیوں کر کھٹکھٹائیں؟ فرمایا بھوک اور پیاس کی برداشت سے جنت کے دروازے کو کھٹکھٹا سکتے ہیں۔

ایک بار ایک شخص نے سوال کیا۔ میں اپنے آپ کو نیک کب سمجھوں؟ فرمایا جب تجھے اپنے برے ہونے کا گمان ہو جائے۔ اس نے کہا کہ اپنے آپ کو برا کب سمجھوں؟ فرمایا جب تو اپنے آپ کو نیک سمجھنے لگے۔

انتقال نبوی ﷺ کے وقت ان کی عمر 18 سال کی تھی۔ 9 سال کی مصاحبت قدسیہ میں جو علوم عالیہ سیکھے تھے۔ تقریباً نصف صدی تک فرزندان روحانی کو ان کی تعلیم دیتی رہیں۔

اقارب: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی والدہ۔ ام رومان کنانیہ ہیں جن کا انتقال رمضان 6ھ میں ہوا تھا۔ نبی ﷺ ان کی قبر میں خود اترے تھے اور یہ فرمایا تھا۔

اَللّٰهُمَّ لَا تَخْفَ عَلَيْكَ مَا لَقِيَتْ اُمُّ رُوْمَانَ فِيكَ وَ فِيْ رَسُوْلِكَ.

''الٰہی! تجھ سے پوشیدہ نہیں کہ ام رومان نے تیرے لیے اور تیرے رسول کے لیے کیا کچھ برداشت کیا ہے۔''

نیز فرمایا:

مَنْ سَرَّهٗ اَنْ يَّنْظُرَ اِلٰى اِمْرَاَةٍ مِنَ الْحُوْرِ الْعِيْنِ فَلْيَنْظُرْ اِلٰى اُمِّ رُوْمَانَ [1]

اگر کوئی شخص حوران جنت میں سے کسی عورت کو دیکھنا پسند کرتا ہو تو وہ ام رومان کو دیکھ لے۔

عبدالرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ عنہ: ان کے حقیقی بھائی ہیں۔ بہادران عرب میں سے تھے۔ جنگ یمن میں فتح گویا ان ہی کی شجاعت سے ہوئی۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے صحابہ کے سامنے جن میں امام حسین رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ بھی ہے جب ولی عہد یزید کا ذکر کیا تو انہی نے جواب میں لکھا تھا:

اَهِرَقْلِيَّةٌ اِذَا مَاتَ كِسْرٰى قَامَ كِسْرٰى مَكَانَهٗ لَا نَفْعَلُ وَاللّٰهِ اَبَدًا۔ [2]

''کیا یہ بھی دنیا کی سلطنت ہے کہ جب کسریٰ مر گیا تو دوسرا اس کی جگہ کسریٰ بن بیٹھا۔ بخدا ہم ایسا کبھی نہ کریں گے۔''

حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کا بیٹا بھی صحابی ہے اس طرح ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے خاندان کی چار نسلیں صحابی ہیں اور یہ وہ شرف ہے جو کسی دوسرے صحابی کو حاصل نہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کی وفات پر دو شعر بطور تمثیل کہے تھے۔

---

[1] بخاری عن مسروق تابعی رحمہ اللہ نے ایک حدیث ام رومان سے روایت کی ہے۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ امام بخاری کے نزدیک ام رومان کی وفات بعد از وفات نبی ﷺ ہوئی تھی۔ کنز العمال: 34418، تاریخ جرجان للسہمی: 199، الطبقات: 8/202، الاستیعاب: 792، اسد الغابہ: 7/321

[2] اسد الغابہ: 3/464۔

كُنَّا كَنَدْمَانَيْ جَذِيمَةَ حُقْبَةً — مِنَ الدَّهْرِ حَتَّى قِيْلَ لَنْ يَتَصَدَّعَا

فَلَمَّا تَفَرَّقْنَا كَأَنِّيْ وَمَالِكًا — لِطُوْلِ اجتماعٍ لم نَبِتْ لَيْلَةً مَّعًا

ہم دونوں نعمان کے مصاحبوں کی طرح ایسے اکٹھے رہتے تھے کہ لوگ سمجھنے لگے کہ یہ کبھی جدا ہی نہ ہوں گے، لیکن جدائی ہوئی تو فراق میں ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا کبھی ایک شب بھی اکٹھے نہ رہے تھے۔ نعمان شاہ عرب کے مصاحبوں کا مختصر قصہ یہ ہے کہ نعمان نے ایک شخص کے قتل کا حکم دیا۔ ایک امیر نے اسے اپنی ضمانت پر چند یوم کی رہائی دلا دی۔ جب وہ مقرر دن پر نہ پہنچا تب حکم دیا کہ اس ضامن کو قتل کر دیا جائے۔ جلاد نے اس کی آنکھوں پر پٹی باندھ دی تھی کہ اتنے میں ایک شخص ہانپتا ہوا آ گیا۔ بادشاہ نے دونوں کو اپنا مصاحب بنالیا۔ اب ہر ایک شخص دوسرے کو اپنا نجات دہندہ سمجھتا تھا۔ وہ مدت العمر جدا نہ ہوئے۔

2. طفیل بن سخبرہ کا اخیافی بھائی ہے۔

3. عبداللہ بن فضالہ لیثی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا پدر رضائی تھا۔ ابا عائشہ کنیت کرتا تھا قاضی بصرہ ہو گیا تھا، عبداللہ اور فضالہ رضی اللہ عنہما دونوں صحابی تھے۔

4. ان کی علاتی بہن اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہما ذات النطاقین ہیں۔ ان کا اسلام سترہ (17) اشخاص کے بعد تھا۔ تقریباً سو (100) سال کی عمر میں (بہ ماہ جمادی الاول 73ھ) وفات پائی۔ زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کی بیوی اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی والدہ ہیں۔

5. ان کے علاتی بھائی عبداللہ بن ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں جو غزوہ حنین میں زخمی ہو کر اور کچھ عرصہ بیمار رہ کر فوت ہوئے تھے۔ نبی ﷺ نے جو فرمان عیسائیان نجران کو ان کے حقوق کے متعلق دیا تھا اس کے کاتب یہی عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہ تھے۔ [1] ان کی ایک بہن اور ہیں جو اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کے بطن سے تھیں یہ وفات صدیق رضی اللہ عنہ سے چند ماہ بعد پیدا ہوئی تھیں۔

6. انہی کے علاتی بھائی محمد بن ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں، جو ربیب علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت میں ان کو حاکم مصر بنایا تھا۔

7. حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کی ایک لونڈی بریرہ تھی۔ عبدالملک کا بیان ہے کہ سلطنت ملنے سے پیشتر وہ مدینہ میں بریرہ کے پاس بیٹھا کرتا تھا اور بریرہ مجھ سے کہا کرتی تھی کہ عبدالملک تجھ میں کچھ خصلتیں اچھی ہیں اور میں سمجھتی ہوں کہ تو سلطنت کے شایاں ہے۔ پس اگر تو صاحب سلطنت ہو گیا تو خون ریزی سے بچنا، کیوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے:

إِنَّ الرَّجُلَ لَيُدْفَعُ عَنْ بَابِ الْجَنَّةِ بَعْدَ اَنْ يَّنْظُرَ اِلَيْهَا بِملاء مُحجَمة مِنْ دَمٍ يريقهٗ من مُسْلِمٍ بِغَيْرِ حَقٍّ۔ [2]

''کوئی شخص جنت کے قریب پہنچ جائے گا، حتی کہ اسے دیکھنے لگے۔ پھر اسے داخل ہونے سے روک دیا جائے گا، کیوں کہ اس نے مسلمانوں کا بہت سا خون بے وجہ کیا ہوگا۔''

ذاتی رنج پر اسلامی خدمات کو ترجیح

1. معاویہ بن خدیج نے حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بھائی محمد بن ابوبکر کو قتل کیا تھا اور اس لیے حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کو معاویہ کی طرف

---

[1] کتاب الخراج ص: 41 قاضی القضاۃ ابو یوسف رحمہ اللہ ولادت 113ھ۔ وفات 5 ربیع الاول 182ھ

[2] الاستیعاب ص: 792

سے سخت رنج تھا، لیکن معاویہ مذکور نے افریقہ میں فتوحات اسلامی اور غزوات دینی میں بڑی شہرت حاصل کی تھی۔

عبدالرحمٰن بن شماستہ المہری کا بیان ہے کہ معاویہ کی ماتحتی میں میں نے افریقہ میں کام کیا تھا۔ میں ایک روز ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے ملنے گیا۔ انھوں نے پوچھا کہ افریقہ میں تمھارے سرلشکر کا حال کیسا تھا؟ پھر فرمایا کہ میری طبیعت کا خیال نہ کرو، بلکہ اس کی خوبیاں بتاؤ۔

عبدالرحمٰن نے عرض کیا کہ میدان جنگ میں اگر اونٹ مر جاتا تو سپہ سالار اسی وقت دوسرا اونٹ مہیا کر دیتا تھا۔ گھوڑا مر جاتا تو فوراً گھوڑا بہم پہنچا دیتا تھا۔ کوئی غلام فرار ہو جاتا تو کوئی دوسرا آدمی جھٹ بھیج دیتا تھا۔

یہ سن کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

أَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ اِنْ كُنْتُ لَا بغضه مِنْ اَجْلِ انه قَتَلَ اَخِیْ وَ قَدْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ مَنْ رَفَقَ بِامتی فارفق به وَ مَنْ شق عَلَيْهِمْ فَاشْقِ عَلَيْهِ۔ [1]

''میں اللہ سے بخشش چاہتی ہوں۔ اے اللہ! مجھے معاف فرمانا، میں تو اس سے بغض رکھتی تھی۔ اس لیے کہ اس نے میرے بھائی کو قتل کیا تھا اور میں نے تو رسول اللہ ﷺ سے یہ سنا ہے کہ فرمایا کرتے ہیں کہ الٰہی جو کوئی میری امت کے ساتھ مہربانی کرے، اس پر مہربانی فرمانا اور کوئی امت پر سختی کرے تو بھی اس پر سختی کرنا۔''

2 ام حکیم بنت خالد اور ام حکیم بنت عبداللہ کا بیان ہے کہ وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ طواف کعبہ میں شامل تھیں۔ حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا ذکر چل پڑا دونوں نے انھیں گالی کے ساتھ یاد کیا۔ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اسے گالی دیتی ہو اور مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے داخل جنت فرمائے گا دیکھو تو سہی تو حسان رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کی شان میں کس طرح کہتا ہے:

هَجَوْتَ مُحَمَّدًا فَاَجَبْتُ عَنْهُ ۔۔۔ وَعِنْدَ اللّٰهِ فِیْ ذٰلِكَ الْجَزَاءُ
فَاِنَّ اَبِیْ وَوَالِدَتِیْ وَعِرْضِیْ ۔۔۔ لِعِرْضِ مُحَمَّدٍ مِنْكُمْ وَقَاءُ

یہ سن کر دونوں نے کہا کہ ہم تو اس لیے کہتی تھیں کہ اس نے آپ کی شان میں کچھ کچھ کہا تھا۔

صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا وہ تو کچھ بھی نہیں۔ [2]

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے 63 سال کی عمر میں 17 رمضان 57ھ کو مدینہ منورہ میں اجل طبعی سے وفات پائی اور جنت البقیع میں استراحت فرمائی۔

4 ام المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا

عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی بیٹی ہیں۔ نبی ﷺ کے نکاح میں آنے سے پیشتر خنیس بن حذافہ بن قیس بن عدی اسلمی رضی اللہ عنہ کے گھر میں

[1] الاستیعاب ص: 72، الاصابہ: 8082، اسد الغابہ: 199/5

[2] اس بارہ میں اختلاف روایات ہے کہ حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے قصہ افک میں حصہ لیا یا نہیں۔ میرے نزدیک حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا مندرجہ ذیل شعر اس بارہ میں عمدہ دلیل بن سکتا ہے۔ وہ حضرت صدیقہ کی تعریف کرتے ہوئے اس تہمت سے اپنی برات بھی ظاہر کرتے ہیں۔

فان كان ما قد قيل عني قلته ۔۔۔ فلا رفعت سوطي الي انامليٰ

کہا جاتا ہے کہ میں نے ان کی شان میں کوئی گستاخانہ لفظ کہا ہے۔ اگر یہ سچ ہے تو اللہ کرے کہ میرا ایک ہاتھ ہی بالکل کٹا ہو جائے۔

تھیں۔ خنیس رضی اللہ عنہ سابقین میں سے تھے۔ انھوں نے ہجرت حبشہ اور ہجرت مدینہ کی تھی۔ بدر و احد میں حاضر ہوئے اور جنگ احد میں زخمی ہو کر مدینہ میں شہادت پائی۔ ان کے بھائی عبداللہ بن حذافہ اسلمی بھی صحابہ میں نہایت مشہور، بہادر و شاعر ہیں۔

حضرت خنیس رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے حفصہ رضی اللہ عنہا کا ذکر کیا۔ انھوں نے کچھ بھی جواب نہ دیا۔ جس سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بہت رنج ہوا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا ذکر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کیا کیوں کہ ان کی بیوی سیدہ رقیہ بنت رسول اللہ ﷺ کا انتقال بھی انھی دنوں میں ہوا تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا آج کل تو میں شادی کرنے کا ارادہ نہیں رکھتا۔ اب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں سارا واقعہ سنایا۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

يَتَزَوَّجِ الْحَفْصَةَ مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِّنْ عُثْمَانَ وَ يَتَزَوَّجِ عُثْمَانَ مَنْ هِيَ خَيْرٌ مِّنْ حَفْصَةَ

''حفصہ کی شادی اس شخص سے ہوگی جو عثمان سے بہتر ہے اور عثمان کا نکاح اس سے ہوگا جو حفصہ سے بہتر ہے۔''

بعدازیں نبی ﷺ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کر لیا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اپنی دوسری بیٹی ام کلثوم رضی اللہ عنہا بیاہ دی۔

تب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مل کر فرمایا تم اس بات کا میری طرف سے رنج نہ کرنا۔ رسول اللہ ﷺ حفصہ رضی اللہ عنہا کا ذکر مجھ سے فرما چکے تھے۔ [1]

میں اس وقت نبی ﷺ کا یہ راز ظاہر نہ کر سکتا تھا۔ ہاں اگر آں حضرت ﷺ یہ نکاح نہ کرتے تو میں ضرور کر لیتا۔ ان کا انتقال بہ عمر شصت (60) سالہ جمادی الاولیٰ 41ھ میں ہوا۔

ایک حدیث میں ہے کہ جبریل علیہ السلام نے ان کی تعریف ان الفاظ میں کی تھی۔

فَإِنَّهَا قَوَّامَةٌ صَوَّامَةٌ وَ إِنَّهَا زَوْجَتُكَ فِي الْجَنَّةِ [2]

''وہ بہت عبادت کرنے والی، روزے رکھنے والی ہے اور وہ بہشت میں بھی آپ کی زوجہ ہے۔''

ولادت حفصہ رضی اللہ عنہا پانچ سال قبل از بعثت ہے۔ [3]

مرویات حفصہ ام المومنین رضی اللہ عنہا:

متفق علیہ	4	صحیح مسلم میں	6
دیگر کتب حدیث میں	50	کل تعداد	=60

بعض لوگ آیت ﴿وَإِذْ أَسَرَّ النَّبِيُّ إِلَىٰ بَعْضِ أَزْوَاجِهِ حَدِيثًا﴾ [4] کی تفسیر میں ام المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا کا ذکر کرتے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ جب رب العزت کو اپنے حبیب کے گھرانے کی عزت و حرمت کا اتنا پاس ہے کہ کسی کا نام نہیں لیا تو ہم کو بھی اس بارہ میں جرأت نہیں کرنی چاہیے۔

بعض لوگ یہ بھی بحث کیا کرتے ہیں کہ وہ راز کیا ہے، میں خیال کرتا ہوں کہ ہم کو کوئی حق نبی ﷺ کے راز میں دخل دینے یا اس کے افشا کرنے کا نہیں۔

---

[1] اسد الغابہ: 67/7 [2] الاستیعاب، الطبرانی فی الکبیر: 365/18، کشف الاستار: 2668، مجمع الزوائد: 15332، 15333، 15334 [3] مدارج النبوۃ

[4] جب نبی ﷺ نے اپنی ایک بیوی سے راز کی ایک بات کہی (سورہ تحریم)

اقارب:

① عمر فاروق رضی اللہ عنہ جو اشہر المشاہیر فی الاسلام ہیں، ان کے والد بزرگوار ہیں۔ وہ 13 ھ میں بعد وفات ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تھے اور کسی ایک شخص نے بھی ان سے بیعت کرنے میں تامل یا انکار نہیں کیا تھا۔ دس سال چھ ماہ خلافت کی۔ 24 ذی الحجہ 23 ھ کو شہید ہوئے۔ زخمی ہونے کے بعد انھوں نے اپنے قاتل کی بابت تفتیش کرائی۔ جب ان کو پتا لگا کہ وہ ابولولو نصرانی ہے۔ تب فرمایا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ لَمْ یَجْعَلْ قَتْلِیْ بِیَدِ رَجُلٍ یُحَاجُّنِیْ بِلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ

''اللہ کا شکر ہے کہ میرا قتل ایسے شخص کے ہاتھ سے نہیں ہوا جو لا الہ الا اللہ کا سہارا لے سکتا ہو۔''

یکم محرم 24 ھ کو انتقال ہوا۔

② عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ان کے برادر شقیق ہیں۔ ان کا انتقال 73 ھ میں مکہ میں ہوا تھا۔ حضرت عبداللہ سے 2210 حدیثیں مروی ہیں۔ [1]

③ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی والدہ زینب بنت مظعون رضی اللہ عنہا ہیں، جو نہایت قدیم الاسلام تھیں۔ انھوں نے قبل از ہجرت مکہ میں وفات پائی تھی۔ ان کا سلسلہ نسب نبی ﷺ سے کعب میں شامل ہو جاتا ہے اور ان کی نانی کا سلسلہ نسب بھی کعب میں شامل ہوتا ہے۔

④ ان کے ماموں عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ ہیں۔ 13 کس (آدمیوں) کے بعد اسلام میں داخل ہوئے۔ ذوالہجرتین ہیں۔ مہاجرین میں سے مدینہ میں سب سے پہلے ان کا انتقال ہوا تھا۔ نبی ﷺ نے کفنانے کے بعد ان کی پیشانی پر بوسہ دیا تھا اور اپنے فرزند ابراہیم کی قبر ان کے پاس بنا کر فرمایا تھا۔ اَلْحِقْ بِالسَّلَفِ الصَّالِحِ مِنَّا۔ [2]

⑤ ام المساکین زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا

جاہلیت میں ان کا لقب ام المساکین تھا۔ ان کا پہلا نکاح طفیل سے، دوسرا عبیدہ سے ہوا یہ دونوں نبی ﷺ کے عم زاد یعنی حارث بن عبدالمطلب کے فرزند تھے۔ ان کا تیسرا نکاح عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ سے ہوا جو نبی ﷺ کے عم زاد ہیں اور ام المومنین زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے بھائی ہیں۔ جنگ احد میں وہ شہید ہو گئے تو نبی ﷺ نے ان سے نکاح کر لیا۔ نکاح کے بعد صرف دو مہینے یا تین مہینے زندہ رہیں۔ ماں کی جانب سے یہ ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا کی بہن ہیں۔

⑥ ام المومنین ام سلمہ (ہند) رضی اللہ عنہا

ہند بنت ابی امیہ المعروف بزاد الراکب بن المغیرہ بن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم۔ نبی ﷺ سے پیشتر ام سلمہ حضرت ابوسلمہ عبداللہ بن عبدالاسد بن ہلال بن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم کے نکاح میں تھیں۔ ان ہر دو کا نسب عبداللہ بن عمرو مخزومی میں شامل ہو جاتا ہے۔

ام سلمہ رضی اللہ عنہا نہایت قدیم الاسلام ہیں اور ابوسلمہ رضی اللہ عنہ غالباً گیارہویں شخص اسلام لانے والوں میں تھے۔ ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کی والدہ برہ بنت عبدالمطلب نبی ﷺ کی حقیقی پھوپھی تھیں۔

علاوہ ازیں نبی ﷺ اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور ابوسلمہ رضی اللہ عنہ تینوں برادران رضاعی بھی ہیں۔

---

[1] عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی نسل ہندوستان میں بکثرت پائی جاتی ہے قطب الاقطاب خواجہ فرید شکر گنج، حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی، امام ربانی اور حکیم الامت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہم اللہ سب فاروقی ہیں۔ شیخ الوقت شاہ ابوالخیر عبداللہ دہلوی المجددی و فاروقی ہیں۔ حضرت خواجہ ضیاء معصوم صاحب ترین چار باغ (کابل) کا خاندان بھی اسی نژاد عالی سے ہے۔ [2] کنز العمال 33606، مجمع الزوائد 15655، الطبرانی فی الکبیر: 837

ام سلمہ ؓ نے اپنے شوہر کے ساتھ اول ہجرت حبش کی تھی اور پھر مکے میں واپس آ گئے تھے۔ مگر جب ابو سلمہ و ام سلمہ ؓ مع اپنے بچے سلمہ ؓ کے ہجرت مدینہ کے لیے نکلے تو ابو سلمہ ؓ کے گھر والوں نے ان کے بچے سلمہ کو چھین لیا اور کہا کہ تم جہاں چاہو جا سکتے ہو مگر بچے کو جو ہمارے خاندان کا فرد ہے نہیں لے جا سکتے۔ علی ہذا ام سلمہ کے گھر آنے والوں نے ام سلمہ ؓ کو چھین لیا۔ ام سلمہ ؓ جو کہ ہمارے خاندان کی لڑکی ہے تم نہیں لے جا سکتے۔ ابو سلمہ ؓ نہایت قوی الاسلام اور راسخ العزم تھے۔ بیوی اور بچے کے چھن جانے پر بھی انھوں نے سفر ہجرت ترک نہ کیا اور اللہ و رسول اللہ ﷺ کی راہ میں چل پڑے۔ ام سلمہ ؓ مکے ہی میں رہیں۔ وہ ہر روز شام کو اس مقام پر آ بیٹھا کرتی تھیں جہاں شوہر سے علیحدہ ہوئی تھیں۔ ایک سال تک برابر روتی رہیں۔ حتیٰ کہ سنگ دل عزیزوں کا دل بھی ان کے گریہ و آہ و بکا پر نرم آ گیا۔ انھوں نے بچہ بھی دے دیا اور ان کو سفر کی اجازت دے دی۔ یہ اللہ کی بندی یکہ و تنہا مدینے کو چل پڑیں۔ عثمان بن طلحہ جو کلید بردار بیت الحرام تھے۔ گو ابھی مسلمان نہ ہوئے تھے، لیکن ان کو بھی ام سلمہ ؓ کی بے کسی و تنہائی پر رحم آیا۔ وہ ساتھ ہو لیے۔ حضرت ام سلمہ ؓ کو اونٹ پر سوار کراتے، خود پیدل چلتے منزل پر پہنچ کر ان سے دور جا کر ٹھہرتے۔ جب منزل بہ منزل مدینہ طیبہ کے قریب پہنچ گئے اور نخلستان مدینہ کے درخت نظر آنے لگے تو کہا: ''دیکھو جس شہر میں تجھے جانا ہے وہ سامنے ہے۔ تم آگے بڑھو، میں واپس جاتا ہوں۔'' یہ کہہ کر واپس چلے آئے۔

ابو سلمہ ؓ جنگ بدر میں شریک ہوئے اور پھر جنگ احد میں زخمی ہوئے، زخموں سے جانبر نہ ہو سکے۔ اور جمادی الاخر 3 ہجری میں انھوں نے شہادت کی موت پائی۔ مرتے وقت ان کی زبان پر تھا:

اَللّٰھُمَّ اخْلُفْنِیْ فِیْ اَھْلِیْ بِخَیْرٍ۔ الٰہی میرے کنبہ کی اچھی طرح نگہداشت فرمانا.

چھوٹے چھوٹے بچے چھوڑے۔ نبی ﷺ کو جو محبت و قرابت ابو سلمہ ؓ سے تھی اور مدت العمر انھوں نے اسلام میں جو صداقت اور استقامت دکھائی تھی۔ نیز ام سلمہ ؓ نے اسلام کے لیے ہجرت حبشہ اور ہجرت مدینہ کرتے ہوئے جن سخت آزمائشوں کو پورا کیا تھا، ان سب امور پر خیال کرتے ہوئے نبی ﷺ نے ام سلمہ ؓ سے نکاح کر لیا اور ان کے بچے عمر و سلمہ اور لڑکیاں زینب و درہ حضور ﷺ کے ربیب تھے اور انھوں نے زیر تربیت نبی ﷺ پرورش پائی۔

اقارب

① عمر بن ابو سلمہ ؓ 2 ھ میں پیدا ہوئے تھے۔ حضرت علی مرتضیٰ ؓ کی جانب سے فارس اور بحرین کے حاکم رہے۔ 83 ھ میں وفات پائی۔ سعید بن مسیب اور ابو امامہ بن سہل اور عروہ بن زبیر نے ان سے احادیث کی روایت کی ہے۔

② سلمہ بن ابو سلمہ: کے ساتھ نبی ﷺ نے امامہ بنت امیر حمزہ ؓ کا نکاح کر دیا تھا۔ انھوں نے عبد الملک کے عہد میں وفات پائی۔ ان سے روایت حدیث جاری نہیں ہوئی۔

③ زینب بنت ابو سلمہ: کا نکاح عبد اللہ بن زمعہ الاسود الاسدی کے ساتھ ہوا تھا۔ یہ اپنے زمانہ میں سب عورتوں سے زیادہ فقیہ تھیں اور ان کی ولادت حبش میں ہوئی تھی۔ جب ان کے والدین ہجرت حبش کر کے مکے سے گئے تھے۔

ان کا بیان ہے کہ یہ ابھی بچی ہی تھیں کہ نبی ﷺ غسل فرمارہے تھے۔ یہ حضور ﷺ کے قریب پہنچ گئیں۔ نبی ﷺ نے پیار سے ان کے منہ پر پانی کے چھینٹے پھینکے جس کی یہ برکت ہوئی کہ ان کے چہرے کی رونق اور تازگی شباب جیسی ہی قائم رہی۔

یوم الحرہ میں ان کے دونوں بیٹے مارے گئے تھے۔ دونوں کی لاشیں ان کے سامنے رکھی ہوئی تھیں۔ زینب نے کہا: اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ واللہ ان دونوں کا مرنا میرے لیے بڑی مصیبت ہے، لیکن ایک کی مصیبت دوسرے کی مصیبت سے بڑھ کر ہے۔ پہلا تو گھر میں رہا اور اس نے جنگ سے اپنے ہاتھ کو روکا اور مظلوم مارا گیا۔ مجھے امید ہے کہ اسے جنت ملے گی۔ دوسرے لڑکے نے ہاتھ نکالا اور مارا گیا۔ اب میں یہ نہیں کہہ سکتی کہ اس کا انجام کیا ہوگا اور یہی وہ امر ہے جسے میں مصیبت عظمیٰ سمجھتی ہوں۔

4. ام کلثوم بنت ام سلمہ سے ایک حدیث موسیٰ بن عقبہ نے روایت کی ہے کہ نبی ﷺ نے نجاشی کی موت اور اپنی مرسلہ ہدایا کی واپسی کی پیشین گوئی فرمادی تھی۔

5. درہ بنت ام سلمہ کا ذکر صحیح بخاری میں ہے کہ ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے دریافت کیا تھا کہ کیا حضور ﷺ درہ سے نکاح کرنے والے ہیں۔ فرمایا اگر وہ میری ربیبہ بھی نہ ہوتی، تب بھی وہ حلال نہ تھی۔ اس کا باپ ابوسلمہ رضی اللہ عنہ تو میرا دودھ کا بھائی تھا۔

6. زہیر، عامر، عبداللہ، مہاجر ام المومنین کے بھائی اور عبداللہ و معبد برادرزادے اور عبداللہ بن زمعہ بھانجے ہیں۔ زہیر کا حال نہیں ملا۔

7. عبداللہ کی ماں عاتکہ آنحضرت ﷺ کی پھوپھی ہیں۔ یہ ابتدائے اسلام میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ شدید العداوت تھا۔ لیکن عام الفتح کو توفیق ازلی سے قبل از فتح مکہ مدینہ کو روانہ ہوئے اور راہ ہی میں آنحضرت ﷺ سے ملاقی ہو کر اسلام لائے اور عفو تقصیرات سے شادکام ہوئے۔ فتح مکہ اور غزوہ طائف میں شامل اور طائف ہی میں تیر کھا کر شہید ہوئے۔

8. عامر مولفۃ القلوب میں سے ہیں۔

9. مہاجر حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے برادر شقیق ہیں۔ نبی ﷺ نے ان کی حارث بن عبدکلال حمیری شاہ یمن کے پاس بطور سفارت بھیجا تھا اور پھر صدقات کندہ اور صدف کا عامل بھی بنادیا تھا اور پھر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کو یمن کی حکومت پر بھیجا تھا اور حضرموت میں قلعہ نجیر انہی نے فتح کیا تھا۔

ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا انتقال مدینہ منورہ میں 59ھ کو بعمر 84 سال ہوا۔ بعض نے 60ھ میں روایت کیا ہے۔ مرویات ام سلمہ ام المومنین رضی اللہ عنہا، کتب احادیث میں حسب ذیل ہیں:

صحیحین میں	13	صرف بخاری شریف میں	3
صرف صحیح مسلم میں	13	دیگر کتب حدیث میں	349
کل	378		

ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اپنے چچا زاد بھائی ولید کی وفات پر یہ اشعار فرمائے تھے:

یا عین فابکی الولید[1] ابن الولید بن المغیرۃ

قد کان غیثا فی السنین و رحمۃ فینا و میرہ!

[1] ولید بن ولید حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سیف اللہ کے بڑے بھائی اور ان سے مقدم الاسلام ہیں۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو رغبت اسلام انہی نے دلائی تھی۔ الاستیعاب

ضخم الدسیعۃ ماجدا ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ یسمو الی طلب الوتیرہ

مثل الولید بن الولید ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ الی الولید کفی العشیرہ

ولید بن ولید اور خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور حشام بن ولید اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا دادا ایک ہے یعنی مغیرہ۔

ام المومنین زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا

زینب بنت جحش بن ایاب بن یعمر بن صبیرہ بن مرہ بن کبیر بن غنم بن دودان بن اسد بن خزیمہ الاسدی۔ ان کی والدہ امیمہ بنت عبدالمطلب نبی ﷺ کی پھوپھی ہیں۔ ان کا پہلا نکاح زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوا تھا۔

زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کا عالی نسب

زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کا نسب آبائی قضاعہ تک منتہی ہوتا ہے اور ان کی ماں کا نسب بنی معن بن طی سے ملتا ہے۔ گویا حضرت زید رضی اللہ عنہ نجیب الطرفین تھے مگر لڑکپن میں ایک گروہ نے ان کو اٹھالیا اور سوق حباشہ میں (جو مکہ کے قریب سالانہ منڈی لگا کرتی تھی) فروخت کیا۔ حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ ان کو خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے لیے خرید لائے۔ جب خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا نکاح نبی ﷺ کے ساتھ ہوا، تب انھوں نے نبی ﷺ کو زید رضی اللہ عنہ ہبہ کر دیے۔ زید رضی اللہ عنہ کے والدین ان کی تلاش میں تھے۔ وہ پتا لگاتے لگاتے مکہ معظمہ پہنچ گئے اور نبی ﷺ سے درخواست کی کہ زید کو واپس کر دیا جائے۔ نبی ﷺ نے منظور فرمایا۔ مگر زید پر نبی ﷺ کے الطاف واشفاق کا اس قدر گہرا اثر تھا کہ انھوں نے آنحضرت ﷺ کو چھوڑ نا پسند نہ کیا اور ماں باپ کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا۔ ان کے والدین نے بھی جب دیکھا کہ ان کا بیٹا اس گھر میں بحالت غلامی نہیں۔ بلکہ فرزندانہ تربیت پا رہا ہے تو وہ بھی مطمئن ہو کر واپس چلے گئے۔ نبی ﷺ کی الفت ومحبت دیکھ کر زید کو زید بن محمد ﷺ کا خطاب مل گیا تھا۔ یہ سب واقعات بعثت ونبوت سے پیشتر کے ہیں۔

ہر شخص آزاد پیدا ہوتا ہے

نبوت کے بعد جن امور کی اصلاح نبی ﷺ نے فرمائی، ان میں غلاموں کی حالت کی درستی بھی تھی۔ نبی ﷺ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ ”لوگو! تم نے ان کو غلام کیونکر بنالیا ہے۔ ماں کے پیٹ سے تو یہ آزاد پیدا ہوئے تھے۔“ عملی طور پر یہ ثابت کرنے کے لیے کہ غلامی کا جھوٹا خطاب کوئی وقعت نہیں رکھتا اور کوئی شخص صرف اس وجہ سے کسی کا غلام نہیں ہو سکتا کہ اسے ایک نے زبردستی پکڑ کر بیچ ڈالا ہو اور دوسرے نے چند درہم دے کر خرید لیا ہو۔ نبی ﷺ نے ایک بہترین مثال قائم فرمانے کا ارادہ کیا۔ چنانچہ یہ تجویز فرمائی کہ اپنی پھوپھی زاد زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کا نکاح زید رضی اللہ عنہ سے کر دیں۔ یہ تجویز فی الواقع اسی غرض کے لیے تھی کہ غلامی کے عارضی خطاب کی حقارت ہمیشہ کے لیے دفن کر دی جائے اور کوئی شخص کسی شخص کو اس کے جائز حقوق انسانیت سے اس لیے محروم نہ ٹھہرائے کہ وہ کبھی خریدا یا بیچا گیا تھا۔ جو لوگ خاندانی غرور وتکبر پر مٹنے والے تھے۔ وہ سید ولد آدم اور مصلح اعظم ﷺ کی اس تجویز پر آسانی سے متفق نہ ہو سکتے تھے۔ اس لیے زینب اور ان کے اقرباء نے بھی اس رشتہ سے انکار کیا۔ [1] مگر نبی ﷺ نے جس اصلاح کا عزم فرمالیا تھا اور جس بہترین مثال کے قائم کرنے کا قصد کر لیا تھا، اس پر برابر قائم رہے۔ حتی کہ قرآن مجید میں بھی اس آیت کا نزول ہو گیا۔

---

[1] دارقطنی:374

﴿مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّ لَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ﴾

''جب اللہ اور اس کا رسول کسی امر کا فیصلہ فرما دے۔تب کسی مومن مرد یا عورت کے لیے اس کام میں اپنا کوئی اختیار نہیں رہتا۔'' [الاحزاب:36]

اس حکم کے بعد اقربائے زینب اور زینب رضی اللہ عنہا نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے سامنے اپنے ذاتی اور قومی خیالات کو چھوڑ دیا۔اور اس نکاح کا ہونا انسانیت پر احسان عظیم ہوا اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا بھی خاص تعریف کی مستحق ٹھہریں۔اب اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا ہی کی شاندار زندگی سے ایک دوسری اصلاح کو مشتمل فرمائے۔

عام طور پر مختلف ممالک میں یہ رواج چلا آتا تھا کہ جب کسی شخص کے اولاد نہ ہوتی تو وہ کسی دوسرے کے فرزند کو لے کر اپنا فرزند بنالیا کرتا۔جسے متبنیٰ کہا جاتا ہے۔اس کے بعد شخص متبنیٰ اپنے باپ کی جانب اپنے آپ کو منسوب نہ کرتا اور فرزندی ہی میں لینے والا شخص اسے اپنا بیٹا کہہ کر پکارا کرتا۔

یہ رسم فی الواقع قدرت خداوندی کا گستاخانہ جواب تھی۔متبنیٰ کرنے والا شخص گویا اللہ سے یہ کہتا تھا کہ اگر تو نے مجھے فرزند نہیں دیا تو کیا ہوا۔یہ دیکھ میں نے بیٹا حاصل کر ہی لیا۔

تبنیت کے کڑوے پھل

1. اس رسم کا خاندانی وارثان بازگشت کے حقوق پر زہریلا اثر پڑتا تھا کیونکہ ورثاء تو حقیقی طور پر وارث نہ ہوتے تھے اور یہ محروم کنندہ مصنوعی طریقہ سے وارث بنایا جاتا تھا۔خصوصاً جب املاک و جائداد جدی پیدا کردہ ہوتی تھیں۔تب رسم تبنیت سے تمام خاندان میں خصومتوں اور عداوتوں کی بنیاد قائم ہو جاتی تھی اور کبھی ختم نہ ہونے والے جھگڑے برپا ہو جاتے تھے۔
2. بننے والے فرزند جو شجرہ خاندان سے شاخ بریدہ کی مانند ہوتا تھا،اس کے دل اور روح میں یہ حقیقت ہمیشہ خار کی طرح کھٹکتی رہتی تھی کہ اس نئے خاندان سے بیچ مچ اس کا کوئی تعلق خون کا نہیں،بلکہ اس دکھاوے کی ساری بنیاد ظاہری اور اوپری رسوم پر ہے۔وہ اگر اپنے برادران حقیقی کو اچھی حالت میں دیکھتا تو ان پر حسد رکھتا تھا اور اگر اس کے برادران حقیقی اسے اچھی حالت میں دیکھتے تو اس پر حسد کیا کرتے تھے۔
3. متبنیٰ کرنے والا اگرچہ متبنیٰ کو اس کے لڑکپن میں بڑے لاڈ،چاؤ سے پرورش کرتا،لیکن اس کے بلوغ کے بعد جب دیکھتا کہ اس شخص کے خاندانی اوصاف سے وہ متبنیٰ کس قدر معرا ہے اور اس کے اقارب کے ساتھ اس کو کس قدر بیگانگی ہے۔اس کا دل بھی بجھ جاتا۔
4. ادھر اس کا اصلی باپ جس نے اپنے ثمرۃ الفواد سے خود محرومی گوارا کی تھی اور جس کے قلبی تعلق کو ظاہری رسوم قطع نہیں کر سکتے ہیں۔جب دوسرے گھر میں اپنے فرزند کو کسی مصیبت میں دیکھتا ہے تو وہ جھٹ اس مصیبت کو اپنے ہی فعل کا نتیجہ قرار دیتا اور اس پر خود اپنے آپ کو ملامت کرتا اور اپنے کیے پر پچھتاتا۔ان تمام احوال سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ تبنیت کا مصنوعی اثر ہر جگہ کڑوا پھل ہی ثابت ہوتا تھا۔ہاں اس بناوٹی حالت کو خضاب کے ساتھ تشبیہ دی جا سکتی ہے،جس کی بابت کوئی شاعر کہہ گیا ہے:

ع آخر تو کھل ہی جاتی ہے رنگت خضاب کی

اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ اسلام اس رسم زبوں کی بھی اصلاح کرے اور اللہ کا رسول ﷺ جو عالم کے لیے رحمت اور دنیا کے لیے مصلح اعظم ہے خود اپنی نورانی شخصیت اور وجود پاک سے ایک زبردست برہان اس کے بطلان پر قائم فرمائے۔

قرآن مجید میں بہت پہلے سے یہ نازل ہو چکا ہے:

﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ﴾ [الاحزاب:40]

''محمد (ﷺ) تم مردوں میں سے کسی کا بھی باپ نہیں ہے۔''

نیز قرآن مجید میں بہت پہلے یہ نازل ہو چکا تھا۔

﴿ وَ مَا جَعَلَ اَدْعِيَآءَكُمْ اَبْنَآءَكُمْ ط ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ ط وَاللّٰهُ يَقُوْلُ الْحَقَّ وَ هُوَ يَهْدِى السَّبِيْلَ O اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ﴾ [الاحزاب:4-5]

''اللہ نے تمہارے منہ بولے شخصوں کو تمھارا بیٹا نہیں بنایا۔ یہ تمھاری باتیں اپنے ہی منہ کی ہیں اور اللہ سچ سچ فرماتا ہے اور سیدھے رستے پر چلاتا ہے۔ ایسے شخصوں کو ان ہی کے باپوں کے نام سے پکارا کرو۔ اللہ کے ہاں یہی بات ٹھیک انصاف کی ہے۔''

ہر دو آیات میں نہایت وضاحت اور زور قوت سے اس جھوٹی رسم کا بطلان کر دیا گیا تھا جس کے اندر نہ صرف اکیلا عرب بلکہ سارا جہان گرفتار تھا، لیکن رسم اتنی قدیم تھی اور اس قدر مستحکم تھی کہ اس کے ساتھ ایک زبردست نمونہ کی ضرورت تھی۔ اللہ تعالیٰ فرما چکا تھا۔ ﴿ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِىْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ﴾ کہ ساری دنیا کے لیے زندگی کا بہترین نمونہ محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ اس لیے اس جہالت کا پہاڑ اکھاڑ پھینکنے اور بطلان کا سمندر پاٹ دینے کے لیے نبی ﷺ ہی کو نمونہ بنایا گیا اور اس کی تقریب یہ ہوئی کہ زینب رضی اللہ عنہا کی اپنے شوہر کے ساتھ نہ بنی۔ وہ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ جو اپنے حلم وتقویٰ سے ام ایمن جیسی بیوی کے ساتھ (جو عمر میں زید رضی اللہ عنہ سے قریباً دو چند بڑی بیوی اور حبشی الاصل تھی، خوش خوش زندگی بسر کر رہا تھا، زینب رضی اللہ عنہا کے ساتھ بسر نہ کر سکا اور نوبت ایں جا رسید کہ نبی ﷺ کے گوش مبارک تک انھوں نے شکایت پہنچائی۔ نبی ﷺ نے زید کو اَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ (الاحزاب:37) (اپنی بیوی کو اپنے پاس رہنے دے) کی نصیحت فرمائی اور وَاتَّقِ اللّٰهَ (اللہ سے ڈر) کہہ کر اسے زیادہ برداشت کے لیے آمادہ بھی بنایا۔

خاوند بیوی کا رشتہ

لیکن خاوند بیوی کا عجب رشتہ ہے کہ جب دل پھٹ جاتا ہے تو کوئی نصیحت بھی کارگر نہیں ہوتی۔ زید رضی اللہ عنہ نے زینب رضی اللہ عنہا کو طلاق دے ہی دی۔ اس طلاق کا اثر زینب رضی اللہ عنہا اور اس کے خاندان پر کیا ہوا ہوگا؟ اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ وہ تو زید رضی اللہ عنہ کو پہلے ہی سے اس شادی کا اہل نہ سمجھتے تھے۔ انھوں نے جو کچھ کیا تھا، اسے پسند واختیار کو چھوڑ کر صرف حکم اللہ اور رسول پر عمل کرتے ہوئے زینب رضی اللہ عنہا کو طلاق کی ذلت بھی اٹھانی پڑے گی اور اسے دنیا کے منہ سے بھی سننا پڑے گا کہ اس میں شوہر کی اطاعت کی قابلیت ہی نہیں۔

اس طلاق کا نبی کریم ﷺ پر کیا اثر ہوگا؟ اول تو حضور ﷺ کی اس مصلحت دینیہ کو صدمہ پہنچا، جس کے استحکام کے لیے

اس نکاح پر حضور ﷺ نے زور دیا اور اپنے خاندان کی ممتاز عورت کو ایک ایسے شخص کی تزویج پر رضا مند کیا جو غلام ہو کر بکا تھا اور موالی کہہ کر پکارا جاتا تھا۔ ① دوم زینب اور اس کے خاندان والوں کی اطاعت اور اس اطاعت کے ضمن میں ان کی اماج مصیبت ہونے کا واقعہ بھی حضور ﷺ کے رحم پرور قلب کے لیے کچھ کم صدمہ رساں نہ تھا۔ اس پیچیدہ حالت میں اللہ تعالیٰ کی وحی قرآنی حضور ﷺ کو مطلع کرتی ہے کہ زینب رضی اللہ عنہا کو ام المومنین کا درجہ عطا کیا گیا۔ اب اللہ کا نبی ﷺ بذات خود اس کی دل شکنی کا معاوضہ ہو گیا۔

جواز تبنیت میں کوئی تاویل نہیں چل سکتی

اللہ اکبر! ایک وقت تھا، جب ایک رسم کی پابندی نے زینب رضی اللہ عنہا کو زید سے شادی کرنے سے روک دیا تھا اور ایک وقت وہ ہے جب رسوم کے اندر پھنسے ہوئے عوام کے خیال سے نبی ﷺ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے شادی کرنے میں تامل فرمایا۔ لیکن اللہ کا حکم پورا ہوا۔ اور نبی ﷺ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو بطور زوجہ قبول فرمایا۔ اب متبنیٰ گری کی اس رسم کی جڑیں کٹ گئیں۔ جس نے دنیا بھر کو مغالطہ میں ڈال رکھا تھا۔ اس بطلان کے بت کو چکنا چور کر کے سمندر میں پھینک دیا گیا، کیوں کہ اسلام قرار دے چکا تھا کہ فرزند کی بیوی ہمیشہ کے لیے اس کے باپ پر حرام ہوتی ہے۔ اب کہ زید رضی اللہ عنہ کی بیوی کو حکم قرآنی سے نبی ﷺ کی بیوی بنا دیا گیا تو تبنیت کی تائید میں کوئی بھی چھوٹی بڑی تاویل کی گنجائش نہ رہی۔

کچھ تعجب نہیں کہ اس زمانہ کے کافر اپنی پرانی رسوم کو برباد ہوتے ہوئے دیکھ کر روئے چلائے ہوں اور انھوں نے اس جھوٹی رسم کا رونا روتے ہوئے نبی ﷺ یا قرآن پاک کی شان میں اس رسم کے قائل ہونے کی وجہ سے کچھ کچھ الفاظ کہے ہوں، لیکن آپ تعجب کریں گے کہ اب ہمارے زمانہ میں سے سب سے زیادہ عیسائی لوگ اور مسیحی مناد اس قصہ سے اپنی ناراضگی ظاہر کیا کرتے ہیں۔

عیسائی اس قصہ پر کیوں معترض ہیں

ہمارے لیے قابل غور یہ امر ہے کہ عیسائیوں کو اس واقعہ سے رنجیدہ ملول ہونے کی خاص وجہ کیا ہے؟ کیا تورات نے تبنیت کو حق ٹھہرایا ہے؟ کیا مسیح نے تبنیت کو جائز تسلیم کیا ہے؟ اور ایک حرف بھی اس کے جواز میں کہا ہے؟ اگر نہیں تو عیسائیوں کو کیوں رنج ہے۔

ہاں رنج کی وجہ یہ ہے کہ نبی ﷺ کے اس مبارک نکاح سے نہ صرف کافروں کی رسم تبنیت ہی کا بطلان ہوا، بلکہ تثلیث کا بطلان بھی ساتھ ساتھ ہو گیا، کیوں کہ جب اسلام نے ثابت کر دیا کہ ایک انسان کو دوسرے انسان کا بیٹا کہنا، ایسی حالت میں کہ دونوں کے درمیان خون کا رشتہ نہ ہو، بالکل جھوٹ اور باطل اور کامل افترا اور بہتان ہے۔ تب یہ بھی ثابت ہو گیا کہ ایک انسان کو اللہ کا بیٹا کہنا قطعاً وحتماً باطل ہے۔ پورا پورا افترا ہے اور صریح بہتان ہے اور کھلم کھلا دروغ۔ کیوں کہ انسان کو اللہ کے ساتھ کوئی مشابہت ہے ہی نہیں، یہ جسم اور روح سے مرکب انسان جو سینکڑوں حوائج انسانی کا محتاج ہے جو ایک دن پیدا ہوا ہے اور اس سے پہلے نہ تھا، جو ایک دن مر جائے گا وہ لقمہ فنا ہو گا کیونکر اس حی القیوم زندہ اللہ کا فرزند ہو سکتا ہے جس کی ذات سرمدی ازل سے بھی اول اور ابد سے بھی آخر ہے۔

پس یہی ہے وہ راز جس کی وجہ سے عیسائی واعظین اس قصے سے زیادہ ناراض رہا کرتے ہیں۔ ہمارا مقصود اس جگہ صرف زینب رضی اللہ عنہا کی سیرت لکھنے کا تھا اور ہم کو اپنی تحریر صرف اسی مقصود کے اندر محصور رکھنی چاہیے۔ تمام واقعے سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت

---

① آزاد کردہ غلام کو موالی کہا کرتے تھے۔

زینب رضی اللہ عنہا کا وجود تعلیم اسلام کے اظہار اور رسوم ضالہ کے بطلان میں بہت بڑی برکت ثابت ہوا ہے اور اسی لیے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ان کی شان میں فرمایا کرتی تھیں۔

هِيَ الَّتِيْ تُسَاوِيْنِيْ فِي الْمَنْزِلَةِ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ [1]

''زینب ہی ہے جو بارگاہ رسول اللہ ﷺ میں میری منزلت میں برابر تھی۔''

جب حضرت زینب کا نکاح نبی ﷺ سے ہوا۔ اس وقت ان کی عمر 36 سال کی تھی [2] اور اسلام میں حجاب کا حکم اس وقت تک نازل نہ ہوا تھا۔ ان دونوں فقروں کو یاد رکھنے کے بعد کوئی شخص اس لغو داستان کو باور نہ کر سکے گا کہ آنحضرت ﷺ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے حسن کو یکایک دیکھ کر ان پر مائل ہو گئے تھے۔ زینب تو نبی ﷺ کی حقیقی پھوپھی کی بیٹی ہیں۔ آنکھوں کے سامنے پلیں بڑھیں، ان کی شکل وصورت کیوں کر آنحضرت ﷺ سے پوشیدہ رہ سکتی ہے۔ خصوصاً جب پردے کا حکم بھی ابھی جاری نہ ہوا تھا۔ پھر 36 سالہ عورت کا حسن اور وہ بھی عرب جیسے گرم ملک کی عورت جہاں عورتوں کا شباب جلد ڈھل جاتا ہے۔ ایسا کیوں کر مانا جا سکتا ہے کہ زید رضی اللہ عنہ (ایک آزاد کردہ غلام!) تو اس سے بیزار ہو جائے اور سید الانبیاء، امام الاتقیا ﷺ اس پر شیفتگی کا اظہار کریں۔ عقل اور عادت تجربہ اور مشاہدہ ایسی واہی باتوں کی تکذیب کے لیے کافی ہیں۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے 20ھ میں وفات پائی۔ [3] اس وقت ان کی عمر 52 سال کی تھی۔ ان کی کنیت ''ام الحکم'' لکھی ہوئی ہے۔ [4]

اقارب

ان کے تین بھائی: عبداللہ، (المجدع فی اللہ) ابو احمد عبداللہ اور عبیداللہ اور تین بہنیں: زینب، حمنہ، اور ام حبیبہ ہیں۔

[1] عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نہایت قدیم الاسلام ہیں، ہجرت حبشہ اور ہجرت مدینہ سے مشرف ہوئے۔ ان کو 2ھ میں نبی ﷺ نے بطن نخلہ کی جانب 12 مہاجرین پر افسر کر کے روانہ کیا تھا اور امیر المومنین کے خطاب سے معزز فرمایا۔ بدر اور احد میں شریک ہوئے۔ اور احد میں شہید ہو کر حضرت امیر حمزہ کے ساتھ ان کی قبر میں مدفون ہوئے۔ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جنگ احد سے پہلے مجھ سے عبداللہ نے کہا: آؤ۔ ہم اللہ سے اپنی اپنی آرزوؤں کی دعا کریں، میں نے کہا اچھا ہم ایک کنارہ ہو گئے۔ پہلے میں نے دعا کی۔ الٰہی جب کل دشمن سے مقابلہ ہو تو میرا مقابلہ ایسے شخص سے ہو، جو حملہ میں بھی سخت ہو اور مدافعت میں بھی پورا ہو۔ میں اور وہ لڑیں۔ میرا لڑنا تیرے لیے ہو، پھر مجھے فتح ہو، میں اسے قتل کر دوں اور اس کا سامان لے لوں۔ میری اس دعا پر عبداللہ نے کہا: آمین۔ پھر عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اپنے لیے دعا کی۔

اللهم ارزقني غدًا رجلاً شديدًا باسه شديد احره اُقاتله فيك و يقاتلني فيقتلني ثم ياخذني فيجدع انفي و اذني فاذا لَقِيْتُكَ قلت يا عبدالله فِيْمَ جدع انفك و اذنك فاقول فيك و في رسولك فَيَقُوْلُ صَدَقْتَ۔ [5]

الٰہی کل ایسے مرد سے جوڑ ہو جو حملہ اور مدافعت میں کامل ہو، ہم دونوں لڑیں۔ میرا لڑنا تیری راہ میں ہو، پھر وہ مجھے قتل کر

---

[1] مسلم: 2442، نسائی: 3396 [2] انسان العیون نے 35 سال کی بتائی ہے مگر حساب سے 36 سال نکلتی ہے۔ [3] کتاب الاستیعاب۔
[4] مدارج النبوت شاہ عبدالحق مگر اس کنیت کی وجہ معلوم نہ ہوئی۔ ممکن ہے کہ صرف توصیفی کنیت ہو۔ [5] مجمع الزوائد: 15652، اسد الغابہ: 3/195

ڈالے، پھر جب میں تیرے سامنے حاضر ہوں تو دریافت فرمائے کہ عبداللہ تیری ناک اور کان کیوں کاٹے گئے؟ تب میں عرض کروں، تیری راہ میں، تیرے رسول ﷺ کی راہ میں، تب تو فرمائے کہ ہاں سچ کہتا ہے۔

سعد رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ عبداللہ رضی اللہ عنہ کی دعا میری دعا سے بہتر تھی۔ چنانچہ یہ بزرگوار اسی کیفیت سے شہید ہوئے بطن نخلہ کے متعلق ان کے اشعار ہیں:

تَعِدُّوْنَ قَتْلاً فِي الحَرَامِ عَظِيْمَةً وَ اَعْظَمَ منه لو يرى الرُّشد ارشد

حرمت کے دنوں میں قتل کو بہت بڑا سمجھتے ہو، لیکن اگر عقل والا غور کرے تو اسے معلوم ہو جائے گا کہ قتل سے بڑھ کر یہ ہے۔

صدو كمو عمّا يقول محمّدٌ و كفر به والله راءٍ و شاهد،

کہ تم لوگوں کو محمد ﷺ کی تعلیم سے روکتے اور خود کفر پر اڑے ہوئے ہو ئے اللہ تمھاری حالتوں کو دیکھ رہا ہے۔ (ہاں قتل سے بھی بڑھ کر) تمھارا یہ فعل ہے۔

وَاِخْرَاجُكُمْ مِنْ مَسْجِدِ اللهِ اَهْلَه، لئلاً يُرٰى لِلّٰهِ فِي الْبَيْتِ سَاجِد،

کہ تم نے مسلمانوں کو بیت اللہ سے اس لیے نکال دیا ہے کہ اللہ کو سجدہ کرنے والا ایک شخص بھی نظر نہ آئے (مطلب ہے کہ ایک قوم کی آزادی مذہب کا سلب کر لینا قتل واحد سے زیادہ سخت ہے)

فَاِنَّا وَاِنْ عَيَّرْتُمُوْنَا بِقَتْلِهٖ وارجفَ بِالْاِسْلَامِ بَاغٍ و حَاسِد،

اگر چہ تم اس قتل پر ہم کو الزام لگاتے ہو اور اسلام کی بابت ہر ایک باغی و حاسد نے بہت کچھ بکواس بھی کی ہے۔

سقينا من ابن الحضرمي رماحنا بنخلة لما اوقد الحرب واقد، [1]

لیکن بات یہ ہے کہ جب (خواہ مخواہ) جنگ کرنے والے نے جنگ کی آگ کو سلگایا تب ہم نے نخلہ میں اپنے نیزے کو ابن الحضرمی کے خون سے سیراب کیا۔

[2] ابو احمد عبداللہ شاعر تھے۔ انھوں نے بھی ہجرت حبش و مدینہ کی تھی، انکی ظاہری آنکھیں نہ تھیں۔ فارعہ بنت ابوسفیان اموی ان کے گھر میں تھیں۔ 20ھ میں اپنی بہن ام المومنین زینب کے بعد وفات پائی۔

ہجرت کے متعلق ان کے اشعار ہیں:

لمّا راتني ام احمد غاديًا بذمة مَنْ اَخْشٰى بغيب وَ اَرْهَبُ

جب میری بیوی ام احمد نے مجھے دیکھا کہ میں اللہ کے بھروسے پر سفر کو تیار ہوں۔ وہ اللہ جس سے میں بن دیکھے ڈرتا ہوں۔

تقول فاما كنت لا بد فاعل فيمم بنا البلدان ولتناء يثرب [2]

تب اس نے کہا: اگر یہاں سے جانا ہی ہے تب ہمیں کسی اور شہر میں لے چل اور یثرب کا خیال چھوڑ دے۔

فقلت لها بل يثرب اليوم وجهنا وَ مَا يشا الرَّحْمٰنُ فالعَبْدُ يَرْكب،

میں نے کہا: اب تو یثرب ہی ہمارا مقصود ہے اور عبداللہ تو ادھر ہی جائے گا جدھر رحمان چاہتا ہے۔

---

[1] لما اوقد الحرب واقد کے الفاظ پر غور کرو، ان سے صاف ثابت ہے کہ جنگ میں ابتدا مسلمانوں کی جانب سے نہ ہوئی تھی بلکہ قریش کی طرف سے تھی۔

[2] مدینہ کو یثرب کہنے کی ممانعت ہو چکی ہے۔ یہ اشعار اس ممانعت سے پہلے کے ہیں۔

اِلَی اللّٰہِ وَجْہِیَ وَالرَّسُوْلُ وَ مَنْ یَّقُمْ   اِلَی اللّٰہِ یَوْمًا وَجْھَہٗ لَا یخیب

میرا رخ اللہ اور رسول کی جانب ہے اور جس نے آج اپنا رخ اللہ کی جانب کرلیا وہ خسارے میں نہ رہے گا۔

فکم قَدْ تَرَکْنَا مِنْ حَمِیْمٍ مُنَاصِحٍ   و نَاصِحَۃٍ تَبْکِیْ بِدَمْعٍ و تَنْدَبُ

ہم نے بہت سے گرم جوش خیر خواہ دوستوں کو چھوڑا اور خیر خواہ بیوی روتی اور چلاتی سے منہ موڑا ہے۔

تری ان وترا فائنا عن بلادنا   و نحن نری ان الرغائب نطلب

جو سمجھتی تھی کہ ہمارا شہر سے جانا تباہی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ ہم اپنے مقصد کی تلاش میں جا رہے ہیں۔

دعوت بنی غنم لحقن دمائھم   وللحق لما لاح للناس ملحب

میں نے بنی غنم سے کہا کہ خون ریزی سے بچو۔ یہ سچی بات تھی جو سیدھی سڑک جیسی ہے۔

اجابوا بحمد اللہ لما دعاھموا   الی الحق داع و النجاح فاذھبوا

الحمدللہ! کہ جب حق اور نجات کے لیے داعی نے ان کو بلایا تو انھوں نے کہنا مان لیا اور وہ سب ہجرت کر کے مدینے چلے آئے۔

وکنا و اصحابًا لنا فارقوا الھُدٰی   اعانوا علینا بالسلاح واجلبُو

اب ہم اور ہمارے وہ پرانے ساتھی جو ہدایت سے دور پڑ کر ہمارے خلاف ہتھیار اور جماعت فراہم کر رہے ہیں۔

کفوجین اما منھما فموفق   علی الحق مھدی و فوج معذّب

وہ جماعتیں بن گئی ہیں جن میں سے ایک تو حق پر ہدایت یافتہ اور توفیق یافتہ ہے۔ دوسری گمراہ مخذول اور معذب ہے۔

طغوا و تمنو کذبہ وازلّھم   عن الحق ابلیس و خابوو خیّبُوا

انھوں نے سرکشی اور خوب جھوٹ کے طوفان باندھے اور شیطان نے ان کو حق سے پھسلایا۔ یہ خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا۔

ورعنا الی قول النبی محمّد   فطابَ ولاۃ الحقّ منّا و طیبُوا

ہم تو محمد رسول اللہ ﷺ کے فرمودے پر جھک پڑے ہیں اور ان کے فدائیوں کے حالات اور افعال پاک بن گئے ہیں۔

تَمُتُّ بِاَرْحَامٍ اِلَیْنَا قَرِیْبَۃٌ   و لا قرب بالارحام اذا لا تقرب

ہم نے قریب کے رشتہ داروں سے توسل ڈھونڈا مگر رشتہ داری کیا کام آتی ہے جب رشتہ داری قریب نہ آئیں۔

فای بن اخت بعد نایامنتکم   وایۃ صھر بعد صھری مرقب

بتاؤ کہ ہمارے بعد اب کونسا بھانجا ہوگا جو تم پر بھروسہ کرے گا اور کونسا داماد ہوگا جو تم سے فلاح کی امید کرے گا۔ (کیوں کہ میں تو بھانجا بھی تھا اور داماد بھی۔ تم نے میرا لحاظ نہ کیا)

ستعلم یومًا ایّنا اذا تزایلوا   و زیّل امرُالنّاس للحقِّ اَصْوَب [1]

عنقریب اس روز جب مومن اور مشرک کی الگ الگ جماعت بندی کی جائے گی۔ اور ہر ایک حالت نمایاں کی جائے گی۔

[1] منقول از حسن الصحابہ مطبوعہ قسطنطنیہ 1324ھ

یہ دشمن جان لیں گے کہ ہم میں سے حق پر کون تھا؟

③ عبیداللہ بن جحش جو بھائیوں کے ساتھ حبش چلا گیا تھا' بڑا شرابی تھا۔ عیسائی ہو گیا اور وہیں مر گیا۔

خواہران ام المومنین

④ ام حبیب بنت جحش رضی اللہ عنہا: جس کا نام حبیبہ ہے۔ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے گھر میں تھیں۔

⑤ حمنہ، حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ (المقری الانصار) کے گھر میں تھیں۔ وہ جنگ احد میں شہید ہو گئے تو طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ سے نکاح کیا۔ محمد اور عمران ان کے فرزند ہیں۔

⑧ ام المومنین جویریہ رضی اللہ عنہا

جویریہ بنت الحارث بن ابی ضرار بن حبیب بن عائذ بن مالک بن خزیمہ (وھو المصطلق) من خزاعہ 5ھ میں غزوہ مریسیع میں اسیر ہو کر آئیں۔ ثابت [1] بن قیس بن شماس القاری نے ان کو اسیر کیا تھا اور پھر مکاتب کر دیا تھا۔ یہ نبی ﷺ کی خدمت میں زر کتابت مانگنے کے واسطے آئیں۔ انھوں نے پہلے تو یہ کہا کہ میں مسلمان ہوں [2] اور پھر بتایا کہ وہ حارث بن ابی ضرار سید قوم کی بیٹی ہیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ یہ ٹھیک نہیں ہے کہ تیرے لیے اس سے بھی بہتر سلوک کیا جائے۔ جویریہ نے پوچھا' وہ کیا؟ فرمایا زر کتابت بھی ادا کروں اور تجھ سے خود شادی بھی کر لوں۔ جویریہ نے خوشی سے مان لیا۔ لوگوں کو خبر ہوئی تو انھوں نے بنی المصلق کے سب قیدیوں کو جو سو (100) سے زیادہ تھے' چھوڑ دیا کہ یہ آنحضرت ﷺ کے رشتہ دار ہو گئے ہیں۔ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

فَمَا رَأَيْنَا امْرَأَةً كَانَتْ أَعْظَمَ بَرَكَةً عَلَى قَوْمِهَا مِنْهَا. [3]

''میں کسی عورت کو نہیں جانتی جو اپنی قوم کے لیے جویریہ سے زیادہ بڑھ کر برکت والی ہو۔''

ان کی پہلی شادی مسافح بن صفوان مصطلق سے ہوئی تھی۔ ربیع الاول 56ھ میں وفات پائی۔ [4] عمر بوقت انتقال 70/65 سال کی تھی۔ [5]

ایک روز نبی ﷺ ان کے گھر سے نماز صبح کے لیے تشریف لے گئے۔

اس وقت یہ مصلے پر تھیں۔ بوقت چاشت نبی ﷺ واپس تشریف لائے تو یہ مصلے پر ہی بیٹھی تھیں۔ نبی ﷺ نے دریافت کیا کہ کیا تم اسی وقت سے یہاں بیٹھی ہو۔ انھوں نے کہا۔ ہاں! فرمایا: ''میں نے یہاں سے جانے کے بعد ایسے چار کلمات کہے ہیں کہ اگر ان کو تیرے ورد کے ساتھ وزن کیا جائے تو بھاری اتریں۔'' وہ کلمات یہ ہیں۔

سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهِ عَدَدَ خَلْقِهِ وَ رِضٰى نَفْسِهِ وَزِنَةَ عَرْشِهِ وَ مِدَادَ كَلِمَاتِهِ. [6]

ایک دفعہ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا جمعے کے دن روزے سے تھیں۔ نبی ﷺ نے دریافت فرمایا کہ تمہارا کل بھی روزہ تھا؟ کہا'

---

[1] ثابت رضی اللہ عنہ کو خطیب رسول اللہ ﷺ کہا کرتے۔ نبی ﷺ نے ان کو "تعیش حمیدا و تقتل شهیدا" فرمایا تھا۔ یہ جنگ یمامہ میں بعہد خلافت صدیقی شہید ہوئے۔ اس جنگ میں مسلمانوں کی صف میں رخنہ پڑ گیا تو انھوں نے نہایت حسرت سے کہا کہ ہم عہد نبوی ﷺ میں یوں نہیں لڑا کرتے تھے۔ پھر عطر حنوط لگایا۔ حملہ کیا اور شہادت پر فائز ہوئے۔ جویریہ کو مکاتب کرنے کے وقت ان کی عمر 30 سال کی تھی۔ [2] مدارج النبوت [3] ابوداؤد: 393؛ مستدرک حاکم: 6781، اسد الغابہ: 58/7 [4] مستدرک حاکم: 6871 [5] مدارج النبوت [6] مسلم: 2726؛ ترمذی: 3555؛ ادب المفرد: 647؛ ابوداؤد: 1503

نہیں۔فرمایا: کل کو بھی روزہ رکھنے کی نیت ہے؟ کہا نہیں۔فرمایا تو افطار کردو۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف جمعے کے دن روزہ رکھنے کو پسند نہیں فرمایا۔صحیحین میں بروایت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ ہے۔

لَا يَصُوْمُ اَحَدُكُمْ يَوْمَ الْجُمْعَةِ اِلاَّ اَنْ يَّصُوْمَ قَبْلَهٗ اَوْ بَعْدَهٗ [1]

''کوئی شخص جمعہ ہی کا روزہ نہ رکھے۔رکھے تو ایک دن آگے یا پیچھے بھی روزہ رکھے۔''

ام المومنین جویریہ رضی اللہ عنہا عابدہ وزاہدہ تھیں۔

مرویات حدیث:	صحیح بخاری میں	2
	صحیح مسلم میں	2
	دیگر کتب میں	3
	کل	=7 [2]

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کے بھائی عبداللہ بن حارث ہیں۔یہ اپنی قوم کے قیدیوں کی رہائی کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کرنے آئے تھے۔ان کے ساتھ چند مادہ شتر اور ایک حبشن لونڈی تھی۔یہ ان سب کو پہاڑ کی ایک گھاٹی میں چھپا کر چھوڑ گئے تھے۔جب انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے رہائی اسیران کی بابت گفتگو کی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔وہ اونٹنیاں کیا ہوئیں۔لونڈی کدھر گئی؟ جسے تم فلاں جگہ چھپا کر آئے ہو؟ تو عبداللہ حیران ہوا۔اس نے عرض کیا کہ میرے ساتھ اور کوئی شخص بھی نہ تھا اور مجھ سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ادھر سے کوئی آیا بھی نہیں۔میں اسلام لاتا ہوں اور شہادت دیتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لك الهجرة [3] حتى تبلغ برك الغماد۔ [4]

ام المومنین جویریہ رضی اللہ عنہا کے دوسرے بھائی عمرو بن الحارث ہیں۔ان سے یہ حدیث روایت کی گئی ہے۔

تَاللّٰهِ مَا تَرَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ مَوْتِهٖ دِيْنَارًا اَوْ دِرْهَمًا وَلَا عَبْدًا وَ لَا اَمَةً وَ لَا شَيْئًا اِلَّا بَغْلَةَ الْبَيْضَاءِ وَسَلَاحَهٗ وَاَرْضًا تَرَكَهَا صَدَقَةً۔ [5]

اللہ کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے موت کے وقت نہ اشرفی چھوڑی نہ روپیہ، غلام، نہ لونڈی، نہ کوئی اور چیز۔صرف ایک سفید رنگ کا خچر تھا یا ہتھیار تھے یا کچھ زمین تھی، جسے آپ نے صدقہ فرما دیا ہے۔

ان کی بہن کا نام عمرہ بنت الحارث ہے، جو حدیث اَلدُّنْيَا خَضِرَةٌ حُلْوَةٌ [6] (دنیا شاداب وشیریں لگتی ہے) کی راوی ہیں

9 ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا

ام حبیبہ رضی اللہ عنہا رملہ بنت ابوسفیان بن امیہ بن عبدالشمس بن عبدمناف قصی۔ان کی ماں صفیہ بنت ابوالعاص بن امیہ ہے۔

نہایت قدیم الاسلام ہیں۔ان کا پہلا شوہر عبیداللہ بن جحش تھا جو حبش کو ہجرت کر گیا تھا۔دائم الخمر تھا۔اس لیے عیسائیوں میں بیٹھ کر عیسائی ہو گیا۔مگر ام حبیبہ اسلام پر قائم رہیں۔

---

[1] بخاری:1985، مسلم:1144، ابوداود:2320، ترمذی:743، ابن ماجہ:1723، ابن خزیمہ:2158، احمد:495/2 [2] مدارج النبوت [3] کتاب الاستیعاب
[4] برک الغماد ایک مقام کا نام ہے جو کے سے پانچ منزل ہے۔ [5] احمد:17990 [6] مسلم:2742، احمد:7/3، کتاب الاستیعاب

اسلام کے لیے انھوں نے باپ' بھائی خویش وقبیلہ اور وطن کو چھوڑا تھا۔ پردیس میں خاوند کا سہارا تھا، ارتداد سے وہ بھی جاتا رہا۔ نبی ﷺ کو ان کا حال معلوم ہوا تو عمرو بن امیہ الضمری کو ملک حبشہ کے پاس بھیجا۔ اسے تحریر فرمایا تھا کہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو آنحضرت ﷺ کا پیام شادی پہنچائے۔ بادشاہ نے اپنی ایک لونڈی جو بادشاہ کی ملبوسات وعطریات کی تحویل دار تھی حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجی۔ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا اس سے پیشتر خواب میں دیکھ چکی تھی کہ ان کو کوئی شخص ام المومنین کہہ کر پکار رہا ہے۔ اب لونڈی سے یہ پیغام سن کر انھوں نے اللہ تعالی کا شکر ادا کیا اور شکرانہ میں لونڈی کو اپنا تمام زیور جو جسم پر تھا عطا فرمایا۔ نجاشی نے مجلس نکاح خود منعقد کی' جس میں حضرت جعفر رضی اللہ عنہ اور دیگر جملہ مسلمان مدعو تھے۔ نجاشی نے خطبہ پڑھا۔

الحمد للّٰه الملك القدوس السلام المومن المهيمن العزيز الجبار المتكبر اشهد ان لا اله الا الله و اشهد ان محمد رسول الله و انه الذى بشربه عيسٰى بن مريم صلى الله عليه وصلم اما بعد فان رسول الله صلى الله عليه وسلم كتب اِلَيَّ اَنْ اَزَوِّجَهٗ ام حبيبة بنت ابى سفيان الى ما دعا اليه رسول الله ﷺ و قد اصدقتها اربع مائة دينارا۔

اس کے بعد اس نے قوم کے سامنے دینار رکھ دیے۔

پھر خالد بن سعید رضی اللہ عنہ نے جو حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے وکیل تھے۔ خطبہ پڑھا:

الحمد لله احمده و استعينه و اشهد ان لا اله الا الله و ان محمدا عبده و رسوله ارسله بالهدى و دين الحق ليظهره على الدين كله و لو كره المشركون اما بعد فقد اجبت الى ما دعا اليه رسول الله ﷺ و زوجته' ام حبيبة بنت ابى سفيان فبارك الله رسوله عليه السلام۔

اس کے بعد نجاشی کی جانب سے جملہ حاضرین کو کھانا کھلایا گیا۔ نجاشی نے بیان کیا کہ انبیاء کی سنت یہ ہے کہ تزویج کے بعد کھانا ہوتا ہے۔ [1]

ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے 44ھ میں مدینے میں وفات پائی۔ وفات کے وقت حضرت عائشہ وحضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ سوت عورتوں کے درمیان کبھی کچھ نوک جھونک ہوجایا کرتی ہے جو کچھ میں نے کہا سنا ہو' مجھے معاف کردو۔ دونوں نے کہا کہ ہم خوشی سے معاف کرتی ہیں۔ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ تم نے مجھے شادماں کیا ہے۔ اللہ تم کو شادماں کرے۔

ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا پاکیزہ ذات' حمید وصفات' جواد وعالی ہمت تھیں۔ ان کی مرویات حسب ذیل ہیں:

متفق علیہ	2
صحیح مسلم	1
دیگر کتب احادیث	62
کل	65=

ان کی بیٹی حبیبہ، ربیبۃ النبی ﷺ ہیں۔ یہ مکہ میں پیدا ہوئیں تھیں اور والدین کے ساتھ ہجرت حبشہ کی تھی۔

---

[1] الاستیعاب، مستدرک حاکم: 6770، اسد الغابۃ: 7/303۔

ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے فضائل میں سے وہ قصہ ہے' جسے ابن اسحاق رحمہ اللہ امام اہل سیر نے بیان کیا ہے کہ ان کا باپ ابوسفیان تجدید صلح کے لیے مدینہ منورہ آیا۔ اپنی بیٹی ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے ملنے گیا۔ ابوسفیان بستر پر بیٹھنے لگا تو انھوں نے بستر لپیٹ دیا۔ ابوسفیان نے پوچھا: بیٹی میں نہیں سمجھا کہ تو بستر مجھ سے دور رکھنا چاہتی ہے یا مجھے بستر سے۔ ام المومنین نے فرمایا: اے باپ! یہ بستر رسول رحمت ﷺ کا ہے' تو مشرک ہے' اس پر نہیں بیٹھ سکتا۔ ابوسفیان نے کھسیانا ہو کر کہا کہ بیٹی تو ہم سے جدا ہو کر بگڑ گئی۔ [1]

اللہ اکبر! یہ نمونہ ہے اس ایمان کامل کا جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کو ام المومنین کے درجے پر ممتاز فرمایا اور یہی ہے وہ محبت رسول ﷺ جس کے بغیر بھی کوئی شخص کامل الایمان نہیں ہو سکتا۔ نبی ﷺ فرماتے ہیں:

لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَّلَدِهٖ وَوَالِدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ۔ [2]

''تم میں سے کوئی شخص مومن نہ ہوگا جب تک میری محبت اس کو اس کی اولاد' اور مادر پدر اور دیگر جملہ اشخاص سے بہت زیادہ نہ ہوگی۔''

اقارب: ابوسفیان صخر بن حرب ان کا باپ ہے جو ابتداء میں مشہور دشمن اسلام اور جاہلیت میں مشہور سرداران قریش میں سے تھا۔ غزوہ احد میں بھی کافروں کی فوج کا سردار تھا اور غزوہ خندق بھی قریش اور خلفائے قریش اس کے ماتحت تھے۔

قریش کا سب سے بڑا نشان جس کا نام ''عقاب'' تھا، وہ اس کے خاندان اور اسی کے پاس ہوا کرتا تھا۔ فتح مکہ سے ایک دو روز پہلے مسلمان ہوئے۔ پھر جنگ حنین اور طائف میں ہمرکاب نبوی ﷺ حاضر ہوئے۔ جنگ یرموک میں نہایت استقامت دکھائی اور رومیوں کے مقابلہ میں مسلمانوں کو کمال دلیری اور جرأت سے بڑھاتے رہے۔ 33ھ میں بعمر 96 سال وفات پائی۔ ولادت عام الفیل سے دس (10) سال پہلے کی تھی۔

- ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے سگے بھائی یزید بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ ہیں جو یزید الخیر کے نام سے مشہور ہیں۔ فتح مکہ کے دن مسلمان ہوئے تھے۔ اور عمدہ اسلام سے مشرف ہوئے۔ فتح شام کے لیے جن سرداران کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مامور کیا تھا' ان میں سے یہ بھی تھے۔ انھوں نے 19ھ میں دمشق میں وفات پائی۔ اس وقت کل شام کے حاکم یہی تھے۔
- ام المومنین رضی اللہ عنہا کے بھائی دوسری ماں سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ تھے۔ جنھوں نے 20 سال تک شام کی امارت ماتحت خلافت اور پھر ساڑھے 19 سال تک شام کی سلطنت کی۔ یہ سلطنت بنی امیہ کے بانی تھے۔ 22 رجب 60ھ کو 82 سال کی عمر میں وفات پائی۔
- حبیبہ بنت ام حبیبہ نبی ﷺ کی ربیبہ ہیں۔ حبش سے والدہ کے ساتھ آئی تھیں۔ ان کی زندگی کا کوئی خاص واقعہ نہیں ملا۔

10 ام المومنین صفیہ رضی اللہ عنہا

صفیہ بنت حی بن اخطب بن شعبہ۔ سبط ہارون علیہ السلام سے ہیں۔ ان کی ماں کا نام برہ بنت سموال تھا۔ ان کا پہلا نکاح سلام بن مشکم سے، دوسرا نکاح کنانہ بن ابی الحقیق سے ہوا۔ وہ جنگ خیبر میں مارا گیا تھا اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا اس جنگ کے سبایا میں تھیں۔ دحیہ کلبی [3] نے عرض کی کہ مجھے ایک لونڈی مل جائے۔ حضور ﷺ نے فرمایا لے لو۔ انھوں نے صفیہ کو لینا چاہا۔ اس میں اختلاف ہو

---

[1] جلاء الافہام لابن قیم المتوفی 751ھ [2] بخاری: 15، مسلم: 168 [3] دحیہ بن خلیفہ بن فروہ بنو کلب سے ہیں۔ کبار صحابہ میں سے ہیں۔ بدر کے سوا جملہ مشاہد میں ملتزم رکاب نبوی تھے۔ 6ھ میں نبی ﷺ نے ان ہی کو قیصر کے پاس سفیر بنا کر بھیجا تھا۔ بعہد سلطنت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ وفات پائی۔

گیا۔ لوگوں نے کہا کہ بنو قریظہ اور بنو نضیر کی سیدہ ہے اور ایسی عورت دحیہ کو مل جانے کی کوئی وجہ نہیں۔ لوگوں نے یہ بھی کہا' کہ بہتر ہے کہ نبی ﷺ اس کو اپنے لیے خاص فرمائیں۔ آنحضرت ﷺ نے اسے آزاد فرما دیا اور نکاح کر لیا۔

ایک روز نبی ﷺ نے دیکھا کہ صفیہ رو رہی ہیں۔ پوچھا کیوں روتی ہو؟ انھوں نے کہا: میں نے سنا ہے کہ حفصہ رضی اللہ عنہا مجھے حقیر سمجھتی ہے اور اپنے لیے بطور فخر کہتی ہے کہ ہمارا نسب آنحضرت ﷺ سے ملتا ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: تم نے کیوں نہ کہہ دیا کہ تم مجھ سے بہتر کیوں کر ہو سکتی ہو۔ میرا باپ ہارون علیہ السلام ہے اور میرا چچا موسیٰ علیہ السلام ہے اور میرا شوہر محمد ﷺ ہے۔ (1)

صلی اللہ علی سیدنا محمدن النبی وعلی ھارون و علی موسیٰ و علی جمیع الانبیاء والمرسلین

ایک بار حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی ایک لونڈی نے حضرت فاروق رضی اللہ عنہ سے آکر شکایت کی صفیہ سبت کی عزت کیا کرتی اور یہود کو عطیات دیا کرتی ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت کر بھیجا۔ انھوں نے کہا۔ جب سے اللہ نے مجھے جمعہ عطا فرمایا ہے، سبت کو میں نے کبھی پسند نہیں کیا۔ رہے یہودی، ان سے میری قرابت کے تعلقات ہیں اور میں ان کو ضرور دیتی ہوں۔

پھر ام المومنین رضی اللہ عنہا نے اس لونڈی سے پوچھا کہ اس شکایت کرنے کا کیا سبب ہے؟ لونڈی نے کہا کہ مجھے شیطان نے بہکایا۔ ام المومنین نے کہا: جاؤ تم راہ خدا میں آزاد ہو، ان کا انتقال 50ھ میں ہوا۔ (2)

مرویات دس (10) ہیں: متفق علیہ = 1' دیگر کتب میں = 9 (3)' کل = 10

ان کے ماموں رفاعہ بن سموال صحابی تھے۔ ان کی حدیث موطا امام مالک میں موجود ہے۔ (4)

(11) ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا

میمونہ بنت الحارث بن بجیر بن محرم بن رویبہ بن عبداللہ بن ہلال بن عامر بن صعصعہ بن معاویہ بن بکر بن ہوازن بن منصور بن عکرمہ بن حفصہ بن قیس بن غیلان بن مضر۔ (5) حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا پہلے ابی رہم بن عبدالعزیٰ کے نکاح میں تھیں اور اس سے پیشتر حویطب بن عبدالعزیٰ کے نکاح میں۔ جب نبی ﷺ نے 7ھ میں عمرہ فرمایا تو اس وقت یہ بیوہ ہو چکی تھیں۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ عم النبی ﷺ نے ان کے بارے میں آنحضرت ﷺ سے ذکر فرمایا اور نبی ﷺ نے ان سے نکاح کر لیا۔ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی حقیقی بہنیں چار ہیں۔

(1) ام الفضل لبابۃ الکبریٰ جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ مفسر قرآن کی والدہ ہیں۔

(2) لبابۃ الصغریٰ جو حضرت خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ (6) کی والدہ ہیں۔

---

(1) ترمذی: 3903,3901، نسائی: 8919، ابن سعد: 8/100 تحفۃ الاشراف: 15905 (2) الاستیعاب (3) مدارج النبوۃ۔ (4) امام مالک بن انس بن مالک الاصبحی رحمہ اللہ امام دار الہجرت کے لقب سے مشہور ہیں۔ 95ھ میں پیدا ہوئے اور بعمر 84 سال 179ھ میں رو گرائے عالم بقا ہوئے۔ شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے شرح موطا میں تحریر کیا ہے کہ جب کسی حدیث کی سند مالک تک پہنچ جاتی ہے تو سمجھا جاتا ہے کہ وہ حدیث ذروہ اعلیٰ صحت تک پہنچ گئی۔ امام شافعی ان کے شاگرد ہیں۔ محمد بن حسن ابن وہب ابن القاسم یحییٰ بن سعید قطان عبدالرحمن بن مہدی عبدالرزاق ہارون الرشید مامون وغیرہ محدثین وملوک ان کے شاگرد ہیں۔ ان کے مشہور شاگردوں کی تعداد ایک ہزار (1000) تک شمار ہوتی ہے۔ جو من بعد استاد تسلیم ہوئے ہیں۔ (5) دیکھو سلسلہ نسب نبوی ﷺ۔

(6) خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اشہر المشاہیر سے ہیں۔ قریش میں صاحب القبہ والاعنہ تھے۔ قبہ سے مراد وہ خیمہ ہے جس میں نشست کرنے کے بعد کسی جنگ کا اعلان کیا جاتا تھا۔ اعنہ سے مراد رسالہ اسپ سواروں کا ہے نبی ﷺ نے بھی ہمیشہ ان کو سوار فوج کا افسر رکھا تھا۔

③ عصماء جو ابی بن خلف کے گھر میں تھیں۔

④ عزہ، جو زیاد بن مالک الہلال کے گھر میں تھی۔

حضرت میمونہ کی بہنیں جو صرف ماں کی جانب سے ہیں۔ یہ ہیں:

⑤ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا جو حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کے گھر میں تھیں۔ ان سے عبداللہ' عون' اور محمد پیدا ہوئے۔ پھر ان کا نکاح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ہوا۔ ان سے محمد بن ابوبکر پیدا ہوئے۔ پھر حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے ان کا نکاح ہوا۔ ان سے یحییٰ پیدا ہوئے۔ [1]

⑥ سلمٰی بنت عمیس، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے گھر تھیں۔ ان سے امۃ اللہ پیدا ہوئی۔ پھر سلمٰی کا نکاح شداد بن اسامہ الہادی سے ہوا۔ ان سے عبداللہ و عبدالرحمٰن پیدا ہوئے۔

⑦ سلمہ بنت عمیس، ان کا نکاح عبداللہ بن کعب بن ابی منبہ الخثعمی سے ہوا تھا۔

⑧ ام المومنین زینب بنت خزیمہ، جو طفیل اور عبدہ فرزندان حارث بن عبدالمطلب اور عبداللہ بن جحش کے گھر میں رہیں اور آخری نکاح ان کا نبی ﷺ سے ہوا۔

ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا کی مرویات حدیث مندرجہ ذیل ہیں:

متفق علیہ	:	7
صرف صحیح مسلم میں	:	1
صرف صحیح البخاری میں	:	1
دیگر کتب احادیث میں	:	67
کل		76

[1] الاستیعاب، مدارج النبوۃ میں عون بن علی لکھا ہے۔ مگر یحییٰ زیادہ صحیح ہے۔

نقشہ

متعلق حالات تاریخی امہات المؤمنین

تتمہ باب امہات المومنین مشمولہ جلد دوم کتاب رحمۃ للعالمین

نمبر شمار	نام ازواج مطہرات	سنہ نکاح	ام المومنین کی عمر بوقت نکاح	عمر	سنہ وفات	مقبرہ	نبی ﷺ کی خدمت میں رہنے کی مدت	نبی ﷺ کی عمر بوقت نکاح	کیفیت
1	خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا	25 میلاد النبی	40 سال	65 سال	10 نبوت	مکہ معظمہ	25 سال	25 سال	
2	سودہ رضی اللہ عنہا	10 نبوت	50 〃	72 〃	19 ہجرت	مدینہ منورہ	14 〃	50 〃	
3	عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا	نکاح 11 نبوت رخصتی شوال 1ھ	9 〃	63 〃	57ھ 17 رمضان المبارک	〃	9 〃	54 〃	
4	حفصہ رضی اللہ عنہا	شعبان 3ھ	22 〃	59 〃	41ھ جمادی الاول	〃	8 〃	55 〃	
5	زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا	3ھ	تقریباً 30 〃	30 〃	3ھ	〃	3 ماہ	55 〃	
6	ام سلمہ رضی اللہ عنہا	4ھ	24 〃	80 〃	60ھ	〃	7 سال	56 〃	
7	زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا	5ھ	36 〃	51 〃	20ھ	〃	6 〃	57 〃	
8	جویریہ رضی اللہ عنہا	شعبان 5ھ	20 〃	71 〃	56ھ ربیع الاول	〃	6 〃	57 〃	
9	ام حبیبہ رضی اللہ عنہا	6ھ	36 〃	72 〃	44ھ	〃	6 〃	58 〃	
10	صفیہ رضی اللہ عنہا	جمادی الآخر 7ھ	17 〃	50 〃	50ھ رمضان المبارک	〃	$3\frac{3}{4}$ 〃	59 〃	
11	میمونہ رضی اللہ عنہا	ذیقعدہ 7ھ	36 〃	80 〃	51ھ	سرف قریب مکہ معظمہ	$3\frac{1}{4}$ 〃	59 〃	

باب سوم 3

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿ وَ يَوْمَئِذٍ يَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ بِنَصْرِ اللّٰهِ ؕ يَنْصُرُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ هُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۝ وَعْدَ اللّٰهِ ؕ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ وَعْدَهٗ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ ﴾ [الروم4-6]

غزوات وسرایا

دشمنان اسلام کی لڑائیاں نبی کریم ﷺ اور مسلمانوں کے ساتھ اس وقت شروع ہوئیں۔ جب نبی کریم ﷺ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ پہنچ گئے تھے۔ نبی ﷺ نے مکہ میں 13 سال تک تبلیغ فرمائی اور اس عرصہ میں جھوٹے معبودوں کے ماننے اور گندے عقیدے رکھنے والوں کو الٰہ یکتا کی وحدانیت کا وعظ فرماتے رہے۔

توحید کے مواعظ ہی دشمنوں کی عداوت کا سبب بنے اور سلسلہ وعظ و نصیحت کے روکنے کی غرض سے دشمنوں نے مختلف و متعدد تدابیر پر عمل کیا۔

- مستہزئین کی ایک جماعت مقرر کی گئی تھی۔ ان کا کام یہ تھا کہ نبی ﷺ کے ہر ایک فعل کی ہنسی اڑائیں، منہ چڑائیں، باہر سے آنے والے نوواردوں میں مسلمانوں کے خلاف بدظنی پھیلائیں تاکہ نووارد شخص نہ کسی مسلمان سے بات چیت کرے اور نہ آنحضرت ﷺ ہی سے ملاقات کرے۔ اس جماعت کے تحت میں کئی کمیٹیاں تھیں اور ہر ایک کمیٹی اپنے کام کو پوری مصروفیت سے انجام دیتی تھی۔
- ایک کمیٹی کا کام یہ تھا کہ آنحضرت ﷺ جہاں کہیں وعظ کے لیے کھڑے ہوں اور تعلیم اسلام پر تقریر فرمائیں وہاں یہ لوگ شور و شغب کرتے اور مجمع میں بدامنی و پریشانی پھیلاتے رہیں۔
- ایک کمیٹی کا کام یہ تھا کہ نبی ﷺ پر گلی کوچہ میں آتے جاتے وقت گارا، کیچڑ، مٹی ڈالا کریں، پتھر ماریں۔ عبادت میں حضور ﷺ کو دیکھیں تو گردن بھینچیں۔ اندھیری راتوں میں حضور ﷺ کے راستہ پر گڑھے کھودیں، خار بچھائیں، دروازہ پر سڑے انڈے پھینکیں۔
- چند ٹولیاں شریر لوگوں کی الگ تھیں، جن کا کام تھا کہ اسلام قبول کرنے والوں کے ساتھ ہر طرح ظلم و ستم اور فریب و دغا کرنا مستحسن سمجھتے تھے اور موقع مل جانے پر قتل کر کے ان کی لاش کو پہاڑ کے غاروں میں پھینک دیا کرتے تھے۔ اس جور و ستم کا نتیجہ یہ ہوا تھا کہ اکثر مسلمان وطن چھوڑ چھوڑ کر ملک حبش میں چلے گئے تھے۔ نبی ﷺ ہنوز ان سنگ دلوں کے راہ راست پر آ جانے سے مایوس نہ ہوئے تھے۔ اس لیے مکہ ہی میں قیام پذیر رہے۔ مگر دشمنان دین نے اب یہ معاہدہ کیا کہ کھانے کی کوئی چیز مسلمان اور ان کے خیر اندیش لوگوں کے ہاتھ نہ فروخت کی جائے۔ تین (3) سال تک نبی ﷺ نے اس سختی کو بھی برداشت کیا[1] اور اس کے بعد انھوں نے مکہ کے قرب و جوانب میں دورے لگانے اور وعظ فرمانے شروع کیے، لیکن اطراف مکہ کے سب قبائل اہل مکہ ہی کے حلیف تھے۔ اس لیے وہ حضور ﷺ کی نصیحت پر ذرا کان نہیں دھرتے تھے۔

حضور ﷺ کی ناکامیابی کی داستان سن کر اہل مکہ خوش ہوا کرتے تھے، لیکن ان کو تعجب و حسرت اور غصہ کی کوئی حد نہ رہ گئی جب انھوں نے یکا یک یہ سن لیا کہ نبی ﷺ کی پاک تعلیم اہل یثرب (مدینہ) کے قلوب کو مسخر کر رہی ہے۔ اہل مکہ کو اب یقین آنے لگا

[1] مکہ مکرمہ میں محلہ شعب ابی طالب میں (3) برس تک معاشی مقاطعہ (Social boycott) کا شکار رہے۔

کہ تعلیم محمدی ﷺ میں دور دور تک اثر پہنچانے کی طاقت مخفی ہے۔ اس لیے سب نے یہ ارادہ کیا کہ نبی ﷺ کی حیات کا چراغ گل کر دیا جائے۔

ایک ایسے ملک میں جہاں نہ کوئی حکومت ہو، نہ آئین ہو اور جہاں جان و مال کے تحفظ کا کوئی بھی ذریعہ موجود نہ ہو، جہاں وحشی اور جاہل اقوام کی جنگ جوئی وخونریزی صدیوں سے ضرب المثل ہو۔ جب تمام باشندے ایک نہتے شخص کے قتل پر متفق ہو جائیں اور اس کے لیے تدبیر بھی یہ کی جائے کہ ہر ایک قبیلہ سے ایک ایک بہادر شمشیر زن کا انتخاب کیا جائے اور وہ سب انتقام کے کمینہ جوش سے فراہم کیے جائیں تو بدیہی ہے کہ بظر بہ اسباب ظاہری اس کا بچ جانا امکان سے بالاتر ہے۔ لیکن نبی ﷺ ان محاصرین کے محاصرہ سے صاف نکل کر چلے گئے۔ اس واقعہ پر ہر ایک منکر غور کرے تاکہ اسے قدرت ربانی کا اعتراف سہل ہو جائے۔ ہر ایک مسلم شکر کرے کہ اسے حفاظت الٰہی کا جو خاص خاص بندوں کے لیے بارگاہ رب العزت سے کی جاتی ہے، وجود مجسم نظر آ جائے۔

نبی ﷺ کا بچ کر مدینہ پہنچ جانا، دشمنوں نے ایک ذلت کا موجب سمجھا اس لیے کینہ کی آگ حسد کی بھٹی میں اور زیادہ تیز ہو گئی اور سب نے سوگندیں (قسمیں) کھالیں کہ ہادی اسلام ﷺ اور ناچیز مسلمانوں کو ضرور بر ضرور روئے زمین سے محو کر کے رہیں گے۔

نبی ﷺ ان خون خوار وحشیوں کی غارت گرانہ عادات سے بخوبی آگاہ تھے۔ حزم واحتیاط کا تقاضا تھا کہ ایسے دشمن کی حرکات وسکنات کی خبر رکھی جائے۔ بیدار مغزی ودور بینی سے دشمن کی تدابیر متعلق فراہمی افواج اور تیاری جنگ کو سرسبز نہ ہونے دیا جائے۔ اس لیے آنحضرت ﷺ نے اسی پر عمل کیا۔

افسوس ہے کہ مسلمانوں کی ہر ایک کوشش کا نام (جو انھوں نے جنگ سے بچنے کے لیے کی) لوگوں نے جنگ رکھ لیا ہے۔ یہ لوگ نہ واقعہ کی علت دریافت کرتے ہیں، نہ مسلمانوں کے مدعا کی تلاش نہ مسلمانوں کے افعال کا تفحص اور پھر جلدی سے اپنی رائے بھی قائم کر لیتے ہیں۔ اسی غلطی کا نتیجہ یہ بھی ہوا کہ بے خبر مسلمان بھی سمجھنے لگے کہ مسلمانوں کی ہر ایک نقل وحرکت جنگ ہی کے لیے تھی۔

یہ یاد رکھنا چاہیے کہ قدیم سے قدیم مسلمان مؤرخین نے اس نقل وحرکت کا نام ''غزوات وسرایا'' ہی رکھا ہے، لیکن یہ زمانہ حال کی خوش فہمی ہو گی کہ غزوات وسرایا کے الفاظ کو لفظ جنگ کا مترادف سمجھا جائے، حالانکہ ان کے لغوی معنی قصد اور سیر کے ہیں۔

معلوم ہوتا ہے کہ متقدمین نے ہر ایک قسم کی نقل وحرکت کو دو قسموں پر منقسم کیا تھا۔

① وہ نقل وحرکت جو نبی ﷺ نے فرمائی ہو اس کا نام ''غزوہ'' ہے۔ غزوات کی تعداد امام بخاری رحمہ اللہ نے بہ روایت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ انیس (19) بیان کی ہے۔ [1]

② وہ نقل وحرکت جو کسی مسلمان نے (ایک ہو یا ایک سے زائد) کی ہو اس کا نام ''سریہ'' ہے۔ اب ہم ذیل میں ایک نقشہ جملہ غزوات وسرایا کا درج کرتے ہیں، جس طرح قدیم تاریخوں میں ان کو اسی عنوان سے درج کیا گیا ہے۔

اندراج میں ترتیب زمانی کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ نقشہ کا نمبر شمار بہت ضروری نمبر ہے۔ نقشہ کے اختتام پر جو بحثیں لکھی گئی ہیں، ان میں ہر ایک جگہ اسی نمبر شمار کا حوالہ دیا گیا ہے۔

[1] بخاری: 3949، 4471

نقشہ غزوات وسرایا جو عہد نبوی ﷺ میں 2ھ سے 9ھ تک (8 سال کے اندر) ہوئے

نمبر شمار	غزوہ یا سریہ کا نام مع تاریخ	لشکر اسلام کی تعداد مع نام سردار	لشکر دشمن کی تعداد مع نام سردار	مسلمان کا نقصان		دشمن کا نقصان		نتیجہ	کیفیت
				زخمی/اسیر	شہید	زخمی/اسیر	مقتول		
1	سریہ سیف البحر رمضان 1ھ	30/امیر حمزہ بن عبدالمطلب	300 ابوجہل					گشت لگا کر مسلمان واپس آئے	یہ سریہ احوال مکہ کے تجسس کے لیے بھیجا گیا۔ دشمن نے مسلمانوں کو باخبر پایا اور لوٹ گیا
2	سریہ رابغ شوال 1ھ	60 [1] عبیدہ بن الحارث	200 عکرمہ یا ابوسفیان					گشت لگا کر مسلمان واپس آئے	یہ سریہ احوال اہل مکہ کے تجسس کے لیے بھیجا گیا تھا۔ ثنیۃ المرہ پر موجود دیکھا گیا۔
3	سریہ ضرار ذی قعد 1ھ	80 [2] سعد بن ابی وقاص						جحفہ تک گشت لگا کر واپس چلے آئے۔	
4	غزوہ ودان یا غزوہ ابواء۔ صفر 2ھ	70 نبی کریم ﷺ						عمرو بن مخشی الضمری سے معاہدہ کیا کہ نہ قریش کو مدد دیں نہ مسلمانوں کو	
5	غزوہ بواط ربیع الاول 2ھ	200 نبی کریم ﷺ	100 امیہ بن خلف					رضوی اور بواط تک ہو کر واپس مدینہ تشریف لائے۔ راہ میں قافلہ قریش مع امیہ ملا تھا۔	رضوی پہاڑ کا نام ہے جو ینبوع کے قریب ہے۔
6	غزوہ سفوان یا بدر اولیٰ ربیع الاول 2ھ	70 نبی کریم ﷺ	کرز بن جابر الفہری					سفوان تک دشمن کا تعاقب کیا گیا مگر ہاتھ نہ لگا۔	کرز بن جابر اہل مدینہ کے مویشی لوٹ کر لے گیا تھا جس کا تعاقب کیا گیا۔

[1] ان کا ذکر شہدائے کربلا میں ملے گا۔ [2] یکے از عشرہ مبشرہ۔ یکے از شش (6) جن کو فاروق رضی اللہ عنہ نے خلافت کا اہل بتایا۔ فاتح فارس۔ بانی کوفہ۔ خال النبی ﷺ، سب سے پہلے اللہ کے راستے میں تیر چلایا، اسلام لانے میں ساتویں شخص۔ 54ھ میں وفات پائی۔

7	غزوہ ذوالعشیرہ جمادی الاخر 2ھ	150 نبی کریم ﷺ	-----					بنی مدلج اور بنی ضمرہ سے معاہدہ ہوا۔	ذوالعشیرہ مکہ اور مدینہ کے درمیان بندر ینبوع کی جانب ہے۔
8	سریہ نخلہ رجب 2ھ	12 عبداللہ بن جحش	ایک قافلہ زیر سرداری ابنائے امیہ			قیدی2	1	قیدیوں کو چھوڑا گیا۔ مقتول کا خون بہادیا گیا۔	قریش کی خبر کو بھیجے گئے تھے۔ مگر مڈھ بھیڑ ہوگئی تھی۔
9	غزوہ بدر الکبری رمضان 2ھ	313 نبی کریم ﷺ	1000 ابوجہل		22/14	70	70	مسلمانوں کو فتح ہوئی۔	بدر مکہ سے سات منزل اور مدینہ سے تین منزل ہے۔ دشمن دوتہائی سفر طے کر چکا تب ثابت ہو گیا کہ وہ مدینہ آ رہا ہے تب سرورکائنات مدافعت کے لیے نکلے۔
10	سریہ عمیر بن العدی الخطمی رمضان 2ھ	1 عمیر [1]	1 مسماۃ عصماء بنت مروان خطمیہ				1	عصما قتل ہوئی۔	عمیر نے اپنی رشتہ کی بہن کو، جو نبی کریم ﷺ کے خلاف قوم کو جنگ پر اکسایا کرتی تھی، چھری سے قتل کیا۔
11	سریہ سالم بن عمیر انصاری شوال 2ھ	1 سالم [2]	1 ابوعفکہ یہودی				1	یہودی قتل ہوا۔	ابوعفکہ یہودی لوگوں کو مسلمانوں کے خلاف ابھارا کرتا تھا۔ سالم نے مار ڈالا۔
12	غزوہ بنوقینقاع شوال 2ھ	نبی کریم ﷺ	قبیلہ بنوقینقاع					شہر بدر کیا گیا۔	جب مسلمان بدر گئے ہوئے تھے اس وقت انھوں نے مدینہ کے اندر بلوہ اور بغاوت کی۔ اس لیے جلاوطن کر دیے گئے۔
13	غزوہ السویق ذی الحجہ 2ھ	200 نبی کریم ﷺ	200 سوار ابوسفیان اموی		2			نبی ﷺ نے دشمن کا تعاقب کیا۔	ابوسفیان مدینہ تک آیا۔ دو مسلمانوں کو قتل کیا اور پھلدار درختوں کو کاٹ کر چلا گیا۔

[1] بنوخطمہ میں سب سے پہلے ایمان لائے تھے۔ امام قوم تھے۔ آنکھیں کمزور تھیں، ان کے والد عدی بن خرشہ مشہور شاعر تھے۔

[2] بدر و احد، خندق اور جملہ مشاہد نبوی ﷺ میں حاضر رکاب رہتے۔ اللہ کے خوف سے رویا کرتے۔ بعہد امیر معاویہ وفات پائی۔

14	غزوہ قرقرۃ الکدر یا بنو سلیم محرم 2ھ	200 نبی کریم ﷺ	قبیلہ بنو غطفان و بنو سلیم			1 قید		دشمن مدینہ پر حملہ کرنے کے لیے فراہم ہوا تھا۔ اسلامی فوج کے مظاہرہ سے بھاگ گیا۔	ایک غلام یسار نامی گرفتار ہوا تھا۔ چھوڑ دیا گیا۔
15	سریہ ایضاً	غالب بن عبداللہ لیثی	ایضاً		3			دشمن کے کچھ آدمی مارے گئے باقی بھاگ گئے۔	غزوہ 14 کی تکمیل میں یہ سریہ روانہ کیا گیا تھا۔ کیونکہ دشمن نے دوبارہ اجتماع کر لیا تھا۔
16	سریہ محمد بن مسلمہ ربیع الاول 3ھ	5 محمد بن مسلمہ الانصاری الخزرجی ①	1 کعب بن اشرف یہودی	1			1	ایک قتل ہوا۔	کعب یہودی قبائل کو مسلمانوں کے خلاف ابھارا کرتا تھا۔ مکہ جا کر قریش کو جنگ کے لیے آمادہ کیا جس کا نتیجہ جنگ احد ہوا۔ ابن مسلمہ اس کا دودھ شریک بھائی تھا۔ اس نے قتل کر ڈالا۔
17	غزوہ ذی امر یا غزوہ غطفان، انمار ربیع الاول 3ھ	450 سوار نبی کریم ﷺ	بنو ثعلبہ اور بنو محارب					بنو ثعلبہ اور بنو محارب جمع ہوئے تھے کہ مدینہ پر حملہ آور ہوں۔ اس مظاہرہ پر منتشر ہو گئے۔	آنحضرت ﷺ نے نجد تک سفر فرمایا۔ وعثور نامی جو تلوار لے کر نبی ﷺ پر حملہ آور ہوا تھا مسلمان ہوا۔
18	سریہ قردہ جمادی الآخر 3ھ	100 زید رضی اللہ عنہ بن حارثہ	ابوسفیان اموی			1		قریش کے تجارتی رستہ پر مظاہرہ کیا گیا۔	فراۃ بن سفیان جو قافلہ کا رہنما تھا، گرفتار ہوا پھر مسلمان ہو گیا۔
19	غزوہ احد 6 شوال 3ھ	650 پیادہ	2800 پیادہ 200 سوار کل 3000 ابوسفیان اموی	40 زخمی	70		30	مسلمانوں کا سخت نقصان ہوا مگر کفار مرعوب ہو کر ناکامیاب ہوئے	احد مدینہ سے 3 میل ہے۔ دشمنوں نے مکہ سے احد تک چڑھائی کی تھی۔

① فضلاء صحابہ میں سے نبی ﷺ نے ان کو اپنی غیر حاضری میں امیر مدینہ بنایا تھا۔ ایام فتنہ میں سے الگ رہے۔ 41ھ میں بعمر 77 سال مدینہ میں وفات پائی۔ 10 پسر 6 دختر اولاد تھی۔

20	غزوہ حمراء الاسد 7 شوال 3ھ	540 نبی کریم ﷺ	2970 ابوسفیان			2 ابوعزہ و معاویہ بن مغیرہ		دشمن کو مرعوب کیا گیا۔	جنگ احد سے اگلے دن دشمن کے کیمپ تک صرف اس لیے مظاہرہ کیا گیا تھا کہ دشمن مسلمانوں کو کمزور سمجھ کر پھر حملہ نہ کر دیں۔ 2 اسیر ہوئے اور شاعر ابوعزہ قتل ہوا کیونکہ بدر میں اس نے عہد دیا تھا کہ آئندہ شریک جنگ نہ ہوگا۔ برخلاف اس کے اس نے اس دفعہ دیگر قبائل کو بھی مسلمانوں کے خلاف ابھارا۔
21	سریہ قطن یا سریہ ابوسلمہ مخزومی یکم محرم 4ھ	150 ابوسلمہ مخزومی	طلحہ وسلمہ					مسلمانوں کے مظاہرہ سے مدینہ پر ڈکیتی نہ کر سکے۔	یہ مشہور ڈکیت اور ڈاکوؤں کے سردار تھے۔ مدینہ پر ڈکیتی ڈالنا چاہتے تھے۔ جب مسلمان مظاہرہ کرتے ہوئے قطن تک جو ان کا ماویٰ تھا پہنچ گئے تو گروہ منتشر ہو گیا۔
22	سریہ عبداللہ بن انیس الجہنی الانصاری 5 محرم 4ھ	1 عبداللہ بن انیس الجہنی الانصاری [1]	1 سفیان ہذلی				1	عبداللہ نے سنا تھا کہ سفیان پر عرنہ پر مسلمانوں کے خلاف جمعیت فراہم کی ہے۔ عبداللہ وہاں پہنچا اور سفیان کو مار ڈالا۔	

[1] جزو انصاری عقبی بدری ہیں۔ جملہ مشاہد میں حاضر رکاب نبوی ﷺ تھے۔ نبی ﷺ نے ان کو 23 ویں شب لیلۃ القدر بتائی۔ 54ھ میں وفات پائی۔

23	سریہ رجیع صفر 4ھ	10 عاصم بن ثابت یا مرثد بن ابی مرثد الغنوی	100 قبیلہ عضل وقارہ		10			10 واعظین اسلام کو شہید کیا گیا۔	مسماۃ سلامہ زن طلحہ نے اشتہار دیا تھا کہ جو عاصم کو مارے اسے 100 شتر انعام دے گی۔ اس قبیلہ کے لوگ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں آئے۔ دس واعظین اسلام کو ساتھ لے گئے۔ آٹھ کو راہ میں تیروں کا نشانہ بنایا۔ دو کو اہل مکہ نے خرید کر سولی پر چڑھایا۔ چالیس دن نعشیں سولی پر رہیں۔ کتب سیر میں ان کی تعداد 6 ہے۔ صحیح بخاری میں 10 ہے۔
24	سریہ بیئر معونہ یا سریہ طرز صفر 4ھ	70 منذر بن عمرو	ایک بڑی جماعت عامر بن مالک	1	69			69 عالم دین شہید اور شکار ظلم ہوئے۔	عامر خدمت نبوی ﷺ میں آیا اور کہا کہ میرا ملک اسلام کے لیے آمادہ ہے کچھ واعظ ساتھ بھیج دیے جائیں۔ نبی کریم ﷺ نے 70 عالم ساتھ کر دیے۔ جب وہ ان کے علاقہ میں پہنچے تو قبائل رعل وذکوان بنو سلمہ نے حملہ کیا۔ صرف عمرو بن امیہ الضمری بچ کر آئے۔

25	سریہ عمرو بن امیہ الضمری ربیع الاول 4ھ	1 عمرو بن امیہ	2 از قبیلہ بنو کلاب				2	چونکہ عمرو نے غلط فہمی سے یہ دو شخص دوست دار قبیلہ کے قتل کر دیے تھے۔ اس لیے آنحضرت ﷺ نے دونوں کا خون بہا ادا کیا۔	عمرو بن امیہ جو 70 علماء سے بچ کر مدینہ آ رہے تھے (دیکھو 24 نمبر) انھوں نے دو شخصوں کو سوئے پڑے پایا اور غلطی سے انھیں قاتلوں کی جماعت سے سمجھ کر قتل کر ڈالا۔
26	غزوہ بنو نضیر ربیع الاول 4ھ	نبی کریم ﷺ	قبیلہ بنو نضیر					بہ وجہ جرم بغاوت واقدام قتل آنحضرت ﷺ مدینہ سے نکال دیے گئے۔	بنو نضیر یہودی مدینہ کے اندر آباد تھے اور مسلمانوں کے ساتھ بد عہدی کے جرم کی سزا میں جلاوطن ہو کر خیبر میں آباد ہوئے۔ غزوہ خیبر بھی ان ہی کی شرارتوں کی وجہ سے ہوا تھا۔
27	غزوہ بدر الاخریٰ ذی قعد 4ھ	1500 پیادہ 10 سوار نبی کریم ﷺ کل=1510	2000 پیادہ 50 سوار ابو سفیان اموی کل=2050					مقابلہ نہیں ہوا تھا۔	ابو سفیان مکہ سے لشکر لے کر ظہران یا عسفان تک آیا۔ نبی ﷺ بھی خبر پا کر مقابلہ کے لیے نکلے۔ وہ راستہ سے لوٹ گیا تو نبی ﷺ بھی واپس تشریف لے آئے۔
28	غزوہ دومۃ الجندل ربیع الاول 5ھ	1000 نبی کریم ﷺ	باشندگان دومہ					مقابلہ نہیں ہوا تھا، راہ ہی سے لوٹ آئے۔	معلوم ہوا تھا کہ دومۃ الجندل میں جمع کثیر فراہم ہے اور مدینہ پر حملہ کرنے کو تیار ہے۔ آنحضرت ﷺ روانہ ہوئے تو معلوم ہوا کہ خبر غلط تھی۔ واپس تشریف لے آئے۔ راہ میں عیینہ بن حصین سے معاہدہ ہوا۔

29	غزوہ بنو مصطلق یا مریسیع 3 شعبان 5ھ	نبی کریم ﷺ	حارث بن ضرار سید بنو مصطلق		1	190	10	دشمن کو شکست ہوئی۔ قیدی سب چھوڑ دیے گئے۔	نبی ﷺ نے سنا تھا کہ حارث نے مسلمانوں سے جنگ کے لیے جمعیت فراہم کی ہے۔ بریدہ اسلمی کو بھیج کر تصدیق کی گئی تب آنحضرت ﷺ ادھر متوجہ ہوئے۔ بنو مصطلق جنگ پر کھڑے ہوئے باقی منتشر ہو گئے تھے۔
30	غزوہ احزاب یا خندق۔ شوال ذی قعد 5ھ	3000 نبی کریم ﷺ	10000 ابوسفیان اموی وغیرہ		6		10	دشمن ناکام واپس ہوا۔	سرداران یہود نے مختلف قبائل اور قریش کو لڑائی کے لیے فراہم کیا۔ مسلمانوں نے مدینہ کے اندر رہ کر خندق کی پناہ میں مدافعت کی۔ ایک ماہ تک دشمنوں نے محاصرہ رکھا۔ پھر چپکے سے ناکام واپس چلے گئے۔
31	سریہ عبداللہ عتیک ذی قعد 5ھ	5 عبداللہ بن عتیک الانصاری الخزرجی [1]	1 سلام بن ابو الحقیق یہودیٔ خیبر				1	دشمن قتل ہوا۔	جنگ احزاب میں اسی نے قبائل کو مسلمانوں کے خلاف ابھارنے میں جدوجہد کی تھی۔ اب مکرر جمعیت کا انتظام کر رہا تھا۔ عبداللہ نے اس کو خواب گاہ میں پہنچ کر رات کو قتل کر دیا۔

[1] احد میں حاضر ہوئے یمامہ میں شہید ہوئے۔ سریہ مذکور میں ان کی ٹانگ ٹوٹ گئی تھی۔ نبی ﷺ نے اپنا دست مبارک ساق پر پھیر دیا۔ فوراً اچھے ہو گئے۔

32	غزوہ بنو قریظہ ذی الحج 5ھ	نبی کریم ﷺ	بنو قریظہ		4	200	400	دشمن قید اور قتل ہوا۔	بنو قریظہ یہودی تھے اور مسلمانوں کے ساتھ ہم عہد تھے۔ بغاوت کے جرم میں یہ اسیر کیے گئے۔ انھوں نے چاہا کہ ایک منصف جو مقبول فریقین ہو، ان کا فیصلہ کرے۔ منصف نے ان کا فیصلہ بموجب احکام تورات شریف جس کے وہ قائل تھے کر دیا۔ اس لیے 400 قتل ہوئے۔ یہ تعداد بروایت جابر ترمذی ونسائی وابن حبان ہے۔
33	سریہ قریظہ محرم 6ھ	30 سوار محمد بن مسلمہ انصاری	20 ثمامہ بن اثال			1		ثمامہ پکڑا گیا۔ نبی ﷺ نے اسے رہا کر دیا۔ وہ بعد رہائی مسلمان ہو گیا۔	محمد بن مسلمہ نے ثمامہ کو بجانب مدینہ آتے دیکھا اور راستہ گھیر کے گرفتار کیا۔ نبی کریم ﷺ نے اسے رہا فرما دیا۔ اخلاق محمدی اور تعلیم نبوی ﷺ دیکھ کر مسلمان ہو گیا۔
34	غزوہ بنی لحیان ربیع الاول 6ھ	200 سوار سرور کائنات ﷺ	بنو لحیان شاخ ہذیل					دشمن خبر پا کر منتشر ہو گیا۔ مقابلہ نہیں ہوا۔	اہل رجیع جنھوں نے 10 علماء اسلام کو بے وجہ قتل کیا تھا (دیکھو نمبر 22) ان کی سزا کے لیے یہ حملہ کیا گیا تھا۔
35	غزوہ قردہ یا غابہ ربیع الاول 6ھ	500 سرور کائنات ﷺ مع سلمہ بن اکوع	سواران بنو غطفان زیر سرداری عیینہ فرازی	ایک عورت	3		1	ڈکیتوں نے اونٹوں کو لوٹا تھا۔ مسلمانوں نے تعاقب کر کے اپنے سب مویشی چھڑا لیے۔	یہ ڈکیتوں کا گروہ نبی ﷺ کے اونٹوں کو لوٹ کر لے گیا تھا۔ ذر بن ابوذر کو قتل کر کے لیلیٰ زوجہ ابوذر کو اٹھا کر لے گئے تھے۔ صحابہ نے تعاقب کیا، نبی ﷺ بھی شامل ہو گئے تھے

36	سریہ عکاشہ بن محصن یا سریہ غمر مرزوق ربیع الآخر 6ھ	40 عکاشہ بن محصن الاسدی [1]	بنو اسد					دشمن منتشر ہو گیا، مقابلہ نہیں ہوا۔ اس کے دو سو (200) شتر گرفتار ہوئے۔	بنو اسد نے مدینہ پر حملہ کرنے کے لیے جمعیت فراہم کی۔ 40 شخصوں کا یہ طلایہ گیا تھا۔
37	سریہ ذی القصہ ربیع الآخر 6ھ	10 محمد بن مسلمہ	100 بنو ثعلبہ	1 زخمی	9			9 عالمان شہید اور محمد بن مسلمہ زخمی ہوئے۔	10 عالمان دین ہدایت کے لیے گئے تھے۔ وہ سوئے پڑے تھے کہ بنو ثعلبہ دشمن قبیلے نے حملہ کر دیا۔ ذی القصہ مقام کا نام تھا۔
38	سریہ بنو ثعلبہ ربیع الآخر 6ھ	40 ابو عبیدہ ابن جراح	بنو ثعلبہ			1		دشمن بھاگ گیا۔ جس کے گلے سڑے اسباب پر مسلمانوں نے قبضہ کیا۔	شہدائے مقام ذوالقصہ کا انتقام لینے گئے تھے۔
39	سریہ جموم ربیع الآخر 6ھ	زید بن حارثہ	بنو سلیم			10		چند اشخاص گرفتار کیے گئے۔ آنحضرت ﷺ نے سب کو چھوڑ دیا تھا جن میں مخبر عورت کا شوہر بھی تھا۔	ایک عورت حلیمہ نامی نے جھوٹی مخبری بنو سلیم کے خلاف کر دی۔ جب زید رضی اللہ عنہ اس کی طرف سے گزر رہے تھے۔ تعداد اسیران اندازاً لکھی گئی ہے۔
40	سریہ طرف یا طرق جمادی الآخر 6ھ	15 زید بن حارثہ	بنو ثعلبہ					دشمن بھاگ گیا۔ 20 شتر گرفتار کر لائے۔	مجرمان ذی القصہ (دیکھو 37 نمبر) کی سزا دہی کو گئے تھے۔

[1] فضلاء صحابہ میں سے ہیں۔ 42 سال کی عمر بعہد خلافت صدیق مرتدین کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ بدر احد جملہ مشاہد میں ملتزم رکاب النبوی ﷺ تھے۔ نبی ﷺ نے بشارت دی تھی کہ بلا حساب جنت میں داخل ہوں گے۔

41	سریہ وادی القریٰ رجب 6ھ	12 زید بن حارثہ	ساکنان وادی القریٰ	1 زخمی	9			9 مسلمان شہید اور 1 زخمی ہوا۔	حضرت زید ﷺ بطور گشت گئے تھے لوگوں نے حملہ کر دیا۔
42	سریہ دومۃ الجندل شعبان 6ھ	عبدالرحمٰن بن عوف القرشی الزہری [1]	قبیلہ بن کعب اصبح بن عمرو کلبی					وعظ میں نمایاں کامیابی ہوئی۔	اصبح بن عمرو کلبی سردار قبیلہ مسلمان ہوا اور علاقہ میں بھی اسلام پھیلا۔ یہ پہلے عیسائی تھے۔
43	سریہ فدک شعبان 6ھ	200 علی مرتضیٰ ﷺ	بنو سعد بن بکر					دشمن بھاگ گیا۔ 100 شتر 2000 ہزار بکریاں مال غنیمت ملا	معلوم ہوا کہ یہ قبیلہ ان یہودیوں کو جو مدینے سے خارج ہو کر خیبر جاتے تھے لڑائی کے لیے آمادہ کرتا ہے اور خود امداد دینے کا وعدہ کر چکا تھا۔ حضرت علی مرتضیٰ ؓ نے مظاہرہ کیا تھا۔
44	سریہ ام قرفہ رمضان 6ھ	ابوبکر صدیق ﷺ	قوام فزارہ زیر سرداری ام قرفہ			2		دشمن کو شکست ہوئی۔	بنو فزارہ نے ام قرفہ کی تحریک سے زید بن حارثہ کے تاجرانہ قافلہ کو لوٹا تھا۔ اس ڈکیتی کی وجہ سے ان کو گرفتار کیا گیا۔ ام قرفہ اور اس کی دختر بھی گرفتار ہوئی تھی۔ باقی سب بھاگ گئے تھے۔ (صحیح مسلم)

[1] یکے از عشرہ مبشرہ، یکے از ستہ (6)، جن کو فاروق ﷺ نے خلافت کا اہل بتایا۔ بڑے تاجر اور زمیندار، بڑے مالدار، زاہد، امین فی الارض و امین فی السماء۔ امہات المومنین کی خدمت مالی سب سے زیادہ کرنے والے جنگ احد میں 21 زخم کھائے۔ نبی ﷺ نے ایک سفر میں ایک نماز ان کے پیچھے پڑھی تھی۔ ان کے ترکہ کا 8/3 بیوی کو 83 ہزار نقد ملا تھا۔ 31ھ میں بہ عمر 72 سال وفات پائی۔

45	سریہ عبداللہ بن رواحہ شوال 6ھ	30 عبداللہ بن رواحہ	30 اسیر بن رزام	1			30	فریقین کی غلط فہمی سے لڑائی ہوئی۔ سب یہودی مارے گئے۔	عبداللہ مع 30 مسلمانوں کے اسیر کو لینے گئے۔ جس کو بطور سردار یہود آنحضرت ﷺ نے فرما لیا تھا۔ وہ 30 یہودیوں کے ساتھ چل پڑا۔ رات میں ایک دوسرے سے بدگمانی ہو کر حملہ ہو گیا۔
46	غزوہ عرنیین شوال 6ھ	200 سوار کرز بن جابر الفہری ①	چند کس از عکل و عرینہ				8	یہ لوگ مسلمان چرواہے کو قتل کر کے اونٹ لوٹ کر لے گئے تھے۔ پھر پکڑے گئے اور قتل ہوئے	یہ لوگ بیمار تھے۔ علاج کے لیے آئے تھے۔ جب تندرست ہوئے تب موقع پا کر یسار نوبی مولیٰ رسول ﷺ کو قتل کر گئے، اونٹ لے گئے تھے۔
47	سریہ عمرو بن امیہ شوال 6ھ	1 عمرو بن امیہ							عمرو بن امیہ مکہ سے اس لیے آیا تھا کہ نبی ﷺ کو قتل کرے لیکن تعلیم اور خلق محمدی دیکھ کر مسلمان ہو گیا اور پھر مکہ جا کر تبلیغ اسلام کرتا رہا۔ مخالفین اسلام کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے اسے فرمایا کہ ابوسفیان کو ہلاک کر دے مگر کتب اسلامیہ میں کوئی ایسی روایت نہیں پائی جاتی۔

① ان کا نسب نبی ﷺ کے ساتھ نمبر S دیکھیے سلسلہ نمبر 1 (نسب نبوی) میں شامل ہو جاتا ہے۔ غزوہ سفوان نمبر 6 کے وقت سردار کفار تھے۔ پھر اخیار و ابرار میں شامل ہوئے۔ فتح مکہ کے دن شہید ہوئے۔

48	غزوہ حدیبیہ ذی قعد 6ھ	1400 نبی کریم ﷺ	اہل مکہ سہیل بن عمرو قریشی					دس سال کے لیے قریش کے ساتھ صلح کا معاہدہ ہو گیا۔ نبی ﷺ واپس تشریف لائے۔	نبی ﷺ بہ نیت عمرہ تشریف لے گئے تھے۔ مگر قریش نے حضور ﷺ کو حدیبیہ سے جو مکہ سے سات کوس ہے، آگے نہ بڑھنے دیا۔ صلح کا معاہدہ ہو گیا۔
49	غزوہ خیبر محرم 7ھ	1400 رجال 20 زنان تیماردار نبی کریم ﷺ کل=1420	10000 یہود خیبر کنانہ بن ابوالحقیق	50 زخمی	18		93	فتح مبین حاصل ہوئی تھی۔	احد و احزاب میں یہودی حملہ کر چکے تھے۔ علاوہ ازیں اکثر قبائل کو مسلمانوں کے خلاف کھڑا کیا کرتے۔ اب پھر مدینہ پر حملہ کرنے کی تیاری میں تھے کہ نبی ﷺ نے خیبر پہنچ کر ان کے مفسدانہ ارادوں کا سدباب کر دیا۔
50	غزوہ وادی القریٰ محرم 7ھ	1382 نبی کریم ﷺ	یہودان ساکنان وادی القریٰ		1		11	خفیف مقابلہ کے بعد دشمن کو شکست ہوئی۔ یہودیوں کو ان کی اراضی وغیرہ پر قابض رکھا گیا۔	وادی القریٰ میں یہودی آباد تھے۔ خیبر کی واپسی کے وقت جب یہاں قیام ہوا تو یہاں کے یہودیوں نے جنگ کی ابتدا کی۔ تیماء کے باشندوں نے یہاں آخر خود صلح کی
51	غزوہ ذات الرقاع محرم 7ھ	400 نبی کریم ﷺ	بنو غطفان بنو محارب، بنو ثعلبہ بنو انمار					دشمن منتشر ہو گیا۔	بنو غطفان نے بنو محارب، بنو ثعلبہ، بنو انمار کو اپنے ساتھ شامل کر لیا تھا اور مسلمانوں پر حملہ کرنا چاہتے تھے۔ مسلمانوں نے ان کی سرحد پر جا کر مظاہرہ کیا تو سب منتشر ہو گئے۔

52	سریہ عیص صفر 7ھ	72 ابوجندل وابوبصیر [1]	قافلہ قریش			9		اول دشمن کا اسباب لوٹ لیا۔ پھر حکم نبوی ﷺ کے صادر ہونے پر سب کچھ واپس کر دیا۔	ابوجندل مکہ میں مسلمان ہو گیا تھا۔ اسے قریش نے قید کر دیا۔ اس نے جیل خانہ ہی میں تبدیل اسلام کر کے کافی تعداد کو مسلمان کر لیا۔ پھر بھاگ گیا۔ مکہ اور شام کی راہ پر ایک پہاڑ پر جا ٹھہرا۔ اب قریش کا جو فریق جنگ تھا قافلہ لوٹ لیا۔ حضور ﷺ نے اسباب واپس دلا دیا۔ ابوجندل کو مدینہ بلا لیا۔
53	سریہ کدید صفر 7ھ	60 غالب بن عبداللہ لیثی	بنوملوح	1				خفیف لڑائی ہوئی۔	بنوملوح نے اصحاب بشیر بن سوید کو قتل کر دیا تھا۔ ان کی تنبیہ کے لیے یہ سریہ بھیجا گیا۔
54	سریہ فدک صفر 7ھ	غالب بن عبداللہ لیثی	اہل فدک						کچھ دشمن لوگ مارے گئے۔
55	سریہ حسمی جمادی الآخر 7ھ	500 زید بن حارثہ	102 ہنید بن عوص جزری			100	2	مسلمانوں کو فتح ہوئی، ہنید اور اس کا فرزند مارا گیا۔ باقی کو بعد توبہ چھوڑ دیا گیا۔	دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ کی جانب سے سفیر بن کر ہرقل قیصر کے پاس گئے۔ اب واپس آ رہے تھے قیصر کے تحائف بھی ان کے پاس تھے۔ ہنید نے ان کو لوٹ لیا۔ ان ڈکیتوں کی گرفتاری کے لیے حضرت زید رضی اللہ عنہ بھیجے گئے۔

[1] ابوجندل کا نسب نبی ﷺ کے ساتھ لوی بن غالب (دیکھو نسب نبوی نمبر 9) میں شامل ہوتا ہے۔ خلافت فاروق رضی اللہ عنہ میں شام کو غزا کرتے ہوئے انتقال کیا۔ ان کے بھائی عبداللہ بن سہیل رضی اللہ عنہ بدری ہیں۔

56	سریہ تربہ	30 عمر فاروق ؓ	اہل تربہ					دشمن منتشر ہوگیا۔	تربہ مکہ سے دو منزل پر ہے۔ یہاں کے لوگ بنو غطفان (نمبر 51) کے ساتھ شامل تھے۔ ان کی سرحد پر مظاہرہ کیا گیا۔
57	سریہ بنوکلاب	ابوبکر صدیق ؓ	بنوکلاب					فتح ہوئی، دشمن بھاگ گیا۔ دشمن کچھ مرے، کچھ قید ہوئے۔	یہ لوگ بنو محارب بنو انمار وغیرہ کے ساتھی اور مسلمانوں پر حملہ کرنے کی تیاریاں کرتے تھے۔
58	سریہ منقعہ رمضان 7ھ	غالب بن عبداللہ لیثی ؓ	اہل منقعہ					خفیف لڑائی ہوئی۔	یہ لوگ اہل خیبر کے اتحادی تھے۔
59	سریہ خربہ رمضان 7ھ	اسامہ بن زید ؓ [1]	اہل خربہ						حضرت اسامہ مع ہمراہیان چلے آتے تھے راہ میں ایک شخص پہاڑ سے نیچے اترتا ہوا سیدھا ان کی طرف آیا۔ اسامہ نے باوجود اس کے کلمہ شہادت پڑھنے کے تلوار سے مار دیا۔ پس ایک مسلمان مارا گیا۔
60	سریہ بنی مرہ شوال 7ھ	30 بشیر بن سعد ؓ	بنی مرہ قریب فدک					خفیف لڑائی ہوئی	یہ لوگ اہل خیبر کے اتحادی تھے۔

[1] اسامہ بن زید ؓ نبی ﷺ کو بہت پیارے تھے۔ ان کی والدہ ام ایمن ؓ ہیں جن کو حضور ﷺ امی بعد امی فرماتے۔ ان کے والد زید بن حارثہ ؓ ہیں۔ جن پر آپ ﷺ کی شفقت کو دیکھ کر لوگ ان کو زید بن محمد کہنے لگے۔ 54ھ میں وفات پائی۔ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے وقت ان کی عمر 18 تا 20 برس تھی۔

61	سریہ بشیر بن سعد انصاری شوال 7ھ	30 پیادہ بشیر بن سعد بن ثعلبہ انصاری الخزرجی (رضی اللہ عنہ) ①	اہل فزارہ وعذرہ	30		2		سب مسلمان تیروں سے زخمی ہوئے۔ دشمن کے دو کس گرفتار ہوئے۔	فزارہ وعذرہ نے جنگ خیبر میں یہودیوں کو مدد دی تھی۔ ان کی تنبیہ کے لیے یہ سریہ بھیجا گیا تھا۔ صرف مظاہرہ مقصود تھا۔
62	سریہ ابن ابو العوجا ذی الحجہ 7ھ	50 پیادہ ابن ابی العوجا (رضی اللہ عنہ)	بنو سلیم	1	49			ابن ابی العوجا زخمی ہوئے باقی سب شہید ہوئے۔	دشمن کی سرحد پر مظاہرہ کیا کیونکہ یہ مدینہ پر حملہ کی تیاری کرتے تھے۔
63	سریہ ذات اطلح ربیع الاول 8ھ	15 کعب بن عمیر الانصاری الغفاری (رضی اللہ عنہ) ②	ساکنان ذات اطلح بنو قضاعہ		14			سب مسلمان شہید ہوئے۔ ایک صحابی جانبر ہوئے۔	یہاں کے لوگ تعداد کثیر میں فراہم ہو کر مسلمانوں پر حملہ آور ہونا چاہتے تھے۔ ان کو مرعوب کرنے کے لیے ایک دستہ بھیجا گیا۔ دشمن بہت بڑی تعداد میں تھا۔ سب مسلمان شہید ہوئے۔
64	سریہ ذات عرق ربیع الاول 8ھ	25 شجاع بن وہب اسدی (رضی اللہ عنہ) ③	بنو ہوازن مقیم ذات عرق					لڑائی نہ ہوئی۔ دشمن کے کچھ اونٹ ملے۔	بنو ہوازن چند بار دشمنوں کو مدد دے چکے تھے۔ اب انھوں نے مدینہ سے پانچ منزل پر پھر فراہمی لشکر کا کام شروع کر دیا تھا اور بہت لوگ جمع ہو گئے تھے۔ اس لیے اس ان کو مرعوب کرنے کے لیے مظاہرہ کیا۔

① عقبی بدری سب سے اول بیعت صدیقی میں داخل ہوئے عین التمر پر شہید ہوئے۔ ② اصحاب بزرگ میں سے ہیں۔
③ حبشہ و مدینہ کی ہجرت اور جملہ مشاہدہ میں حاضر ہوئے۔ حارث غسانی اور جبلہ غسانی کے پاس سفیر نبوی (ﷺ) بن کر گئے تھے۔ جنگ یمامہ میں شہید ہوئے۔

65	سریہ موتہ جمادی الاول 8ھ	3000 زید بن حارثہ ؓ	10,0000 شرحبیل غسانی		12		تعداد معلوم نہیں ہوئی	مسلمانوں کو فتح ہوئی۔	آنحضرت ﷺ کے سفیر حارث بن عمر ازدی کو شرجیل نے قتل کروا دیا تھا۔ اس لیے جنگ ہوئی۔ اگرچہ مسلمانوں کی فوج میں بھی نقصان ہوئے مگر تین ہزار (3000) نے ایک لاکھ کو شکست دی۔
66	سریہ ذات السلاسل جمادی الآخر 8ھ	500 عمرو بن العاص قرشی السہمی ؓ [1]	بنو قضاعہ مقیم ذات السلاسل					مسلمانوں کے مظاہرہ سے دشمن منتشر ہو گیا۔	بنو قضاعہ بنو القین مدینہ پر حملہ کرنے کے لیے جمع ہو گئے تھے۔ عمرو بن العاص کی سرداری میں اس مہم کی یہ وجہ خاص بھی تھی کہ ان کی دادی اس قوم کی تھی اور یہ اس علاقہ سے خوب واقف تھے۔
67	سریہ سیف البحر رجب 8ھ	300 ابو عبیدہ بن الجراح ؓ	قریش					سمندر کے کنارے چند روز ٹھہر کر واپس آ گئے۔	اس سریہ کا مقصد صرف یہ تھا کہ قریش کی توجہ منتشر ہو جائے۔
68	سریہ محارب شعبان 8ھ	15 ابو قتادہ الانصاری ؓ [2]	بنو غطفان مقیم خضرہ واقع نجد					دشمن خوف زدہ ہو کر بھاگ گیا۔ کچھ مویشی ہاتھ آئے۔	بنو غطفان جو چند بار پیشتر حملہ آور ہو چکے تھے۔ اب پھر مقام خضرہ پر جمع ہو رہے تھے۔ پندرہ کس کا ایک دستہ خبر کے لیے بھیجا گیا۔

[1] صفر 8ھ مسلمان ہوئے۔ نبی ﷺ نے ان کو والی عمان بنا دیا تھا۔ حضرت عمر ؓ نے والی فلسطین بنایا۔ پھر مصر فتح کیا۔ واقعہ تحکیم اور صفین کے متعلق ان کے بڑے بڑے واقعات ہیں۔

[2] فارس رسول خطاب ہے۔ مشاہدہ نبوی ﷺ اور مشاہدہ مرتضوی ؓ میں شامل رہے۔ 40ھ کو کوفہ میں وفات پائی۔ حضرت علی ؓ نے ان کی نماز جنازہ سات (7) تکبیروں سے پڑھائی۔

69	غزوہ فتح مکہ رمضان 8ھ	10000 نبی کریم ﷺ	قریش مکہ		2		12	فتح ہوئی۔	علماء میں اختلاف ہے کہ مکہ فتح ہوا ہے یا داخلہ صلح سے تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ نبی ﷺ نے حکم دیا تھا کہ لشکر مکہ کو جائے اور جب تک کوئی مسلح دستہ مزاحم نہ ہو ہتھیار کا استعمال نہ کیا جائے۔ لشکر شہر میں مختلف راستوں سے داخل ہوا۔ صرف ایک دستہ فوج کی مزاحمت ہوئی۔ نبی ﷺ نے قبضہ شہر کے بعد سب کو عام معافی دی۔
70	سریہ خالد بن ولید رمضان 8ھ	خالد بن ولید ؓ	بت خانہ عزیٰ						عزیٰ قبیلہ بنو کنانہ کا بت تھا۔ اسے خالد بن ولید ؓ نے توڑ دیا تھا۔
71	سریہ عمرو بن العاص رمضان 8ھ	عمرو بن العاص ؓ	بت خانہ سواع						سواع قبیلہ بنو ہذیل کا بت تھا۔ عمرو بن العاص ؓ نے توڑا تھا۔
72	سریہ سعد اشہلی رمضان 8ھ	سعد بن زید اشہلی الانصاری ؓ [1]	بت خانہ منات						منات قبیلہ اوس وخزرج کا بت تھا۔ سعد اشہلی نے توڑا تھا۔
73	سریہ خالد بن ولید شوال 8ھ	350 خالد بن ولید ؓ	بنو خزیمہ				95	بنو خزیمہ کے جو پہلے ہی سے اسلام لا چکے تھے۔ 95 کس قتل کیے گئے۔ نبی ﷺ اس قتل سے ناخوش ہوئے۔ اور مقتولین کا خون بہا ادا کیا۔	حضرت خالد ؓ تبلیغ اسلام کے لیے بھیجے گئے تھے۔ بنو خزیمہ پہلے ہی سے اسلام لا چکے تھے۔ حضرت خالد ؓ کو ان کی بابت شک ہوا ان کے آدمی قتل کیے گئے۔

[1] عقبہ بدری ہیں۔ جملہ مشاہد نبوی ﷺ میں ملتزم رکاب رہے۔

74	غزوہ حنین یا اوطاس یا ہوازن ۔شوال 8ھ	12000 نبی کریم ﷺ	بنو ہوازن، بنو ثقیف بنو مضر، بنو جسم وغیرہ		6	6000	71	فتح ہوئی۔	سب قیدی آنحضرت ﷺ نے بلا معاوضہ چھوڑ دیے تھے۔ قیدیوں کو کپڑے بھی عطا فرمائے تھے۔
75	غزوہ طائف شوال 8ھ	12000 نبی کریم ﷺ	بنو ثقیف	جمع کثیر	13	جمع کثیر		ایک ماہ کے محاصرہ کے بعد نبی ﷺ چلے۔	محاصرہ اٹھا لینے کے بعد لوگ از خود حاضر ہو کر اسلام لائے۔
76	سریہ عیینہ بن حصین محرم 9ھ	50 سوار عیینہ بن حصین بن حذیفہ بن بدر الفزاری رضی اللہ عنہ [1]	قبیلہ بنو تمیم			62		عام بغاوت کا انسداد ہو گیا۔	اس قبیلہ نے ماتحت قبائل کو بہکایا اور ادائے خراج سے منع کیا۔ پھر عیینہ کے جانے سے بھاگ گئے۔ وہ 11 مرد 21 عورتیں، 30 بچے قید کر لائے۔ جب ان کے سردار مدینہ میں حاضر ہوئے نبی ﷺ نے سب قیدیوں کو چھوڑ دیا۔
77	سریہ قطبہ بن عامر صفر 9ھ	20 قطبہ بن عامر رضی اللہ عنہ	قبیلہ خثعم	نصف سے زیادہ		اکثر		منتشر ہو گئے۔	مسلمانوں کے خلاف سازش کرنے کی تیاری کر رہے تھے۔ کچھ لوگوں کو حضرت قطبہ رضی اللہ عنہ اسیر کر لائے تھے۔ نبی ﷺ نے ان کو چھوڑ دیا۔
78	سریہ ضحاک بن سفیان کلابی ربیع الاول 9ھ	ضحاک رضی اللہ عنہ	قبیلہ بنو کلاب						مسلمان بنو کلاب کی تعلیم کے لیے بھیجے گئے۔ کفار نے مزاحمت کی۔ مقابلہ ہوا اہل سریہ کی تعداد کسی کتاب میں نہیں ملی۔ معدودے چند ہوں گے۔

[1] بنو فزارہ کا سردار نبی ﷺ نے اسے احمق مطاع بتایا تھا۔ جنا کش جنگ ہونے نبی ﷺ سے عرض کیا کہ اس کی بیوی بہت خوبصورت ہے۔ منشا ہو تو اس سے نکاح فرمائیں۔ آنحضرت ﷺ نے ہنس کر ٹال دیا۔

79	سریہ عبداللہ بن حذافہ ربیع الاول 9ھ	300 عبداللہ بن حذافہ قرشی السہمی رضی اللہ عنہ [1]	حبشی لوگ بحری ڈکیت					دشمن منتشر ہو گیا۔	بحری ڈکیت تھے۔ ساحل جدہ پر جمع ہو گئے تھے اور مکہ پر حملہ کرنے کی تیاری کرتے تھے۔ اس سریہ کے جانے سے منتشر ہو گئے۔
80	سریہ بنو طے 9ھ	150 علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ	بنو طے			مسماۃ سفانہ دختر حاتم مع دیگر مردم		نبی ﷺ نے سب کو چھوڑ دیا اور دختر حاتم کو با کرام رخصت فرمایا۔	
81	غزوہ تبوک رجب 9ھ	30000 نبی کریم ﷺ	قیصر ہرقل					سرحد پر مظاہرہ کرنے اور دشمنوں کو مرعوب کرنے کے بعد واپس تشریف لائے۔	پتا لگا تھا کہ قیصر و ہرقل مدینہ پر حملہ کرنا چاہتا ہے۔ تا کہ جنگ موتہ (نمبر 65) کا داغ دھویا جائے۔ آنحضرت ﷺ سرحد پر تشریف لے گئے۔ اس سے دشمن پر رعب چھا گیا اور جنگ کا عزم ترک کر دیا۔
82	سریہ دومۃ الجندل	420 خالد بن ولید رضی اللہ عنہ	اکیدر والی دومۃ الجندل					اکیدر والی دومۃ الجندل قید اور اس کا بھائی قتل ہوا۔	اکیدر کو نبی ﷺ نے پھر بحال کر دیا۔ دیگر عیسائی حکومتوں کے ساتھ معاہدات کر لیے گئے

[1] نبی ﷺ کے سفیر بجانب کسریٰ۔ مہاجرین اولین سے ہیں۔ ہجرت حبشہ کی۔ طبیعت میں مذاق بہت تھا۔ بعد خلافت فاروق رضی اللہ عنہ عیسائیوں کے ہاتھ میں قید ہو گئے تھے۔ ہرقل نے عیسائی بنانے کی بہت کوشش کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو محفوظ رکھا۔ مصر میں وفات پائی۔

جدول واقعات عظیمہ متعلق سیرت نبویہ ﷺ

نمبر شمار	واقعات	یوم	سنہ قمری اسلامی					سن شمسی عیسوی			سنہ قمری
			تاریخ	ماہ	قمری ولادت	سنہ نبوت	سنہ ہجرت	تاریخ	ماہ	سال	عیسوی
1	ولادت باسعادت	دوشنبہ	9	ربیع الاول	1		//	20/22	اپریل	571	588
2	بعثت نبوت	//	9	ربیع الاول	41	1	//	9/12	2	610	628
3	نماز فجر عصر کا مسلمانوں پر فرض ہونا	//	9	ربیع الاول	41	1	//	//	//	//	//
4	آغاز نزول قرآن مجید	شب جمعہ	17	رمضان	41	1	//	14/17	8	610	628
5	ہجرت صحابہ بملک حبش	//	17	رجب	45	5	//	//	4	614	632
6	نبی ﷺ کا محصور ہونا	سہ شنبہ	یکم	محرم	47	7	//	30/3	9/10	615	634
7	سفر طائف	//	//	جمادی الثانی	50	10	//	//	2	619	637
8	معراج وفرضیت نماز خمسہ	دوشنبہ	27شب	رجب	50	10	//	شب19/22	مارچ	619	637
9	ابتدائے ایمان اہل مدینہ	دوشنبہ	27شب	ذی الحجہ	50	10	//	شب19/22	7	619	637
10	بیعت عقبہ اولیٰ	//	//	ذی الحجہ	52	12	//	//	7	621	639
11	بیعت عقبہ ثانیہ	//	//	ذی الحجہ	52	12	//	//	6	622	640

12	ہجرت از مکہ و داخلہ غار	شب جمعہ	27	صفر	54	14	1	شب10/13	9	622	641
13	داخلہ قبا	دوشنبہ	8	ربیع الاول	54	14	1	20/23	6	622	641
14	داخلہ مدینہ طیبہ	جمعہ دوشنبہ	22	ربیع الاول	54	14	1	4/7	10	622	641
15	بنیاد مسجد نبوی ﷺ	دوشنبہ	//	ربیع الاول	54	14	1	//	10	622	641
16	ظہر و عصر و عشاء کی نمازوں میں اضافہ	//	//	ربیع الثانی	54	14	1	//	10	622	641
17	تحویل قبلہ	شنبہ	15	شعبان	55	15	2	11/14	2	624	642
18	فرضیت کے بعد رمضان کا پہلا روزہ	یکم شنبہ	یکم	رمضان	55	5	2	26/29	2	624	642
19	فرضیت زکوٰۃ	//	//	//	55	15	2	//	2	624	642
20	فرضیت جہاد	//	//	//	55	15	2	//	2	624	642
21	جنگ بدر کا دن	سہ شنبہ	17	رمضان	55	15	2	13/16	3	624	643
22	تحریم خمر	//	//	//	56	16	3	//	//	625	643
23	حکم حجاب نساء	جمعہ	یکم	ذی قعدہ	57	17	4	4/7	4	626	644
24	تبلیغ اسلام بسلاطین عظام	چہار شنبہ	یکم	محرم	60	20	7	11/14	5	628	647
25	فتح المبین مکہ	پنج شنبہ	20	رمضان	61	21	8	11/14	1	630	648
26	فرضیت حج	//	//	//	63	22	9	//	1	631	649
27	اولین حج اسلام جو امامت صدیق اکبر ہوا	دوشنبہ	9	ذی الحج	62	22	9	18/21	3	631	649

28	حج الوداع نبی ﷺ	جمعہ	9	ذی الحج	63	23	10	2/9	3	632	650
29	ابتدائے مرض نبوی	دوشنبہ	29	صفر	64	24	11	25/28	5	632	651
30	وفات پر آیات	چاشت دوشنبہ	13	ربیع الاول	64	24	11	8/11	6	632	651
31	تدفین پیکر اطہر	شب چہارشنبہ 23 گھنٹے بعد از وفات	14	ربیع الاول	64	24	11	9/12	6	632	651

قارئین چشم بصیرت سے ملاحظہ فرمائیں کہ اس نقشہ میں:

اوّل: سیف البحر نمبر 1، رابغ نمبر 2، نخلہ نمبر 8 بھی درج ہیں، حالانکہ یہ دستے محض گرداوری تھے، جوان راستوں پر بھیجے گئے تھے۔ جو مکہ سے مدینہ کو آتے ہیں۔ اس لیے قریش جیسا خونخوار کینہ توز دشمن مسلمانوں کو بے خبری ہی میں آ کرنہ دبالے۔

محض سفر

دوم: اسی نقشہ میں غزوہ ودان نمبر 4 غزوہ بواط نمبر 5 غزوہ ذوالعشیرۃ نمبر 7 درج ہیں۔ حالانکہ یہ محض سفر تھے۔ ان کا مقصود وعظ وہدایت فرمانا بھی تھا۔ اور قبائل سے معاہدات کر لینا بھی تا کہ وہ مسلمانوں کے خلاف ان کے دشمن قریش سے اتحاد نہ کر لیں۔

تبلیغ

اسی فہرست میں سریہ دومۃ الجندل نمبر 42 بھی ہے، حالانکہ یہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا ایک سفر تھا، جو عیسائی آبادی کی تبلیغ کے لیے بھیجا گیا تھا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ خاص دومۃ الجندل ہی میں جا کر اترے تھے اور تین روز برابر وعظ و پند ہی فرماتے رہے تھے اور اسی کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہاں کا سردار مسلمان ہو گیا تھا۔

اشتباہ

اس نقشہ میں سریہ قریظہ نمبر 33 بھی شامل ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ محمد بن مسلمہ کو چند شخص ملے، انھوں نے دشمن سمجھ کر ان کے سردار کو پکڑ لیا۔ نبی ﷺ نے تفحص کے بعد اسے (ثمامہ بن اثال) کو چھوڑ دیا اور وہ خلق محمدی پر فریفتہ ہو کر مسلمان ہو گیا۔ اس فہرست میں ایسے واقعات بھی درج ہیں جنھیں قانونی اصطلاح میں صرف قتل 302 تعزیرات ہند یا ڈکیتی 395 یا قتل مع ڈکیتی 396 کہا جاتا ہے۔ اس ضمن میں وہ واقعات بھی ہیں کہ

① مسلمانوں کے خلاف کسی حرکت کا ارتکاب ہوا۔

مثلاً کرز بن جابر مدینہ سے مسلمانوں کے مویشی لوٹ کر لے گیا۔ مسلمانوں کو خبر ہوئی تو انھوں نے تعاقب کیا۔ نبی ﷺ بھی شامل ہو گئے۔ نقشہ میں اسی کا نام غزوہ سفوان نمبر 6 ہے۔ ذرا غور کرنا چاہیے کہ ایسے واقعہ کی نسبت کوئی کہہ سکتا ہے کہ غزوہ نبوی ﷺ کفار کے خلاف اسلام قبول کرانے کے لیے تھا؟

مثلاً عمرو بن امیہ یک وتنہا مکہ سے مدینہ اس لیے آیا تھا کہ داؤ پا کر نبی ﷺ کو قتل کر ڈالے۔ وہ آیا اور چہرہ انور کی زیارت کرتے اور کلام مبارک کے سنتے ہی مسلمان ہو گیا اور پھر گھر کو چلا گیا۔ اس نقشہ میں اسے سریہ عمرو بن امیہ نمبر 47 درج کیا گیا ہے۔

مثلاً مرض استسقا کے چند مریض نبی ﷺ کی خدمت میں آئے، نبی ﷺ نے ان کو بہ مقام عرینہ اپنے چرواہوں کے پاس رکھا، وہ اونٹ کا دودھ اور پیشاب پی کر اچھے ہو گئے۔ پھر چرواہوں کو قتل کر کے اونٹ بھی لوٹ کر لے گئے۔ مسلمانوں نے ان کا تعاقب کیا اور پکڑ لیا۔ قتل مع ڈکیتی کے جرم میں وہ بھی کیفر کردار کو پہنچائے گئے۔ اس نقشہ میں اسے سریہ کرز بن جابر نمبر 46 درج کیا گیا ہے۔

مثلاً بنو غطفان نے غابہ میں ڈکیتی کی۔ نبی ﷺ کے چرواہے کو قتل کر کے اس کی جورو اور اونٹوں کو لے گئے خبر ہونے پر نبی ﷺ

نے ان کا تعاقب کیا۔ نقشہ میں اس کا نام غزوہ ذی قردہ یا غزوہ غابہ نمبر 35 درج ہے۔

مثلاً ہنید بن عوص کے ڈکیتوں کے گروہ نے حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کو لوٹ لیا تھا۔ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سفیر تھے اور ہرقل کے پاس سفارت پہنچا کر واپس آ رہے تھے۔ ڈکیتوں نے وہ تمام تحائف بھی لوٹ لیے تھے جو ہرقل نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ارسال کیے تھے۔ ان ڈکیتوں کی سزادہی کے لیے ایک افسر مقرر کیا گیا۔ اس نقشہ میں اسے سریہ حسمی نمبر 55 درج کیا گیا ہے۔

مثلاً زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے قافلہ تجارت کو قوم فزارہ نے جو زیر سرداری ام قرفہ تھے لوٹ لیا تھا۔ ان کی گرفتاری کے لیے ایک افسر مامور ہوا۔ اس نقشہ میں سریہ ام قرفہ نمبر 44 کے نام سے درج ہے۔

مثلاً سریہ قطن کی بھی یہی حالت ہے کہ ڈکیتی پیشہ گروہ کے منتشر اور مرعوب کرنے کے لیے ایک جمعیت بھیجی گئی تھی اور وہ نقشہ میں سریہ نمبر 21 درج ہے۔

② ایسے واقعات بھی موجود ہیں جو مسلمانوں سے غیر مسلموں کے مقابلہ میں ہوئے۔

- مثلاً عمیر بن عدی نے اپنے قبیلہ کی ایک عورت عصماء نامی کو جو غالباً ان کی بیوی بھی رہ چکی یا رشتہ کی بہن تھی، قتل کر ڈالا تھا۔ سریہ نمبر 10۔
- مثلاً سالم بن عمیر نے ایک یہودی کو قتل کر ڈالا تھا۔ سریہ نمبر 11
- مثلاً محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے اپنے برادر رضاعی کعب بن اشرف یہودی کو قتل کر ڈالا تھا۔ سریہ نمبر 16۔
- مثلاً عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ نے سفیان بن خالد ہذلی کو قتل کر ڈالا تھا۔ سریہ نمبر 22۔
- مثلاً عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ نے سلام بن ابی الحقیق یہودی کو مار ڈالا تھا۔ سریہ 31

یہ سب ایسے واقعات ہیں، جن کا نام جنگ کے نام سے ہرگز نہیں کیا جا سکتا۔ گو ہم یہ بھی تسلیم کر لیں کہ مقتولوں کے کشتنی و گردن زدنی ہونے کی وجہ سے یا قاتلوں کے صرف جوش مذہبی کی وجہ سے ان کا ارتکاب ہوا تھا۔

واعظین اسلام کا قتل

اسی نقشہ کے اندر واقعہ رجیع بھی ہے۔ چند لوگ دس (10) واعظوں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے اپنے ساتھ لے گئے۔ اپنے علاقہ میں لے جا کر آٹھ (8) کو قتل دو (2) کو فروخت کر ڈالا۔ نقشہ میں اس کا نام سریہ رجیع نمبر 23 ہے۔ اس واقعہ کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے علاقہ تک دو سو (200) سواروں کو لے کر گرداوری کر کے واپس تشریف لے آئے تھے، جس سے مقصود ان سرکشوں کو صرف مرعوب کر دینا تھا۔ وہ اس نقشہ میں غزوہ لحیان نمبر 34 کے نام سے درج ہے۔

مقام ذی القصہ پر بھی ایسا ہی ہوا۔ دس عالمانِ دین تبلیغ کے لیے نکلے تھے۔ رات کو ایک جگہ سوئے، بنو ثعلبہ نے حملہ کر کے ان میں سے نو 9 کو شہید کر ڈالا۔ ایک سخت زخمی ہوئے۔ اس نقشہ میں وہ سریہ بنی القصہ نمبر 37 درج ہے۔ ان بنو ثعلبہ کے مرعوب کرنے کو دو سردار بھیجے گئے۔ وہ سریہ نمبر 38 و سریہ نمبر 40 کے نام سے درج ہے۔ علیٰ ھذا ملک نجد کے لیے ستر (70) واعظ بھیجے گئے تھے۔ والی نجد کا چچا ان کی حفاظت کا خود ذمہ دار بنا تھا۔ جب وہ اس کے علاقہ میں پہنچے تو حملہ کر کے سب کو شہید کر ڈالا۔ ایک مسلمان سخت زخمی ہو کر جانبر ہو

گیا۔ نقشہ میں اس کا نام سریہ بیئر معونہ نمبر 24 ہے۔

③ بعض واقعات صرف غلط فہمی سے وقوع میں آئے تھے۔

مثلاً اسیر بن رزام یہودی اپنے تیس (30) آدمیوں کے ساتھ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کی معیت میں مدینہ کو آ رہا تھا۔ آنحضرت ﷺ نے اسیر کو اس لیے طلب فرمایا تھا کہ اسے اس کے قبیلہ کا سردار بنایا جائے ابن رواحہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی تیس (30) ہی مسلمان تھے۔ ایک ایک اونٹ پر ایک مسلمان، ایک یہودی سوار تھا۔

اسیر نے چپکے سے عبداللہ کی تلوار پر ہاتھ ڈالا۔ انھوں نے اونٹ سے نیچے کود کر اسیر کے ضرب لگائی، اس نے عبداللہ کو ضرب لگائی۔ سرداروں کو آپس میں لڑتے دیکھ کر ہمراہی بھی لڑ پڑے۔ تیس (30) مسلمانوں نے تیس (30) یہودیوں کا خاتمہ کر دیا۔ اس نقشہ میں یہ سریہ عبداللہ بن رواحہ نمبر 45 کے نام سے درج ہے۔

اس واقعہ میں کوئی شخص یہودیوں کو مقتول اور مسلمانوں کو قاتل سمجھ کر اس کو غلط فہمی پر محمول نہ کرے، لیکن خود مسلمانوں کے اندر باہمی بھی ایسی غلط فہمیاں ہوئی ہیں۔

مثلاً خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بنو خزیمہ میں تبلیغ اسلام کرنے گئے تھے۔ وہ پہلے ہی مسلمان ہو چکے تھے۔ انھوں نے لشکر اسلام کی آمد سنی تو مسلح ہو کر آگے بڑھے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ ان کے مسلح ہونے کی وجہ سے غلطی میں پڑ گئے۔ بنو خزیمہ سے یہ غلطی ہوئی کہ انھوں نے اَسْلَمْنَا اَسْلَمْنَا کہنے کی بجائے اَصْبَانَا اَصْبَانَا کا لفظ استعمال کیا۔ ان غلطیوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے کچھ سواروں نے قبیلہ کے کچھ آدمیوں کو قتل کر ڈالا۔ اس نقشہ میں اس کا نام سریہ خالد نمبر 73 ہے۔

ایسا ہی واقعہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کا ہے۔ ان کو ایک مسلمان دشمن کے ملک میں ملا۔ اس نے مسلمان ہونے کا اظہار بھی کیا، مگر ان کا شبہ رفع نہ ہوا اور قتل کر دیا۔ وہ اس نقشہ میں سریہ خربہ نمبر 59 کے نام سے درج ہے۔

ایسا ہی ایک واقعہ عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ کا ہے۔ انھوں نے دو شخصوں کو بیر معونہ کے قریب دیکھا اور ان کو 69 مسلمانوں کے قاتلوں میں سے سمجھا اور مار ڈالا۔ نبی کریم ﷺ نے ان کی دیت ادا کی۔ اس نقشہ میں وہ سریہ بیر معونہ نمبر 25 کے نام سے درج کیا۔

اس سے بھی عجیب تر سریہ نمبر 70 و سریہ نمبر 71 و سریہ نمبر 72 ہیں۔ ان کا خلاصہ تو یہ ہے کہ یہ قبائل مسلمان ہو گئے تھے اور ان ہی کی مرضی کے موافق ان بت خانوں کو گرایا گیا مگر اس نقشہ میں ان کا اندراج سرایا کے نام سے ہے۔

تفصیلات بالا سے ایک تحقیق پسند دوست شخص سمجھ سکے گا کہ عنوان غزوات و سرایا کے تحت میں صرف لڑائیاں ہی درج نہیں کی گئیں بلکہ نبی ﷺ یا مسلمانوں کا ہر قسم کا سفر درج ہے۔ ہم اس نقشہ کے اندر اگر اصلی لڑائیوں کا انتخاب کرنے لگیں تو ان کا شمار بہت کم نکلے گا۔

بدر نمبر 9، احد نمبر 19، غزوہ احزاب نمبر 30، خیبر نمبر 49، فتح مکہ نمبر 69، غزوہ حنین نمبر 74، بے شک لڑائیاں ہیں مگر نقشہ میں ان کی تعداد کو بھی بڑھانے کی سعی کی گئی ہے۔

مثلاً غزوہ حمراء الاسد نمبر 20 کو غزوہ احد سے علیحدہ شمار کیا گیا ہے۔ حالانکہ احد پہلے دن کی لڑائی کا نام ہے اور حمراء الاسد نمبر 30 دوسرے دن کے تعاقب یا تجسس دشمن کا۔ پھر اس کا شمار علیحدہ کیوں کر ہو سکتا تھا۔

میں چاہتا ہوں کہ جملہ غزوات وسرایا کو ان کے مناسب عنوانات کے تحت میں درج کردوں تا کہ قارئین کتاب میرے مدعا کو بخوبی ذہن نشین فرمالیں۔

1. تکمیل معاہدات وتبلیغ اسلام ومواعظ کے لیے سفر

غزوہ ودان نمبر 4، غزوہ بواط نمبر 5 غزوہ ذوالعشیرہ نمبر 7، سریہ دومۃ الجندل نمبر 42 غزوہ حدیبیہ نمبر 8۔

2. حملہ آور دشمن کے احوال کی دریافت۔

سیف البحر نمبر 1، رابغ نمبر 2، ضرار نمبر 3، سریہ نخلہ نمبر 8، سریہ قردہ نمبر 18، سریہ ابوقتادہ نمبر 68۔

3. گرداوری تا سرحد حملہ آوران جس کا مقصود دشمن کو مرعوب کر کے اس کو حملہ آوری سے روکنا تھا۔ غزوہ قرقرۃ الکدر نمبر 14، سریہ قرقرۃ الکدر نمبر 15، غزوہ ذی امر نمبر 17، بدر اخریٰ نمبر 27، غزوہ دومۃ الجندل نمبر 28، سریہ قریظہ نمبر 33، غزون بنولحیان نمبر 34، سریہ غمر نمبر 36، سریہ بنو ثعلبہ نمبر 38، سریہ جموم نمبر 39، سریہ طرف نمبر 40، سریہ وادی القریٰ نمبر 41، سریہ فدک نمبر 43، غزوہ وادی القریٰ نمبر 50، غزوات ذات الرقاع نمبر 51، سریہ عیص نمبر 52، سریہ کدید یا سریہ غالب نمبر 53، سریہ غالب نمبر 54، سریہ تربہ نمبر 56، سریہ بنوکلاب نمبر 57، سریہ منقعہ نمبر 58، سریہ بنو مرہ نمبر 60، سریہ بشیر نمبر 61، سریہ ابن ابی العوجا نمبر 62، سریہ کعب بن عمیر نمبر 63، سریہ شجاع بن وہب نمبر 64، سریہ عمرو بن العاص نمبر 66، سریہ ابوعبیدہ نمبر 67، سریہ ابوقتادہ نمبر 68، سریہ عیینہ نمبر 76، سریہ قطبہ نمبر 77، غزوہ تبوک نمبر 81، سریہ دومۃ الجندل نمبر 82۔

4. سزادہی گروہ ڈکیتی پیشگاں: سریہ حسمی نمبر 55، سریہ ام قرفہ نمبر 44، سریہ عرنیئین نمبر 46۔

5. تعاقب ڈکیتاں: غزوہ سفوان نمبر 6، سریہ قطن نمبر 21، غزوہ ذی قردہ یا غزوہ غابہ نمبر 35، سریہ عبداللہ بن حذافہ نمبر 79۔

6. معاہد اقوام کی جانب سے بغاوت اور غدر اور بلوے اور ان کے انجام: غزوہ بنو قینقاع نمبر 12' سریہ رجیع نمبر 23' سریہ بیر معونہ نمبر 24، غزوہ بنونضیر نمبر 26' سریہ بنومصطلق نمبر 29' غزوہ بنوقریظہ نمبر 32' سریہ ذی القصہ نمبر 37' سریہ بنی طے نمبر 80۔

7. غلط فہمیاں: سریہ عمرو بن امیہ نمبر 25' سریہ عبداللہ بن رواحہ نمبر 45' سفر عمرو بن امیہ نمبر 47' سریہ خربہ نمبر 59' سریہ خالد نمبر 73' سریہ ضحاک بن سفیان نمبر 47۔

8. بت شکنی: سریہ خالد نمبر 70' سریہ عمرو بن العاص نمبر 71' سریہ سعد اشہلی نمبر 72

9. جنگ: بدر الکبریٰ نمبر 9' غزوہ احد نمبر 19' غزوہ احزاب نمبر 30' غزوہ خیبر نمبر 49' سریہ موتہ نمبر 65' فتح مکہ نمبر 69' غزوہ حنین نمبر 74۔

10. تعاقب دشمناں: غزوۃ السویق نمبر 13' حمراء الاسد نمبر 20' غزوہ طائف نمبر 75۔

11. لوکل یا پرسنل واقعات مقامی یا شخصی: سریہ عمیر نمبر 10' سریہ عالم نمبر 11' سریہ محمد بن مسلمہ نمبر 16' سریہ ابن انیس نمبر 22' سریہ ابن عتیک نمبر 31

امید ہے کہ صراحت بالا کا علم اور اس پر غور کے بعد اس نقشہ کا طول جو ہم غزوات وسرایا کی بابت دے آئے ہیں' بہت مختصر نظر

آنے لگے گا' لیکن ہم قارئین کتاب کو اس مسئلہ کے ہر پہلو سے واقف کرنا چاہتے ہیں کہ بصیرت کامل ہو جائے۔

غزوات وسرایا کی تقسیم ہر فرقہ بندی پر کرتے ہیں تا کہ معلوم ہو سکے کہ کن کن قبائل کے ساتھ یہ جھگڑے ہوئے شخصی واقعات کو جن کا شمار (5) ہے، چھوڑ دیا گیا۔

1 قریش مکہ

سیف البحر نمبر 1، رابغ نمبر 2' ضرار نمبر 3، بواط نمبر 5، سفوان نمبر 6، ذوالعشیرہ نمبر 7، غزوۃ السویق نمبر 13، ذی قردہ نمبر 18، احد نمبر 19، حمراء الاسد نمبر 20، بدر الاخریٰ نمبر 27، احزاب نمبر 30، سریہ عیص نمبر 52، سریہ عمر بن امیہ نمبر 47، حدیبیہ نمبر 48، سیف البحر نمبر 67، مکہ نمبر 69۔

2 بنوغطفان وانمار

قرقرۃ الکدر نمبر 14، نمبر 15، ذی امر نمبر 17، دومۃ الجندل نمبر 28، بنومصطلق نمبر 29، غابہ نمبر 35، وادی القریٰ نمبر 41، سریہ کرز بن جابر نمبر 46، ذات الرقاع نمبر 51، سریہ تربہ نمبر 56، سریہ منقعہ نمبر 58، سریہ خربہ نمبر 59، سریہ ابوقتادہ نمبر 68، سریہ عبداللہ بن حذافہ نمبر 77۔

3 بنوسلیم

بیر معونہ نمبر 24، جموم نمبر 39، ابن ابی العوجاء نمبر 62، بنوملوح، حلیف بنوسلیم نمبر 53۔

4 بنوثعلبہ

ذی القصہ نمبر 37، بنوثعلبہ نمبر 38، طرف نمبر 40، سریہ حسمی نمبر 55۔

5 بنوفزارہ وعذرہ

سریہ ابوبکر صدیق نمبر 44، سریہ فدک نمبر 54، سریہ بشیر بن سعد نمبر 61، ذات اطلح نمبر 63

6 بنوکلاب وبنومرہ

قریظہ نمبر 33' بنوکلاب نمبر 57' بنومرہ نمبر 60' سریہ ضحاک نمبر 78

7 بنوعضل وقارہ

رجیع نمبر 23

8 بنواسد وبنوقضاعہ

قطن نمبر 21' غمر نمبر 36' ذات السلاسل نمبر 66۔

⑨ بنوذکوان

بیر معونہ نمبر 24 'اسی کو ہم نے بنوسلیم کے تحت میں درج کیا ہے۔ واقعہ ایک ہے' دو قبائل کا تعلق تھا۔

⑩ بنولحیان

غزوہ نمبر 34

⑪ بنوسعد بن بکر

فدک نمبر 43

⑫ بنوہوازن: ذات عرق نمبر 64

⑬ بنوتمیم

سریہ عیینہ نمبر 76

⑭ بنوثقیف

حنین نمبر 74، طائف نمبر 75۔

⑮ یہود

بنوقینقاع نمبر 12، بنونضیر نمبر 26، بنوقریظہ نمبر 32 'سریہ ابن رواحہ نمبر 45 'خیبر نمبر 49 'وادی القریٰ نمبر 50۔

⑯ عیسائیاں

موتہ نمبر 65 'بنوطے نمبر 79 'تبوک نمبر 80 'دومۃ الجندل نمبر 28 'نمبر 42 'نمبر 82۔

متعدد قبائل کے نام دیکھ کر ناظرین کو خیال ہوگا کہ اتنے قبائل سے جنگ کی وجوہ کیا ہیں۔؟

ہم اول تو ان قبائل کے باہمی تعلقات قرابت کو بیان کریں گے جس سے معلوم ہو سکے گا کہ فی الواقع یہ قبائل اتنے ہی ہیں' جس قدر بادی النظر میں معلوم ہوتے ہیں یا یہ سلسلہ جدیت کی وحدت میں منسلک ہیں اور حیات و بقا اور جنگ و صلح میں وہ اس قدر متوافق و متحد چلے آئے تھے کہ ایک ہی سمجھے جاتے تھے اور ایک ہی شمار ہوتے تھے۔

واضح ہو کہ الیاس بن مضر کے تین فرزند تھے:۔

1 قیس بن عیلان اور بنوغطفان۔ بنوثعلبہ' بنومحارب' بنواشجع' بنوبیسان' بنوفزارہ' اسی قیس عیلان کے فرزند سعد کی اولاد ہیں۔

2 طانجہ' بنوتمیم' اسی فرزند سعد کی اولاد ہیں۔

3 مدرکہ اور بنواسد' بنوہون' بنوقارہ' بنوعضل اور بنوکنانہ (جس کے اندر الاحابیش و بنوخزیمہ یعنی بنومصطلق اور قریش داخل ہیں) اسی مدرکہ کے فرزند خزیمہ کی اولاد ہیں۔

اسی شجرہ سے ایک محقق معلوم کر سکتا ہے کہ یہ تمام قبائل قریش ہی کے جدی اور شخص واحد الیاس بن مضر کی اولاد تھے اور

نبی ﷺ کے ساتھ جو کچھ لڑائی وغیرہ ہوئی وہ حضور ﷺ کے جدی بھائیوں ہی کے غیظ وغضب کا نتیجہ تھا۔

یہودی قریش کے ساتھ معاہدات کی رو سے متفق تھے' جیسا کہ 1914ء میں ترکی اور جرمنی تھے۔ اس اصلیت کے منکشف ہو جانے کے بعد نبی ﷺ کے غزوات وسرایا یعنی لڑائیاں صرف ایک ہی نسل کے شخصوں یعنی بنوالیاس بن مضر سے ہوئیں' جس نسل سے خود آں حضرت ﷺ بھی ہیں۔ کوئی بھی معترض یہ نہیں کہہ سکتا کہ نبی ﷺ نے عرب بھر میں لڑائی پھیلا دی تھی یا یہ کہ اسلام کو بہ جبر قبول کروانے کے لیے لڑائی کی جاتی ہے' کیوں کہ اگر ایسا ہوتا تو عرب کے سینکڑوں قبائل میں سے کسی اور کے ساتھ بھی جارحانہ مخاصمانہ یا مدافعانہ طاقت آزمائی ہوئی ہوتی۔ یہ دلیل ایسی صاف اور مستحکم اور سراپا حقیقت ہے کہ غزوات نبوی ﷺ کے متعلق جن دلائل کو ہمارے علمائے کرام آج تک پیش کرتے رہے ہیں اور جو بجائے خود بہت کچھ قابل وقعت اور قابل قبولیت ہیں' ان کی حاجت نہیں رہ جاتی' البتہ فلسفہ تاریخ ہنوز اس امر کا ہم سے خواستگار ضرور ہے کہ مندرجہ بالا قبائل کیوں کر جنگ میں شامل ہوتے رہے اور کیوں کر اور کب مسلمانوں کے خلاف وہ فریق مخالف ٹھہرے۔ اس انکشاف کے بعد ہماری پیش کردہ دلیل کو درجہ برہان حاصل ہو جائے گا۔

ہم لکھ چکے ہیں کہ غزوات وسرایا کا آغاز ہجرت کے بعد ہوا ہے۔ پہلا غزوہ یا جنگ واقعہ بدر ہے جو ہجرت کے دوسرے ہی سال میں ہوا تھا۔ ہم کو تفحص کرنا ضروری ہے کہ قریش کے حملہ آور لشکر میں کن کن قبائل کے لوگ شامل ہوئے تھے۔

1. قریش مدینہ پر حملہ آور ہونا چاہتے تھے مگر ان کے درمیان بنوکنانہ کا علاقہ پڑتا تھا' جن سے قریش کی جانی عداوت، مخاصمت کئی پشتوں سے چلی آتی تھی۔ قریش کو مدینہ پر حملہ آور ہونے میں دو مشکلات کا سامنا تھا۔

① بنوکنانہ ان کو اپنے علاقہ سے فوج لے جانے نہ دیں گے۔

② اگر فوج کو راہ مل بھی گئی' تب بھی اندیشہ ہے کہ بنوکنانہ ادھر تو حملہ آور فوج کا سلسلہ عقب سے منقطع کر دیں اور ادھر خود مکہ پر حملہ کر کے اس پر قبضہ کر لیں' کیوں کہ وہاں کوئی بھی ہتھیار اٹھانے والا باقی نہ رہ گیا ہوگا۔

یہ خیالات ایسے قوی تھے کہ قریش کو مجبوراً حملہ آوری کے ارادوں کو چھوڑ دینا ضروری تھا۔

2. سراقہ [1] بن مالک المدلجی الکنانی' جو اس درمیانی علاقہ کا سردار تھا اسے بھی معلوم ہو گیا کہ قریش صرف اس کی وجہ سے مسلمانوں پر حملہ کرنے سے رکے ہوئے ہیں' اس لیے سراقہ مذکور خود مکہ گیا۔ اس نے تمام پچھلی عداوتوں کو چھوڑ کر قریش کے ساتھ معاہدہ اتحاد کر لیا اور صاف طور پر یہ طے ہو گیا کہ جب قریش مدینہ پر حملہ کرنے کے لیے اپنی فوج لائیں گے تو سراقہ ان کو اپنے علاقہ سے راستہ دے دے گا اور خود ان کے وطن کو کوئی گزند نہ پہنچائے گا' بلکہ جہاں تک ممکن ہوا وہ قریش کو مسلمانوں کے خلاف امداد بھی دے گا۔

یہی تھا وہ معاہدہ شیطانی جس کے ذریعے سے یہ شخص مسلمانوں پر قریش کے حملہ کر سکنے کا سبب قوی بنا تھا۔

3. الاحابیش اور بنومصطلق بھی سراقہ کے ساتھ اس معاہدہ میں شامل تھے۔ لہٰذا بدر کی اولین جنگ ہی پہلا موقع ہے کہ الاحابیش اور بنومصطلق بھی مسلمانوں کے دشمن یعنی قریش کے ساتھ عملی طریق پر شامل ہوئے۔ یاد رکھنا چاہیے کہ الاحابیش وہی بنوکنانہ ہیں اور ان

[1] راہ ہجرت میں سراقہ ہی نے بامید انعام مشتہرہ قریش نبی ﷺ کا تعاقب کیا تھا۔ سراقہ 8ھ میں داخل اسلام ہوئے اور 24ھ میں وفات پائی۔

کے تحت مندرجہ ذیل قبائل شامل ہیں۔

	بنونضر	یعنی اولاد نضر بن کنانہ
احابیش [1]	بنومالک	یعنی اولاد مالک بن کنانہ
	مطیبین [2]	یعنی اولاد حرث بن مالک

بنومصطلق کے تحت میں مندرجہ ذیل قبائل ہیں:

❑ بنوالحرث	حرث بن لوی سے	❑ بنوالعوف	عوف بن لوی سے
❑ بنوکعب	کعب بن لوی سے	❑ بنوعدی	عدی بن کعب سے
❑ بنوھصیص	ھصیص بن کعب سے	❑ بن جمح	جمح بن کعب سے
❑ بنومرہ	مرہ بن کعب سے	❑ بنوسہم	سہم بن کعب سے
❑ بنوتیم	تیم بن مرہ سے	❑ بنوکلاب	کلاب بن مرہ سے
❑ بنوزہرہ	یعنی زہرہ بن کلاب سے	❑ بنوقصی	قصی بن کلاب سے

جنگ بدر کا نتیجہ جب قریش کے خلاف نکلا۔ تب سراقہ کو افسوس رہا کہ اس نے کیوں قریش کو مسلمانوں کے خلاف پوری پوری مدد نہ دی۔ چنانچہ احد میں اس نے تلافی مافات کر دی اور عملاً شامل جنگ ہوا۔

④ واقعہ احد کو دیکھیے کہ قریش کا لشکر تین ہزار (3000) کی تعداد میں ہے جس میں قریش صرف ایک ہزار (1000) ہیں اور باقی دو ہزار (2000) ان ہی قبائل کے ہیں جو فرزندان الیاس بن مضر ہیں۔

امام علی بن برہان الدین حلبی [3] نے جنگ احد میں بنوالمصطلق اور بنوہون بن خزیمہ کی شمولیت اور واقدی نے بنوثقیف کی شمولیت بیان کی ہے اور سیرۃ النبویہ میں احابیش کی شمولیت کی صراحت کی گئی ہے۔ [4] پس اُحد میں ان قبائل کا پہل کر کے کھلم کھلا میدان میں آ جانا ہر محقق کو مطمئن کر سکے گا کہ ان قبائل سے مسلمانوں کو بطور فریق جنگ برتاؤ کرنا بالکل دنیا کے مسلمہ قانون جنگ کے اتباع میں تھا۔

⑤ احد کے بعد دشمنوں کا بہت بڑا حملہ مسلمانوں پر جنگ خندق ہے جسے قرآن مجید میں جنگ احزاب فرمایا گیا ہے، لشکروں کا اجتماع اور مسلمانوں کی پریشانی و کمزوری قرآن مجید کے مندرجہ ذیل کلام صدق التیام سے بخوبی واضح ہوتی ہے۔

﴿اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَ مِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَ بَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَ تَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا۟ ○ هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ زُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا﴾ [الاحزاب:10-11]

''جب دشمن شہر کے اوپر اور نیچے کی جانب سے آ گئے۔ جب مسلمانوں کی آنکھیں پتھرا گئیں اور دل حلق تک اچھل آئے اور جب تم اللہ پر کچھ کچھ گمان کرنے لگے۔ ایسے وقت میں مسلمانوں کی سخت آزمائش کی گئی اور ان کو بہت زور

[1] احابیش حبشی سے بنا ہے یہ مکہ کے قریب ایک پہاڑی کا نام ہے جس کے پاس انھوں نے ایک معاہدہ کیا تھا۔ اس لیے ''احابیش'' کہلائے۔ [2] انھوں نے ایک معاہدہ کرتے وقت عطر کا استعمال کیا تھا اس لیے ''مطیبین'' کہلائے۔ [3] انسان العیون ص:3/28 واقدی ص:147 [4] سیرۃ النبویہ از مولوی کرامت علی دہلوی۔

سے جھنجوڑا گیا۔"

اب ان چندور چند لشکروں کا تفحص کرنا چاہیے کہ کن کن قبائل سے مرکب ہیں۔

(1) قریش اوران کے اتباع	زیر کمان ابوسفیان اموی
(2) بنوسلیم	زیر کمان سفیان بن عبد شمس (ابوالاعور اسلمی)
(3) بنواسد	زیر کمان طلیحہ بن خویلد الاسدی
(4) بنواشجع	زیر کمان ابومسعود بن اخیلہ
(5) بنومرہ	زیر کمان حرث بن عوف مری
(6) بنوغطفان واتباع بنوغطفان	زیر کمان عیینہ بن حصین
یعنی بنوعبس، بنوذبیان، بنوالعشراء، بنوسعد،	زیر کمان عیینہ بن حصین
بنوحشراء، بنوشمیخ، بنوجاش، بنوفزارہ	زیر کمان عیینہ بن حصین
(7) یہودان خیبر ونواحی فدک	زیر کمان حیی بن اخطب
وام القریٰ وتیماء 700 کس	زیر کمان حیی بن اخطب
(8) قبیلہ بنی ہوازن	زیر کمان عامر بن طفیل

جملہ قبائل بالا اس لشکر میں موجود تھے۔

(9) یہودان بنوقریظہ مقیم مدینہ دشمنوں کو آلات کثیرہ مساحی، کرادین اور مقاتل سے امداد دی تھی۔ (1) ان قبائل کے فریق جنگ بن جانے کے بعد ایک محقق کے لیے پوری پوری وجہ منکشف ہو جاتی ہے کہ کیوں فلاں فلاں قبائل کی سرحد پر مسلمانوں نے مظاہرہ کیا یا کیوں فلاں قبیلہ کے شخص کی گرفتاری عمل میں آئی۔ جنگ خیبر ومکہ وحنین وطائف کے بواعث بھی اسے معلوم ہو جائیں گے کیوں کہ یہ وہی قبائل ہیں جو اُحد اور خندق میں مسلمانوں پر حملہ آور ہو چکے تھے۔

غرض کوئی ایسا قبیلہ یا گروہ نہیں کہ مسلمانوں نے اس پر حملہ کرنے میں ابتداء کی ہو، بلکہ جب متعدد بار اس نے حملے کیے تب اس کا انھوں نے جواب دیا ہے۔

ان سب انکشافات کے بعد ممکن ہے کہ معترض اپنے اعتراض کو ختم کر چکا ہو مگر ہنوز اس کے سینہ میں شکوک موجود ہوں تو میں اس سے عرض کرنا چاہتا ہوں کہ نقشہ کے تمام نمبروں کو جو 82 ہیں لڑائیاں ہی سمجھ لو اور ہر لڑائی کو جارحانہ ہی تسلیم کر لو اور مان لو کہ سب لڑائیوں کا آغاز اور اقدام مسلمانوں ہی کی جانب سے ہوا تھا' پھر بھی لڑائیوں کے نتائج پر غور کرنا ضروری ہوگا۔ ہمارے پیش کردہ نقشہ سے ظاہر ہے کہ ان سب لڑائیوں میں مسلمانوں اور فریق مخالف کا نقصان حسب ذیل تھا۔

(1) انسان العیون ج1 ص:210

نام فریق	اسیر	زخمی	مقتول	کل	کیفیت
مسلمان	1	127	259	387	ہر دو جانب کے زخمیوں کی تعداد صحیح نہیں۔
مخالف	6564	127	759	7323	
میزان	6565	127	1018	7710	اسیروں اور مقتولوں کی تعداد ان شاء اللہ صحیح ہے۔

مقتولین ہر دو جانب کی تعداد (1018) ہے اور 82 پر تقسیم کرنے سے فی جنگ 12.414 اوسط نکلتا ہے۔ کیا ایسی لڑائیوں کی نسبت کوئی ذی عقل یہ قرار دے سکتا ہے کہ صدہا سالہ مذاہب کے ترک کرانے اور نئے مذہب کے بہ جبر قبول کروانے کے لیے اور وہ بھی عرب جیسے خونخوار ملک میں یہ کافی مؤثر تھیں۔ دشمنوں کی تعداد اسیران کافی معلوم ہوتی ہے۔ یعنی 6564 مگر یہ تعداد بھی جزیرہ نما عرب کی وسعت کے مقابلہ میں ہیچ ہے اور چوں کہ ان کی تعداد کے اندر بڑی تعداد (6000) ایک ہی غزوہ حنین کی ہے۔ اس لیے باقی جنگوں میں اوسطاً اسیران جنگ (7) رہتا ہے۔ یہ تعداد بھی ایسی نہیں ہے جو تمام ملک کو تبدیلی مذہب پر مجبور کر سکے۔

ہم کو 6564 قیدیوں کی تعداد کے متعلق یہ تحقیق ہو گیا ہے کہ 6347 کو نبی کریم ﷺ نے از راہ لطف و احسان بلا کسی شرط کے آزاد فرما دیا تھا۔ صرف دو قیدی ایسے تھے جو سابقہ جرائم کی پاداش میں قتل کیے گئے تھے۔ 215 قیدی ایسے رہ جاتے ہیں' جن کی بابت مجھ کو پتا نہیں چلا۔ امید ہے کہ میرے بعد کوئی وسیع النظر عالم اس کی تکمیل فرما سکیں گے۔ مگر میں متیقن ہوں کہ جس ذات قدسی نے 6347 کے ساتھ لطف و احسان فرمایا تھا اس کے الطاف سے 215 کس بھی ضرور بہرہ ور ہوئے ہوں گے اور اغلب یہ ہے کہ یہ لوگ مسلمان ہو کر مسلمانوں کے اندر رہ گئے ہوں گے۔ اس لیے ان کا شمار رہائی پانے والوں میں سے نہیں ہوا۔

اعداد بالا سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ وحشی عرب کو متدین عرب اور ملحد بت پرست عرب کو موحد و مسلم عرب بنانے' ڈکیتی و خونخواری کی وارداتوں کے روکنے' فرانس سے دو چند بڑے ملک میں امن عامہ کو قائم و مستحکم بنانے' صوبوں اور نسلوں کی عداوت و مخاصمت کو مٹا کر اخوت و روحانیت کے قائم کرنے' استبدادیت کو فنا کر کے جمہوریت کے استوار کرنے میں 1018 نفوس کی قربانیاں کی گئیں۔ اس کے مقابلہ میں فرانس اور امریکہ کو جمہوریت کے قائم کرنے میں جس قدر قربانیاں کرنی پڑیں' انگلستان کو پارلیمنٹ میں لینے کے لیے جتنے خون بہانے پڑے ان کا شمار کرو۔

زمانہ حال کے ملحمۃ العظمٰی (عظیم ترین جنگ) جو 14 / اگست 1914ء سے شروع ہو کر تاریخ 3 مارچ 1917ء متمدن دنیا کے حصہ کثیر پر جاری رہی ہے) کے نقصانات کو دیکھو۔ انگلستان کا مقصد اس جنگ میں صرف اتنا ہی بتایا گیا ہے کہ چھوٹی سلطنتوں کی آزادی اور حفاظت کو برقرار رکھا جائے۔ صرف اتنے سے مقصد کے لیے اب تک لاکھوں نفوس اور اربوں اشرفیوں کو خاک و خون میں ملا دیا گیا۔ سینکڑوں جہاز سمندر میں غرق ہو چکے ہیں۔ تجارت عالم مخدوش ہو گئی ہے۔ عیش و آرام کے سب سامان تباہ ہو چکے ہیں۔ بایں ہمہ امید حصول مقصد آئندہ قربانیوں کے واسطے انگلش قوم پوری مستعدی سے آمادہ ہے۔ [1]

خیال کرو سیدنا محمد ﷺ کی کامیابی کا جنھوں نے فریقین کی صرف اور صرف 1018 قربانیوں کے بعد اس قدر روحانی و

---

[1] اخبار ہمدم 17 / اپریل 1919ء نے جنگ عظیم (18-1914ء) کے مقتولین کی تعداد مندرجہ ذیل طبع کی ہے۔ روس 17 لاکھ جرمنی 16 لاکھ' فرانسیسی 13 لاکھ ستر ہزار (70000)، اٹلی 4 لاکھ ساٹھ ہزار (460000)' آسٹریا 8 لاکھ، برطانیہ 7 لاکھ، ٹرکی 2 لاکھ 50 ہزار' بلجیم ایک لاکھ 2 ہزار۔ بلغاریہ ایک لاکھ۔ رومانیہ ایک لاکھ سرویا، مانٹی نیگرو ایک لاکھ۔ امریکہ 50 ہزار، میزان 73 لاکھ 38 ہزار۔ مضمون نگار کو شک ہے کہ انگلستان و فرانس کی تعداد میں ہندوستان اور فرانس کی نو آبادیوں کے مقتولین کی تعداد بھی شامل ہے یا نہیں مگر یہ اقرار ہے کہ زخمیوں' اسیروں اور گمشدہ کی تعداد مذکورہ بالا اعداد میں شامل نہیں۔

اخلاق و مادی و ملی فوائد حاصل کیے تھے، جن کو بہ حیثیت مجموعی آج تک دنیا کی کوئی قوم اور ملک حاصل نہیں کر سکا۔

اہل دنیا کی لڑائیوں کا ذکر چھوڑ و مقدسین کی لڑائیاں لو۔ مہابھارت کے مقتولین کی تعداد کروڑوں سے کم نہیں۔ یورپ کی مقدس مذہبی انجمنوں نے جس قدر نفوس کو ہلاک کیا۔ انکی تعداد لاکھوں سے زائد ہے۔

جان ڈیون پورٹ (John Devon Port) نے اپنی کتاب ''اپالوجی آف محمد اینڈ قرآن'' (Apology for Muhammad and Quran) میں مذہبی عدالت کے احکام سے ہلاکت نفوس کی تعداد ایک کروڑ بیس لاکھ (1,20,00000) بتائی ہے جو عیسائیوں کے ہاتھوں سے عیسائیوں کی ہوئی تھی۔ [1]

اکیلی سلطنت اسپین نے تین لاکھ چالیس ہزار (3,40,000) عیسائیوں کو قتل کیا تھا جن میں سے بتیس ہزار (32000) آدمی زندہ آگ میں جلائے گئے تھے۔ [2]

فصل نمبر 1

﴿ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ ﴾ [النساء:135]

ملک یورپ کی جنگ عظیم میں جو اگست 1914ء سے جاری ہوئی میں نے انگریزی اخباروں کو دیکھا کہ رول آف آنرز کے نام سے ان بہادران جنگ کے نام شائع کرتے ہیں جنھوں نے ملک اور بادشاہ کے لیے اپنے سر کٹوائے تھے۔ میرے دل میں زور سے یہ تحریک ہوئی کہ اس کتاب میں ان مقدسین کے مبارک ناموں کی فہرست ضرور شامل کی جائے جنھوں نے سرور کائنات ﷺ کے سامنے خاک و خون میں مل کر صداقت اور حقانیت پر اپنی زندگی کو نثار کیا۔ وہ جن کی شان میں اللہ تعالیٰ کا کلام ہم کو بتا رہا ہے۔

﴿ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ۝ فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ وَّاَنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ [آل عمران169-171]

''اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل کیے گئے ہیں ان کو مردہ نہ سمجھو، وہ تو اپنے رب کے ہاں زندہ ہیں، رزق دیے جاتے ہیں اور اللہ کے فضل سے جو کچھ ان کو ملا، اس پر خوش ہیں اور ان لوگوں کو جو ان سے نہیں ملے بشارت دیتے ہیں کہ اب انھیں کوئی خوف اور غم نہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کی نعمت اور فضل پر خرم و شاداں ہیں اور اللہ تعالیٰ تو مومنوں کے اجر کو ضائع نہیں کرتا۔''

وہ جن کی شان بلند میں رب العظیم فرماتا ہے:

﴿ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ ﴾ [الاحزاب:23] ''وہ جواں مرد کہ اللہ کے ساتھ جو معاہدہ کیا تھا اسے پورا کر دیا۔''

مجھے کسی کتاب میں ایسی فہرستیں مرتب شدہ نہ ملیں، اس لیے ان کتابوں کو پڑھا جو صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے حالات پر لکھی گئی ہیں۔ ان جواہر ریزوں کو چن چن کر اپنی کتاب کی آرائش کر لی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس عمل کو قبول فرمائے۔ بیر معونہ اور موتہ کی فہرستیں ہنوز تکمیل طلب ہیں۔ اگر حیات مستعار باقی رہی تو ان شاء اللہ پوری کروں گا، ورنہ اس کی کو کوئی اور صاحب پورا کریں۔

---

[1] اعجاز التنزیل ص: 461 [2] اعجاز التنزیل ص: 474

(1) شہدائے بدر رضی اللہ عنہم

1	مہجع بن صالح رضی اللہ عنہ	قوم عک سے تھے۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام سب سے پہلے یہی شہید ہوئے تھے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: مهجع سيد الشهداء (1)
2	عبیدہ بن حارث بن مطلب بن عبد مناف بن قصی رضی اللہ عنہ	قرشی المطلبی، ابوالحارث یا ابو معاویہ کنیت۔ 63 سال کی عمر میں شہید ہوئے۔ سب سے پہلے اسلامی سریہ کے سردار یہی بنائے گئے تھے۔
3	عمیر بن ابووقاص (مالک) بن اہیب بن عبد مناف رضی اللہ عنہ	قرشی الزہری حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ احد العشرۃ المبشرۃ کے برادر خورد ہیں۔ سولہ (16) سال کی عمر تھی نبی ﷺ نے ان کو بوجہ صغرسنی واپس کرنا چاہا تو یہ رو پڑے' اس لیے اجازت دی گئی۔ لڑے اور خنداں خنداں روضہ رضوان کو سدھارے۔
4	عاقل بن بکیر بن عبد یالیل رضی اللہ عنہ	لیثی' ان کے بھائی خالد کا نام شہداء رجیع میں ہے۔
5	عمیر بن عبد عمیر بن نضلہ رضی اللہ عنہ	ذوالشمالین لقب' ابومحمد کنیت' حلیف بنو زہرا
6	عوف یا عوذ بن عفراء رضی اللہ عنہ	انصاری' بخاری۔ عفراء ان کی والدہ کا نام ہے' والد کا نام حارث ہے۔
7	معوذ بن عفراء رضی اللہ عنہ	نمبر 6 کے برادر شقیق
8	حارث یا حارثہ بن سراقہ بن حارث رضی اللہ عنہ	ان کی والدہ انس بن مالک کی پھوپھی ہیں' حلق پر تیر لگا تھا۔
9	یزید بن حارث یا حرث بن قیس بن مالک رضی اللہ عنہ	انصاری' بخاری۔ مواخات میں ذی الشمالین نمبر 5 کا بھائی تھا۔
10	رافع بن معلٰی بن لوذان رضی اللہ عنہ	انصاری
11	عمیر بن حمام بن جموح بن زید بن حرام رضی اللہ عنہ	انصاری السلمی۔ حضرت عبیدہ نمبر 2 کے ساتھ مواخات تھی۔ دونوں ایک ہی میدان میں سرخرو ہو کر رونق افروز جنت ہوئے۔ میدان جنگ میں ان کا رجز یہ تھا: **ركضا الى الله بغير زاد الا التقى و عمل المعاد والصبر فى الله على الجهاد و كل زاد عرضة النفاد غير التقى والبر والرشاد**
12	عمار بن زیاد بن سکین بن رافع رضی اللہ عنہ	انصاری الاشہلی
13	سعد بن خیثمہ الانصاری الاوسی ابوعبداللہ کنیت سعد الخیر لقب رضی اللہ عنہ	نقیب محمدی ﷺ تھے، باپ نے کہا کہ تم ٹھہرو، میں جاتا ہوں، انھوں نے کہا کہ باپ مجھے بہشت میں جانے سے نہ روکو۔ ان کے والد خیثمہ غزوہ

(1) زرقانی جلد 1 ص 444۔ یہ اسلام ہی کی فیاضی و مساوات ہے کہ غلام بھی ہادیٔ اسلام ﷺ کی مبارک زبان سے "سید الشہداء" کا خطاب حاصل کر لیتا ہے۔ کیا کسی قوم یا مذہب میں ایسی نظیر ملتی ہے؟

		احد میں شہید ہوئے۔ پس یہ شہید صحابی بن صحابی ہیں۔ الانصاری الاوسی [1]
14	مبشر بن عبدالمنذر بن زبیر بن زید رضی اللہ عنہ	الانصاری الاوسی

[2] شہدائے غزوہ سویق

1	معبد بن عمرو الانصاری رضی اللہ عنہ	
2	ایک حلیف معبد مذکورہ بالا کا	

[3] شہدائے احد (مہاجرین رضی اللہ عنہم)

1	حمزہ رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب ہاشمی	عم النبی ﷺ، اسد اللہ و رسولہ لقب، سید الشہداء خطاب۔
2	عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ الاسدی القرشی	المجدع فی سبیل اللہ لقب، نبی ﷺ کے پھوپھیرے بھائی۔
3	شماس بن عثمان رضی اللہ عنہ بن شرید قرشی المخزومی	بدری، دو ہجرتیں کیں، عمر بوقت شہادت 24 سال
4	مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ بن ہاشم بن عبدمناف بن عبدالدار بن قصی۔ القرشی العبدری	دو ہجرتیں کیں۔ اولین مہاجرین مدینہ، انصار کے دو قبیلے ان کی تعلیم سے داخل اسلام ہوئے۔ بدر اور احد میں رایۂ نبوی ﷺ انھیں کے ہاتھ میں تھا۔ ان کی شہادت کے بعد علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو ملا۔ بزرگ ترین صحابہ میں سے ہیں۔ المقری القاری لقب۔ عمر بوقت شہادت 40 سال

[4] شہدائے احد الانصار رضی اللہ عنہم

5	انس بن نضر بخاری رضی اللہ عنہ	انس بن مالک کے چچا ان کے جسم پر اسی (80) سے زیادہ زخم تیر و تلوار اور نیزہ کے تھے۔ یہ ان بزرگوں میں ہیں جن کی شان میں آیت ﴿ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ ﴾[33:الاحزاب:23] نازل ہوئی۔ جب لشکر اسلام میں بھاگڑ پڑ گئی تو انھوں نے کہا: الٰہی! میں مسلمانوں کے افعال کی تجھ سے معذرت چاہتا ہوں اور مشرکین کے کرتوت سے براءت ظاہر کرتا ہوں۔ پھر تلوار لے کر آگے بڑھے۔ راہ میں سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے بولے سعد! دیکھو یہ ہے بہشت، واللہ! مجھے اس کی خوشبو آ رہی ہے۔ حملہ کیا لاشوں پر لاشے گراتے ہوئے شہید ہوئے۔

[1] زرقانی میں ہے: استشهد يوم بدر من المسلمين اربعة عشر رجلا جلد اول ص 444 فہرست کے نام زرقانی اور الاستیعاب کے متفق علیہ ہیں۔ بعض نے 22 تعداد بتائی ہے مجھے ان کے علاوہ سعد بن خولی اور صفوان بن بیضا فہری اور عبداللہ بن سعید بن عاص اموی کے نام بھی ملے ہیں۔ اس طرح فہرست کے اسماء کی تعداد 17 ہے۔

6	انیس بن قتادہ بن ربیع بن خالد بن حارث ؓ	بدری ہیں۔
7	ابو ہبیرہ بن حارث بن علقمہ بخاری ؓ	ان کا نام ہی ابو ہبیرہ ہے۔ابو اسیرہ ان کے بھائی ہیں۔(ابو اسیرہ کا نام شہداء احد میں صرف واقدی نے لکھا ہے۔علماء کا خیال ہے کہ یہ غلطی ہے۔)
8	اوس بن ارقم بن زید بن قیس خزرجی ؓ	اکابر صحابہ میں سے ہیں۔
9	ایاس بن اوس بن عتیک اشہلی ؓ	ان کے بھائی غزوہ خندق میں شہید ہوئے۔
10	اوس بن ثابت مزنی ؓ	برادر حضرت حسان شاعر رسول ﷺ
11	رفاعہ بن وقش بن زغبہ بن زعوراء بن عبدالاشہل ؓ	بوقت شہادت بہت بوڑھے تھے۔
12	ثابت بن وقش ؓ	رفاعہ کے برادر حقیقی۔
13	عمرو بن ثابت بن وقش ؓ	حذیفہ بن یمان صحابی کے بھانجے۔
14	سلمہ بن ثابت بن وقش ؓ	بشرح صدر
15	ثابت بن عمرو بن زید بخاری ؓ	بدری ہیں۔
16	ثابت بن وحداح ؓ	بنو عجلان سے ہیں۔انہی نے کہا تھا: اِنْ كَانَ مُحَمَّدٌ قُتِلَ فَإِنَّ اللهَ حَيٌّ لَا يَمُوْتُ۔ انھوں نے انصار کی مختصر جماعت کو فراہم کر کے حملہ کیا تھا۔اس غزوہ کے سب سے آخری شہید ہیں۔
17	ثعلبہ بن سعد بن مالک ساعدی ؓ	مشہور صحابی ابو حمید ساعدی ؓ کے چچا ہیں۔
18	ثقب (ثقیب) بن فروہ بن بدان بن ساعدی ؓ	انساب انصار کے بڑے عالم تھے۔
19	حارث بن اوس بن معاذ اشہلی ؓ	بدری حضرت سعد بن معاذ ؓ کے برادر زادے عمر بوقت شہادت 28 سال۔
20	عمرو بن معاذ اشہلی ؓ	بدری حضرت سعد بن معاذ ؓ کے برادر عمر 32 سال
21	حارث بن انس بن رافع اشہلی ؓ	بدری
22	حارث بن عبداللہ بن سعد بن عمرو خزرجی ؓ	
23	حارث بن ثابت بن سفیان بن عدی خزرجی ؓ	
24	حارثہ بن عمرو ؓ	از بنو ساعدہ
25	حبیب بن زید بن تمیم۔بیاضی ؓ	
26	حنظلہ بن ابی عامر، اوسی ؓ	اللہ کی شان، اس کا لقب غسیل الملائکۃ ہے اور ان کے باپ کا لقب

		فاسق۔ حضرت حنظلہ کے فرزند عبداللہ بھی صحابی اور شہید ہیں۔ وہ یوم الحرہ کو 33ھ میں شہید ہوئے۔
27	خارجہ بن زید بن ابوزہیر خزرجی رضی اللہ عنہ	عقبی بدری ان کا خاندان بنو اعز کے نام سے مشہور ہیں۔ ان کی دختر حبیبہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر میں تھیں۔ ان کے فرزند زید بن خارجہ کا بعد الموت تکلم کرنا روایات میں ہے۔ حضرت خارجہ کے جسم پر دس سے زیادہ زخم تھے۔ مواخات میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بھائی تھے۔
28	سعد بن ربیع خزرجی رضی اللہ عنہ	عقبی، بدری، نقیب محمدی، حضرت خارجہ نمبر 27 کے ابن عم۔ دونوں ایک قبر میں دفن کیے گئے۔ بقیہ ذکر جلد اول میں ہے۔
29	جناب بن قیظی بن عمرو بن سہل اشہلی رضی اللہ عنہ	
30	صیفی بن قیظی بن عمرو بن سہل اشہلی رضی اللہ عنہ	نمبر 29 کے حقیقی بھائی ہیں اور ابوہیثم بن تیہان نمبر 48 کے بھانجے ہیں۔
31	خیثمہ بن حارث بن مالک اوسی رضی اللہ عنہ	ان کے فرزند سعد کا نام شہدائے بدر نمبر 13 پر ہے۔
32	ذکوان بن عبد قیس بن خلدہ زرقی رضی اللہ عنہ	عقبی، بدری۔ مہاجر بھی ہیں اور انصاری بھی۔ مدینہ میں اسلام سب سے پہلے یہ اور اسعد بن زرارہ لے کر گئے تھے۔
33	رافع بن مالک بن عجلان زرقی خزرجی رضی اللہ عنہ	ابو مالک کنیت نقیب محمدی۔ عقبہ کی ہر سہ بیعت 6 میں 12 میں 70 میں شامل ہیں۔
34	رافع مولیٰ غزیہ بن عمرو رضی اللہ عنہ	
35	رفاعہ بن عمرو بن زید خزرجی رضی اللہ عنہ	عقبی، بدری، ابوولید کنیت
36	سعد بن سعید بن سوید بن قیس بن الجبر رضی اللہ عنہ	خدری ہیں۔
37	سہل بن عدی بن زید بن عامر اشہلی رضی اللہ عنہ	
38	سہل بن قیس بن ابی کعب بن قیس رضی اللہ عنہ	بدری۔ اسلمی
39	سبیع بن حاطب بن قیس بن ہیشہ رضی اللہ عنہ	اوسی
40	سویبق بن حاطب بن حارث بن حاطب رضی اللہ عنہ	
41	صخرہ بن عمرو (بشر) رضی اللہ عنہ	بنو حلیف من الخزرج کے حلیف تھے۔
42	عبداللہ بن جبیر بن نعمان رضی اللہ عنہ	عقبی بدری، اس غزوہ میں سردار تیر اندازوں سے تھے۔
43	عبداللہ بن عمرو بن وہب بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ	ساعدی
44	عبداللہ مجذر بن زیاد بلوی رضی اللہ عنہ	بدری ہیں۔ انصار کے حلیف تھے۔

45	عبادہ بن خشخاش بن عمرو بن زمزمہ رضی اللہ عنہ	
46	نعمان بن عبد عمرو بن مسعود رضی اللہ عنہ	بدری ہیں، نمبر 44، 45، 46 ایک قبر میں مدفون ہوئے۔
47	عامر بن امیہ بن زید بن خشخاش بخاری رضی اللہ عنہ	بدری۔ ان کے فرزند ہشام بھی صحابی ہیں۔
48	عبید (عتیک) بن تیہان بن مالک رضی اللہ عنہ	ابو شیخ کنیت، بدری، عقبی ہیں۔
49	یسار رضی اللہ عنہ	نمبر 48 کے آزاد کردہ غلام ہیں۔
50	عبید بن معلی بن لوذان بن حارثہ رضی اللہ عنہ	ان کے بھائی رافع کا نام شہدائے بدر میں نمبر 12 پر ہے۔
51	عباس بن عبادہ خزرجی رضی اللہ عنہ	مہاجر و انصاری ہیں عقبتین میں حاضر تھے۔ عثمان بن مظعون سے مواخات تھی۔
52	عامر بن مخلد بن حارث بخاری رضی اللہ عنہ	بدری ہیں' ان کی نسل باقی نہیں رہی۔
53	عمرو بن ایاس رضی اللہ عنہ	یکے از عوف
54	عمرو بن مطرف یا مطرف بن علقمہ بن عمرو بن ثقف رضی اللہ عنہ	ابو حمام
55	عتبہ بن ربیع بن رافع رضی اللہ عنہ	خدری' خزرجی
56	عباد بن سہل بن مخرمہ رضی اللہ عنہ	اشہلی۔ اوسی
57	عبداللہ بن عمرو بن حرام السلمی خزرجی رضی اللہ عنہ	بدری' نقیب محمدی' ابو جابر کنیت۔ مشہور صحابی جابر کے والد۔ حدیث میں ہے کہ فرشتوں نے ان کے جنازہ پر اپنے پروں سے سایہ کیا تھا اور رب العالمین نے ان سے حضوری میں بعد شہادت کلام فرمایا تھا۔
58	عمرو بن جموح بن زید بن حرام رضی اللہ عنہ	سید الانصار تھے' پاؤں میں لنگ تھا۔ فرمایا یوں ہی لنگڑاتا ہوا بہشت میں جا پہنچوں گا۔ گھر سے چلے تو یہ دعا کی تھی۔ اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِي الشَّهَادَةَ وَ لَا تَرُدَّنِي إِلٰى أَهْلِي خَائِبًا۔ یہ نہایت سخی تھے۔ یہ شعر ان کی صفت میں کہا گیا ہے۔ اِذْ جَاءَهُ السُّوَالُ اذْهَبْ مَالَهُ' وَ قَالَ خُذُوْهُ اِنَّهُ' عَائِدٌ غَدًا
		نمبر 57، نمبر 58 ایک قبر میں دفن کیے گئے۔ نمبر 57 کی بہن ہند [1] نمبر 58 کی اہلیہ ہیں۔
59	خلاد بن عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ	بدری نمبر 58 کے فرزند ہیں۔
60	ابو ایمن رضی اللہ عنہ	نمبر 58 کے آزاد کردہ غلام ہیں۔

[1] سیرت کی تمام کتابوں میں ایک صحابیہ کا ذکر کیا گیا ہے کہ جنگ احد میں ان کے شوہر اور بھائی اور بیٹے نے شربت شہادت پیا تھا۔ قد اصیب زوجها واخوها و ابنها اور انھوں نے ان سب کی خبر شہادت سن سن کر بھی نبی ﷺ کی زیارت اور خیر و عافیت معلوم کرنے کا شوق ظاہر کیا۔ حضور ﷺ کو دیکھا تو کہا:

61	عمارہ بن زیاد بن سکن بن رافع رضی اللہ عنہ [1]	اشہلی ہیں۔ان کے جسم پر 14 زخم تھے۔نبی ﷺ نے اپنے پاؤں مبارک کو ان کا سرہانہ بنا دیا تھا۔جب روح نکلی' ان کے رخسار حضور ﷺ کے قدم مبارک پر تھے۔
62	یزید بن سکن رضی اللہ عنہ	ابواسماء کنیت' عمارہ نمبر 61 کے چچا ہیں۔عامر بن یزید ان کے فرزند بھی اسی روز شہید ہوئے تھے۔
63	عمرو ولد قیس بن زید بن سواد بن مالک رضی اللہ عنہ	بنو نجار سے ہیں۔
64	قیس بن عمرو بن قیس رضی اللہ عنہ	نمبر 63 کے فرزند ہیں۔
65	قیس بن مخلد بن ثعلبہ بن صخر رضی اللہ عنہ	مازنی' بدری ہیں۔
66	مالک بن سنان رضی اللہ عنہ	ابوسعید خدری کے باپ ہیں۔
67	نوفل بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ	سالمی الخزرجی بدری ہیں۔
68	یزید بن حاطب بن عمرو رضی اللہ عنہ	اشہلی
69 70	وہب بن قابوس رضی اللہ عنہ حارث بن عقبہ بن قابوس رضی اللہ عنہ [2]	نمبر 69 و نمبر 70 دونوں چچا بھتیجا ہیں۔جب مزینہ سے شہر مدینہ میں بکریاں فروخت کرنے آئے تھے۔شہر کو لوگوں سے خالی دیکھا' معلوم ہوا کہ سب میدان احد میں مصروف کارزار ہیں۔فوراً نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔اسلام لائے اور شہید ہو کر فردوس کو سدھارے۔

تتمہ

حسیل یمان بن جابر العبسی القطعی رضی اللہ عنہ	مشہور صحابی حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے والد ہیں۔مسلمانوں کے ہاتھ سے بوجہ اشتباہ مارے گئے۔

______ کُلُّ مُصِيبَةٍ بَعْدَكَ جَلَلٌ آپ سلامت ہیں تو ہر ایک مصیبت کی برداشت آسان ہے، مجھے کسی کتاب میں ان خاتون بلند پایہ کا نام نہ ملا۔آخر شہداء احد کی قرابت مندی کے سلسلہ پر نظر ڈالی اور پھر صحابیات میں ایسی خاتون کا نام تلاش کیا،جن کے متعلق ایسی قرابتی شہداء میں ہوں، مجھے اس تلاش میں کئی مہینے گزر گئے۔الحمد للہ! کہ مجھے کامیابی ہوئی۔یہ خاتون ہند رضی اللہ عنہا ہیں۔خلاد بدری ان کا فرزند ہے۔عبداللہ بدری دنقیب محمدی ان کا بھائی ہے۔عمرو بن جموح سید الانصار ان کے شوہر،یہ سب جنگ احد میں شہید ہوئے تھے۔یہ خاتون ہر سہ لاشوں کو اونٹ پر لاد کر احد سے مدینہ لے گئیں اور پھر گنج شہیداں میں شامل کرنے کے لیے احد میں لائی تھیں۔بے شک ایسی قوی ایمان کی خاتون ایسے ہی اعلیٰ گھرانے کی ہو سکتی ہیں۔جن کا ہر فرد ایمان اور عمل میں نہایت ممتاز تھا۔

ایک روایت میں اصیب زوجها و اخوها و ابوها ہے۔یعنی شوہر،برادر اور پدر شہید ہوئے تھے۔ایسی خاتون کا نام میں متعین نہیں کر سکا۔اسماء بنت یزید بن سکن رضی اللہ عنہا بڑے درجہ کی خاتون ہیں۔یہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں رسولۃ النساء ہو کر آئی تھیں۔ان کے والد یزید بن سکن اور بھائی عامر بن یزید شہداء احد میں ہیں لیکن مجھے کسی کتاب میں ان کے شوہر کا نام معلوم نہیں ہو سکا۔اگر کسی روایت میں ان کے شوہر کا نام مل جاتا اور وہ نام اس فہرست میں پایا جاتا تو اس روایت کے مصداق حضرت اسماء رضی اللہ عنہا ہوتیں۔یہ بڑے درجے کی خاتون ہیں اور خود بھی جنگ یرموک میں کفار سے جنگ کرتی ہوئی شہید ہوئی تھیں۔

[1] الاستیعاب نے شہداء بدر میں ایک نام عمار بن زیاد بھی بروایت ابن الکلبی لکھا ہے۔وہ شاید ان کے بھائی ہیں۔

[2] صحیح بخاری میں بروایت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ہے کہ یوم احد کو ستر (70) مسلمان شہید ہوئے۔ بخاری 4078

تنبیہ

چند نام مالک بن ایاس اور حارث بن عدی بن خرشہ اور ایاس بن عدی چھوڑ دیے ہیں کیوں کہ امام اہل سیر ابن اسحق رحمہ اللہ نے ان کی روایت نہیں کی۔ جو اسماء لکھے گئے ہیں وہ علمائے سیر کے نزدیک متفقہ ہیں اور صحیح ہیں۔ ان شاء اللہ۔

شہدائے یوم الرجیع رضی اللہ عنہم (8)

1	مرثد بن کنعان بن حصین غنوی رضی اللہ عنہ	ان کا سلسلہ نسب سعد بن قیس بن عیلان تک منتہی ہوتا ہے۔ باپ بیٹا دونوں صحابی، دونوں بدری ہیں۔ جن مسلمانوں کو مکہ میں قریش نے اسلام لانے کی بنا پر قید کر رکھا تھا۔ مرثد مدینہ سے آتے جیل کی دیوار پھاند کر اندر جاتے۔ ان میں سے ایک مسلمان کو اٹھاتے۔ دیوار کود کر اسے نکال لے جاتے۔ اسی طرح کئی مسلمانوں کو رہائی ہوئی۔
2	خبیب بن عدی انصاری رضی اللہ عنہ	ان کا ذکر رحمۃ للعالمین جلد اول میں ہے۔
3	عاصم بن ثابت بن ابوالافلح قیس انصاری رضی اللہ عنہ	ابوسلمان کنیت ہے۔ بدری ہیں اور اوسی۔
4	زید بن دثنہ انصاری بیاضی رضی اللہ عنہ	بدری و احدی ہیں۔ کفار نے ان کو پھانسی دیا تھا۔ پھانسی کے نیچے جا کر کہنے لگا کہ مجھے دو رکعت نماز پڑھ لینے دو۔ نبی ﷺ نے آئندہ ہر مقتول کے لیے اس نماز کو مسنون فرما دیا۔
5	زید بن مزین انصاری بیاضی رضی اللہ عنہ	
6	عبداللہ بن طارق بن عمرو بن مالک بلوی رضی اللہ عنہ	
7	مغیث بن عبیدہ بن ابی ایاس بلوی رضی اللہ عنہ	نمبر 7، نمبر 6 بھائی ہیں۔
8	خالد بن بکیر بن عبد یالیل رضی اللہ عنہ [1]	

شہدائے بیر معونہ رضی اللہ عنہم (26)

1	منذر بن عمرو بن خنیس انصاری ساعدی رضی اللہ عنہ	عقبی، بدری، نقیب محمدی المعنق للموت لقب سید الشہداء خطاب ہے۔ مواخات میں طلب بن عمرو کے بھائی بنے۔
2	حکم بن کیساں۔ مولیٰ ہشام مخزومی رضی اللہ عنہ	نخلہ میں اسیر ہو کر آئے تھے۔ مشرف باسلام ہو کر پھر فائز شہادت ہوئے۔
3	حرام بن ملحان (مالک) بن خالد انصاری رضی اللہ عنہ	بدری، اُحدی، ان کی بہن ام سلیم رضی اللہ عنہا حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی والدہ اور مشہور صحابیہ ہیں۔ دوسری بہن ام ملحان بھی صحابیہ ہیں۔ یہ جب زخمی

[1] علمائے سیر نے اصحاب رجیع کی تعداد چھ (6) لکھی ہے۔ حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے اشعار میں بھی 6 کے نام ملتے ہیں۔ صحیح بخاری میں ان کی تعداد 10 بتائی گئی ہے۔ ان میں سے آٹھ (8) نام مل گئے ہیں۔

		ہوئے تو اپنے خون کو ہاتھ میں لے کر منہ پر ملتے تھے اور کہتے تھے برب کعبہ مجھے اپنا مقصود مل گیا۔
4	سلیم بن ملحان (مالک) بن خالد انصاری ؓ	نمبر 3 کے برادر شفیق ہیں۔
5	حارث بن صمہ انصاری بخاری ؓ	جنگ بدر میں شامل ہونے کو آرہے تھے کہ راہ ہی میں زخمی ہو گئے۔ اُحد کے بہادران ثابت قدم سے ہیں۔ بوقت شہادت ان کو دشمنوں نے تیروں سے پرو پرو کر شہید کر دیا۔
6	ثابت بن خالد بخاری ؓ	جنگ بدر و اُحد میں حاضر تھے۔
7	عامر بن فہیرہ مولیٰ ابوبکر صدیق ؓ	قوم ازد سے تھے۔ سیاہ چہرہ، روشن دل، قدیم الاسلام حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے خرید کر آزاد کر دیا تھا۔ سفر ہجرت میں ہمرکاب نبی ﷺ تھے۔ عمر بوقت شہادت 40 سال، عامر بن طفیل ان کے قاتل کا بیان ہے کہ جب انکے نیزہ مارا تو ان کے جسم سے ایک نور ساطع ہوا۔ قاتل یہی کرامت دیکھ کر مسلمان ہو گیا۔ ان کی لاش مقتل میں نہیں ملی تھی۔
8	عروہ بن سماء بن صلت ؓ	یہ بنو سلیم سے تھے۔ قاتل بھی اسی قبیلہ کا تھا۔ اس نے ہم قومی کی وجہ سے ان کو امان دینی چاہی۔ انھوں نے مسلمانوں سے الگ ہونے سے انکار کر دیا۔
9	عائذ بن ماعص بن قیس بن خلدہ ؓ	انصاری الزرقی اور بدری ہیں۔
10	معاذ بن ماعص ایضاً ؓ	نمبر 9، نمبر 10 برادران شفیق ہیں۔ بدری و احدی
11	مسعود بن قیس بن خالد ؓ	نمبر 10 کے برادر عم زاد
12	سفیان بن ثابت انصاری ؓ	بنو نبیت سے ہیں۔
13	مالک بن ثابت انصاری ؓ	نمبر 12 کے برادر شفیق
14	سفیان بن حاطب بن امیہ ؓ	انصاری، ظفری، احد میں حاضر تھے۔
15	سہیل بن عامر بن ثقف ؓ	انصاری
16	سعد بن عمرو بن ثقف ؓ	نمبر 15 کے برادر عم زاد ہیں۔
17	طفیل بن سعد بن عمرو بن ثقف ؓ	جنگ احد میں حاضر تھے۔ نمبر 16 کے فرزند ہیں۔
18	سہل بن عمرو بن ثقف ؓ	نمبر 16 کے برادر حقیقی۔
19	قطبہ بن عبد عمرو بن مسعود بن عبد الاشہل ؓ	انصاری، خزرجی۔

20	منذر بن محمد بن عقبہ رضی اللہ عنہ	انصاری، اوسی، بدری، احدی۔
21	نافع بن بدیل بن ورقہ رضی اللہ عنہ	از بنو سہم
22	انس بن معاویہ رضی اللہ عنہ	از بنو عمرو بن مالک
23	ابی بن ثابت بن منذر رضی اللہ عنہ	ابوالفتح کنیت
24 25	ابی بن معاذ بن انس رضی اللہ عنہ	انصاری' نجاری' بدری' واقدی' نے ان کو اور ان کے بھائی کو اس سریہ کے شہداء میں شمار کیا ہے۔
26	مسعود بن خلدہ بن عامر بن زریق رضی اللہ عنہ [1]	بدری' احدی' بعض نے ان کو شہدائے خیبر میں شمار کیا ہے۔

شہید مریسیع رضی اللہ عنہ (1)

1	ہشام بن صبابہ لیثی رضی اللہ عنہ	مقیس بن صبابہ کے بھائی ہیں اور ایک مسلمان کے ہاتھ سے غلطی سے قتل ہوئے۔

شہدائے خندق (6) رضی اللہ عنہم

1	انس بن اوس بن عتیک بن عمرو رضی اللہ عنہ	انصاری' اشہلی احد میں حاضر تھے۔ تیر سے شہید ہوئے۔ ان کے بھائی ایاس جنگ احد میں شہید ہوئے۔
2	عبداللہ بن سہل بن زید رضی اللہ عنہ	انصاری' حارثی' بدری ہیں۔
3	ثعلبہ بن عنمہ بن عدی رضی اللہ عنہ	سلمی خزرجی' عقبی' احدی ہیں۔
4	طفیل بن مالک بن نعمان رضی اللہ عنہ	انصاری' سلمی' بدری' غزوہ احد میں 31 زخم کھائے تھے۔ شفایاب ہو کر جنگ خندق میں شہید ہوئے۔
5	کعب بن زید بن قیس بن مالک رضی اللہ عنہ	انصاری' بدری' بیر معونہ کے ستر (70) اصحاب میں سے یہی زندہ بچے تھے۔
6	سعد بن معاذ بن نعمان رضی اللہ عنہ	اشہلی' خزرجی' سید الاوس یوم خندق میں تیر لگا۔ ایک ماہ زخمی رہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بدست خاص دوبار جراحی فرمائی۔ اهْتَـزَّ لَـهُ عَـرْشُ الرَّحْمٰنِ ترجمہ: اللہ کا عرش جھوم گیا۔ انھی کی شان میں ہے۔

شہدائے بنو قریظہ (2) رضی اللہ عنہم

1	خلاد بن سوید بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ	انصاری الخزرجی' عقبہ و بدر و احد و خندق میں شامل تھے۔

[1] بیر معونہ کے شہداء کی تعداد انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے 70 بیان کی ہے۔ مجھے صرف 26 نام ملے، بخاری: 4078

2	سنان بن محسن رضی اللہ عنہ [1]	یہ نام سیرت ابن دحلان سے لیا ہے۔ الاستیعاب میں سنان بن وہب بن
		محسن ہے اور غالبا یہی صحیح ہے۔ واقدی نے ان کا انتقال 32ھ میں ہونا تحریر کیا ہے جو غالبا صحیح نہیں ہے۔

شہدائے غزوہ غابہ (3) رضی اللہ عنہم

1	ذر بن ابوذر رضی اللہ عنہ	نبی ﷺ نے ان کے قتل کیے جانے کی خبر پہلے سے بتادی تھی۔
2	محرز بن نضلہ رضی اللہ عنہ	بنی اسد میں سے تھے۔ غزوات بدر و احد اور خندق میں شامل تھے۔
3	وقاص بن محرز رضی اللہ عنہ	بنو مدلج سے ہیں۔

شہدائے ذی القصہ (5) رضی اللہ عنہم

1	سلکان بن سلامت بن وقش بن رغبہ رضی اللہ عنہ	انصاری اشہلی ابونائلہ کنیت
2,3	حارث بن اوس بن معلی بن لوذان رضی اللہ عنہ	ان کے چچا رافع جنگ بدر میں اور دوسرے چچا عبید رضی اللہ عنہ جنگ احد میں شہید ہوئے تھے۔
4	دو کس از قبیلہ مزینہ رضی اللہ عنہ	
5	یک کس از بنو غطفان رضی اللہ عنہ	

شہید سریہ وادی القریٰ (1) رضی اللہ عنہ

1	ورد بن مرداس رضی اللہ عنہ	

شہید عرنیین رضی اللہ عنہ (1)

1	ایسار نوبی رضی اللہ عنہ	نبی ﷺ کے غلام تھے۔

شہید غزوۂ وادی القریٰ (1) رضی اللہ عنہ

1	مدعم رضی اللہ عنہ	حبشی غلام۔ نبی ﷺ نے آزاد کر دیا تھا۔

شہدائے خیبر (19) رضی اللہ عنہم

1	اوس بن حبیب رضی اللہ عنہ	انصاری۔ حصن ناعم پر شہید ہوئے۔
2	اوس بن فاکہ (یا فاتک) رضی اللہ عنہ	انصاری، اوسی

[1] شہدائے بنو قریظہ میں سے دو کے نام اور تین کے نامکمل پتے ملے ہیں۔ واقدی رحمہ اللہ نے ابو قیس 'نعمان محیصہ' حویصہ ابو بردہ کے نام لکھے ہیں لیکن زرقانی رحمہ اللہ نے ان کی صحت سے انکار کیا ہے۔

3	اوس بن عائذ رضی اللہ عنہ	
4	اسلم رضی اللہ عنہ	خیبر کے کسی یہودی کے غلام حبشی۔ میدان خیبر ہی میں اسلام لائے۔ اسی روز خلعت شہادت سے مشرف ہوئے۔ ان کی لاش خیمہ میں رکھی گئی۔ نبی ﷺ
		لاش دیکھنے کے لیے تشریف لے گئے تو جھٹ لوٹ آئے۔ فرمایا اس کے پاس تو اس کی بہشتی بیوی از قسم حور بیٹھی ہوئی ہے۔
5	ثابت بن واثلہ رضی اللہ عنہ	
6	حارث بن حاطب رضی اللہ عنہ	انصاری' اوسی' حدیبیہ' احد' خندق میں شامل تھے۔ غزوہ بدر کے وقت نبی ﷺ نے ان کو کسی اور خدمت پر مامور فرمایا تھا۔ قلعہ سے تیر آیا۔ دماغ کی ہڈی ٹوٹ جانے سے شہید ہوئے۔
7	رفاع بن مسروح رضی اللہ عنہ	بنو اسد سے ہیں۔ بنو عبد شمس کے حلیف تھے۔
8	ربیعہ بن اکثم بن سنجرہ رضی اللہ عنہ	اسدی مہاجر۔ ابو یزید کنیت۔ بدر' احد' خندق' حدیبیہ میں حاضر تھے۔ قد بہت چھوٹا تھا مگر ہمت نہایت بلند۔ عمر بوقت شہادت 34 سال تھی۔
9	سلیم ولد ثابت بن وقش بن زغبہ رضی اللہ عنہ	احد' خندق' حدیبیہ میں حاضر تھے۔ مرحب یہودی کے ہاتھ سے زخمی ہو کر شہید ہوئے۔ ان کے والد اور دو بھائی غزوہ احد میں شہید ہوئے تھے۔
10	عامر بن اکوع (سنان) رضی اللہ عنہ	مشہور پہلوان صحابی سلمہ بن عمرو بن اکوع رضی اللہ عنہ کے چچا ہیں۔
11	عبداللہ بن ابوامیہ بن وہب رضی اللہ عنہ	بنو اسد بن عبدالعزیٰ کے حلیف اور بھانجے تھے۔ ان کا نام صرف واقدی نے لیا۔
12	عبداللہ بن ہُبیب بن اُہیب رضی اللہ عنہ	اسعدی۔ لیثی
13	عدی بن مرہ بن سراقہ بن خباب رضی اللہ عنہ	بلوی (القضاعہ) چھاتی میں نیزہ لگنے سے شہید ہوئے۔
14	عروہ بن مرہ بن سراقہ رضی اللہ عنہ	انصاری
15	عمارہ بن عقبہ رضی اللہ عنہ	از بنو عصار بن ہلیل تیر سے شہید ہوئے۔
16	ابوسفیان بن حارث بن قیس رضی اللہ عنہ	انصاری
17	عمیر بن ثابت رضی اللہ عنہ	انصاری' اوسی' ابوضیاح کنیت' بدر' احد' خندق' حدیبیہ میں شامل تھے۔
18	مسعود بن سعد بن عامر بن عدی رضی اللہ عنہ	انصاری' اوسی' بدری ہیں۔

(1) اہل سیر نے شہدائے خیبر کی تعداد 15 لکھی ہے۔ مجھے تلاش کرتے ہوئے 23 نام ملے 19 فہرست بالا میں درج ہیں۔ باقی چار میں سے زنیف بن وائلہ کا نام صرف واقدی نے اور انیف بن حبیب کا نام صرف طبری نے لیا ہے۔ بشیر بن براء بن معرور کا انتقال خاتمہ جنگ کے بعد زہر آلود گوشت کے کھانے سے ہوا تھا جو نبی ﷺ کے لیے زینب یہودیہ نے بھیجا تھا۔ بشیر بن عبدالمنذر کی بابت دو روایات ہیں۔ (1) بدر میں شہید ہوئے۔ (2) جنگ خیبر میں شہید ہوئے۔ میرے نزدیک روایت اول ہی قوی ہے۔

19	محمود بن مسلمہ رضی اللہ عنہ ①	انصاری، حارثی، احد و خندق میں حاضر تھے۔ دیوار قلعہ کے نیچے تھے کہ چکی کا پاٹ ان کے سر پر گرا۔ تین یوم زخمی رہ کر شہید ہوئے۔

شہید سریہ خربہ رضی اللہ عنہ (1)

1	مرداس بن نہیک رضی اللہ عنہ	بنو فزارہ سے تھے۔

شہید سریہ ابن ابی العرجاء رضی اللہ عنہ (1)

1	حرم بن ابی العرجاء رضی اللہ عنہ	

شہید اطلح رضی اللہ عنہ

1	کعب بن عمیر رضی اللہ عنہ	غفاری، انصاری، کبار صحابہ میں سے ہیں۔ نبی ﷺ ان کو اکثر سرایا میں سرداری بنایا کرتے تھے۔ دولابی وغیرہ کا قول ہے کہ دس (10) میں سے صرف یہی بچے تھے۔ ابن اسحٰق کا قول ہے کہ سب ہی شہید ہوئے۔ دس میں سے صرف ان کا نام ملا ہے۔

شہدائے موتہ (14) رضی اللہ عنہم

نبی ﷺ نے حضرت حارث بن عمیر الازدی رضی اللہ عنہ کو اپنا سفیر بنا کر بھیجا تھا۔ شرحبیل بن عمرو الغسانی گورنر شام نے ان کو باندھ کر قتل کر دیا۔ اس مظلومانہ قتل کی وجہ سے یہ لشکر کشی کی گئی تھی۔ نبی ﷺ نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو امیر لشکر بنایا تھا اور لشکر کو رخصت کرتے وقت ارشاد فرمایا تھا کہ ''اگر زید رضی اللہ عنہ مارے جائیں تو جعفر طیار رضی اللہ عنہ امارت کریں۔ اگر وہ بھی مارے جائیں تو عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ امیر ہوں۔ وہ بھی مارے جائیں تو مسلمان کسی کو اپنے میں سے سردار بنا لیں۔ ① واقدی کی روایت ہے کہ نعمان نامی ایک یہودی بھی حاضر تھا' وہ بولا کہ اگر محمد (ﷺ) سچا نبی ہے تو یہ سب مارے جائیں گے۔ پھر وہ یہودی از راہ شرارت حضرت زید رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور کہا کہ وصیت کر جاؤ۔ کیوں کہ محمد ﷺ سچا نبی ہے تو تم واپس نہ آؤ گے۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا اَشْهَدُ اَنَّـهٗ رَسُوْلٌ صَادِقٌ نبی ﷺ نے رخصت کے وقت ان الفاظ سے لشکر کو مخاطب فرمایا تھا:

اُغْزُوْا بِسْمِ اللّٰهِ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ مَنْ کَفَرَ بِاللّٰهِ لَا تَغْدِرُوْا وَ لَا تَغُلُّوْا وَ لَا تَقْتُلُوْا وَلِیْدًا وَ لَا اِمْرَاۃً وَ لَا کَبِیْرًا فَانِیًا وَلَا مُنْعَزِلًا بِصَوْمَعَةٍ وَ لَا تَقْرَبُوْا نَخْلًا وَّ لَا شَجَرَۃً وَ لَا تَهْدِمُوْا بِنَاءً ۔ ②

''اللہ کے نام اور اللہ کی راہ میں منکرین حق سے غزا کرو۔ دیکھو غدر نہ کرنا' غل سے بچنا' بچے کو اور عورت کو اور بوڑھے کو اور مندروں میں رہنے والوں کو قتل نہ کرنا۔ پھل دار درخت یا سایہ دار درخت کو نہ کاٹنا۔ کسی عمارت کو نہ گرانا۔''

---

① بخاری: 4261 ② مسلم: 4522، ترمذی: 1408، ابوداؤد: 2613، بیہقی: 2858، مجمع الزوائد: 256/5، کنز العمال: 11008 موطا: 448، مسند احمد: 240/4، تاریخ بغداد: 296/4

شہداء کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔ زرقانی جلد دوم ص 273 پر ہے کہ ان کی تعداد بارہ (12) تھی

1	زید بن حارثہ بن شرحبیل الکلبی رضی اللہ عنہ	باپ کی طرف ان کا سلسلہ نسب قضاعہ تک اور والدہ سعدی بنت ثعلبہ کی جانب سے بنو طے تک پہنچتا ہے۔ ان کو رہزنوں نے ان کی والدہ سے چھین لیا اور فروخت کر دیا۔ بازار عکاظ میں حکیم بن حزام نے چار سو (400) درہم میں ان کو اپنی پھوپھی خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے لیے خرید لیا۔ ام المومنین نے ان کو کمال شفقت و راحت سے پرورش کیا۔ ان کے والد اور چچا ان کو لینے آئے تو انھوں نے نبی ﷺ کو چھوڑ کر جانا پسند نہ کیا۔ بدر میں حاضر ہوئے اور سات سرایا میں امیر لشکر بنائے گئے۔ امام زہری رحمہ اللہ کا مذہب ہے کہ سب سے اول یہی اسلام لائے تھے۔ مسلمانوں میں صرف انھی کا نام قرآن مجید میں آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی تعریف میں فرمایا: اَنۡعَمَ اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَاَنۡعَمۡتَ عَلَیۡہِ ۔ ''انعام یافتہ خدا و انعام یافتہ رسول۔'' ان کے فرزند اسامہ رضی اللہ عنہ تھے۔ جو ام ایمن کے بطن سے تھے۔ وہ محب رسول اللہ ﷺ کے لقب سے ملقب ہوئے۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ کو نبی ﷺ نے مواخات میں حضرت حمزہ کا بھائی بنایا تھا اور مقدمہ حضانت دختر حمزہ میں ان کو اَخُوۡنَا وَ مَوۡلَانَا کے خطاب سے ممتاز کیا تھا۔ الاستیعاب میں ہے کہ ایک دفعہ انھوں نے مکہ سے طائف تک کے لیے خچر کرایا پر لیا۔ خچر والا ڈکیتی پیشہ تھا۔ وہ ان کو سنسان ویران جنگل میں لے گیا جہاں لاشیں ہی لاشیں پڑی ہوئی تھیں وہ ان کو قتل کرنے لگا۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ دو رکعت نماز پڑھ لینے دو۔ وہ بولا پڑھ لو۔ جن لاشوں کو تو دیکھ رہا ہے' یہ بھی نمازیں پڑھنے والے ہی تھے۔ میرے ہاتھ سے تو کوئی نہ بچا۔ حضرت نے نماز پڑھی۔ تین بار یاارحم الراحمین! کہا۔ جبریل علیہ السلام آئے اور انھوں نے ڈکیت کو قتل کر دیا۔
2	جعفر رضی اللہ عنہ (طیار) بن ابی طالب بن عبدالمطلب	ان کا مفصل حال اس کتاب کے باب اول میں ہے۔ اور ان کی تقریر بہ دربار حبش جلد اول میں درج ہے۔
3	عبداللہ بن رواحہ بن ثعلبہ الخزرجی رضی اللہ عنہ	یکے دوازدہ (12) نقبائے محمدی ﷺ ہیں۔ بیعت عقبہ اور غزوات بدر و احد و خندق و حدیبیہ و عمرۃ القضا میں شامل تھے۔ نبی ﷺ کے شعراء خاص میں سے تھے۔ سخت ریاضت کش تھے۔ ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک سفر میں موسم گرم تھا۔ لوگ اپنے سروں کو اپنے ہاتھوں کے سایہ سے بچاتے تھے اس روز

		تمام لشکر میں نبی ﷺ اور ابن رواحہ ہی روزہ سے تھے۔ جنگ موتہ کے لیے جب فوج روانہ ہونے لگی تو لوگوں نے ان کو بہ خیر و عافیت واپسی کی دعا دی۔ انھوں نے فی البدیہہ یہ اشعار پڑھے۔ وَلٰكِنَّنِيْ اَسْئَالُ الرَّحْمٰنَ مَغْفِرَةً وَضَرْبَةً ذَاتَ فَرْغٍ تَقْذِفُ الزَّبَدَا وَطَعْنَةً بِيَدِيَ حران مهجرة بِحَرْبَةٍ تَنْفِذُ الْاَحْشَاءَ والكَبَدَا حَتّٰى يَقُوْلُوا اِذَا مَرُّوا عَلٰى جَدَثِيْ يَا اَرْشَدَ اللّٰهُ مِنْ غَازٍ وَقَدْ رَشَدَا میرا سوال رحمٰن سے یہ ہے کہ سر پر ایسی چوٹ لگے جو کھوپڑی کو توڑ ڈالے نیزہ اور تلوار میرے جگر و دل کو چھید ڈالیں۔ اللہ میری مغفرت کرے' اور میری لاش کو دیکھ کر لوگ کہیں۔ شاباش غازی خوب کام کر گیا۔ ان کو فوج کی کمانڈ حضرت زید و جعفر کے بعد ملی تھی۔ اس وقت میدان جنگ میں انھوں نے اشعار ذیل پڑھے اور حملہ کر کے اپنا فرض ادا کرتے ہوئے جنت کو سدھار گئے۔ نبی نے ہر سہ امراء کی ارائک جنت پر رونق افروزی کا مشاہدہ کیا تھا۔ یا نفس ان لم تقتلی تموت هذا حمام الموت قد صليت و ما تمنيت فقد اعطيت ان تفعلی فعلهما هديت اے جان! موت کا بازار گرم ہو رہا ہے۔ قتل سے بچے تو موت سامنے ہے۔ جو تو نے چاہا اللہ نے دیا۔ اب اگر ابو بکر و عمر کی راہ پر چلنا ہو تو ہدایت مل گئی۔
4	جابر بن ابی صعصعہ بن زید المازنی انصاری رضی اللہ عنہ	
5	ابو کلاب بن ابی صعصعہ بن زید المازنی انصاری رضی اللہ عنہ	نمبر 4' نمبر 5 حقیقی بھائی ہیں۔ ان کے ایک بھائی قیس تھے۔ ان کو نبی ﷺ نے جنگ بدر میں فوج ساقہ کا سردار بنایا تھا۔ ایک بھائی حارث تھے۔ وہ جنگ یمامہ میں شہید ہوئے تھے۔
6	سراقہ بن عمرو بن عطیہ الانصاری النجاری رضی اللہ عنہ	بدر، احد، خندق، حدیبیہ، خیبر، عمرۃ القضاء میں ہمرکاب مصطفوی ﷺ تھے۔
7	عبادہ بن قیس بن عبسہ الانصاری رضی اللہ عنہ	جنگ بدر میں مع برادر خورد سبیع بن قیس شامل تھے

8	وہب بن سعد بن ابی سرح القرشی العامری رضی اللہ عنہ	احد۔ خندق۔ حدیبیہ۔ خیبر میں شامل تھے۔
9	مسعود بن سوید بن حارثہ القرشی العدوی رضی اللہ عنہ	بنو عدی کے ان ستر (70) اشخاص میں سے ہیں جنھوں نے ہجرت کی تھی۔
10	مسعود بن الاسود بن حارثہ ایضاً رضی اللہ عنہ	نمبر 9 کے چچازاد بھائی بیعت رضوان میں شامل تھے۔
11	عبادہ بن قیس بن زید بن امیہ الانصاری الخزرجی رضی اللہ عنہ	بدر' احد' خندق' خیبر' حدیبیہ میں شامل تھے۔
12	سوید بن عمرو رضی اللہ عنہ	مواخات میں نمبر 8 کے بھائی تھے۔
13	ہو یجہ بن بجیر بن عامر الفصی رضی اللہ عنہ [1]	

شہدائے مکہ (2) رضی اللہ عنہما

1	حبیش بن اشعر بن منقذ بن ربیعہ رضی اللہ عنہ	قوم خزاعہ سے ہیں۔
2	کرز بن جابر بن حسیل فہری قرشی رضی اللہ عنہ	ہجرت نبوی ﷺ کے بعد انہی نے قریش کی طرف سے مسلمانوں پر سب سے پہلا حملہ کیا تھا۔ بعد ازاں مسلمان ہوئے' پھر عرنیین میں سردار بنائے گئے۔ فتح مکہ کے دن حبیش پہلے شہید ہوئے' کرز نے ان کی لاش اپنی ٹانگوں کے درمیان کر لی اور لاش کی حفاظت کرتے اور لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔ [2]

شہدائے حنین (6) رضی اللہ عنہم

1	ایمن بن عبد حبشی رضی اللہ عنہ	حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے مات بھائی ہیں۔ یہ ان جوانمردوں میں سے ہیں۔ جو یوم حنین کو ثابت قدم رہے تھے۔
2	حویرث بن عبد اللہ بن حلف رضی اللہ عنہ	غفاری' انصاری' ابی اللحم لقب' یہ بتوں پر جھٹکے کا گوشت پہلے سے نہیں کھایا کرتے تھے۔
3	مرہ بن سراقہ رضی اللہ عنہ	
4	سراقہ بن حباب رضی اللہ عنہ	انصاری
5	سراقہ بن حارث بن عدی رضی اللہ عنہ	بنو عجلان سے ہیں۔
6	یزید بن زمعہ بن اسود بن مطلب رضی اللہ عنہ	ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے بھانجے ہیں۔ سرداران قریش میں سے تھے۔ مہمات قومی میں ان کا مشورہ قریش ضروری سمجھتے تھے۔

[1] یہ فہرست ان شاء اللہ مکمل ہے۔ ابن دحلان نے 13 نام لکھے ہیں، حارث سفیر نبوی سمیت یہ تعداد 14 ہو گی۔
[2] صحیح بخاری میں ہے قُتِلَ مِنْ خَيْلِ خَالِدِ بْنِ وَلِيْدٍ يَوْمَئِذٍ رَجُلَانِ بخاری: 4280

شہدائے طائف (13) ؓ

1	حارث بن سہل بن ابو صعصعہ ؓ	انصاری' نجاری' از بنو مازن۔ ان کے دو چچا جنگ موتہ میں ایک جنگ یمامہ میں شہید ہوئے۔
2	حباب بن جبیر ؓ	
3	عرفطہ بن حباب بن جبیر ؓ	نمبر 2' نمبر 3 باپ بیٹا ہیں۔ بنو امیہ کے حلیف ہیں۔
4	جلیحہ بن عبداللہ بن حارث ؓ	لیثی ہیں۔
5	رقیم بن ثابت ؓ	انصاری۔ اوسی
6	ثابت بن جذع ؓ	انصاری' عقبی' و بدری
7	سعید بن سعید بن عاص بن امیہ ؓ	قرشی الاموی
8	عبداللہ بن ابو امیہ بن مغیرہ ؓ	قرشی المخذ ومی ام المومنین ام سلمہ ؓ کے برادر از جانب پدر
9	عبداللہ بن حارث بن عبدالمطلب ؓ	قرشی الہاشمی نبی ﷺ کے چچیرے بھائی ہیں۔
10	سائب بن حارث بن قیس بن عدی ؓ	قرشی۔ سہمی۔ بعض کا قول ہے کہ یہ طائف میں زخمی اور یوم فحل 13ھ میں شہید ہوئے۔
11	عبداللہ بن عامر بن ربیعہ ؓ	عدوی ہیں۔
12	عبد بن قوال بن قیس بن وقش بن ثعلبہ	عدوی' احد اور جملہ مشاہد مابعد میں شریک ہوئے
13	منذر بن عبد بن قوال	نمبر 12 کے فرزند ہیں۔ [1]

شہدائے مشاہد مختلفہ ؓ

اس فہرست میں ان شہیدان پاک کے نام لکھے جاتے ہیں' جن کی بابت علمائے سیر میں یہ تو اتفاق ہے کہ وہ عہد پرنور مصطفوی ﷺ میں شہید ہوئے تھے مگر ان کے مشاہد کے تعین میں اختلاف ہے۔

1	قرعۃ بن عتبہ (عقبہ) انصاری الاشہلی ؓ	
2	مالک بن خلف بن عمرو الخزاعی ؓ	طلیعہ احد پر مع اپنے بھائی نعمان کے مامور تھے
3	مخیریق ؓ	یہودی عالم از بنو نضیر تھے۔ بروز جنگ احد ایمان لائے اور سیدھے میدان جنگ میں پہنچ گئے۔ اپنے مال کی وصیت نبی ﷺ کے لیے کر گئے تھے۔
4	ثابت بن نعمان بن امیہ ابو حنہ ؓ	بدری ہیں۔

[1] یہ فہرست ان شاء اللہ مکمل ہے۔

5	سہل بن رومی بن وقش بن زغبہ رضی اللہ عنہ	واقدی نے شہدائے احد میں ان کا نام لیا ہے۔
6	یزید بن سعید الکندی والد سائب رضی اللہ عنہ	
7	بشر بن براء بن معرور۔ انصاری رضی اللہ عنہ	خیبری۔ زہر آلود گوشت کے کھانے سے شہادت واقع ہوئی۔
8	طفیل بن نعمان بن خنساء الانصاری رضی اللہ عنہ	
9	مسعود بن خلدہ رضی اللہ عنہ	الانصاری۔ الزرقی
10	عبداللہ (حکم) بن سعید بن العاص بن امیہ رضی اللہ عنہ	قرشی۔ بدری ہیں۔
11	مسعود بن الاسود بن حارثہ رضی اللہ عنہ	قرشی العدوی
12	ہبار بن سفیان بن عبدالاسد رضی اللہ عنہ	المخزومی

باب چہارم 4

﴿ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴾ [الانعام:25]

کفار عرب قرآن مجید میں پہلی قوموں اور پچھلے نبیوں کے حالات سنتے تو قرآن مجید پر یہ پھبتی کہتے کہ اس میں ہے ہی کیا؟ زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ محمد ﷺ ہمیں اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ سنایا کرتا ہے۔

لغت میں اساطیر فسانہ نما قصوں کو کہتے ہیں' جن میں حقیقت کم ہو مگر دلچسپی زیادہ ہو۔ کفار عرب جو علوم سے بے بہرہ' خط و کتابت سے عاری' احوال عالم سے بے خبر تھے' وہ تو اپنی جہالت اور ناواقفیت کی وجہ سے بہت کچھ قابل ترحم تھے' لیکن تعجب تو یہ ہے کہ ان جاہل وحشی بت پرستوں کے اس لفظ کو اہل کتاب نے نہایت پسندیدگی سے دیکھا اور خود بھی اپنی کتابوں میں بارہا مختلف پیرایوں کے ساتھ دہرایا۔

بعض پادریوں نے یہاں تک لکھ دیا ہے کہ محمد ﷺ نے یہ سب قصے ایک عیسائی عالم سے ہی سن کر اپنی زبان میں ڈھال لیے تھے۔

ہم اس مضمون میں دکھائیں گے کہ ایک ہی قصہ کے متعلق موجودہ بائبل کیا بیان کرتی ہے اور قرآن مجید کیا۔ اس کے ملاحظہ سے ناظرین خود ہی دیکھ سکیں گے کہ قرآن مجید اپنی تعلیم میں دیگر آسمانی کتابوں سے کس قدر اعلیٰ ہے۔ ایسی پاک کتاب کے سنانے والے کی نسبت یہ خیال کرنا کس قدر غلط ہے کہ وہ اپنے سے پہلی کتابوں کے مضامین کو چرا چرا کر بیان کرتا تھا۔

چوں کہ عیسائی لوگوں کا یہ اعتراض ذات ستودہ صفات نبی ﷺ پر ہے، اس لیے ضروری ہے کہ اس بات کو سیرت النبی ﷺ کے اندر شامل کیا جائے۔

آدم علیہ السلام

بائبل کی کتاب پیدائش کے باب 2، 3 میں آدم علیہ السلام کی پیدائش، باغ عدن کے قیام، درخت تمیز سے پھل کھانے اور باغ سے نکالے جانے کا ذکر ہے۔ درس 17 باب 3 میں یہ بھی ہے کہ ''زمین تیرے سبب سے لعنتی ہوئی''۔ تمام بائبل میں کہیں مذکور نہیں ہے کہ آدم علیہ السلام کے اس گناہ کی معافی بھی ہوگئی تھی۔ لیکن قرآن مجید نے آدم علیہ السلام کے جن خاص فضائل کا ذکر کیا ہے اور جن سے بائبل خاموش ہے، وہ یہ ہیں:

1. کہ پھل کھاتے وقت آدم علیہ السلام اللہ پاک کے حکم کو بھول گئے تھے۔

﴿ وَلَقَدْ عَهِدْنَآ اِلٰٓى اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِيَ ﴾ [طٰہٰ:115]

2. آدم علیہ السلام کی نیت میں خلاف حکم کرنے کا ارادہ شامل نہ تھا:

﴿ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا ﴾ [طٰہٰ:115]

3. رب کریم نے ان کی اس حرکت کو بخش دیا تھا اور آئندہ انھیں بہترین راہ ہدایت بھی کر دی تھی اور آدم علیہ السلام کو اپنی درگاہ کا برگزیدہ بھی بنالیا تھا۔

﴿ ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدٰى ﴾ [طٰہٰ:122]

4. آدم علیہ السلام پر کلام الٰہی بھی نازل ہوا تھا۔

﴿ فَتَلَقّٰۤی اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ ﴾ [البقرۃ:37]

لیکن بائبل اس سے خاموش ہے حالانکہ اگر نسل انسانی کے پدر اعظم کو اس فضیلت سے عاری کر دیا جائے تو اس میں کوئی بھی فضیلت نہیں رہ جاتی۔

قرآن مجید حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق جس بات میں چپ ہے اور بائبل اسے بیان کرتی ہے وہ یہ فقرہ ہے۔ خدا نے آدم کو پیدا کیا۔ خدا کی صورت پر اسے بنایا۔ درس 1 باب 5۔ کتاب پیدائش۔ یہی مطلب اس کتاب کے درس 26 میں ان الفاظ میں ہے: ''تب خدا نے کہا کہ ہم انسان کو اپنی صورت اور اپنی مانند بنا دیں۔''

میں نہیں سمجھ سکتا کہ اس فقرہ کے بعد کیوں کر کوئی اہل کتاب اللہ کے جسم اور جسمانیت سے انکار کر سکتا ہے اور کیوں کر اللہ کو محدود ہونے سے بری ٹھہرا سکتا ہے۔ اور کیوں کر اللہ کا تصور انسان سے بالاتر ہونے کا دوسرے کو دلا سکتا ہے۔

بے شک قرآن مجید نے اس فقرہ کو چھوڑ دینے سے ثابت کر دیا کہ تقدیس و تنزیہ ربانی کی جو تعلیم قرآن مجید میں ہے' وہ سب سے اعلیٰ ہے۔

قائن و ہابیل فرزندانِ آدم علیہ السلام

بائبل نے بیان کیا ہے کہ:

1. قائن نے اپنے بھائی ہابیل کو مار ڈالا۔ درس 8 باب 4 پیدائش۔
2. خداوند نے قائن پر ایک نشان لگایا کہ جو کوئی اسے پاوے مار نہ ڈالے۔
3. خداوند نے کہا کہ کوئی قائن کو مار ڈالے گا' سات گنا بدلہ اس سے لیا جائے گا۔

ایک قاتل کے متعلق یہ اصول دنیا کے امن و امان کے لیے جس قدر مضر اور خطرناک ہے' وہ ظاہر ہے۔ قرآن مجید نے اس قصہ کو بیان فرماتے ہوئے بتایا ہے۔

1. کہ قائن اپنے بھائی کو قتل کرنے سے خود زیاں کار اور منجملہ اصحاب نار بنا۔

﴿ فَتَكُوْنَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ ﴾ [المائدہ:29] ''تو دوزخ والوں میں سے ہوگا۔''

﴿ فَقَتَلَهٗ فَاَصْبَحَ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴾ [المائدہ:30] ''اس نے بھائی کو قتل کر دیا اور خسارہ پانے والوں سے ہو گیا۔''

2. پھر انسان کی زندگی کی قدر و قیمت اور انسان کے ہلاک کرنے کے وبال سخت اور گناہ عظیم کا بیان فرمایا: ''کہ ایک انسان کا قتل کر دینا تمام بنی آدم کے قتل کے برابر ہے اور ایک انسان کو ہلاکت سے بچا لینا تمام نسل کو ہلاکت سے بچانے کے برابر ہے۔''

﴿ مَنْ قَتَلَ نَفْسًۢا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا وَ مَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَاۤ اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا ﴾ [المائدہ:32]

''جس نے کسی انسان کو (قصاص) یا ملکی فساد کے بغیر قتل کیا اس نے گویا سب ہی انسانوں کو قتل کیا اور جس نے ایک انسان کی زندگی کو بچایا اس نے گویا سب ہی انسانوں کو بچایا۔''

اب قارئین بائبل اور قرآن مجید دونوں کے فرق کو اور قرآن مجید کے تفوق کو بخوبی معلوم کر سکتے ہیں۔

نوح علیہ السلام

بائبل میں حضرت نوح علیہ السلام کا ذکر کتاب پیدائش کے 6 باب سے شروع ہوتا ہے۔ باب 7-8 میں طوفان کا ذکر ہے۔ باب 9 میں بعد طوفان کا ذکر ہے اور باب 10 میں اولاد نوح کا ذکر ہے۔ جو شخص بائبل کو پڑھ اور سمجھ سکتا ہے وہ بائبل کو پڑھے اور سمجھے۔

1. اس میں ایک فقرہ بھی نوح علیہ السلام کے پند ونصیحت فرمانے کی بابت درج نہیں۔
2. اس میں ایک جگہ بھی نہیں بتایا کہ جو لوگ طوفان میں ڈبو دیے گئے تھے ان کا خاص گناہ کیا تھا؟
3. اس میں نہیں بتایا کہ کیوں ہلاکت ہی بہ طور آخری علاج کے اختیار کی گئی تھی۔
4. اس میں نہیں بتایا گیا کہ نوح کن لوگوں میں مبعوث کیے گئے تھے۔
5. اور کون لوگ غرق طوفان ہوئے۔

لیکن قرآن مجید ان جملہ امور پر روشنی ڈالتا ہے۔

قرآن مجید نے بتایا:

1. ﴿ اِنَّاۤ اَرۡسَلۡنَا نُوۡحًا اِلٰى قَوۡمِهٖۤ ﴾ [نوح:1] کہ ”نوح علیہ السلام اپنی ہی قوم کی طرف مبعوث ہوئے تھے۔“
2. قرآن نے بتایا کہ نوح علیہ السلام 950 سال تک برابر نصیحت کرتے رہے:۔

﴿ فَلَبِثَ فِيۡهِمۡ اَلۡفَ سَنَةٍ اِلَّا خَمۡسِيۡنَ عَامًا ﴾ [العنکبوت:14]

3. بتایا ہے کہ اسرار واعلان کے تمام طریقوں سے حضرت نوح علیہ السلام قوم کو نصیحت کر چکے تھے۔
4. بتایا ہے کہ قوم شرک کے گندے گناہ سے آلودہ ہو گئی تھی۔
5. بتایا ہے کہ وہ شرک میں اتنے منہمک ہو گئے تھے کہ اولاد واحفاد، دوست احباب کو اسی شرک کے لزوم کی نصیحتیں اور وصیتیں کیا کرتے تھے: ﴿ وَ قَالُوۡا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمۡ وَ لَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّ لَا سُوَاعًا ۙ وَّ لَا يَغُوۡثَ وَ يَعُوۡقَ وَ نَسۡرًا ﴾ [نوح:23]
6. بتایا گیا ہے کہ ان کی آئندہ نسلوں کی صلاحیت پذیر ہونے کی امید بھی منقطع ہو گئی تھی۔

﴿ وَ لَا يَلِدُوۡۤا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا ﴾ [نوح:27]

7. بتایا گیا ہے کہ وہی قوم غرق کی گئی تھی جس نے شرک وطغیان وسرکشی اختیار کی تھی۔

﴿ كَذَّبَتۡ قَبۡلَهُمۡ قَوۡمُ نُوۡحٍ وَّعَادٌ وَّفِرۡعَوۡنُ ذُو الۡاَوۡتَادِ ۝ وَثَمُوۡدُ وَقَوۡمُ لُوۡطٍ وَّاَصۡحٰبُ الۡـئَيۡكَةِ ؕ اُولٰٓـئِكَ الۡاَحۡزَابُ ۝ اِنۡ كُلٌّ اِلَّا كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ عِقَابِ ﴾ [صٓ 12-14]

”نوح، عاد اور فرعون ذوالاوتاد اور ثمود اور قوم لوط اور اصحاب الایکہ کی جماعتوں نے ان سے پہلے تکذیب کی ان سب نے رسولوں کو جھٹلا دیا اور اس لیے ان پر عذاب کا آنا ٹھیک ہے۔“

ہاں قرآن مجید نے جو کچھ حضرت نوح علیہ السلام کی بابت بتایا ہے اور جس سے بائبل خاموش ہے وہ بہت سے امور ہیں۔

اوّل: نوح علیہ السلام کے ایک نافرمان بیٹے کا قصہ جس میں بتایا گیا ہے:

1. کہ اللہ کے حکم کے سامنے اولاد کی محبت کو چھوڑ دینا چاہیے۔

② نیز یہ کہ عالی نسب ہونا اس شخص کے لیے ذرا بھی مفید نہیں' جس کے اپنے اعمال اچھے نہ ہوں:۔ ﴿إِنَّهُ لَيْسَ مِنْ أَهْلِكَ إِنَّهُ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ﴾ [ھود:46]

③ اور یہ کہ نیک باپ بری اولاد سے کیوں کر علیحدہ ہو جاتے ہیں۔

﴿رَبِّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ أَنْ أَسْأَلَكَ مَا لَيْسَ لِي بِهِ عِلْمٌ﴾ [ھود:47]

اے رب! میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں کہ تجھ سے اس بات کا سوال کروں' جس کا علم مجھے نہیں۔

دوم: قرآن مجید بتاتا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ اور بھی چند نفوس بچے تھے جو حضرت نوح علیہ السلام پر ایمان لائے تھے اور اللہ نے ان کو بھی سلامتی کے خلعت سے مشرف فرمایا تھا۔

﴿وَمَا آمَنَ مَعَهُ إِلَّا قَلِيلٌ﴾ [ھود:40]

''نوح علیہ السلام کے ساتھ تھوڑے ہی ایمان لائے تھے۔''

﴿يَا نُوحُ اهْبِطْ بِسَلَامٍ مِنَّا وَبَرَكَاتٍ عَلَيْكَ وَعَلَى أُمَمٍ مِمَّنْ مَعَكَ﴾ [ھود:48]

''اے نوح! کشتی سے اتر' ہماری سلامتی اور برکتوں کے ساتھ جو تجھ پر ہیں اور ان سب پر جو تیرے ساتھ ہیں۔''

سوم: قرآن مجید بتاتا ہے کہ حضرت نوح کی اولاد کبھی منقطع نہ ہوگی۔

﴿وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهُ هُمُ الْبَاقِينَ﴾ [الصفت:77] ''ہم نے نوح علیہ السلام کی اولاد کو باقی رہنے والے بنایا۔''

بائبل ان جملہ افادات سے خالی ہے۔

اب بائبل جو بات قرآن مجید سے زائد بیان کرتی ہے وہ یہ ہے: نوح مے پی کر نشہ میں آیا اور اپنے ڈیرہ کے اندر خود کو ننگا کیا۔ حام نے اپنے باپ کو ننگا دیکھا۔[(21-22)/9 پیدائش] قرآن مجید بے شک اس سے خاموش ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام

بائبل کی کتاب پیدائش میں ابراہیم علیہ السلام کا قصہ 12 باب سے 25 باب تک ہے۔ بااین ہمہ بائبل ان فضائل کے بیان سے ساکت ہے' جو قرآن مجید نے حضرت خلیل الرحمٰن علیہ السلام کے بیان کیے ہیں۔

① قرآن مجید میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ﴿مَلَكُوتَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ﴾[الانعام:75] نظر ڈالتے تاروں' چاند' سورج وغیرہ میں الہیت الٰہیت نہ ہونے پر استدلال کرنے کا مفصل بیان ہے اور اس سے سبق ملتا ہے کیوں کہ سعادت مندان ازلی اس صحیفہ قدرت کو دیکھ کر منازل خدا شناسی کو طے کر جاتے ہیں۔ بائبل میں یہ مذکور نہیں۔

② قرآن مجید نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بت شکنی کا بیان کیا ہے اور فَجَعَلَهُمْ جُذَاذًا[الانبیاء:58]: کہہ کر بتادیا جاتا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام اپنی ابتدائی عمر ہی سے شرک کے دشمن اور توحید کے فدائی تھے۔ لیکن بائبل میں یہ مذکور نہیں۔

③ قرآن مجید میں اس مناظرہ کا ذکر ہے جو ابراہیم علیہ السلام نے توحید کے بارے میں اپنی قوم کے ساتھ کیا اور عقیدے کی پختگی میں قوم کی مخالفت کی ذرا پروا نہ کی تھی۔

﴿وَحَاجَّهُ قَوْمُهُ قَالَ أَتُحَاجُّونِّي فِي اللَّهِ وَقَدْ هَدَانِ﴾ [الانعام:80]

''اس کی قوم نے اس سے جھگڑا کیا ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ کیا تم اللہ کی بابت مجھ سے جھگڑتے ہو اسی نے تو مجھے ہدایت فرمائی ہے۔''

4 قرآن مجید میں اس نصیحت کا ذکر ہے جو ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ آزر کو فرمائی تھی:

﴿إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ يَا أَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِي عَنكَ شَيْئًا﴾ [التوبہ:42]

''اے باپ! تو کیوں ایسی چیزوں کو پوجا کرتا ہے جو نہ سن سکیں' نہ دیکھ سکیں' نہ تیرا کوئی کام بنا سکیں۔''

قرآن پاک نے ان کے باپ کی سختی اور ابراہیم علیہ السلام کا باپ سے علیحدہ ہو جانا بھی بتایا ہے۔

﴿يَا إِبْرَاهِيمُ لَئِن لَّمْ تَنتَهِ لَأَرْجُمَنَّكَ﴾ [مریم:46]

''اے ابراہیم! اگر تو باز نہ آیا تو میں تجھے سنگسار کر دوں گا۔''

5 قرآن پاک میں اس مناظرہ کا ذکر بھی ہے جو بادشاہ وقت سے انھوں نے کیا' وہ بادشاہ سرگروہ مبطلین تھا۔ اللہ تعالیٰ کا منکر' انانیت کا قائل' اللہ پاک نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ان دلائل کو بھی بیان فرمایا ہے' جنھیں سن کر ایسا محسن کش و مغرور بادشاہ بھی حیران رہ گیا تھا۔

﴿فَبُهِتَ الَّذِي كَفَرَ﴾ [البقرۃ:258] ''تب کافر حیران رہ گیا۔''

6 قرآن پاک نے ابراہیم علیہ السلام کے خلاف قوم اور سلطنت کا اتفاق' ان کا آگ میں ڈالا جانا' رب کریم کا اپنے خلیل علیہ السلام کو بچا لینا بیان فرمایا ہے۔

﴿قُلْنَا يَا نَارُ كُونِي بَرْدًا وَسَلَامًا عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ﴾ [الانبیاء:68]

''ہم نے کہا اے آگ ابراہیم علیہ السلام پر تو ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جا۔''

7 قرآن مجید نے اس طریقہ استدلال کا بھی ذکر کیا ہے' جس سے احیائے موتی کے مسئلہ میں غور کرنے والے کے لیے ابراہیم علیہ السلام ایک روشن مثال چھوڑ گئے ہیں۔

﴿رَبِّ أَرِنِي كَيْفَ تُحْيِي الْمَوْتَىٰ﴾ [البقرۃ:260]

''اے رب! مجھے دکھا تو مردوں کو کیوں کر زندہ کرے گا۔''

بائبل ان تمام باتوں سے بالکل خاموش ہے۔ بائبل حضرت ابراہیم علیہ السلام کی کسی دینی خدمت کا ذکر تک نہیں کرتی۔

1 بائبل نے اگر کوئی ایسا ذکر بھی کیا جو قرآن مجید میں نہیں تو وہ یہ ہے کہ ''ابراہیم علیہ السلام نے اپنی بیوی کو سکھایا تھا کہ تو کہنا کہ میں اس کی بہن ہوں'' (12-11 پیدائش)

2 بائبل نے لکھا ہے کہ ابرہیم علیہ السلام اپنی بیوی سرہ کے کہنے سے اپنے بیٹے اسماعیل علیہ السلام اور بیوی ہاجرہ علیہا السلام کو گھر سے نکال دیا تھا۔ 10۔14 درس 21 باب۔ وہ بے چارے بیابان میں بھٹکتے پھرتے رہے۔

اس بیان سے ابراہیم علیہ السلام کے رحم اور انصاف پر بہت سے اعتراض وارد ہوتے ہیں۔

لیکن قرآن مجید نے جب اس واقعہ کا ذکر کیا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے بیوی اور بچے کو نکالا نہ تھا بلکہ توحید کی

منادی پھیلانے کے لیے ایک مرکز منتخب فرمایا تھا اور توحید کی تعلیم کو تمام دنیا تک پہنچانے کے لیے اپنے کنبے کو دور دراز ممالک تک پھیلا دیا تھا:

﴿ رَبَّنَا اِنِّیْ اَسْکَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِیُقِیْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِیْ اِلَیْهِمْ ﴾ [ابراہیم:37]

''اے رب! میں نے اپنے کنبہ میں سے چند کو اس وادی میں جہاں زراعت نہیں ہوتی ہے تیرے عزت کے گھر کے پاس بسایا ہے۔ اے رب! میری غرض یہ ہے کہ وہ نماز کو قائم کریں۔ اس لیے اے اللہ! تو لوگوں کے دلوں کو ان کی جانب مائل کردے۔''

یہ ایسی پاک غرض ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی رفعت شان کو نہایت اعلیٰ بنا دیتی ہے۔ جملہ وجوہات کو دیکھ کر بھی کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ قرآن مجید کے مضامین بائبل سے لیے گئے ہیں۔ غرض بائبل ان تمام باتوں سے بالکل خاموش ہے جن کا ذکر قرآن مجید نے بتصریح کر دیا ہے۔ بائبل ابراہیم علیہ السلام کی کسی دینی خدمت کا ذکر تک نہیں کرتی۔

حضرت لوط علیہ السلام

1. لوط علیہ السلام اور ان کی قوم کا انجام کتاب پیدائش باب 19 میں ہے۔ بائبل نے حضرت لوط علیہ السلام کی مساعی تبلیغ کا ذرا بھی ذکر نہیں کیا لیکن قرآن مجید نے ان کے زبردست دلائل وعظ کا ذکر فرماتا ہے۔

﴿ وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖۤ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ ﴾ [الاعراف:80]

''لوط علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا تم بے حیائی کا وہ کام کرتے ہو جو تم سے پہلے دنیا میں کسی نے بھی نہیں کیا۔''

2. بائبل نے لوط علیہ السلام کی عورت کے نمک کا کھمبا بن جانے کی وجہ یہ لکھی ہے کہ اس نے پیچھے کو پھر کر دیکھ لیا تھا۔ (26 درس 19 باب) لیکن قرآن مجید نے ظاہر کیا ہے کہ وہ اپنے شوہر کی خیانت کرتی تھی۔

﴿ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَیْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَیْنِ فَخَانَتٰهُمَا ﴾ [التحریم:10]

''نوح اور لوط (علیہما السلام) کی جورو ئیں ہمارے دو صالح بندوں کے تحت میں تھیں مگر انھوں نے ان دونوں کی خیانت کی۔''

3. اب بائبل جس مضمون کو خاص طور پر بیان کرتی ہے وہ لوط کی دونوں بیٹیوں کا قصہ ہے۔ دیکھو باب ۱۹۔ مگر قرآن مجید ایسے قصوں سے بالکل پاک ہے۔

اس ناپاک قصہ کا بطلان خود بائبل سے بھی ثابت کیا جا سکتا ہے۔ دیکھو پیدائش (31-32)/19۔ پلوٹھی نے اس فعل قبیحہ کے جواز میں یہ دلیل پیش کی ہے کہ زمین پر کوئی مرد نہیں جو تمام جہان کے دستور کے موافق ہمارے پاس اندر آوے۔'' یہ دلیل بالکل غلط ہے کیوں کہ (23,20)/19 میں شہر ضغر کی موجودگی اور سلامتی کا ذکر ہے، پھر وہ لڑکیاں کیوں کر کہہ سکتی تھیں کہ زمین پر کوئی مرد نہیں ہے۔ ہم باور کر سکتے ہیں کہ یہ داستان ہی بے اصل ہے۔

حضرت اسحاق علیہ السلام

کتاب پیدائش کے 26 باب میں حضرت اسحاق علیہ السلام کا ذکر ہے اور جو بیان اس میں قرآن مجید سے زائد ہے وہ یہ ہے

''اضحاق جرار میں رہا اور وہاں کے باشندوں نے اس سے اس کی جورو کی بابت پوچھا وہ بولا کہ وہ میری بہن ہے'' (درس 6)

قارئین خود اندازہ کر سکتے ہیں کہ کیا اس فقرہ کا قرآن مجید میں نہ ہونا اس کی شان کو گھٹا سکتا ہے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام

باب 25، کتاب پیدائش سے معلوم ہوتا ہے کہ یعقوب علیہ السلام اور عیسو دو توام بھائی تھے اور پیدائش کے اعتبار سے عیسو بڑا تھا۔

اب مندرجہ ذیل امور پر غور کیجیے۔

اول: 29 درس میں ہے: ''کہ یعقوب نے لپسی پکائی اور عیسو جنگل سے آیا اور وہ ماندہ ہو گیا تھا۔

30 اور عیسو اور یعقوب علیہ السلام سے کہا کہ اس لال لال میں سے کچھ مجھے کھانے کو دے کیوں کہ میں ماندہ ہو گیا ہوں۔

31 تب یعقوب علیہ السلام نے کہا کہ آج ہی اپنے پلوٹھے ہونے کا حق میرے ہاتھ بیچ۔

32 عیسو نے کہا کہ دیکھ میں تو مرے جاتا ہوں سو پلوٹھا ہونا میرے کس کام آوے گا؟

33 تب یعقوب علیہ السلام نے کہا کہ آج ہی میرے سامنے قسم کھا اس نے اس کے سامنے قسم کھائی اور اس نے اپنے پلوٹھے ہونے کا حق یعقوب کے ہاتھ بیچا۔

34 تب یعقوب علیہ السلام نے عیسو کو روٹی اور مسور کی دال دی۔ اس نے کھایا اور پیا اور اٹھ کر چلا گیا۔ سو عیسو نے اپنے پلوٹھے ہونے کا حق ناچیز جانا۔

قارئین ذرا غور کریں کہ اوپر کے قصے سے کیا حضرت یعقوب علیہ السلام کی کوئی تعریف نکلتی ہے جنھوں نے حقیقی بھائی کو مسور کی دال اور روٹی اس وقت تک نہ دی' جب تک اس سے وہ حق نہ لے لیا جو قدرت نے اسے عطا کیا تھا۔

شکر ہے کہ قرآن مجید میں یہ داستان موجود نہیں۔

دوم: کتاب پیدائش کا 27 باب پڑھیے' جس میں یہ مذکور ہے کہ اسحٰق علیہ السلام نے اپنے بڑے بیٹے عیسو کو کہا کہ وہ شکار کا گوشت باپ کے لیے لائے اور باپ اسے برکت دے گا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کی ماں نے حضرت یعقوب کو عیسو جیسا لباس پہنایا ان کا حلیہ عیسو جیسا بنایا اور ان کے ہاتھ بکری کا گوشت پکا کر اسحٰق علیہ السلام کے پاس بھیجا اور یعقوب علیہ السلام نے باپ سے کہا میں عیسو ہوں۔ شکار کھایئے اور برکت دیجیے اور حضرت اسحٰق علیہ السلام اس دھوکے میں آ گئے اور یعقوب علیہ السلام کو وہ برکت دی۔ جو عیسو کو دینا چاہتے تھے۔

شکر ہے کہ قرآن میں یہ قصہ بھی نہیں ہے۔

سوم: 34 باب پیدائش میں دینہ دختر یعقوب علیہ السلام کا قصہ ہے۔ پھر اسی باب میں مذکور ہے کہ فرزندان یعقوب علیہ السلام نے امیر حوی حمور سے یہ معاہدہ کر لیا کہ آئندہ کے لیے بیٹوں کی لین دین جاری ہو جائے گی مگر پھر لادی و شمعون تلواریں لے کر اس شہر پر گئے۔ سب مردوں کو اور سکم و حمور کو قتل کر ڈالا۔ ان کی بھیڑ، بکریاں، گائے، بیل، گدھے اور جو کچھ شہر یا کھیت میں تھا سب دولت، سب بچے اور ان کی جوروئیں لوٹ کر لے گئے۔''

شکر ہے کہ قرآن مجید میں اس کی بابت ایک حرف بھی نہیں۔

چہارم: 35 باب 22 درس میں "روبن جو حضرت یعقوب علیہ السلام کا پلوٹھا بیٹا تھا اور اس کی سوتیلی ماں کا قصہ ہے۔"
شکر ہے کہ یہ قصہ بھی قرآن مجید میں نہیں۔

پنجم: 28 باب کتاب پیدائش۔ یہوداہ جو حضرت یعقوب کا تیسرا بیٹا ہے اور اس کی بہو تمر کا قصہ ہے۔
بائبل نے یہوداہ کو الزام سے بچانے کے لیے کہا ہے۔ اس نے نہ جانا کہ یہ میری بہو ہے۔" (16 درس) لیکن عذر کے بعد پھر بھی یہوداہ پر کسی ایک عورت کے ساتھ آلودہ ہونے کا جرم و گناہ قائم رہتا ہے اور یہ جرم ایسے شخص کے متعلق جو نبی کا بیٹا اور نبی کا پوتا اور بنی اسرائیل کے چند انبیاء مابعد کا باپ ہو بہت سخت ہے۔
شکر ہے کہ قرآن مجید اس پاک گھرانے کے کسی شخص پر ایسے الزام نہیں لگاتا بلکہ یوں تعریف کرتا ہے۔:
﴿ وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ الْحُسْنٰى عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴾ [الاعراف:137]
"اللہ تعالیٰ کا پاک فرمودہ بنی اسرائیل پر پورا ہوا۔"

ان سب باتوں کو چھوڑ کر قرآن مجید نے جو کچھ خود بیان کیا ہے، جو بائبل میں مذکور نہیں، اس سے حضرت یعقوب علیہ السلام کی عظمت نمایاں ہوتی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ وہ فی الواقع اسرائیل (مرد خدا) کا خطاب پانے کے اہل تھے۔

1. قرآن مجید بتاتا ہے کہ اللہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پہلے ہی سے ایک برگزیدہ بیٹے اور ایک برگزیدہ پوتے کی بشارت عطا فرما دی تھی۔
﴿فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ وَ مِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ ﴾ [ھود:71]
"ہم نے سارہ علیہا السلام کو اسحق (علیہ السلام) اور اسحق (علیہ السلام) کے بعد یعقوب (علیہ السلام) کی بشارت دی۔"

2. قرآن مجید بتاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یعقوب علیہ السلام اور ان کے والد پر خاص خاص الطاف فرمائے اور دنیا میں ان کے لیے ثنائے جمیل اور ذکر خیر باقی رکھا۔
﴿وَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَ يَعْقُوْبَ وَ كُلًّا جَعَلْنَا نَبِيًّا ○ وَ وَهَبْنَا لَهُمْ مِّنْ رَّحْمَتِنَا وَ جَعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا﴾ [مریم:49-50]
"ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو اسحق و یعقوب علیہما السلام دیے اور ان کو نبی بنایا اور ان سب کے لیے سچی اور بلند ترین تعریف عطا کی۔"
ان بیانات کو پڑھ کر کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ بیانات بائبل سے ماخوذ ہیں۔

حضرت یوسف علیہ السلام

حضرت یوسف علیہ السلام کا احوال کتاب پیدائش کے باب 37 اور پھر باب 39 سے 50 تک ہے۔ اگرچہ یہ بارہ (12) باب حضرت یوسف علیہ السلام کی توصیف سے بھرے ہوئے ہیں، لیکن ایک فقرہ حضرت یوسف علیہ السلام پر جڑ دیا گیا ہے۔
"یوسف علیہ السلام ان کے باپ کے پاس ان کے برے کاموں کی خبر لاتا تھا۔" درس 2 باب 37 اس فقرہ سے یہ ظاہر ہے کہ یوسف علیہ السلام (نعوذ باللہ) ایک چغل خور تھے، اور یہ بھی ظاہر ہے کہ ان کے بھائی برے کام کرنے والے تھے۔

1. قرآن کریم نے بھی یوسف علیہ السلام کا قصہ دو رکوع میں بیان کیا ہے، لیکن وہ بہت سی باتوں میں بائبل کے بیان سے زیادہ بلیغ اور ممتاز ہے۔

2 قرآن پاک میں ہے کہ یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام کا خواب سن کر یہ تعبیر بتائی تھی: ﴿یَجْتَبِیْكَ رَبُّكَ وَ یُعَلِّمُكَ مِنْ تَاْوِیْلِ الْاَحَادِیْثِ وَ یُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَیْكَ﴾ [یوسف:6] ''اللہ تعالیٰ تجھے برگزیدہ کرے گا اور تجھے علم تعبیر سکھائے گا اور تجھ پر اپنی نعمت کو پورا کرے گا۔''

3 بائبل میں خواب کا ذکر تو ہے' مگر اس تعبیر کا ذکر نہیں ۔ گو وہ مضمون موجود ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی بتائی ہوئی تعبیر انہی لفظوں میں پوری ہوگئی تھی۔

4 قرآن مجید میں ہے کہ جب بھائیوں نے یوسف علیہ السلام کو چاہ میں گرا دینے پر اجماع کرلیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے اس وقت یوسف علیہ السلام کو ان کے اطمینان خاطر کے لیے بتادیا تھا:

﴿وَاَوْحَیْنَاۤ اِلَیْهِ لَتُنَبِّئَنَّهُمْ بِاَمْرِهِمْ هٰذَا وَ هُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ﴾ [یوسف:15]

ہم نے یوسف علیہ السلام کو وحی کی کہ تو ان کو ان کے کام کی خبر دے گا اور وہ تجھے نہ پہچانتے ہوں گے، یعنی ایک وقت تجھ کو وہ مقتدرت ہوگی کہ تو ان کے افعال پر تنبیہ کرے گا۔

لیکن بائبل میں اس کا ذکر نہیں۔

5 قرآن پاک میں ہے کہ ''امراۃ العزیز'' کے ساتھ حضرت یوسف علیہ السلام کے پیراہن کا پچھلا حصہ پھٹ گیا تھا اور عورت ہی کے خاندان میں سے ایک نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ پیراہن کے سامنے کا حصہ پھٹ گیا ہو تو یوسف علیہ السلام ملزم ہے ورنہ عورت ملزمہ ہے اور اس زبردست دلیل سے حضرت یوسف علیہ السلام کی بے گناہی و بے لوثی عزیز پر ثابت ہوگئی تھی۔ تب اس نے یوسف علیہ السلام سے درگزر کرنے کی التجا کی تھی اور عورت کو الزام دے کر کہا تھا کہ وہ اپنے گناہوں سے استغفار کرلے۔

﴿یُوْسُفُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا ٚ وَاسْتَغْفِرِیْ لِذَنْۢبِكِ ۖۚ اِنَّكِ كُنْتِ مِنَ الْخٰطِـِٕیْنَ﴾ [یوسف:29]

''یوسف! تو اس تہمت کا خیال نہ کر۔ اے عورت! تو اپنے گناہ کی معافی اللہ تعالیٰ سے مانگ کیوں کہ خطا تیری ہے۔''

6 قرآن پاک سے مستنبط ہوتا ہے کہ مصر کی اور بہت سی عورتوں نے بھی مل کر یوسف علیہ السلام کو زن عزیز کی بات مان لینے اور بہکانے میں کوشش کی تھی اور وہ سب ناکام رہی تھیں' مگر بائبل اس سے بھی خاموش ہے۔

7 قرآن پاک نے بتایا ہے کہ جب زندان میں قیدیوں نے یوسف علیہ السلام سے اپنے اپنے خواب کی تعبیریں پوچھیں تو یوسف علیہ السلام نے اول ان کو توحید کی تعلیم دی اور اپنے فرض تبلیغ کو ادا کیا تھا۔

﴿یٰصَاحِبَیِ السِّجْنِ ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَیْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۝ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلَّاۤ اَسْمَآءً سَمَّیْتُمُوْهَاۤ اَنْتُمْ وَ اٰبَآؤُكُمْ مَّاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّاۤ اِیَّاهُ ؕ ذٰلِكَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ﴾ [یوسف:39-40]

''اے زندان کے ساتھیو! ذرا غور کرو کہ بہت سے رب اچھے یا ایک زبردست اللہ۔ حقیقت تو یہ ہے کہ اللہ کے سوا تم جس جس چیز کی پوجا کرتے ہو وہ خالی نام ہی نام ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے گھڑ لیے۔ اللہ نے ان کی بابت کوئی بھی دلیل نہیں

اتاری۔ یاد رکھو کہ حکم دینے کا حق اللہ ہی کو ہے اور اللہ نے یہ حکم دیا ہے کہ اللہ کے سوا اور کسی کی عبادت نہ کرو۔ اسی کا نام دین محکم ہے لیکن بہت لوگ ہیں جو اتنی بات بھی نہیں جانتے۔''

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یوسف علیہ السلام کیسے عالی پایہ نبی تھے جو زندان میں پہنچ کر بھی اپنے فرض تبلیغ سے قاصر نہیں رہے۔ دعوت الی اللہ زندان میں بھی جاری رکھی اور ہدایت خلق کا جو وقت اور جو موقع مل گیا' اسے ضائع نہ کیا۔ یہ پاک نظیر ان سب لوگوں کے لیے جو وعظ و ہدایت کا کام اپنے لیے پسند کرتے ہیں' بہترین ہدایت ہے۔ لیکن بائبل میں یہ مذکور ہی نہیں۔

8 بائبل میں ہے کہ جب یوسف علیہ السلام کو فرعون نے تعبیر خواب کے لیے طلب کیا تو وہ جھٹ اس کے پاس چلے گئے مگر قرآن مجید میں ہے کہ انھوں نے جیل سے باہر نکلنے سے انکار کر دیا اور پہلے اپنے الزام کے متعلق تحقیقات کیے جانے پر زور دیا۔

﴿ارْجِعْ اِلٰى رَبِّكَ فَسْئَلْهُ مَابَالُ النِّسْوَةِ الّٰتِيْ قَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ﴾ [یوسف:15]

اس بیان سے حضرت یوسف علیہ السلام کی پاک دامنی، پرہیزگاری، نیز مستقل مزاجی اور عزت نفس کی نگہداشت پر بہترین شہادت ملتی ہے۔

9 قرآن مجید میں ہے کہ زنان مصر نے بھی یوسف علیہ السلام کی پاک دامنی کی شہادت دی ہے۔

﴿حَاشَ لِلّٰهِ مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ مِنْ سُوْٓءٍ﴾ [یوسف:51]

''پناہ بخدا! ہم نے تو یوسف علیہ السلام پر کوئی برائی محسوس نہیں کی۔''

اور خود زن عزیز نے بھی حضرت یوسف علیہ السلام کی صداقت بیان اور طہارت نفس کی شہادت دیتے ہوئے سارا الزام اپنے اوپر لے لیا تھا۔

﴿قَالَتِ امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ الْـٰٔنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ اَنَا رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ○ ذٰلِكَ لِيَعْلَمَ اَنِّيْ لَمْ اَخُنْهُ بِالْغَيْبِ وَ اَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ كَيْدَ الْخَآئِنِيْنَ ○ وَ مَآ اُبَرِّئُ نَفْسِيْ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّيْ﴾

''زن عزیز نے کہا' اب تو سچ ثابت ہو گیا' خود میں نے یوسف کو پھسلانا چاہا اور وہ سچا ہے۔ میں چاہتی ہوں کہ یوسف جان لے کہ میں اسے پس پشت (بھی) کوئی الزام نہیں دیتی' ہاں اللہ بھی خیانت کرنے والوں کے فریب کو چلنے نہیں دیتا اور میں اپنے نفس کو بری نہیں ٹھہراتی ہوں' یوں کہ نفس تو برائی ہی کے لیے کہا کرتا ہے۔ بجز اس شخص کے جس پر میرے رب کی عنایت ہو۔'' [یوسف:51-53]

لیکن بائبل ان اوصاف کے بیان میں ساکت ہے' ایسے ہی دیگر مضامین اس سورہ مبارکہ میں ہیں' جو بائبل میں نہیں ہیں۔ جن سے بیسیوں مسائل اور نکات آئندہ کے لیے بھی مستخرج ہوتے ہیں۔ میری کتاب ''الجمال والکمال'' (تفسیر سورہ یوسف) کو دیکھنا چاہیے۔

قارئین رحمۃ للعالمین جلد اول کے ملاحظہ سے دیکھ سکتے ہیں کہ تمام سورہ مبارکہ کیوں کر نبی کریم ﷺ کے احوال مبارک کے لیے بہ طور پیشین گوئی بھی ہے۔

ان جملہ افادات کے بعد کیا اب بھی یہ کہنا صحیح ہو سکتا ہے کہ نبی ﷺ نے بائبل کے مضامین سن کر ان کو اپنی زبان میں ڈھال لیا تھا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام

موسیٰ علیہ السلام کا جس تفصیل اور تطویل کے ساتھ بائبل میں ذکر ہے اتنا اور کسی نبی کا نہیں۔ موسیٰ علیہ السلام کی دوسری کتاب خروج

اور تیسری کتاب احبار اور چوتھی گنتی اور پانچویں کتاب استثنا اسی اولی العزم نبی کے حالات میں ہیں۔ قرآن مجید میں بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعات کا تذکرہ بہت ہے۔ اس قدر اور کسی نبی کا نہیں' تاہم مجموعہ اس کا حجم بائبل کی مندرجہ بالا چار کتابوں میں سے ایک کتاب کے برابر بھی نہیں۔

مضامین کے لحاظ سے ہم اکثر مقامات کا اقتباس کریں گے۔

① 14 درس 4 باب خروج میں ہے کہ ''تب خداوند کا غصہ موسیٰ پر بھڑ کا یہ اس موقع پر ہے جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے رسالت کو قبول کرنے سے عذر کیا ہے۔ مگر قرآن مجید اس موقع پر بتاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو نہایت الفت وشفقت سے سمجھایا تھا۔

﴿يَا مُوسَىٰ لَا تَخَفْ إِنِّي لَا يَخَافُ لَدَيَّ الْمُرْسَلُونَ﴾ [النمل:10]

''اے موسیٰ (علیہ السلام) ڈرو نہیں' ہمارے ہاں رسول ڈرا نہیں کرتے۔''

② درس 60 باب خروج میں ہے عمرام نے اپنے باپ کی بہن یوکبد سے بیاہ کیا۔ وہ اس سے دو بیٹے جنی: ایک ہارون دوسرا موسیٰ۔ معلوم نہیں کہ بائبل کا مقصود اس بیان سے کیا ہے۔ قرآن مجید سے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں کی بڑی تعریف نکلتی ہے۔

① اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿وَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ أُمِّ مُوسَىٰ﴾ [القصص:7] ''ہم نے موسیٰ کی ماں کی طرف وحی بھیجی۔''

واضح ہو کہ دنیا میں ایسی عورتیں بہت ہی کم ہیں' جن کے پاس اللہ تعالیٰ کی وحی براہ راست آئی۔ قرآن مجید سے ایسی شرف والی عورتیں مادر موسیٰ، مادر عیسیٰ علیہما السلام ہی معلوم ہوتی ہیں اور بائبل سے مادر اسماعیل علیہ السلام کی بھی یہی منزلت معلوم ہوتی ہے اور مادر اسماعیل علیہ السلام کے سامنے تو دو بار فرشتہ خود آیا اور اس نے اللہ کا پیغام اور زمان مستقبل کی بشارت ان کو پہنچائی تھی۔ دیکھو (7-11)/16۔۔17/21 کتاب پیدائش۔

② اللہ تعالیٰ نے دوسرے مقام پر مادر موسیٰ علیہ السلام کی تعریف میں فرمایا ہے:

﴿لَوْلَا أَن رَّبَطْنَا عَلَىٰ قَلْبِهَا﴾ [القصص:10] اگر ہم اس کے قلب پر اپنا رابطہ نہ رکھتے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مادر موسیٰ علیہ السلام کے قلب پاک کو اللہ تعالیٰ سے رابطہ حاصل تھا۔

③ کتاب خروج 1/7 میں ہے۔ ''پھر خدا نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا: دیکھ میں نے تجھے فرعون کے لیے خدا سا بنایا۔

ناظرین فقرہ ''خدا سا'' پر غور کریں اور دیکھیں کہ کیا توحید کی تعلیم اسی طرح دی جایا کرتی ہے؟ اگر کوئی شخص اللہ کا مشبہ بن سکتا ہے تو اللہ کی وحدانیت ذات اور وحدانیت صفات کیوں کر قائم نہیں رہ سکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:

﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ﴾ [الشوریٰ:11]

''کوئی بھی چیز اللہ کی مثال جیسی نہیں۔''

﴿فَلَا تَضْرِبُوا لِلَّهِ الْأَمْثَالَ﴾ [النحل:74]

''اللہ کے لیے مثالیں نہ بیان کرو۔''

(4) ① 11' 7/12 خروج میں ہے: ''کہ مصر کے جادوگروں نے بھی اپنا اپنا عصا پھینکا اور وہ سانپ ہوگیا۔''

② 7/8 خروج میں ہے کہ جادوگروں نے بھی مصر کی زمین پر مینڈک چڑھائے۔

③ (16-17)/8 میں ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے گرد پر عصا کو مارا اور اس سے تمام ملک میں جوئیں پیدا ہو گئیں۔

18 ورس میں ہے'' جادوگروں نے بھی چاہا کہ اپنے جادوؤں سے جوئیں نکالیں پر نہ نکال سکے۔''

19 ورس میں ہے: ''تب جادوگروں نے فرعون سے کہا کہ یہ خدا کی قدرت ہے۔''

جادوگروں کا ذکر بائبل میں صرف اسی قدر ہے اوران کے انجام کی بابت خاموش ہے' لیکن قرآن مجید فرماتا ہے:

﴿فَأُلْقِيَ السَّحَرَةُ سُجَّدًا قَالُوا آمَنَّا بِرَبِّ هَارُونَ وَمُوسَىٰ ○ قَالَ آمَنتُمْ لَهُ قَبْلَ أَنْ آذَنَ لَكُمْ إِنَّهُ لَكَبِيرُكُمُ الَّذِي عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ فَلَأُقَطِّعَنَّ أَيْدِيَكُمْ وَأَرْجُلَكُم مِّنْ خِلَافٍ وَلَأُصَلِّبَنَّكُمْ فِي جُذُوعِ النَّخْلِ وَلَتَعْلَمُنَّ أَيُّنَا أَشَدُّ عَذَابًا وَأَبْقَىٰ ○ قَالُوا لَن نُّؤْثِرَكَ عَلَىٰ مَا جَاءَنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَالَّذِي فَطَرَنَا فَاقْضِ مَا أَنتَ قَاضٍ إِنَّمَا تَقْضِي هَٰذِهِ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا ○ إِنَّا آمَنَّا بِرَبِّنَا لِيَغْفِرَ لَنَا خَطَايَانَا وَمَا أَكْرَهْتَنَا عَلَيْهِ مِنَ السِّحْرِ وَاللَّهُ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ﴾ [طٰہٰ:70-73]

''ساحروں نے اللہ کو سجدہ کیا اور زبان سے کہا کہ ہم ہارون اور موسیٰ کے اللہ پر ایمان لے آئے فرعون نے کہا تم میری اجازت کے بغیر ایمان لے آئے ہو؟ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ موسیٰ تمھارا بڑا ہے' اسی نے تم کو جادو سکھایا ہے۔ اب تمہارے ہاتھ پاؤں ادھر ادھر سے کاٹوں گا اور اونچے درخت کی شاخ سے تم کو پھانسی دوں گا۔ تم کو معلوم ہو جائے گا کہ ہم سے عذاب میں اشد کون ہے اور کون باقی رہنے والا ہے؟ انھوں نے کہا ان روشن دلیلوں پر اور اپنے پیدا کرنے والے پر ہم تجھے اختیار نہیں کریں گے۔ تجھ کو جو کرنا ہے وہی کر لے تو اس دنیوی زندگی ہی میں کچھ کر سکتا ہے۔ ہم تو اپنے رب پر ایمان لا چکے ہیں تا کہ وہ ہماری خطاؤں کو اور اس قصور کو کہ تیرے مجبور کرنے سے ہم نے جادو کا کام کیا ہے معاف فرمائے اور اللہ بہت بہتر ہے اور ہمیشہ باقی رہنے والا ہے۔''

اس بیان قرآنی سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ معجزات موسوی سحر کی قسم سے نہ تھے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت نے کیوں کر ساحروں کے سینہ کو اسلام کے لیے کھول دیا تھا اور یہ بھی نصیحت ملتی ہے کہ انسان کو دنیا کے کسی دباؤ یا کسی مصیبت کے اندیشہ سے اظہار اسلام میں تامل نہیں کرنا چاہیے اور یہ بھی حکم ملتا ہے کہ ترک اسلام کے لیے خواہ کیسے بھی عذاب اور دکھ درد دیے جائیں مگر مومن کو لازم ہے کہ جان پر کھیل جائے' لیکن اسلام سے منہ نہ پھرائے اور دنیائے فانی کو آخرت باقی پر ترجیح نہ دے۔

ان بہترین اسباق کا بائبل میں کہیں ذکر تک نہیں۔

(5) کتاب خروج 24/(9-11) پڑھو 9۔ تب موسیٰ اور ہارون اور ندب اور ابیہو اور ستر (70) بزرگ اسرائیل اوپر گئے اور انھوں نے اسرائیل کے خدا کو دیکھا۔ 10۔ اور اس کے پاؤں کے تلے جیسے نیلم کے پتھر کی پچکاری اور اس کی شفافی جرم آسمان کی مانند تھی۔ 11۔ اور بنی اسرائیل کے امیروں پر اس نے اپنا ہاتھ نہ رکھا۔ انھوں نے خدا کو دیکھا اور کھایا اور پیا۔

قارئین! انھوں نے اللہ کے پاؤں بھی دیکھ لیے اور نیلم جیسی رنگت بھی دیکھ لی۔ جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اللہ کے سارے جسم کی رنگت بھی نیلم جیسی ہوگی۔ ہندوؤں نے غالباً اسی مقام کو پڑھ کر کنہیا جی کی نیلی رنگت ظاہر کرنا سیکھا ہے۔ بھلا جس اللہ کے جسم کی شفافی اور رنگت کو دیکھ لیا گیا ہو، اس کے مجسم ہونے میں کیا شبہ رہ گیا۔ اللہ اکبر! ایسے ہی مقام ہیں جو بندوں کو شرک جلی میں ڈال دیتے ہیں۔

قرآن پاک تو اللہ سبحانہٗ کی تقدیس کرتا اور اسے جسم وجسمانیت سے بالاتر بتاتا ہوا فرماتا ہے:

﴿ لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَ هُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ ﴾ [الانعام:103]

''ابصار اس کا ادراک نہیں کر سکتے' وہ ابصار کا ادراک رکھتا ہے۔''

قارئین اندازہ کریں کہ کیا تعلیم قرآنی بائبل کی تعلیم سے ماخوذ ہو سکتی ہے؟

(6) باب 32 کتاب خروج کو ایک سے 6 درس تک پڑھ جاؤ' اس میں درج ہے کہ ''ہارون نے سونے کا بچھڑا ڈھال کر بنایا اور کہا اے بنی اسرائیل یہ تمہارا معبود ہے جو تمھیں مصر سے نکال لایا پھر ہارون نے اس کے لیے قربانیاں کیں۔'' ایک ایسے نبی پر جو موسیٰ کا بھائی اور اللہ کا برگزیدہ اور خیمہ عبادت کا امام ہو یہ الزام کہ اس نے اپنے ہاتھ سے بت بنایا اور خود اس کے سامنے قربانیاں پیش کیں اور اسے اسرائیل کا الٰہ بتایا' نہایت سخت الزام ہے اور مسلمانوں کی نگاہ میں تو ایسے افعال کا مرتکب ادنیٰ درجے کا مسلمان کہلانے کا بھی استحقاق نہیں رکھتا چہ جائیکہ وہ نبی ہو اور امام بنی اسرائیل بھی۔ شکر ہے کہ رب کریم نے اپنے پاک کلام قرآن مجید کے ذریعے سے اس غلطی کی اصلاح فرمائی کہ یہ فعل ''سامری'' کا تھا۔

﴿ فَكَذٰلِكَ اَلْقَى السَّامِرِيُّ فَاَخْرَجَ لَهُمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ فَقَالُوْا هٰذَاۤ اِلٰهُكُمْ وَ اِلٰهُ مُوْسٰى ﴾

''اسی طرح سامری نے ڈالا' پھر سامری نے ان کے لیے ایک بچھڑے کی صورت نکالی، جس کی آواز بچھڑے جیسی تھی۔ تب لوگوں سے کہا کہ یہی تمہارا اور موسیٰ کا اللہ ہے۔'' [طٰہٰ:87-88]

قرآن مجید میں یہ بھی ہے کہ حضرت ہارون علیہ السلام سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے صرف یہ دریافت کیا تھا کہ ان گمراہوں کو انھوں نے کیوں نہ روکا۔

﴿ قَالَ يٰهٰرُوْنُ مَا مَنَعَكَ اِذْ رَاَيْتَهُمْ ضَلُّوْۤا ۝ اَلَّا تَتَّبِعَنِ ؕ ﴾ [طٰہٰ:92]

''موسیٰ نے کہا: اے ہارون! جب تو نے ان کو گمراہ دیکھا تھا تب تجھے کس چیز نے روکا کہ میری پیروی نہ کرے۔ یعنی تبلیغ نہ کرے۔''

اس کے جواب میں حضرت ہارون علیہ السلام کا یہ جواب بھی بیان فرما دیا۔

﴿اِنِّيْ خَشِيْتُ اَنْ تَقُوْلَ فَرَّقْتَ بَيْنَ بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ وَ لَمْ تَرْقُبْ قَوْلِيْ﴾ [طٰہٰ:94]

''مجھے ڈر ہوا کہ تو کہے گا تو نے بنی اسرائیل میں تفریق کر دی اور میری بات کا انتظار نہ کیا۔''

الحمد للہ! کہ قرآن مجید نے اس بزرگوار کی شان کو صاف کر دیا' ورنہ اہل کتاب تو اپنے امام کو بت ساز اور بت پرستی کی ترغیب دینے والا بتا رہے تھے۔

کیا اب بھی کوئی دانش مند کہہ سکتا ہے کہ قرآن مجید قصص میں بائبل کے مضامین کو دہراتا ہے۔

حضرت داؤد علیہ السلام

① کتاب دوم سموئیل کے 11 باب کو پڑھو جس میں مسماۃ بنت سبع زوجہ حتی اوریاہ اور داؤد کا ذکر ہے۔ اس کے آخر میں ہے کہ پھر داؤد نے عورت کو اپنے گھر میں ڈال لیا۔ وہ اس کی جورو بنی۔ یہ کام خداوند کی نظر میں برا ہوا۔

شکر ہے کہ قرآن مجید میں حضرت داؤد علیہ السلام کی نسبت کوئی ایسا قصہ نہیں۔ قرآن پاک تو ان کی تعریف پھیلاتا ہے اور فرماتا ہے:

﴿يَا دَاوُدُ إِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ﴾ [ص:26]

''اے داؤد! میں نے تجھے الارض (وعدہ کی زمین) کا خلیفہ کیا ہے۔ لوگوں میں راست بازی سے حکومت کیا کرو۔''

بعض لوگ کہتے ہیں کہ قرآن مجید کی سورہ ص میں جو بیان بدیں الفاظ ہے:

﴿وَهَلْ أَتَاكَ نَبَأُ الْخَصْمِ إِذْ تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ۔ الخ﴾ [ص:21] اس میں ''بی بی اوریا'' والا قصہ بیان کیا گیا ہے' لیکن ایسی بات خوش فہمی کی وہی لوگ کہہ سکتے ہیں جن کے دماغ میں پہلے سے بائبل کے قصہ نے قبضہ کر رکھا ہے ورنہ قرآن مجید کے پاک کلام میں تو اس قصہ کی طرف اشارہ تک نہیں پایا جاتا اور لطف یہ ہے کہ بائبل میں اس قصہ کا جو قرآن پاک میں ان جھگڑنے والوں کے آنے اور دیوار کو پھاند کر اندر جانے کی بابت ہے' کچھ ذکر نہیں ہے۔ اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں جداگانہ قصے ہیں۔

قرآن مجید نے جس قصہ کا بیان کیا ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ والیان سلطنت اور حاکمان ملک کو نفلی عبادت کے مقابلہ میں معدلت گستری اور انصاف رسانی کی جانب توجہ زیادہ تر مبذول رکھنی چاہیے' نیز صاحبان حکومت کو اپنے قیام کے لیے ایسی جگہ پسند کرنی چاہیے جہاں فریادیوں کی رسائی بہ آسانی ہو سکے اور غریب رعایا کو دادرسی کے لیے زیادہ تکلیف نہ اٹھانی پڑے۔ ①

② کتاب 2 سموئیل کے باب 13/14 تا 19 کو پڑھو' جس میں امنون بن داؤد اور اس کی تمر کا قصہ ہے۔ پھر ابی سلوم بن داؤد جو تمر کا حقیقی بھائی ایک ماں سے تھا کہ اس نے امنون کو دعوت کے بہانے سے بلایا اور اپنے نوکروں کو حکم دے کر قتل کرا دیا۔

③ سموئیل 20/16 تا 22 میں ابی سلوم بن داؤد اور اس کی سوتیلی ماں کا قصہ ہے۔

شکر ہے کہ قرآن مجید میں ایسے قصے نہیں' جن کو تفصیلاً ذکر کرنا بھی ہم نے نامناسب سمجھا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام

بائبل کے اولین سلاطین باب 3 کے درس 5 میں ہے: ''خداوند رات کے وقت سلیمان کو خواب میں دکھائی دیا اور خدا نے کہا جو تو چاہے کہ میں تجھے دوں' سو مانگ۔''

9 درس میں ہے: ''سلیمان نے عرض کیا تو اپنے بندے کو ایسا سمجھنے والا دل عنایت کر کہ وہ تیرے لوگوں کی عدالت کرے تاکہ میں نیک اور بد میں امتیاز کروں۔''

12 درس میں خدا کا ارشاد ہے: ''میں نے ایک عاقل اور سمجھ دار دل تجھ کو بخشا ایسا کہ تیری مانند تجھ سے آگے نہ ہوا اور نہ تیرے بعد تجھ سے برپا ہوگا۔''

---

① مضمون بالا کی تحریر سے چند ماہ بعد مجھے کتاب الفصل لابن حزم رحمہ اللہ کے مطالعہ کا اتفاق ہوا۔ اس امام نے دلائل سے ان لوگوں کے فہم کا ابطال کیا ہے جو ان جھگڑنے والوں کو فرشتے بتاتے ہیں جو بکریوں سے مراد عورتیں لیتے ہیں۔ جو انما فتناہ سے مراد کسی گناہ کا ہونا لیتے ہیں۔ دیکھو جلد چہارم ص 18۔ کتاب مذکور)

اولین سلاطین کے 6 باب 11 درس میں سلیمان پر خدا کا کلام اترنا درج ہے۔ اس قدر توصیف ومحامد کے بعد سلاطین اول کے 11/4 میں یہ بھی ہے جب سلیمان بوڑھا ہوا تو اس کی جوروؤں نے اس کے دل کو غیر معبودوں کی طرف مائل کر دیا اور اس کا دل خداوند اپنے خدا کی طرف مائل نہ تھا۔ 5 سلیمان نے صیدانیوں کی دیوی عتارہ اور بنی عمون کی نفرتی ملکوم کی پیروی کی اور یوں ہی اس نے اپنی ساری جوروؤں کی خاطر کیا جو اپنے معبودوں کے حضور بخور جلایا کرتی تھیں۔

قارئین! ذرا انصاف کریں کہ جس برگزیدہ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے دیدار سے مشرف کیا' جس سے اللہ تعالیٰ ہم کلام رہا ہو' جس کو ایسا عاقل دل دیا گیا ہو کہ اس سے پہلے اور پیچھے کسی کو نہ ملا ہو، جس نے رب قدوس کی عبادت کے لیے بیت المقدس بنایا ہو' کیا اس کا بت پرست ہو جانا ممکن ہے؟ کیا ایسے شخص کو اس کی بیویاں بت پرستی پر (جس کی شان ﴿مَا نَزَّلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطَانٍ﴾ [53:النجم:23] ہے) مائل کر سکتی ہیں؟ ہرگز نہیں، ہرگز نہیں، یقیناً نہیں۔ قربان جایئے قرآن پاک کی تعلیم کے جس نے قطعی الفاظ میں فرمایا:

﴿ وَ مَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ ﴾ [البقرۃ:102] ''سلیمان (علیہ السلام) نے کبھی کفر نہیں کیا۔'' اور فرمایا:

﴿ وَ وَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ ﴾ [النمل:16] ''سلیمان (علیہ السلام) اپنے (باپ) داؤد کا وارث بنا۔''

یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کا وارث صرف سلیمان کو بتایا ہے۔ حالانکہ حضرت داؤد علیہ السلام کے سترہ (17) فرزندان ذکور تھے۔ [1] اس سے ظاہر ہو گیا کہ یہاں وراثت سے مراد مال واسباب کی وراثت نہیں، بلکہ کلام الٰہی ہے۔ اس آیت کی ضرورت اس لیے ہوئی کہ کتاب اول سلاطین 11/4 میں حضرت سلیمان علیہ السلام کی بابت یہ الفاظ لکھے ہوئے تھے اور اس کا دل خداوند اپنے خدا کی طرف مائل نہ تھا۔ جیسا کہ اس کے باپ داؤد علیہ السلام کا دل تھا۔ اس فقرہ کے بعد جب ﴿ وَ وَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ ﴾ [النمل:16] پڑھا جائے گا تو ثابت ہو جائے گا کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت ورضوان اور نبوت میں حضرت سلیمان علیہ السلام کا وہی درجہ ہے جو حضرت داؤد علیہ السلام کا ہے۔ اور وراثہ نبوت میں وہی داؤد علیہ السلام کے وارث تھے۔

حضرت ایوب علیہ السلام

بائبل میں کتاب ایوب الگ ہی ہے جو 42 صفحات پر بخط باریک ختم ہوئی ہے۔ قرآن مجید میں ان کا نام دو جگہ سورہ نساء و انعام میں انبیاء کی ذیل میں آیا ہے۔ اور دو جگہ ان کا قصہ ہے۔ دونوں جگہ دو دو سطروں میں اسے ختم کیا گیا ہے۔

سورہ انبیاء میں ہے:

﴿ وَ اَيُّوْبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ اَنِّيْ مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَ اَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ۝ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَكَشَفْنَا مَا بِهٖ مِنْ ضُرٍّ وَّ اٰتَيْنٰهُ اَهْلَهٗ وَ مِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَ ذِكْرٰى لِلْعٰبِدِيْنَ ﴾ [الانبیاء:83-84]

''ایوب علیہ السلام کا ذکر کرو جب اس نے اپنے اللہ سے یہ عرض کیا کہ مجھے تکلیفیں پہنچی ہیں اور تو رحم کرنے والوں میں سب سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے۔ ہم نے اس دعا کو قبول کر لیا، اس کی تکلیفیں دور کر دیں۔ اسے کنبہ دو چند عطا کیا۔ یہ ہماری رحمت تھی اور عبادت کرنے والے اسے یادداشت رکھ سکتے ہیں۔''

---

[1] حضرت داؤد علیہ السلام کے چھ (6) بیٹوں کے نام جو بہ مقام حبرون پیدا ہوئے 2 سموئیل 2/3 تا 5 میں اور گیارہ (11) بیٹوں کے نام جو یروشلم میں پیدا ہوئے۔ 2۔ سموئیل 13/2 تا 16 میں ہیں۔

بائبل نے بھی 42 صفحات کے بعد نتیجہ یہی نکالا ہے جیسا کہ ایوب 42 / 10 تا 15 سے ظاہر ہے۔ عجیب بات جسے بائبل نے بیان کیا ہے اور قرآن مجید میں اس پر اشارہ تک نہیں ہے یہ ہے ایوب 1/6 ایک دن ایسا ہوا کہ نبی اللہ آئے کہ خداوند کے حضور میں حاضر ہوں اور شیطان بھی ان کے درمیان آیا ہے۔ اب خداوند نے شیطان سے پوچھا کہ تو کہاں سے آتا ہے۔ 2/ باب کے 2 درس میں پھر یہی الفاظ ہیں۔ غور کرو کہ شیطان کا نبیوں کے ساتھ شامل ہو کر اللہ کے حضور میں پہنچ جانا کس قدر ناممکنات سے ہے۔ اس میں اللہ کے نبیوں کی کس قدر ہتک ہے۔ اللہ کے دربار کی کس قدر توہین ہے' میں نہیں سمجھ سکتا کہ اس بیان سے کون سی خوبی مقصود تھی۔

الحمدللہ کہ قرآن مجید میں یہ فقرہ نہیں۔

حضرت زکریا علیہ السلام

حضرت زکریا علیہ السلام کا ذکر لوقا نے اپنی انجیل کے 1/5 تا 25 میں کیا ہے اور قرآن مجید کی سورہ مریم کے رکوع اول میں اس کا بیان ہے۔ لوقا نے زکریا علیہ السلام کی دعا کا مضمون نہیں لکھا جو قرآن مجید میں ہے۔ حالانکہ اس دعا ہی سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کے نبی کو فرزند کی خواہش کیوں تھی؟ آیا انہی اغراض پر جس کی وجہ سے سب لوگ فرزند کی تمنا کیا کرتے ہیں یا دینی مقصد کے لیے

قرآن مجید میں ہے کہ زکریا علیہ السلام نے کہا تھا کہ بیٹا ایسا ملے جو

﴿ يَرِثُنِيْ وَ يَرِثُ مِنْ اٰلِ يَعْقُوْبَ ﴾[مریم:6] ''میرا وارث اور آل یعقوب (بنی اسرائیل) کا وارث ہو۔''

ان الفاظ سے واضح ہے کہ قوم کی بہبود و فلاح اور دین الٰہی کی اشاعت اور قیام کے لیے وہ ایک نبی فرزند کے متمنی تھے اور یہی وہ وجہ ہے جو حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا کو استجابت حق کا مستحق بناتی ہے۔ لفظ ارث سے دھوکا نہ کھانا چاہیے کہ زکریا علیہ السلام جائداد منقولہ و غیر منقولہ کے وارث کا سوال کرتے ہیں۔ کیوں کہ اگر یہی معنی ہو تو حضرت زکریا علیہ السلام کا واحد بیٹا آل یعقوب کا جو کروڑوں کے شمار میں تھے کیوں کر وارث بن سکتا تھا؟ آل یعقوب کے لفظ پر مزید غور مطلوب ہے کہ یہاں بنی اسرائیل نہیں کہا گیا' یہ دونوں دلائل باور کروائیں گے کہ نبی فرزند کی بابت استدعا کرتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا فوراً بشارت حق کا مژدہ لائی تھی۔ لوقا نے 1/25 میں صرف یہ الفاظ لکھے ہیں: ''خداوند نے مجھ پر نظر کی، میرے ساتھ ایسا کیا تاکہ لوگوں میں سے میری شرمندگی دور کرتے۔'' یہ الفاظ ظاہر کرتے ہیں کہ زکریا علیہ السلام نے فرزند کی تمنا صرف انہی اغراض سے کی تھی جو عموماً دنیاداروں کی اولاد سے وابستہ ہوتی ہیں۔

2۔ لوقا 1/20 میں لکھا ہے کہ جبریل علیہ السلام نے زکریا علیہ السلام کو یہ کہا تھا کہ تو گونگا ہو جائے گا اور جس دن تک یہ چیزیں واقع نہ ہوں بول نہ سکے گا۔ اس لیے کہ تو نے میری باتوں کا جو اپنے وقت پر پوری ہوں گی' یقین نہ کیا۔

اس سے دو باتیں نکلیں:

﴿1﴾ حضرت زکریا علیہ السلام کا گونگا بنایا جانا بطور سزا کے تھا کہ انھوں نے جبریل علیہ السلام کی بات کا یقین نہ کیا۔

﴿2﴾ گونگے پن کی مدت موعود بچے کی ولادت تک تھی۔

قرآن پاک میں ہے کہ حضرت زکریا علیہ السلام نے اس بشارت کی بابت علامت کا سوال کیا تھا اور رب العالمین نے تین دن تک بول نہ سکنے کو علامت قرار دیا تھا۔

قارئین! دیکھ سکتے ہیں کہ کیا یہ مضمون قرآن پاک اپنے سے پہلی کتاب سے لیتا ہے یا اس کی کمی کی اصلاح کرتا اور زکریا علیہ السلام کو ایک عیب (سزایابی) سے بچاتا ہے۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام

انجیل میں حضرت یحییٰ علیہ السلام کو یوحنا، بپتسمہ دینے والا لکھا گیا ہے۔ ان کا ذکر لوقا 75 تا 80/1 میں اور پھر 1 تا 20/3 نیز 19/7 تا 29 میں ہے۔ قرآن مجید میں ان کا ذکر سورہ مریم و آل عمران میں ہے اور بہت اختصار کے ساتھ ہے۔

سورہ مریم میں ہے:

﴿ يٰا يَحْيٰى خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ وَّ اٰتَيْنٰهُ الْحُكْمَ صَبِيًّاO وَّ حَنَانًا مِنْ لَّدُنَّا وَ زَكٰوةً وَّ كَانَ تَقِيًّاO وَّ بَرًّا بِوَالِدَيْهِ وَ لَمْ يَكُنْ جَبَّارًا عَصِيًّا﴾ [مریم:12-14]

''اے یحییٰ کتاب (شریعت) کو خوب تھام۔ ہم نے اسے لڑکپن ہی میں نبوت اور نرم دلی اور پاکیزگی دی تھی۔ وہ خدا ترس اور ماں باپ سے عمدہ سلوک کرنے والا تھا اور وہ نہ ظلم پسند تھا اور نہ نافرمان تھا۔''

اور سورہ آل عمران میں ان کی صفت ان الفاظ میں ہے:

﴿ مُصَدِّقًاۢ بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ سَيِّدًا وَّ حَصُوْرًا وَّ نَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ﴾ [آل عمران:39]

''وہ کلمۃ اللہ کی تصدیق کرنے والا اور سید اور عورتوں سے الگ رہنے والا اور نبی صالحین میں سے تھا۔''

یہ بارہ (12) صفات ایسی ہیں [1] جو مجموعہ لوقا میں نہیں ملتی ہیں اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید میں باوجود اختصار سے بہت زیادہ بیان کرتا ہے اور یہ غلط ہے کہ وہاں سے لیتا ہے۔

حضرت مسیح عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم علیہا السلام

قرآن مجید حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ایک انسان بتاتا ہے۔

اور عیسائی ان کو خداوند کہتے ہیں۔

قرآن مجید حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو رسول اللہ بتاتا ہے اور عیسائی ان کو ''ابن اللہ'' کہتے ہیں۔

اس لیے واقعات عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق عیسائی کچھ بھی نہیں کہہ سکتے کہ وہ انجیل سے ماخوذ ہیں۔ اس لیے ان کے متعلق زیادہ طول کی حاجت نہیں۔

البتہ قرآن مجید کا یہ احسان عیسائیت پر ہمیشہ رہے گا کہ اس نے یہود کو کاذب ٹھہرایا اور مریم علیہا السلام کو صدیقہ بتا کر ابن مریم علیہ السلام کی شان کو بلند فرمایا اور اس طرح انجیل یوحنا 16 باب کا وہ فقرہ نبی ﷺ ہی پر صادق ہوا کہ وہ میری بزرگی کرے گا۔

---

[1] بارہ صفات درج ذیل ہیں:
1. کتاب
2. نبوت
3. نرم دلی
4. پاکیزگی
5. خدا ترسی
6. والدین سے حسن سلوک
7. ظلم سے نفرت
8. نافرمانی سے بچنا
9. کلمۃ اللہ کی تصدیق
10. سید
11. عورتوں سے الگ رہنا
12. نبی صالح

باب پنجم 5

افضلیت سید المرسلین ﷺ

وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ بَعَثَ فِیْ کُلِّ اُمَّۃٍ شَہِیْدًا وَ جَآءَ بِمُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ آلِہٖ وَسَلَّمَ عَلٰی ھٰؤُلَآءِ شَہِیْدًا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَ عَلٰی جَمِیْعِ اِخْوَانِہٖ مِنَ النَّبِیِّیْنَ وَ الْمُرْسَلِیْنَ صَلٰوۃً کَثِیْرًا کَثِیْرًا

اما بعد! نبی ﷺ کی افضلیت کا مسئلہ ہر مسلمان کا ایمان ہے، بلکہ ایمان کی جان ہے، اس مسئلہ کا بیان، بیان کرنے والے کے لیے آسان نہیں۔

بعض اوقات اس مسئلہ میں ایسا اسلوب کلام اختیار کیا جاتا ہے، جس سے ذات سبحانہ وتعالیٰ پر نقص لازم آتا ہے یا ایسے پیرایہ میں ذکر ہوتا ہے کہ دیگر انبیاء علیہم السلام کی تنقیص شان نمایاں ہوتی ہے اور اس سے وہی صورت منہیہ پیدا ہو جاتی ہے جس کو حدیث میں تخییر بین الانبیاء بتایا گیا ہے اور اہل اسلام کو اس سے منع فرمایا گیا ہے۔

یہ یاد رکھنا چاہیے کہ حدیث شریف لَا تُخَیِّرُوْا بَیْنَ الْاَنْبِیَآءِ [1] کو علمائے سلف نے بیان افضلیت نبی ﷺ کا مانع نہیں ٹھہرایا۔ متقدمین میں سے امام ابونعیم اصفہانی رحمہ اللہ [2] اور قاضی عیاض مالکی رحمہ اللہ نے اس مسئلہ پر خوب بیان فرمایا۔ [3] قرآن مجید میں ہے:

﴿ تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ﴾[البقرۃ:253] ''یہ رسول ہیں۔ ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔''

اس ارشاد سے فضیلت بین الرسل کا وجود متحقق ہو گیا۔ اب اگر قرآن مجید سے نبی ﷺ کی فضیلت کا ثبوت ہو جائے تو ظاہر کہ وہ کسی بندہ کی طرف سے تخییر بین الانبیاء کا فعل نہ ہوگا، بلکہ مراد ربانی کا بیان اور تفسیر ہوگی جو باتفاق علماء جائز اور ضروری ہے۔

انہی وجوہات سے میں نے ارادہ کیا ہے کہ اس باب میں صرف آیات قرآنیہ سے تمسک کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مجھے صورت منہیہ (تخییر) سے بچائے اور علمائے کرام سے التماس ہے کہ جس طرز کی ابتداء اس احقر نے باہمہ بے بضاعتی کی ہے' اسے درجہ کمال و اتمام تک پہنچایا جائے۔

یہ مضمون اپنی موجودہ صورت میں خود راقم کے نزدیک بھی ہنوز نامکمل ہے اور اس کی تکمیل کے لیے چند دقیق مضامین پر شرح و بسط لکھنے کی ضرورت تھی جن کو میں نے جلد سوم میں شامل کرنے کا ارادہ کیا ہے۔

اس مضمون میں صرف انہی انبیاء کرام علیہم السلام کے اسمائے مبارک کا ذکر کیا گیا ہے، جو قرآن حکیم میں مذکور ہیں۔

ممکن ہے کہ بعض معزز قارئین کسی مقام کو پڑھ کر تصور فرمائیں کہ اس سے افضلیت کا ثبوت کیوں کر نکلا' لیکن جب وہ دیکھیں گے کہ فضائل کثیرہ ایسے ہیں جن سے خاص خاص نبی یا رسول مخصوص پائے جاتے ہیں اور ان فضائل کا بروز و ظہور وجود باوجود نبی اکرم ﷺ میں بھی پایا جاتا ہے تو اس وقت آشکارا ہو جائے گا کہ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ کا مفہوم یہ ہے۔

ع آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

---

[1] بخاری: 3414؛ مسلم: 2373۔ [2] ابونعیم مصنف کتاب حلیۃ الاولیاء اعلام محدثین سے ہیں۔ ولادت 336ھ وفات 430ھ نام احمد بن عبداللہ بن احمد بن اسحٰق۔

[3] عیاض بن موسیٰ صوبہ غرناطہ کے شہر سبتہ کے قاضی، فقہ، تفسیر، حدیث، و سائر علوم کے امام تھے۔ شارق الانوار اور کتاب الشفاء کے مصنف، ولادت 476ھ وفات 544ھ

حضرت آدم علیہ السلام

آدم علیہ السلام کے فضائل بہت ہیں۔ نبی ﷺ کی ذات مبارک میں بھی وہ فضائل موجود ہیں۔

1. اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَ عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ﴾ [البقرۃ:31] ''اللہ نے آدم علیہ السلام کو سب اسماء سکھائے''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کا ذکر بہ طور شاگرد ربانی فرمایا ہے اور کچھ شک نہیں کہ جس نفس قدسی کی تعلیم خود خدائے عالم نے فرمائی ہو اس کا علم و فضل تام و اکمل ہوگا۔

﴿ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَ يُعَلِّمُكُمْ مَا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ﴾ [البقرۃ:151]

''یہ رسول تم کو کتاب و حکمت سکھاتا ہے اور ایسے (علوم) سکھاتا ہے جو تم نہ جانتے تھے۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کا ذکر بہ طور استاد عالم فرمایا ہے۔ لفظ کتاب کے تحت میں جملہ شرائع الٰہیہ آجاتے ہیں اور لفظ حکمت کے تحت میں جملہ علوم فاضلہ و نافعہ داخل ہیں اور فقرہ ﴿مَا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ﴾ [البقرۃ:151] کے تحت میں عالم ملکوت اور جہان قلب کے وہ سب اسرار و غوامض آجاتے ہیں جن سے تا زمانِ بعثت نبوی ﷺ عالم مادی کے کان نا آشنا اور متمدن دنیا کے قلوب بے بہرہ تھے۔

2. اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کے متعلق فرمایا:

﴿وَلَقَدْ عَهِدْنَاۤ اِلٰۤى اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِيَ ﴾ [طٰہٰ:115]

''ہم نے آدم (علیہ السلام) سے پہلے عہد لیا تھا مگر وہ بھول گیا۔''

اس آیت میں حضرت آدم علیہ السلام کی صفت بشریت کا اظہار فرمایا گیا ہے اور بتایا کہ نسیان لازم بشریت ہے۔ اس لیے کسی شخص کو شایاں نہیں کہ آدم علیہ السلام کے ایک فعل یا ترک فعل پر جس کا صدور بوجہ نسیان ہوا خوردہ گیری کرے۔

نبی ﷺ کے حق میں علیم و حکیم فرماتا ہے:

﴿سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰۤى ﴾ [الاعلیٰ:6]

''ہم تجھے پڑھاتے رہیں گے اور تجھ سے نسیان نہ ہوگا۔'' [1]

اس آیت میں سَنُقْرِئُكَ پہلی آیت کے لفظ عَلَّمَ اٰدَمَ کے معنی کو ظاہر کر رہا ہے اور بتاتا ہے کہ نبی ﷺ کے لیے خود باری تعالیٰ اَلْمُقْرِئُ (حرفاً حرفاً سکھانے والا) فرمایا ہے۔

3. اس آیت میں نبی کریم ﷺ سے نسیان کی نفی کر دی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ عوامل بشریت کو رسالت محمدیہ ﷺ سے کوئی لگاؤ نہیں،

﴿فَتَلَقّٰۤى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ ﴾ [البقرۃ:37]

---

[1] واضح ہو کہ تین احادیث صحیحہ میں نبی کریم ﷺ کے سہو کا ذکر ہے۔ حدیث ذی الیدین میں دو رکعت پر سلام اور حدیث ابن بحینہ میں دو رکعت سے قیام حدیث ابن مسعود میں ظہر کی پانچ رکعتوں کا پڑھا جانا بیان کیا گیا ہے۔ ہمارے نزدیک یہ احادیث بھی آیات قرآنی کی معارض نہیں۔ اول تو یہ کہ نسیان اور شے ہے سہو اور شے ہے۔ نسیان میں ذہول و غفلت و آفت ذہن شامل ہیں اور سہو صرف ایک شغل کے لیے آتا ہے۔ قرآن مجید ہر دو آیات مذکورہ بالا میں لفظ نسیان ہے سہو نہیں۔ دوم نسیان کا تعلق علم سے ہے اور سہو کا فعل سے۔

''آدم علیہ السلام نے اپنے رب سے کچھ کلمات پائے اور رب نے آدم پر توجہ کی۔''

اس آیت سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو وحی سے مشرف فرمایا' نیز اس فعل ناخوش آئند کے اثر سے حضرت آدم علیہ السلام کو پاک ٹھہرایا۔

نبی ﷺ کے یمن و برکت کی بابت فرمایا گیا ہے:

﴿ وَ يَمْحُ اللّٰهُ الْبَاطِلَ وَيُحِقُّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ○ وَ هُوَ الَّذِيْ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ ﴾ [الشوریٰ:24-25]

''اللہ تعالیٰ اپنے کلمات سے باطل کو محو کرتا ہے اور حق کو حق ٹھہراتا ہے۔ وہ دلوں کی بات کا جاننے والا ہے۔ وہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ کو قبول فرماتا ہے۔''

اس آیت میں ان کلمات کا جو نبی ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائے' ذکر ہے۔ نیز ان کلمات کی تاثیر و فیوض کا بھی جوامت محمدیہ کو اس سے حاصل ہونے والے ہیں۔

4 آدم علیہ السلام کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

﴿ وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ○ فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ وَ قُلْنَا اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ﴾ [البقرۃ:35-36]

تم دونوں اس درخت کے نزدیک نہ جانا۔ تب تم ظالموں میں سے ہو جاؤ گے۔ مگر شیطان نے ان دونوں کو پھسلایا اور جہاں تھے وہاں سے نکلوایا اور ہم نے کہا اترو۔ تم میں سے بعض بعض کا دشمن ہے۔''

اس آیت میں ایک شجرہ کا ذکر بطور آزمائش گاہ کے ہے اور صورت خلاف پائے جانے پر ظلم برخود اخراج' ہبوط' عداوت' یک دیگر کا ذکر بطور نتیجہ کے فرمایا گیا ہے۔

نبی ﷺ کے احوال میں بھی ایک شجرہ کا ذکر اللہ تعالیٰ کے کلام میں ہے:

﴿ لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَ اَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا ۙ وَّ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً يَّاْخُذُوْنَهَا ﴾ [الفتح:18-19]

''ان سب مومنوں سے جب وہ درخت کے نیچے نبی ﷺ کی بیعت کر رہے تھے اللہ راضی ہوا۔ اللہ نے ان کے دلوں کی حالت کو جان لیا پھر اس پر سکینہ نازل فرمایا نیز ان کو فتح قریب دی اور مغانم کثیرہ بھی دیے جن کو وہ حاصل کریں گے۔''

یہاں بھی ایک شجرہ آزمائش گاہ ہے اور اس آزمائش کا نتیجہ رضوان الٰہی خلوص قلب، نزول سکینہ و حال استقبال کی فتوحات و مغانم کا حصول ہے۔

5 آدم علیہ السلام کی بابت اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے:

﴿ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا ﴾ [البقرۃ:34]

''ہم نے ملائکہ سے کہا کہ آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو، انھوں نے سجدہ کیا۔''

اس آیت سے آدم علیہ السلام کی رفعت شان بخوبی نمایاں ہے۔

﴿ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ﴾ [الاحزاب:56]

''اللہ اور اللہ کے فرشتے نبی ﷺ پر صلوٰۃ بھیجا کرتے ہیں۔''

یُصَلُّوْنَ میں استمرار پایا جاتا ہے اور اس سے ظاہر ہے کہ صلوٰۃ بر نبی ﷺ ، ملائکہ کے اشغال دائمی میں سے ہے اور چونکہ رب العالمین نے بھی صلوٰۃ کو ذات قدسی سے نسبت دی ہے، اس لیے نبی ﷺ کی شان بلند کی رفعت بہت برتر ہو جاتی ہے۔

حضرت ادریس علیہ السلام

حضرت ادریس علیہ السلام کا زمانہ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت نوح علیہما السلام کے درمیان ہے:

1. اللہ تعالیٰ ان کی صفت میں فرماتا ہے:

﴿اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا﴾ [مریم:56] ''وہ بہت راست گو نبی تھا۔''

نبی ﷺ کی صفت میں فرمایا گیا ہے:

﴿ اَلَّذِيْ جَآءَ بِالصِّدْقِ ﴾ [الزمر:33] ''وہ جو صدق کو لے کر آیا۔''

2. حضرت ادریس علیہ السلام کے حق میں ہے:

﴿ وَ رَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا ﴾ [مریم:57] ''ہم نے ادریس علیہ السلام کو درجہ عالی پر بلند کیا۔''

اس آیت سے حضرت ادریس علیہ السلام کی بلندی شان بخوبی نمایاں ہے۔

نبی ﷺ کے حق میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ﴾ [الم نشرح:4] ''ہم نے تیرے ذکر کو رفعت عطا کی۔''

اس کی تفسیر حدیث قدسی میں یوں ہے کہ جہاں اللہ تعالیٰ کا مبارک نام آتا ہے، نبی ﷺ کا اسم گرامی بھی ضرور آتا ہے۔ اذان، تکبیر، تشہد، خطبہ، نماز کوئی ایسا مقام نہیں جہاں اسم ہمایوں کا مذکور نہ ہوتا ہو۔ مقام دعا میں حضور ﷺ کا مبارک نام، درود شریف میں آجاتا ہے۔ یہ جملہ اقسام مناسک اسلام میں ہیں۔ انبیائے پیشین نے حضور ﷺ کے مقام ولادت، دار الہجرت، حلیہ، مکارم اخلاق، محاسن فضائل کا ذکر بہ کثرت کیا ہے۔ مجموعہ بائبل میں حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت یعقوب، حضرت موسیٰ، حضرت داؤد، حضرت سلیمان، حضرت یسعیاہ، حضرت یرمیاہ، حضرت دانیال، حضرت خرقی ایل، حضرت حبقوق، حضرت ملاکی، حضرت یحییٰ، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے محامد محمدی اور نعوت احمدی ﷺ کو عجیب عجیب اسلوب سے بیان فرمایا ہے اور یہ امر رفعت ذکر کی روشن ترین دلیل ہے۔

مندرجہ بالا پیشین گوئیوں کا مفصل ذکر اور شرح ان شاء اللہ تعالیٰ اس کتاب کی جلد سوم میں ہوگی۔

حضرت الیاس علیہ السلام

امام بخاری رحمہ اللہ کی ایک روایت سے ثابت ہے کہ حضرت ادریس نبی علیہ السلام کا نام ہی حضرت الیاس ہے۔ اس لیے ان کا ذکر حضرت ادریس علیہ السلام کے ساتھ کیا جاتا ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے کلام سے ثابت ہے کہ الیاس علیہ السلام نے بعل بت کے خلاف وعظ فرمایا اور لوگوں کو توحید کی دعوت دی تھی۔

﴿اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖۤ اَلَا تَتَّقُوْنَ ۝ اَتَدْعُوْنَ بَعْلًا وَّ تَذَرُوْنَ اَحْسَنَ الْخَالِقِيْنَ﴾ [الصٰفٰت:124-125]

''الیاس علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا کیا تم نہیں ڈرتے کہ بعل کو تو پکارتے ہو اور احسن الخالقین کو چھوڑتے ہو۔''

کسی بت کا نام لے کر تردید کرنا بڑی جرأت کا کام ہے' کیوں کہ اس سے سخت خصومت پیدا ہوتی ہے۔ نبی علیہ السلام نے بھی مشہور دیویوں کے نام لے لے کر بت پرستوں پر حجت الٰہی قائم فرمائی اور ان کو توحید کی جانب دعوت فرمائی تھی۔

قرآن مجید میں ہے:

﴿اَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى ۝ وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰى ۝ اَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْاُنْثٰى ۝ تِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ ضِيْزٰى ۝ اِنْ هِيَ اِلَّاۤ اَسْمَآءٌ سَمَّيْتُمُوْهَاۤ اَنْتُمْ وَ اٰبَآؤُكُمْ مَّاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَ مَا تَهْوَى الْاَنْفُسُ وَ لَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنْ رَّبِّهِمُ الْهُدٰى﴾ [النجم:19-23]

''کیا تم نے لات اور عزیٰ کو اور پھر تیسری منات کو دیکھا۔ کیا تمہارے لیے تو بیٹے ہوں اور اللہ کے لیے بیٹیاں۔ یہ تو بھونڈی بانٹ ہے۔ لوگو! یہ تو نام ہی نام ہیں' جو تم نے رکھ لیے ہیں اور تمھارے باپ دادوں نے گھڑ لیے ہیں۔ اللہ نے اس بات کی کوئی دلیل نہیں اتاری۔ تم تو اپنے ہی گمان اور اپنی نفسانی خواہش کی پیروی کر رہے ہو' حالانکہ تمھارے پاس تمھارے رب کی طرف سے ہدایت آ چکی ہے۔''

نبی ﷺ نے چوں کہ بہت سے بتوں کے خلاف اپنی آواز کو بلند فرمایا تھا اس لیے حضور ﷺ کو بہت سخت ابتلاؤں کا تحمل (برداشت) فرمانا پڑا۔

حضرت نوح علیہ السلام

نوح علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے پہلے رسول ہیں۔ انھوں نے توحید کی تبلیغ میں مساعی جمیلہ فرمائیں اور جملہ مصائب کو طیب قلب اور انشراح صدر سے برداشت کیا۔ کتاب حمید میں ان کا ذکر متعدد مقامات پر ہے۔

1. دو جگہ نبی ﷺ اور حضرت نوح علیہ السلام کا ذکر ایک ہی آیت میں جمع فرمایا گیا ہے اور ہر دو جگہ نبی ﷺ کے نام کو تقدم دیا گیا ہے۔

① ﴿اِنَّاۤ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ كَمَاۤ اَوْحَيْنَاۤ اِلٰى نُوْحٍ وَّ النَّبِيّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ﴾ [النساء:163]

''ہم نے تجھ پر وحی بھیجی' جیسا کہ نوح علیہ السلام اور ان کے بعد انبیاء (علیہم السلام) پر وحی بھیجی تھی۔''

② ﴿وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ وَ مِنْكَ وَ مِنْ نُّوْحٍ وَّ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَ عِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ﴾

''جب ہم نے انبیاء علیہم السلام سے ان کا میثاق لیا اور تجھ سے اور نوح سے اور ابراہیم و موسیٰ (علیہما السلام) اور عیسیٰ بن مریم (علیہما السلام) سے میثاق لیا۔'' [الاحزاب:7]

آیت اول میں بتایا گیا ہے کہ جملہ انبیاء کی وحی کی حقیقت ایک ہی ہے۔ دوسری آیت میں اولوالعزم رسولوں کے نام بتائے ہیں۔ ذرا غور کرو کہ حضرت نوح علیہ السلام سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک جو نام بیان ہوئے ہیں' ان میں ترتیب زمانی کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔

اقتضائے ترتیب یہ تھا کہ حضور ﷺ کا نام عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم علیہا السلام کے بعد ہوتا مگر نہیں وہ تو سب سے پہلے بیان فرمایا گیا ہے۔

2. نوح علیہ السلام کی شان میں فرمایا گیا ہے:

﴿ اِنَّآ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ ﴾ [نوح:1] ''ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا۔''

سورہ توبہ و شعراء و سورہ ص و ہود وغیرہ میں بھی نوح علیہ السلام کا اپنی ہی قوم کے لیے رسول ہونا بیان ہوا ہے۔ نبی ﷺ کے بارہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعَا ۨ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ﴾

''اے محمد ﷺ ان سب کو جو نسل انسانی کے اندر داخل ہیں بتا دے کہ میں تم سب کی طرف اس اللہ کا رسول ہوں جو آسمان اور زمین کا مالک ہے اس کے سوا اور کوئی بھی معبود نہیں۔'' [الاعراف:158]

آیت سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی تمام خدائی میں محمد ﷺ کی رسالت کو وسیع فرمایا ہے۔

3. نوح علیہ السلام کا قول اللہ تعالیٰ نے نقل فرمایا ہے:

﴿ وَمَآ اَنَا بِطَارِدِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ [الشعراء:114]

''میں ایمان والوں کو اپنے سے جدا نہ کروں گا۔''

اس آیت سے نوح علیہ السلام کا خلق اور امت مومنہ پر شفقت و الطاف کا حال اصل معلوم ہوتا ہے۔

نبی ﷺ کو بھی اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ ﴾ [الانعام:52]

''جو لوگ صبح و شام اپنے رب کو پکارتے اور اسی کی رضا چاہتے ہیں تو ان کو اپنے سے الگ نہ کر۔''

4. اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو فرمایا:

﴿ يٰنُوْحُ اهْبِطْ بِسَلٰمٍ مِّنَّا وَبَرَكٰتٍ عَلَيْكَ وَعَلٰٓى اُمَمٍ مِّمَّنْ مَّعَكَ ﴾ [ھود:48]

''اے نوح! کشتی سے ہماری سلامتی اور برکتوں کے ساتھ جو تجھ پر اور تیرے ساتھ کے گروہوں پر ہیں اتر۔''

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو گروہ حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ تھے ان پر اللہ تعالیٰ نے معیت رسول کی وجہ سے برکتوں کو نازل فرمایا تھا۔

نبی ﷺ کی امت کے متعلق بھی اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

1. ﴿ هُوَ الَّذِيْ يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ ﴾ [الاحزاب:43]

''اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے تم پر رحمت بھیجتے ہیں۔''

2. ﴿ يُرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴾ [المائدہ:6]

''اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہے کہ تم کو پاک کرے اور اپنی نعمت کا اتمام کرے تا کہ تم شکر کیا کرو۔''

3. ﴿ لِيُطَهِّرَكُمْ بِهٖ وَيُذْهِبَ عَنْكُمْ رِجْزَ الشَّيْطٰنِ وَلِيَرْبِطَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ الْاَقْدَامَ ﴾ [الانفال:11]

''تا کہ تم کو اس سے پاک کرے اور شیطانی میل کچیل کو تم سے دور کرے۔ تمہارے دلوں کو ملائے اور تمہارے پاؤں جمائے۔''

ہر سہ آیات پر غور کرو۔ صلوٰۃ، تطہیر، اتمام نعمت، دوری رجز شیطان، ارتباط قلوب، ثبات اقدام کے وعدے اصحاب النبی ﷺ کے ساتھ فرمائے گئے ہیں اور جو لوگ ﴿وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ﴾ [التوبہ:100] کے مصداق ہیں وہ بھی ان سب وعدوں میں ان ہی کے تحت میں داخل ہیں۔ یہ جملہ برکات امت محمدیہ کو نبی ﷺ کے اتباع و محبت کی وجہ سے عطا ہوئی ہیں۔

حضرت ہود علیہ السلام

1. ہود علیہ السلام کی نبوت پر قوم کی جرح یہ تھی کہ وہ بشر ہیں۔[1]

قرآن مجید میں ان کے الفاظ یہ ہیں:

﴿وَمَا نَرٰىكَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا﴾ [ہود:27] ''ہم تو تجھے اپنے ہی جیسا بشر دیکھتے ہیں۔''

نبی ﷺ پر بھی کفار کا بڑا اعتراض یہ تھا:

﴿اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا﴾ [بنی اسرائیل:94] ''کیا اللہ نے بشر کو رسول بنایا۔''

2. ہود علیہ السلام کے سامنے قوم کے مال دار لوگ کہا کرتے تھے:

﴿وَمَا نَرٰىكَ اتَّبَعَكَ اِلَّا الَّذِيْنَ هُمْ اَرَاذِلُنَا بَادِيَ الرَّاْيِ﴾ [ہود:27]

''ہم دیکھتے ہیں کہ وہی لوگ تمہارے پیچھے ہو گئے ہیں جو ہم میں سے رذیل اور موٹی عقل کے ہیں۔''

امتیان نبی ﷺ کو بھی متکبران مکہ یوں ہی کہا کرتے تھے:

﴿اَنُؤْمِنُ كَمَا اٰمَنَ السُّفَهَآءُ﴾ [البقرۃ:13]

''کیا ہم بھی وہی مان لیں جو بے سمجھ لوگ مان گئے ہیں۔''

یہ جھوٹے مغرور جن لوگوں کو سفہاء بتاتے تھے، زمانہ نے دیکھ لیا کہ وہی لوگ امن بسیط کے پھیلانے والے، مساوات کا سبق دینے والے، عرب، مصر، ایران، شام، عراق و فلسطین کو علم اور تہذیب و تمدن اور شائستگی دینے والے تھے اور اس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ نبی ﷺ کا منصب رفیع کس قدر اعلیٰ ہے۔ جب حضور ﷺ کے اتباع والوں کی شان یہ ہے۔

3. ہود علیہ السلام کافروں کے سامنے فرماتے ہیں:

﴿وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّيْ مَلَكٌ﴾ [الانعام:50]

''میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے قبضہ میں اللہ کے خزانے ہیں، نہ یہ کہتا ہوں کہ میں غیب کا علم رکھتا ہوں، نہ یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں۔''

یہی الفاظ سورہ انعام کے پانچویں رکوع (آیت 50) میں ہیں اور ان کے شروع میں لفظ ''قل'' ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو ان الفاظ کے سنا دینے کا حکم دیا تھا۔ ان الفاظ کے سنانے سے مدعا یہ ہے کہ اللہ کا نبی اپنی نسبت کسی خوش اعتقادی کے ظنون کو پسند نہیں کرتا۔ ان کے لیے وہی سچی تعریف کافی ہے جس کا مستحق اللہ تعالیٰ نے ان کو فرمایا ہے۔

---

[1] ہود علیہ السلام کا زمانہ ابراہیم علیہ السلام سے پیشتر کا ہے۔

حضرت صالح علیہ السلام [1]

اللہ پاک نے بتایا ہے کہ صالح علیہ السلام کے وعظ خالص توحید کے استحکام اور بطلان شرک کی بابت ہوا کرتے تھے:

﴿ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ هُوَ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِیْهَا فَاسْتَغْفِرُوْهُ ثُمَّ تُوْبُوْا اِلَیْهِ اِنَّ رَبِّیْ قَرِیْبٌ مُّجِیْبٌ ﴾ [ھود:61]

''اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو، اس کے سوا اور کوئی تمہارا معبود نہیں۔ اسی نے تم کو خاک سے بنایا اور اس میں آباد کیا۔ پس اسی سے بخشش مانگو اور اسی کی جانب توبہ کرو، میرا پروردگار قریب ہے اور قبول کنندہ بھی ہے۔''

نبی کریم ﷺ کا وعظ بہ حکم ربانی یہ ہوتا تھا:

﴿ قُلْ یٰعِبَادِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ؕ لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا فِیْ هٰذِهِ الدُّنْیَا حَسَنَةٌ ؕ وَاَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ ؕ اِنَّمَا یُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ ○ قُلْ اِنِّیْۤ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّیْنَ ○ وَاُمِرْتُ لِاَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ الْمُسْلِمِیْنَ ○ قُلْ اِنِّیْۤ اَخَافُ اِنْ عَصَیْتُ رَبِّیْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ○ قُلِ اللّٰهَ اَعْبُدُ مُخْلِصًا لَّهٗ دِیْنِیْ ○ فَاعْبُدُوْا مَا شِئْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ ؕ قُلْ اِنَّ الْخٰسِرِیْنَ الَّذِیْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ وَاَهْلِیْهِمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ اَلَا ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِیْنُ ﴾ [الزمر:10-15]

''کہہ دے (اے پیغمبر!) کہ اے ایمان لانے والو رب کا تقویٰ اختیار کرو۔ سمجھا دے کہ اللہ کی زمین میں جو نیکی کرتا ہے اس کے لیے نیکی ہی نیکی ہے۔ (سمجھا دے) کہ اللہ کی زمین فراخ ہے کوئی عبادت کرنے میں روک ٹوک کرے تو تم وہ جگہ چھوڑ دو۔ (سمجھا دے) کہ صبر کرنے والوں کو ان کا اجر بے اندازہ دے گا۔ بتا دے مجھے یہ حکم ملا ہے کہ عبادت کروں اللہ کی خالص کر کے واسطے اس کے عبادت اور یہ بھی حکم ملا ہے کہ میں سب سے پہلے فرماں برداری کروں۔ بتا دے مجھے تو ڈر ہے کہ اگر نافرمانی کروں گا تو اس بڑے دن کا عذاب بھی سامنے ہے۔ بتا دے کہ وہی اللہ ہے اسی کی عبادت میں خلوص سے کرتا ہوں۔ یہی میرا دین ہے۔ اب لوگوں کی مرضی جس کی پوجا چاہیں کریں۔ بتا دے خسارے والے وہ ہیں جو قیامت کے دن وہ خود اور ان کا کنبہ خسارے میں رہیں گے۔ (یاد رکھو) یہی کھلم کھلا ٹوٹا (خسارہ) ہے۔''

مندرجہ بالا آیات پر جو نبی ﷺ کی تبلیغ کے مضامین پر جامع ہے، غور کرو حضور ﷺ کیسے کیسے اسلوب بدیعہ (خوبصورت) کے ساتھ توحید کی تعلیم دیا کرتے تھے۔

حضرت خلیل الرحمٰن ابراہیم علیہ السلام

سیدنا حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے نبی کریم ﷺ کو نہایت قرب اور مشاکلت کلی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی نے دعا مانگی تھی کہ حضور ﷺ مکہ میں ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو فرمایا: ﴿ وَاتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ حَنِیْفًا ﴾ اس لیے واقعات ذیل خاص غور کے لائق ہیں۔

[1] صالح علیہ السلام کا زمانہ ابراہیم علیہ السلام سے پیشتر کا ہے۔

1 ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر اس طرح فرمایا ہے:

﴿ يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّ سَلٰمًا عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ ﴾ [الانبیاء:69]

''اے آگ! ابراہیم پر ٹھنڈک اور سلامتی بن جانا۔''

نبی ﷺ کی بابت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ كُلَّمَآ اَوْقَدُوْا نَارًا لِّلْحَرْبِ اَطْفَاَهَا اللّٰهُ ﴾ [المائدہ:64]

''وہ جب جنگ کے لیے آگ بھڑکاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اسے بجھا دیتا ہے۔''

2 ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ کو بنایا:

﴿ وَ اِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهِيْمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَ اِسْمٰعِيْلُ ﴾ [البقرۃ:127]

''جب ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام بیت اللہ کی بنیادوں کو بلند کرتے تھے۔''

نبی علیہ السلام نے اس کعبہ کو قبلہ بنانے کے لیے منتخب کر لیا اور رب العالمین نے حضور ﷺ کے میلان قلب کو دیکھ کر اسی کے موافق حکم نازل فرمایا:

﴿ قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا ﴾ [البقرۃ:144]

''ہم نے تیرے رخ کا آسمان کی طرف پھرنا دیکھا، ہم تجھے اس قبلہ کی طرف جسے تو پسند کرتا ہے، پھیر دیں گے۔''

3 ابراہیم علیہ السلام نے بت خانہ کے بتوں کو توڑا۔

﴿ فَجَعَلَهُمْ جُذٰذًا ﴾ [الانبیاء:58] ''پس انھیں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔''

نبی ﷺ نے کعبہ کے 360 بتوں کو باہر نکلوا کر دائمی حکم بطلان صنم پرستی کا صادر فرمایا:

﴿ جَآءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ ؕ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ﴾ [الاسراء:81]

''حق آ گیا، باطل چلا گیا، باطل تو جاتے رہنے والا ہی ہے۔''

4 ابراہیم علیہ السلام نے ابتدائی عمر میں ایک بیوی پر اکتفا کر کے پھر آخر عمر میں متعدد نکاح کیے۔ نبی ﷺ نے بھی اسی سنت ابراہیمی پر عمل فرمایا:

5 ابراہیم علیہ السلام نے لوگوں میں حج کا اعلان کیا۔

﴿ وَاَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ ﴾ [الحج:27] لوگوں میں حج کا اعلان کر دے۔

نبی ﷺ نے فرضیت حج کا حکم مع شرائط استطاعت سنایا۔

﴿ وَ لِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ﴾ [آل عمران:97]

''اور لوگوں پر اللہ کی طرف سے فرض ہے جو اس گھر کی طرف جانے کی استطاعت رکھے وہ حج کرے۔''

6 اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو اَلْبُغْضُ لِلّٰهِ کی صفت جلیلہ میں دنیا کے سامنے نمونہ بنایا۔

﴿ قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَ مِمَّا

تَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ﴾ [الممتحنۃ:4]

''تمہارے لیے عمدہ نمونہ ابراہیم علیہ السلام اور اس کے ساتھیوں کا جب انھوں نے اپنی قوم سے کہہ دیا کہ ہم تم سے بھی بیزار ہیں اور جن کی عبادت تم اللہ کے سوا کرتے ہو ان سے بھی بیزار ہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے محمد مصطفیٰ ﷺ کو تمام دنیا کے لیے اَلۡحُبُّ فِی اللّٰهِ کی صفت جمیلہ میں بہترین نمونہ ٹھہرایا اور ارشاد فرمایا:

﴿لَقَدۡ كَانَ لَكُمۡ فِيۡ رَسُوۡلِ اللّٰهِ اُسۡوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنۡ كَانَ يَرۡجُوا اللّٰهَ وَالۡيَوۡمَ الۡاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيۡرًا﴾

''اللہ کا رسول بہترین نمونہ ہے ان سب کے لیے جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کثیر کرتے ہیں۔'' [الاحزاب:21]

یہ ظاہر ہے کہ یہی ہر دو صفات ہیں، جن سے ایمان باللہ کی تکمیل ہوتی ہے۔ ان صفات میں یہی پدر اعظم اور سید ولد آدم تمام عالم کے لیے اسوہ قرار دیے گئے ہیں۔ دنیا کو ضرورت ہے کہ ان بہترین واکمل ترین کی سیرت اور افعال واقوال سے بخوبی واقف ہو، تاکہ ہر قول ہر فعل ہر عمل اسی نمونہ کے مطابق کیا جائے۔ جو منظور شدہ بارگاہ سرمدی ہو۔

7 اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کے خلق کی تعریف فرمائی ہے اور ارشاد کیا:

﴿اِنَّ اِبۡرٰهِيۡمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيۡمٌ﴾ [التوبہ:114] ''ابراہیم علیہ السلام بہت نرم دل اور بردبار تھا۔''

نبی ﷺ کے خلق کی بھی کلام مبین میں صفت فرمائی گئی۔ فرمایا:

1 ﴿اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيۡمٍ﴾ [القلم:4] ''تو بزرگ ترین اخلاق پر متصرف ہے۔''

2 ﴿فَبِمَا رَحۡمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنۡتَ لَهُمۡ وَلَوۡ كُنۡتَ فَظًّا غَلِيۡظَ الۡقَلۡبِ لَا نۡفَضُّوۡا مِنۡ حَوۡلِكَ﴾

''یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ تجھے نرم خو بنایا، اگر تو درشت طبع، سخت دل ہوتا تو لوگ تیرے پاس سے بھاگ جاتے۔'' [آل عمران159]

8 ابراہیم علیہ السلام نے منکر وجود باری تعالیٰ کے ساتھ جو مناظرہ کیا تھا وہ قرآن مجید میں مذکور ہے:

﴿فَاِنَّ اللّٰهَ يَاۡتِيۡ بِالشَّمۡسِ مِنَ الۡمَشۡرِقِ فَاۡتِ بِهَا مِنَ الۡمَغۡرِبِ﴾ [البقرۃ:258]

''اللہ تعالیٰ تو آفتاب کو مشرق سے نکالتا ہے تو اسے مغرب سے نکال دے۔''

نبی ﷺ نے بھی منکر حشر اجساد پر جو دلائل قائم کیے ہیں وہ کتاب حکیم میں درج ہیں۔

﴿قُلۡ يُحۡيِيۡهَا الَّذِيۡۤ اَنۡشَاَهَاۤ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّهُوَ بِكُلِّ خَلۡقٍ عَلِيۡمٌ ○ الَّذِيۡ جَعَلَ لَكُمۡ مِّنَ الشَّجَرِ الۡاَخۡضَرِ نَارًا فَاِذَاۤ اَنۡتُمۡ مِّنۡهُ تُوۡقِدُوۡنَ﴾ [یٰس:79-80]

''کہہ دے مردہ کو وہی زندہ کرے گا جس نے اسے بار اول پیدا کیا تھا۔ وہ ہر پیدائش کی حالت کا خوب علم رکھتا ہے۔ وہ جس نے سبز درخت سے آگ کو نکالا جس سے تم روشنی لیا کرتے ہو''

ہر دو واقعات میں مشابہت کلی اس طرح بھی قائم ہو جاتی ہے کہ دلائل ابراہیمی بھی تعلیم من اللہ کا نتیجہ تھے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے بتا دیا ﴿تِلۡكَ حُجَّتُنَاۤ اٰتَيۡنٰهَاۤ اِبۡرٰهِيۡمَ﴾ [الانعام:83] اور براہین محمدی ﷺ بھی وحی من اللہ ہیں۔ اسی آیت کے

آغاز میں لفظ ''قل'' اس راز کا انکشاف کر رہا ہے۔

حضرت لوط علیہ السلام [1]

حضرت لوط علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے برادر زادہ (بھتیجے) ہیں۔ بی بی سارہ کے بعد سب سے پہلے یہی حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ایمان لائے تھے اور خلیل الرحمن علیہ السلام کی محبت میں انھوں نے ہجرت الی اللہ کی تھی۔

① قوم نے ان کو اخراج کی دھمکی دی تھی۔

﴿ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ يَا لُوْطُ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُخْرَجِيْنَ ﴾ [الشعراء:167]

''اے لوط! اگر تو ہم کو نصیحت کرنا نہیں چھوڑے گا تو یہاں سے نکال دیا جائے گا۔''

نبی ﷺ کے اخراج کی بھی تجاویز کی گئی تھیں۔ اللہ تعالیٰ خبر دیتا ہے:

﴿ نَكَثُوْا اَيْمَانَهُمْ وَ هَمُّوْا بِاِخْرَاجِ الرَّسُوْلِ ﴾ [التوبۃ:13]

''اپنی سوگندوں (قسموں) کو توڑ دیا اور رسول کو باہر نکال دینے کا قصد کر لیا۔''

② لوط علیہ السلام کی قوم کی حالت اللہ تعالیٰ ان جامع الفاظ میں بیان فرمائی ہے:

﴿ كَانَتْ تَعْمَلُ الْخَبٰٓئِثَ ﴾ [الانبیاء:74]

''وہ خبائث والے کام کیا کرتے تھے۔''

نبی کریم ﷺ کی ثناء میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ ﴾ [الاعراف:157]

''ہمارا نبی لوگوں پر خبیث عادتوں، ناپاک چیزوں کو حرام ٹھہراتا ہے۔ ان کے بوجھ اتارتا ہے اور ان کی گردنوں سے طوق نکالتا ہے۔''

③ لوط علیہ السلام کی مدد اور ان کے اعداء کی تباہی کے لیے فرشتوں کا اترنا قرآن پاک میں مذکور ہے۔

﴿ يٰلُوْطُ اِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ لَنْ يَّصِلُوْٓا اِلَيْكَ ﴾ [ھود:81]

''اے لوط! ہم تیرے رب کے فرستادے ہیں، تیرے دشمن تیرے قریب نہ آئیں گے۔''

نبی ﷺ کو اللہ تعالیٰ مدد فرشتگاں کی بابت فرماتا ہے:

﴿ يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِيْنَ ﴾ [آل عمران:125]

''اللہ تمہاری مدد پانچ ہزار (5000) فرشتوں سے جن کی مدد پر اور فرشتے بھی ہوں گے، فرمائے گا۔''

مؤلف کتاب کے ایک نعتیہ قصیدہ کا مطلع ہے:

اے از جہاں و ہرچہ درو برتر آمدہ
بہر تو قدسیاں مدد لشکر آمدہ

[1] حضرت لوط کا زمانہ 1898 قبل مسیح پایا جاتا ہے۔ ان کی وفات کا زمانہ معلوم نہیں ہوا۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام

① قرآن مجید حضرت اسماعیل علیہ السلام کی صفت میں فرماتا ہے:

﴿ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ﴾[مریم:54] ''وہ وعدہ کا سچا تھا۔''

نبی ﷺ کے وعدوں کو پورا ہونے کا ذکر اللہ تعالیٰ نے مومنین کی زبان سے فرمایا ہے۔

﴿ هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ﴾ [الاحزاب:22]

''یہ تو وہی ہے جس کا وعدہ اللہ اور رسول نے ہم سے کیا تھا اور اللہ اور رسول نے سچ فرمایا تھا۔''

② حضرت اسماعیل علیہ السلام کی صفت میں فرمایا گیا ہے:

﴿كَانَ يَاْمُرُ اَهْلَهٗ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ﴾ [مریم:55] ''اپنے کنبہ کو صلوٰۃ اور زکوٰۃ کا حکم دیا کرتا تھا۔''

اس آیت میں سکھایا گیا ہے کہ اصلاح اول کنبہ سے شروع ہونی چاہیے۔

نبی ﷺ کو فرمایا گیا ہے:

① ﴿وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا﴾ [طٰہٰ:132] ''اپنے کنبہ کو نماز کا حکم دے اور اسی پر قائم رہ۔''

② ﴿ وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ﴾ [الشعراء:214] ''اپنے کنبے کو زیادہ تر نزدیکیوں کو (خصوصیت سے) ڈرا دے۔''

ہر دو آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی ﷺ نے اہل کے علاوہ اقارب کو بھی خاص اہتمام سے تبلیغ فرمائی تھی۔

③ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَعَهِدْنَا اِلٰى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ اَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْعٰكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ﴾[البقرۃ:125]

''ہم نے ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام سے عہد لیا کہ تم دونوں میرے گھر کو طواف والوں، اعتکاف والوں اور رکوع و سجود والوں کے لیے پاک کرو۔''

یہ ظاہر ہے کہ اس عہد میں حضرت اسحٰق علیہ السلام اور ان کی شاخ داخل ہے۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کے فخر دودمان فرزند یعنی نبی ﷺ نے دنیا کو یہ حکم سنایا۔

﴿فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ﴾ [البقرۃ:144] ''تم اپنے منہ مسجد الحرام کے سامنے کے رخ پھیر دو۔''

اس حکم سے ظاہر ہے کہ نبی ﷺ ہی نے بتایا کہ کعبہ ہی تمام مساجد دنیا کا قبلہ ہے۔

حضرت اسحاق علیہ السلام

اسحٰق علیہ السلام کا ذکر قرآن مجید میں مفرداً کم آیا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام [1] کے ساتھ یا حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ساتھ یا حضرت یعقوب علیہ السلام کے ساتھ ان کا اسم گرامی آتا ہے۔

① اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

---

[1] حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر پوری 100 سال کی تھی جب حضرت اسحٰق پیدا ہوئے۔ یہ 40 سال کے تھے جب ان کی شادی رفقہ خاتون سے ہوئی۔ وہ نحور برادر ابراہیم کی پوتی ہیں۔ 60 سال کے تھے جب ان کے ہاں توام بچے عیسو اور یعقوب پیدا ہوئے۔ زیادہ تر فلسطین میں رہے۔ 180 سال کی عمر پا کر والد کی قبر کے برابر مدفون ہوئے۔

﴿ وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ ﴾ [الصّٰفّٰت:112] ''ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو اسحٰق علیہ السلام کی بشارت دی۔''
اس سے ظاہر ہے کہ حضرت اسحٰق علیہ السلام کی پیدائش کی بشارت ان کی پیدائش سے پیشتر دی گئی تھی اور یہ بڑا منصب اور فضیلت ہے۔

2 نبی ﷺ کی بابت اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے لوگوں سے کہا تھا:

﴿ مُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ ﴾ [الصّف:6]

''میں احمد رسول کی جو میرے بعد آئیں گے بشارت دیتا ہوں۔''

حضرت یعقوب علیہ السلام

1 یعقوب علیہ السلام [1] کا ایک وعظ جو انھوں نے بیٹوں کو مخاطب کر کے فرمایا قرآن مجید میں مذکور ہے:

﴿ اِذْ قَالَ لِبَنِيْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ بَعْدِيْ قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَ اِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبْرٰهٖمَ وَ اِسْمٰعِيْلَ وَ اِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا وَّ نَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴾ [البقرۃ:133]

''یعقوب علیہ السلام نے بیٹوں سے پوچھا تم میرے بعد کس کی عبادت کرو گے۔؟ وہ بولے تیرے اللہ کی اور تیرے باپ دادوں ابراہیم واسماعیل واسحٰق علیہم السلام کے اللہ کی جو اکیلا معبود ہے۔ ہم عبادت کریں گے اور ہم اسی کے فرمانبردار رہیں گے۔''

نبی ﷺ کا پیغام بھی کل دنیا کے لیے یہی ہے:

﴿ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً وَّ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴾ [البقرۃ:21-22]

''اے لوگو! اپنے رب کی عبادت کرو، جس نے تم اور تم سے پہلوں کو پیدا کیا تا کہ تم تقویٰ اختیار کرو۔ وہ اللہ جس نے تمہارے لیے زمین کو فرش اور آسمان کو چھت بنایا اور اوپر سے پانی اتارا، پھر پانی سے میوے بنائے کہ تم کھاؤ۔ بس اللہ کے ساتھ اوروں کو شریک نہ بناؤ۔ جب تم جانتے ہو کہ (اللہ تعالیٰ کے برابر کا کوئی بھی نہیں)''

2 یعقوب علیہ السلام کی تعلیم یہ تھی:

﴿ وَلَا تَايْئَسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِنَّهٗ لَا يَايْئَسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴾ [یوسف:87]

''اللہ تعالیٰ کی رحمت سے کبھی ناامید مت ہو۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید تو کافر ہی ہوا کرتے ہیں۔''

نبی ﷺ کی تعلیم بھی امت کو یہ ہے:

---

[1] جوان ہو کر ماموں کے گھر گئے۔ ان کی دو لڑکیوں سے نکاح کیا۔ بیس (20) سال وہاں رہ کر واپس شام کو آئے۔ واپسی کے وقت اللہ تعالیٰ نے ان کو اسرائیل کا خطاب دیا۔ ان کی واپسی کے بعد حضرت اسحٰق علیہ السلام کا انتقال ہوا۔ یہاں آ کر برادران یوسف نے حضرت یوسف علیہ السلام کو چاہ میں گرایا جب حضرت یوسف علیہ السلام کا پتا لگ گیا۔ تب حضرت یعقوب علیہ السلام بیٹوں، پوتوں اور ان کی ازواج سمیت کنبہ کے 68 لوگوں کے ساتھ مصر گئے۔ وہاں 17 سال رہے، 147 سال کی عمر میں انتقال ہوا۔ 40 دن تک ان کے جسم میں خوشبو بھری گئی۔ پھر لاش کو کنعان لائے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قبرستان میں دفن کیے گئے۔

﴿ وَلَا تَهِنُوْا وَ لَا تَحْزَنُوْا وَ اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴾ [آل عمران:139]

''ہمت نہ ہارو، غم زدہ نہ ہو تم ہی غالب رہو گے جب تم مومن ہو۔''

3 زیاں کار گنہگار فرزند حضرت یعقوب علیہ السلام سے درخواست کرتے ہیں:

﴿ يٰۤاَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَاۤ اِنَّا كُنَّا خٰطِـِٕيْنَ ﴾ [یوسف:97]

''اے باپ! ہمارے لیے ہمارے گناہوں کی مغفرت چاہو، ہم تو جان بوجھ کر خطا کرنے والے ہیں۔''

اور یعقوب علیہ السلام ان کو فرماتے ہیں:

﴿ سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّيْ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴾ [یوسف:98]

''میں اپنے رب سے تمہارے لیے مغفرت کا سوال کروں گا اور وہ تو خطاؤں کو ڈھانپنے والا، عاجزوں پر رحم کرنے والا ہے۔''

رب العالمین کل اہل عالم سے فرماتا ہے اور ان کو رحمت عالم کی شان بتاتا ہے:

﴿ وَ لَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَ اسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ﴾

''جب ان لوگوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا، اگر یہ تیرے پاس آئیں اور اللہ سے بخشش چاہیں اور رسول بھی ان کے لیے بخشش چاہے تب وہ دیکھیں گے کہ اللہ تعالیٰ تو بہت التفات اور رحم فرمانے والا ہے۔'' [النساء:64]

نبی ﷺ کی شان بلند کو معلوم کرنے کے لیے ﴿ وَ اسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ ﴾ [النساء:64] پر غور کرنا چاہیے۔ یہی راز ہے کہ ہر دعا کے اول و آخر درود شریف پڑھنے کی تاکید کی جاتی ہے۔ کیوں کہ عہد نبوی ﷺ کے لوگوں کو یہ مبارک موقع حاصل تھا کہ حضور ﷺ پر نور کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے لیے دعا کرائیں۔ اس عہد ہمایوں کے انقراض کے بعد اہل عالم کے واسطے صرف یہی طریقہ رہ گیا کہ حضور ﷺ پر درود بھیج کر اللہ تعالیٰ کی رحمت و برکت کا مستحق خود کو ٹھہرائیں۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰۤى اٰلِ مُحَمَّدٍ فِي الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ وَ فِيْ مَلَاءِ الْاَعْلٰى اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ

حضرت یوسف علیہ السلام

حدیث پاک میں حضرت یوسف علیہ السلام کو الکریم ابن الکریم ابن الکریم ابن الکریم فرمایا گیا ہے:

قرآن مجید میں ان کے رؤیا کا ذکر ہے:

﴿ اِنِّيْ رَاَيْتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَّ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ رَاَيْتُهُمْ لِيْ سٰجِدِيْنَ ﴾ [یوسف:4]

''میں نے گیارہ (11) تارے اور سورج، چاند کو دیکھا۔ میں نے دیکھا کہ وہ مجھے سجدہ کر رہے ہیں۔''

حضرت یوسف علیہ السلام کا یہ خواب چند سال کے بعد اس طرح پورا ہوا کہ یوسف علیہ السلام کے والدین اور گیارہ کے گیارہ بھائی ان کے مل جانے پر سجدہ گزار ہوئے تھے۔ خواب پورا ہوا مگر لمبی مدت کے بعد پورا ہوا اور درمیانی زمانہ میں بھائیوں کی عداوت کی وجہ سے حضرت یوسف علیہ السلام کو بہت سی تکالیف اٹھانی پڑیں اور بھائیوں کو بھی ان کی علیحدگی کے بعد مصائب جھیلنے پڑے۔ بھائی یہ نہ سمجھتے تھے کہ یوسف علیہ السلام کا ان کے اندر رہنا باعث یمن و برکت ہے۔

نبی ﷺ کے خواب کا ذکر بھی قرآن مجید میں ہے۔

﴿ لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَ مُقَصِّرِيْنَ لَا تَخَافُوْنَ ﴾ [الفتح:27]

''بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کا خواب بالکل سچا کر دکھایا۔ خواب یہ تھا کہ (مسلمان احرام کے لباس میں) پرامن، سر منڈوائے ہوئے اور بال کترائے ہوئے، ان شاء اللہ داخل مسجد الحرام ہوں گے اور ان کو کسی مخالف کا ذرا خوف نہ ہوگا۔''

1. یہ خواب ایک سال ہی کے بعد پورا ہو گیا تھا۔ مکہ سے نبی ﷺ کے علیحدہ رہنے کی مدت آٹھ (8) سال تھی اور اہل مکہ اس عرصہ میں قحط و وبا کے مصائب کے شکار رہے تھے، یوسف علیہ السلام کا خواب تھوڑا سا استعارہ لیے ہوئے تھا مگر نبی ﷺ کا خواب استعارہ و تعبیر سے بالاتر اور بالکل صورت ظاہری کا مظہر تھا۔ چنانچہ آیت بالا میں لفظ بالحق کا لطیف اشارہ اسی جانب ہے۔
2. یوسف علیہ السلام پر امراۃ العزیز کے نام سے بہتان لگایا گیا اور نبی ﷺ پر امراۃ زید کے نام سے افتراء پردازی کی گئی۔ ہر دو واقعات میں اگر اندرونی امتیاز ہے تو یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام پر فعل سوء (کار بد) کا بہتان باندھا گیا اور نبی ﷺ پر نکاح کر لینے میں الزام تراشی کی گئی۔
3. یوسف علیہ السلام کے خلاف ان کے بھائیوں نے مشورہ کیا تھا وہ یہ تھا۔

﴿ اقْتُلُوْا يُوْسُفَ اَوِ اطْرَحُوْهُ اَرْضًا ﴾ [یوسف:9]

''یوسف علیہ السلام کو قتل کر دو یا کسی جگہ پر پھینک دو۔''

نبی ﷺ کے خلاف بھی قریش نے جو مشورہ کیا وہ یہ تھا۔

﴿ اِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ ﴾ [الانفال:30]

''جب کافر تیرے لیے خفیہ خفیہ تدبیریں کر رہے تھے کہ تجھے قید کریں یا وطن سے خارج کریں یا قتل کر دیں۔''

یوسف علیہ السلام کو ان کے بھائیوں نے چاہ سیاہ میں گرا بھی دیا تھا، مگر نبی ﷺ کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے دشمنوں کے ہر شر سے محفوظ رکھا۔

4. یوسف علیہ السلام کی خدمت میں ان کے بھائی عرض کر رہے ہیں:

﴿ يٰاَيُّهَا الْعَزِيْزُ مَسَّنَا وَ اَهْلَنَا الضُّرُّ وَ جِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُّزْجٰىةٍ فَاَوْفِ لَنَا الْكَيْلَ وَ تَصَدَّقْ عَلَيْنَا ﴾

''اے حاکم! ہم پر اور ہمارے کنبہ پر قحط کی تکلیف ہے اور ہم سرمایہ بھی تھوڑا لائے ہیں مگر تو ہم کو پورا ناپ دلا دے اور ہم پر اپنی مہربانی فرما۔'' [یوسف:88]

نبی ﷺ کے بعد حضور ﷺ کی قوم بھی قحط شدید کی جس زبوں حالت تک پہنچ گئی تھی اس کا ذکر آیت ذیل میں ہے۔ (جیسا کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے تفسیر کی ہے جو صحیح بخاری میں ہے)

﴿ فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَاْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ ۝ يَغْشَى النَّاسَ هٰذَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴾

''اس روز کا انتظار کر جس روز آسمان پر دھواں ہی دھواں نظر آئے گا۔ جو لوگوں کو ڈھانپ لے گا اور لوگ پکار اٹھیں گے کہ یہ تو بہت دردناک عذاب ہے۔'' [الدخان:10-11]

5 حضرت یوسف علیہ السلام نے مصر سے بھائیوں کو غلہ دلایا تھا۔ اور نبی ﷺ نے ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ کو حکم دے کر نجد سے اہل مکہ کے لیے غلہ بھجوایا تھا۔

حضرت شعیب علیہ السلام

حضرت شعیب علیہ السلام ایک مشرک، مال دار، ترازو کش قوم میں مبعوث ہوئے تھے۔ اس لیے ان کے مواعظ توحید کے بعد زیادہ تر اموال کے متعلق ہوتے تھے۔

1 اللہ تعالیٰ نے ان کا وعظ اس طرح بیان فرمایا ہے:

﴿یٰقَوْمِ اَوْفُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ وَ لَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ﴾ [ہود:85]

''اے قوم! ناپ اور تول کو انصاف کے ساتھ پورا کرو اور لوگوں کی چیزوں میں گھاٹا نہ ڈالا کرو۔''

نبی ﷺ نے بھی امت کو اس بارہ میں جو تعلیم دی ہے وہ آیات ذیل سے ظاہر ہے:۔

﴿وَاَقِيْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَ لَا تُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ﴾ [الرحمٰن:9]

''تول کو انصاف کے ساتھ قائم کرو اور تول میں گھاٹا نہ ڈالا کرو، (ڈنڈی نہ مارا کرو)''

﴿وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ﴾

''تطفیف والوں پر عذاب دوزخ ہے۔ یہ وہ ہیں کہ جب لوگوں سے لیتے ہیں تو اپنا گھر پورا کر لیتے ہیں اور جب لوگوں کو ناپ کر یا تول کر دیتے ہیں تب ان کو گھاٹا پہنچاتے ہیں۔'' [المطففین:1-3]

2 اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیب علیہ السلام کی بابت بتایا ہے:

﴿قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لَنُخْرِجَنَّكَ يٰشُعَيْبُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَكَ مِنْ قَرْيَتِنَآ﴾ [الاعراف:88]

''قوم کے متکبر سرداروں نے کہا: اے شعیب! ہم تجھے اور تجھ پر ایمان لانے والوں کو اپنی بستی سے نکال دیں گے۔''

نبی ﷺ پر ایمان لانے والوں کے اخراج اور ان کی نصرت رسول اللہ ﷺ کا ذکر اس طرح فرمایا گیا ہے:

﴿الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا وَّ يَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ﴾

''مہاجر لوگ جو اپنے گھروں اور ملکیتوں سے نکالے گئے وہ اللہ کے فضل اور خوشنودی کے جویا اور اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی نصرت کرنے والے ہیں۔'' [الحشر:8]

3 کفار نے حضرت شعیب علیہ السلام کے دلائل سے عاجز ہو کر یوں کہا تھا:

﴿يٰشُعَيْبُ مَا نَفْقَهُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَقُوْلُ﴾ [9/التوبہ:9]

''اے شعیب علیہ السلام! تیری بہت سی باتیں جو ہماری سمجھ میں ہی نہیں آتیں۔''

نبی ﷺ کو بھی ایسے ہی کفار کے ساتھ سابقہ پڑا تھا جس کا ذکر آیت ذیل میں ہے:

﴿ وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا فِیْۤ اَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَاۤ اِلَیْهِ وَ فِیْۤ اٰذَانِنَا وَقْرٌ وَّمِنْۢ بَیْنِنَا وَ بَیْنِكَ حِجَابٌ ﴾ [فصلت:5]

''کافروں نے کہا کہ ہمارے دل تیری دعوت سے دور ہیں اور ہمارے کانوں میں تیری بات سننے کے لیے گرانی ہے اور ہمارے تیرے درمیان پردے پڑے ہوئے ہیں۔''

یہودیوں نے بھی آنحضرت ﷺ کو یہی جواب بت پرستوں کا سا دیا۔

﴿وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا غُلْفٌ﴾ [البقرۃ:88]

''یعنی ہمارے دلوں پر تہ درتہ غلاف چڑھے ہوئے ہیں، تیری تعلیم وہاں تک نہیں جا سکتی۔''

4 حضرت شعیب علیہ السلام سے ان کی قوم نے کہا تھا:

﴿ یٰشُعَیْبُ اَصَلٰوتُكَ تَاْمُرُكَ اَنْ نَّتْرُكَ مَا یَعْبُدُ اٰبَآؤُنَاۤ اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ فِیْۤ اَمْوَالِنَا مَا نَشٰٓؤُا ﴾ [ھود:87]

''اے شعیب! کیا تیری نماز یہ بھی ضروری ٹھہراتی ہے کہ ہم اپنے باپ دادا کے بتوں کو چھوڑ دیں۔ کیا تیری نماز اس سے بھی روکتی ہے کہ ہم اپنا روپیہ پیسہ سے جس طرح چاہیں ویسا بیوپار کیا کریں۔''

معلوم ہوتا ہے کہ یہ سودخوار قوم چاہتی تھی کہ نماز پڑھ کر نبی کو بھی خوش کر دیں اور اپنے آبائی شرک پر رہ کر سودخواری پر بھی قائم رہیں، لیکن اگر نماز اور سود دونوں ساتھ ساتھ نہ نبھ سکیں تو ایسی نماز کو دور ہی سے سلام کر دیں اور اگر ایسی نماز بت پرستی کے ساتھ جمع نہ ہو سکے تو نبی کی کوئی بھی بات نہ مانیں۔ ممکن ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں بھی کسی مال دار شخص کے دل میں اسلام لانے سے پیشتر ایسی آرزو ہو اور اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کی امید خام کو منقطع کرنے کے لیے اور مسلمانوں کو کامل الایمان بنانے کے لیے ہی یہ حکم دیا ہو۔

﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ ذَرُوْا مَا بَقِیَ مِنَ الرِّبٰۤوا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ○ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ اِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ لَا تَظْلِمُوْنَ وَ لَا تُظْلَمُوْنَ ﴾ [البقرۃ:278-279]

''اے ایمان لانے والو! اگر تم مومن بن گئے ہو تو اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرو اور سود کی جو رقم وصول کرنی ہے اسے چھوڑ دو۔ اگر ایسا نہ کرو گے تو اللہ تعالیٰ اور رسول کے ساتھ جنگ کا اعلان سمجھ لو اور اگر پھر باز آ جاؤ تب تمھارا راس المال تم کو ملے گا، نہ تم دوسرے پر ظلم کرو اور نہ تم پر ظلم ہوگا۔''

راقم مضمون کے نزدیک اس حکم سے متبادر ہے کہ اگر کوئی مسلمان کسی رقم قرضہ مع سود کی نالش (دعویٰ) کرے تو قاضی اسلام اس کے تمام دعوے کو خارج کر دے، کیوں کہ راس المال ملنے کی صورت اِنْ تُبْتُمْ کی شرط پر منحصر ہے۔

حضرت کلیم اللہ موسیٰ علیہ السلام

انبیاء بنی اسرائیل میں موسیٰ علیہ السلام ایک شان خاص کے نبی ہیں۔ تورات میں درج ہے کہ موسیٰ علیہ السلام جیسا کوئی نبی بنی اسرائیل میں نہیں ہوا۔ [1]

1 موسیٰ علیہ السلام کے حالات پڑھتے وقت مجھے گمان ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام یتیمی ہی میں پیدا ہوئے تھے۔ دریا میں ڈالنے کے لیے والدہ موسیٰ علیہ السلام کو وحی کا ہونا پھر ان کا خبر تابوت لانے کے لیے اپنی بیٹی ہی کو بھیجنا ان کے والد بزرگوار کا مذکور نہ پایا جانا، اس گمان کو قوی

---

[1] استثناء: 33-12

کرتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

نبی ﷺ بھی دنیا میں سانس لینے سے پیشتر یتیم بن چکے تھے۔

② موسیٰ علیہ السلام کی تربیت آسیہ مکرمہ نے کی تھی اور وہ فضیلت کی مستحق ٹھہریں۔ اس طرح حلیمہ سعدیہ بھی نبی ﷺ کے ساتھ شفقت مادرانہ کا برتاؤ کرتی تھیں اور وہ رضی اللہ عنہا کے منصب پر فائز ہوئیں۔

③ موسیٰ اپنے مخالفین سے بچ کر نکل گئے تھے اور نبی ﷺ بھی اپنے محاصرین کی آنکھوں میں خاک ڈالتے ہوئے گھر سے غار ثور کو تشریف لے گئے تھے۔

④ موسیٰ علیہ السلام کو دختر شعیب علیہ السلام نے ان کی قوت و امانت کے اوصاف سے پہچانا تھا اور خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے بھی نبی کریم ﷺ کے اوصاف صدق و امانت کو دیکھ کر اپنا دل حضور ﷺ کی نذر کر دیا تھا۔

⑤ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمانے کا واقع بیان فرمایا ہے:

﴿ فَلَمَّا قَضٰى مُوْسَى الْاَجَلَ وَ سَارَ بِاَهْلِهٖۤ اٰنَسَ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ نَارًا قَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْۤا اِنِّیْۤ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّیْۤ اٰتِیْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ جَذْوَةٍ مِّنَ النَّارِ لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ ○ فَلَمَّاۤ اَتٰىهَا نُوْدِیَ مِنْ شَاطِئِ الْوَادِ الْاَیْمَنِ فِی الْبُقْعَةِ الْمُبٰرَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ اَنْ یّٰمُوْسٰۤى اِنِّیْۤ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ﴾ [القصص:29-30]

''جب موسیٰ علیہ السلام (دس برس حضرت شعیب علیہ السلام کے پاس رہ کر) مدت پوری کر کے اپنی بیوی کو لے کر رات کو روانہ ہوا تب اس نے طور کی جانب آگ دیکھی اس نے اپنے اہل سے کہا، یہیں ٹھہرو، میں نے آگ دیکھی ہے (میں جاتا ہوں) شاید وہاں سے کچھ خبر راہ کی ملے یا آگ میں سے کوئی انگارہ لے آؤں کہ تاپ سکو۔ جب موسیٰ علیہ السلام وہاں پہنچا تب اس مبارک جگہ میں میدان کے داہنے کنارے کے ایک درخت سے یہ آواز دی گئی اے موسیٰ علیہ السلام میں اللہ ہوں، سب عالموں کا پالنے والا۔''

اس نظارہ کا تعلق جہاں تک حیات سے ہے اس کا ذکر آگ، وادی، شجرہ، اور ندا کے الفاظ میں فرمایا گیا ہے۔

نبی ﷺ کے پاک نظارہ کا بھی قرآن مجید میں ذکر ہے اور ہم ان آیات کو جو اس نظارہ پاک سے متعلق ہیں درج کرتے ہیں۔

﴿ سُبْحٰنَ الَّذِیْۤ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَا ﴾ [الاسراء:1]

''پاک ہے وہ اللہ جو اپنے بندہ کو شباشب مسجد الحرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گیا (اور واپس لایا) وہ مسجد جس کے گرد و نواح کو ہم نے برکت دی ہے۔ یہ سیر اس لیے تھی کہ اپنے بندہ کو ہم اپنی آیات دکھائیں۔''

فرمایا:

﴿ وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى ○ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى ○ عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى ○ اِذْ یَغْشَى السِّدْرَةَ مَا یَغْشٰى ○ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَ مَا طَغٰى ○ لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰیٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى ﴾ [النجم: 13-18]

''اس کا دوبارہ نزول بھی دیکھا۔ سدرۃ المنتہیٰ کے قریب جس کے پاس جنت الماویٰ ہے۔ اس وقت سدرہ کو ڈھانپ

رکھا تھا۔ نبی کی آنکھ نے جو کچھ وہاں دیکھا اس کی دید میں کچھ بھی شبہ نہیں ہوا اور نہ آنکھ اس نظارہ کے وقت ادھر ادھر ہوئی۔ نبی نے اللہ کی بڑی بڑی آیتوں کو دیکھا۔''

فرمایا: ﴿مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰی﴾ [النجم:11]

''آنکھ نے جو کچھ دیکھا دل نے اسے نہیں جھٹلایا یعنی نظارہ کی حقیقت پر دل تصدیق کرتا ہے۔''

﴿فَاَوْحٰى اِلٰى عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰى﴾ [النجم:10]

''پھر اللہ نے اپنے بندہ پر وحی کی جو کی۔'' [1]

یہ نظارہ جس قدر روحانیت اور رویت عینی ویقین قلبی پر حاوی ہے اس کا صحیح علم تو اللہ تعالیٰ اور پھر رسول اللہ ﷺ کے سوا کس کو ہوسکتا ہے مگر الفاظ کی شوکت اور معانی برتری مفہوم کی رفعت اس بے چوں وچگوں کی کیفیت کو تعقل انسانی کے سامنے اس طرح متشکل بنا رہی ہیں اور قلب و دماغ اس سے متلذذ و متکیف بھی ہو رہے ہیں اور مع ہذا گہری حیرت اور عمیق درربودگی کو بھی ساتھ ساتھ لیے ہوئے ہیں۔

6 موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کا فرعون نے تعاقب کیا تھا اور بالکل قریب پہنچ جاتا ہے تو بنی اسرائیل پکار اٹھتے ہیں۔

﴿اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ﴾ [الشعراء:61] ''ہم تو پکڑے گئے۔''

موسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں:

﴿كَلَّا اِنَّ مَعِیَ رَبِّیْ سَیَهْدِیْنِ﴾ [الشعراء:62]

نہیں، ایسا نہیں، میرا رب میرے ساتھ ہے۔ وہ میری رہبری فرمائے گا۔''

ذرا غور کرو کہ موسیٰ علیہ السلام اس معیت ربانی میں اپنی قوم کو اپنے ساتھ شامل نہیں فرماتے، جس کی وجہ غالباً یہ تھی کہ قوم ہنوز ایسے پست درجہ پر تھی کہ اس معیت کی اہلیت ان میں نہ تھی۔

نبی ﷺ کو بھی ایسا ہی موقع پیش آیا، حضور اقدس ﷺ اور حضور ﷺ کے یار غار ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کھوہ کے اندر ہیں اور کفار ناہنجار یلغار کرتے ہوئے اس کے کنارے پر آگئے ہیں، ابوبکر رضی اللہ عنہ کی زبان خاموش ہے مگر اندرون قلب میں ضرور اندوہ کا ایک جوش ہے۔

نبی ﷺ فرماتے ہیں:

﴿لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا﴾ (سورہ توبہ) ''ابوبکر دل کا فکر دور کر، اللہ ہمارے ساتھ ہے۔''

موسیٰ علیہ السلام کے لفظ مَعِیَ اور نبی ﷺ کے لفظ مَعَنَا پر تدبر کرنے سے واضح ہوجاتا ہے کہ نبی ﷺ کا جذب کس قدر قوی ہے کہ اپنے ساتھی کو بھی اسی معیت الٰہی میں شامل فرما لیتے ہیں جو حضور ﷺ فداہ ابی و امی کو خود حاصل تھی۔

7 بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام کے حکم جہاد کی تعمیل کرنے سے انکار کیا اور یوں گستاخانہ ان کی جناب میں کہا تھا:

﴿فَاذْهَبْ اَنْتَ وَ رَبُّكَ فَقَاتِلَاۤ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ﴾ [المائدہ:24]

''تو اور تیرا رب جاؤ اور دونوں جنگ کرو ہم تو یہیں بیٹھے رہیں گے۔''

[1] جملہ آیات پر ذرا تدبر سے غور کرنا چاہیے کہ نبی ﷺ کی نظر وبصیرت اور وحی ورویت اور لسان وجوارح کا تزکیہ کیسے اسلوب بدیع میں فرمایا گیا ہے۔

﴿ فَاِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً يَتِيْهُوْنَ فِي الْاَرْضِ فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ﴾ [المائدۃ:26]

''ان لوگوں پر وعدہ کی زمین کا داخلہ حرام ہے۔ چالیس (40) سال تک یہ اسی زمین میں چکر لگاتے رہیں گے تو ان فاسقوں کا (اسی فیصلہ کی وجہ سے) افسوس نہ کرنا۔''

یہ حکم رب العالمین نے ان کی سزا میں دیا تھا۔

بنی اسرائیل کا یہ قصور چالیس (40) سال کے بعد معاف ہوا اور پھر انھوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خلیفہ حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کے ساتھ جہاد کیا اور ظفریاب ہوئے۔

نبی علیہ السلام کے عہد ہمایوں میں بھی ایسا ہی واقعہ کچھ گنوار لوگوں کے ساتھ ہوا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ قُلْ لِّلْمُخَلَّفِيْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ اِلٰى قَوْمٍ اُولِيْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ يُسْلِمُوْنَ فَاِنْ تُطِيْعُوْا يُؤْتِكُمُ اللّٰهُ اَجْرًا حَسَنًا ﴾ [الفتح:16]

''اے نبی! اعراب (بادیہ نشینوں) کو جو تیرے ساتھ پچھڑ گئے تھے کہہ دیجیے کہ عنقریب تم کو ایک سخت جنگ جو قوم کے ساتھ لڑنے کے لیے دعوت دی جائے گی یا تو ان سے تمھاری لڑائی ہوگی یا وہ مسلمان ہو جائیں گے۔ اگر تم نے اس وقت حکم مانا تب اللہ تعالیٰ تم کو بہترین اجر عطا فرمائے گا۔''

سورہ فتح کا نزول 7 ھ میں ہوا تھا۔ نبی ﷺ کی حیات میں ان مخلفین کو کبھی دعوت نہ دی گئی تھی، کیوں کہ قرآن مجید ہی نے ان مخلفین کو جب انھوں نے نبی ﷺ کے ہمرکاب چلنے کی ایک دفعہ اجازت بھی چاہی تو یہ بھی بتا دیا تھا۔

﴿ فَقُلْ لَّنْ تَخْرُجُوْا مَعِيَ اَبَدًا وَّلَنْ تُقَاتِلُوْا مَعِيَ عَدُوًّا ﴾ [التوبہ:83]

''اے نبی! کہہ دے کہ اب تم کو میری معیت میں خروج کا کبھی بھی موقع نہ ملے گا اور میری معیت میں تم کسی دشمن سے جنگ نہ کرو گے۔''

البتہ 11 ھ میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جملہ اشخاص و اقوام کو دعوت الی الجہاد دی تھی اور چند در چند عساکر ان کی دعوت پر جمع ہوئے تھے۔ اس واقعہ سے نبی ﷺ کی فضیلت آشکارا ہے کہ بنی اسرائیل اور مسلمانوں دونوں کا قصور ایک ہی تھا۔ ان کا گناہ چالیس (40) سال کی آوارہ گردی و حیرانی کے بعد معاف ہوا تھا اور مسلمانوں کا قصور چار (4) سال کے اندر ہی اندر۔ ضمناً یہ بھی ثابت ہوا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی دعوت فی الواقع الٰہی حکم تھا اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت بالکل یوشع بن نون علیہ السلام کی خلافت کی سی تھی۔ یہ تشبیہ کامل ہو جاتی ہے جب یہ دیکھا جاتا ہے کہ ارض موعودہ کی بشارت حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو دی تھی اور بشارت یوشع بن نون علیہ السلام کے ہاتھ پر پوری ہوئی تھی اور نبی ﷺ نے بھی ارض موعود کی فتح کی نوید مسلمانوں کو دی تھی اور اس کا ایفاء ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما ہی کے مبارک عہد میں ہوا تھا۔

8 فرعون کی عداوت اور بنی اسرائیل پر لشکر کشی کا نتیجہ اللہ نے اس طرح بیان فرمایا ہے:

﴿ فَاَخْرَجْنٰهُمْ مِّنْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ○ وَّكُنُوْزٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ ○ كَذٰلِكَ ۭ وَاَوْرَثْنٰهَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴾

''پھر ہم نے ان کو باغوں اور چشموں اور خزانوں اور ستھرے مکانوں سے نکال دیا۔ ایسا ہی ہوا اور ہم نے ان سب چیزوں کا وارث بنی اسرائیل کو بنایا۔'' [الشعراء:57-59]

نبی ﷺ پر بھی کفار نے احزاب وعسا کر کے ساتھ حملہ کیا تھا جس کا نتیجہ اللہ تعالیٰ نے اس طرح ظاہر فرمایا:

﴿وَرَدَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِغَيْظِهِمْ لَمْ يَنَالُوْا خَيْرًا وَ كَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ وَ كَانَ اللّٰهُ قَوِيًّا عَزِيْزًا ۝ وَ اَنْزَلَ الَّذِيْنَ ظَاهَرُوْهُمْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ صَيَاصِيْهِمْ وَ قَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ فَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ وَ تَاْسِرُوْنَ فَرِيْقًا ۝ وَ اَوْرَثَكُمْ اَرْضَهُمْ وَ دِيَارَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ وَاَرْضًا لَّمْ تَطَـُٔوْهَا وَ كَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا﴾ [الاحزاب:25-27]

''اللہ نے کافروں کو دلی رنج کے ساتھ واپس کر دیا۔ وہ کچھ بھی بہتری حاصل نہ کر سکے اور مومنوں کی جنگ کے لیے اللہ تعالیٰ خود کافی ہوا۔ ہاں اللہ تعالیٰ تو قوی و غالب ہے۔ اللہ نے ان اہل کتاب کو جو حملہ آوروں کے مددگار ہوئے تھے قلعوں سے اتارا اور ان کے دلوں کو رعب سے بھر دیا تم نے ان میں سے ایک حصہ کو قتل کیا، ایک حصہ کو اسیر کیا، اللہ نے تم کو، ان کی زمین اور گھروں اور مالوں کا اور اس زمین کا جس پر تمھارا لشکر بھی نہ گیا تھا وارث کر دیا۔ ہاں اللہ ہر شے پر قدرت رکھنے والا ہے۔''

9 موسیٰ علیہ السلام نے عطیہ نبوت کا مژدہ پا کر عرض کیا تھا:

﴿رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ﴾ [طٰهٰ:25] ''اے رب! میرا سینہ کھول دے۔''

نبی ﷺ کے حق میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ﴾ [الم نشرح:1] ''کیا ہم نے تیرا سینہ نہیں کھول دیا۔''

10 موسیٰ علیہ السلام نے فرائض نبوت کی گراں باری کا اندازہ کر کے عرض کیا تھا:

﴿وَاجْعَلْ لِّيْ وَزِيْرًا مِّنْ اَهْلِيْ هٰرُوْنَ﴾ [طٰہٰ:29]

''میرے کنبہ میں سے ہارون کو میرا وزیر (وزر) اٹھانے والا (بوجھ بٹانے والا) بنا دے۔''

اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کے حق میں ارشاد فرمایا:

﴿وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ الَّذِيْ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ﴾ [الم نشرح:2-3]

''اس بوجھ کو جس نے تیری پشت کو جھکا دیا تھا ہم نے تجھ سے اتار دیا۔''

11 موسیٰ علیہ السلام جناب باری تعالیٰ میں عرض کرتے ہیں:

﴿وَعَجِلْتُ اِلَيْكَ رَبِّ لِتَرْضٰى﴾ [طٰہٰ:84]

''تیری جانب آنے میں اے رب میں نے اس لیے جلدی کی کہ تو راضی ہو جائے۔''

نبی ﷺ کے حق میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى﴾ [الضحیٰ:5] ''تیرا رب تجھے اتنا کچھ عطا فرمائے گا کہ تو راضی ہو جائے گا۔''

پہلی آیت میں رضوان ربانی مطلوب ہے اور دوسری آیت میں رضائے محمدی ﷺ منطوق۔

وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

حضرت ہارون علیہ السلام [1]

حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حقیقی بڑے بھائی تھے۔ان کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا و التجا پر نبوت عطا ہوئی تھی۔

1. بائبل میں ہے کہ حضرت ہارون علیہ السلام کے متعلق عبادت خانہ کا اہتمام تھا اور وہی امام جماعت تھے۔
قرآن مجید سے ثابت ہے کہ نبی ﷺ خود امامت فرماتے اور مومنین ان کے ساتھ ہو کر عبادت کیا کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ اِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ اَنَّكَ تَقُوْمُ اَدْنٰى مِنْ ثُلُثَيِ الَّيْلِ وَ نِصْفَهٗ وَ ثُلُثَهٗ وَ طَآئِفَةٌ مِّنَ الَّذِيْنَ مَعَكَ ﴾ [المزمل:20]

”اللہ جانتا ہے کہ تو دو تہائی شب سے کم اور نصف شب اور ایک ثلث شب کے وقت عبادت کے لیے قیام کیا کرتا ہے اور تیرے ساتھ والوں میں سے بھی ایک گروہ ایسا ہی کیا کرتا ہے۔“

﴿ الَّذِيْ يَرٰىكَ حِيْنَ تَقُوْمُ ۝ وَ تَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِيْنَ ﴾ [الشعراء:218-219]

”اللہ تجھے دیکھتا ہے، جب تو سجدہ کرنے والوں کے اندر رکوع و سجود کرتا اور قیام کیا کرتا ہے۔“

2. قرآن مجید میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبان سے فرمایا گیا ہے:

﴿ وَ اَخِيْ هٰرُوْنُ هُوَ اَفْصَحُ مِنِّيْ لِسَانًا ﴾ [القصص:34] ”ہارون (علیہ السلام) میرا بھائی، وہ تو مجھ سے بہت زیادہ فصیح البیان ہے۔“

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہارون علیہ السلام کمال فصیح تھے۔

فصاحت و بلاغت ایک وجدانی شے ہے اور الفاظ میں اس کی تصویر دکھانا مشکل ہے۔ایک فاضل کا قول ہے:

فصاحت آنست کہ در گزارش زباں کج مج نشود
و بلاغت آنست کہ معنی کثیر در الفاظ اندک گفتہ شود

یہ یاد رکھنا چاہیے کہ فصاحت و بلاغت کا تعلق الفاظ سے بھی ہے اور معانی سے بھی۔اسلوب کلام سے بھی اور مناسب موقع سے بھی، قائل کی شان اور مستمع کی حیثیت سے بھی اور ملکی و قومی شخصی خصوصیت سے بھی۔جب کلام ان جملہ اوصاف پر حاوی ہو، تو کچھ شک نہیں کہ وہ فصاحت و بلاغت کے ذروہ اعلیٰ پر پہنچ جاتا ہے۔نبی کریم ﷺ کی حدیث پاک میں یہ جملہ اوصاف اس فراوانی سے موجود ہیں کہ جوہر شناس کو اندازہ فصاحت لگانے میں اعتراف قصور کے سوا کوئی چارہ نہیں رہ جاتا۔نمونہ کے لیے چند اقوال مبارکہ درج کرتا ہوں۔وضاحت بیان، ایجاز کلام، جزل الفاظ، صحت معانی کا اندازہ، ماہرین فن پر منحصر ہے۔

1. مَا هَلَكَ امْرُؤٌ عَرَفَ قَدْرَهٗ ”جو کوئی اپنی قدر جان لیتا ہے، وہ ہلاک نہیں ہوتا۔“ [2]
2. حُبُّكَ لِلشَّيْءِ يُعْمِيْ وَ يُصِمُّ کسی شے کی محبت انسان کو اندھا بہرہ کر دیتی ہے۔ [3]
3. يَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِّنَ الْيَدِ السُّفْلٰى اوپر کا ہاتھ نیچے کے ہاتھ سے بہتر ہے۔دینے والے کا درجہ لینے والے سے برتر ہے۔ [4]

---

[1] حضرت ہارون علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے دو سال پیشتر 1453 ق۔م کو طور پر جو روم کی سرحد سے ملا ہوا تھا وفات پائی۔بائبل کتاب گنتی 28/20 فقط۔

[2] الشفاء للقاضی عیاض: 174/1، منازل الصفا للسیوطی: 11 [3] ابوداؤد: 5130، کنز العمال: 44104، الدرر المنتثرہ للسیوطی: 71، مسند احمد: 194/5

[4] مسند ابویعلیٰ: 5704، الاستذکار لابن عبدالبر: 605/8، کنز العمال: 16153,16077، مسند احمد: 4/2,4474

4 اَلْخَيْرُ كَثِيْرٌ وَّقَلِيْلٌ فَاعِلُه، نیکی کے اقسام تو بہت ہیں مگر کرنے والے کم ہیں۔ [1]

5 رَحِمَ اللّٰهُ عَبْدًا قَالَ خَيْرًا فَغَنِمَ اَوْ سَكَتَ فَسَلِمَ اللہ اس بندہ پر رحم کرے کہ بولتا ہے تو اچھی بات ہی کہتا ہے۔ یہ تو وہ ہے جو بہت کچھ حاصل کر لیتا ہے یا چپ رہتا ہے تو اپنے آپ کو بچا لیتا ہے۔ [2]

6 ثَلَاثٌ مُنْجِيَاتٌ وَّ ثَلَاثٌ مُهْلِكَاتٌ فَاَمَّا مُنْجِيَاتٌ: (1) فَخَشْيَةُ اللّٰهِ فِي السِّرِّ وَالْعَلَانِيَةِ(2) وَالْاِقْتِصَادُ فِي الْغِنٰى وَالْفَقْرِ(3) وَالْحُكْمُ بِالْعَدْلِ فِي الرِّضَا وَالْغَضَبِ .وَاَمَّا الْمُهْلِكَاتُ(1) فَشُحٌّ مُطَاعٌ(2) وَهَوًى مُتَّبَعٌ (3)وَاِعْجَابُ الْمَرْءِ بِنَفْسِهٖ [3]

نجات دہندہ تین(3) باتیں ہیں اور ہلاک کنندہ بھی تین(3) باتیں ہیں۔ نجات دہندہ یہ ہیں: (1) ظاہر و باطن میں اللہ تعالیٰ کے لیے عاجزی کرنا۔ (2) فراخ دستی و تنگدستی میں میانہ روی کرنا۔ (3) عدل کرنا خواہ وہ فریق مقدمہ سے خوش ہو یا ناخوش ہو، ہلاک کنندہ یہ ہیں: (1) بخل جو تم پر حکم کرنے لگے۔ (2) خواہش بے جا جس کے پیچھے تم لگ چلو۔ (3) خود پسندی۔

7 لَا تَزَالُ اُمَّتِيْ بِخَيْرٍ مَالَمْ تَرَى الْاَمَانَةَ مَغْنِمًا وَالصَّدَقَةَ مَغْرِمًا. [4]

''میری امت ہمیشہ بہبود میں رہے گی جب تک امانت کو لوٹ نہیں سمجھے گی اور صدقہ کو جرمانہ نہیں خیال کرے گی۔''

اب میں اصل مطلب کی جانب عود کرتا ہوں، نبی ﷺ کی فصاحت و بلاغت کے متعلق قرآن مجید میں معاندین کی زبان سے کہا گیا ہے: ﴿سِحْرٌ يُّؤْثَرُ﴾ [المدثر:24] ''وہ کلام تو جادو ہے جو اثر کر جاتا ہے۔''

مخالفین نے اسے جادو کہا، یا کچھ اور مگر شہادت موجود ہے کہ حضور ﷺ کا کلام زبان سے نکلتے ہی دلوں میں جاگزیں ہوتا ہے اور دلوں پر قبضہ کر لیتا تھا۔

سخن کز دل آید بود دل پذیر

الغرض نبی ﷺ کی فصاحت و بلاغت ملک میں اس درجہ مسلمہ تھی کہ مخالفین کے زمرہ میں نبوت سے انکار کرنے والے تو پائے جاتے تھے۔ مگر آنحضرت ﷺ کی فصاحت و بلاغت سے انکار کرنے والا جزیرہ نمائے عرب میں کوئی موجود نہ تھا اور نہ آج تک کسی شخص نے خواہ کسی مذہب وملت کا ہو عربیت میں مہارت حاصل کرنے کے بعد اس کا انکار کیا ہے۔

فقرہ بالا میں میں نے جزیرہ عرب کا لفظ استعمال کیا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ عرب کے مختلف اقطاع میں مختلف لغت اور لہجے پائے جاتے تھے۔ نبی ﷺ کے اس کلام کو دیکھو جو حجازیوں کے ساتھ تھا۔ پھر اسے جو اہل مدینہ کے ساتھ۔ علی ہذا حضور ﷺ کے ان کلمات پر جو وائل کندی اور قطن علیمی اور طہفہ نہدی اور ابوثور بن نمط ہمدانی و دیگر ملوک یمن و فرمان روایان حضرموت کو ارشاد فرمائے غور کرو ہر لغت ہر لسان میں فصاحت کے بحر ذخار موجزن ہیں کہ مکی مدنی بھی منہ تکتے رہ جاتے ہیں۔

حضرت الیسع علیہ السلام

الیسع یا یسع علیہ السلام وہی ہیں، جن کو بائبل نے یوشع بن نون علیہ السلام کہا ہے۔ [5]

---

[1] جامع مسانید ابی حنیفہ: 107/1، تاریخ بغداد للبغدادی: 177/8، مجمع الزوائد: 125/1، کنز العمال: 43066، تاریخ اصفہان: 203/1 [2] الشفاء للقاضی عیاض: 174/1، منازل الصفاء للسیوطی: 11، موارد الظمآن للہیثمی: 128 [3] اتحاف سعادۃ المتقین: 124/8، مجمع الزوائد: 91/1، امالی الشجری: 218/2، کشف الخفاء للعجلونی: 185
[4] ترمذی: 2210، تاریخ بغداد للخطیب: 158/3 [5] یوشع بن نون علیہ السلام نے 1426 ق م بہ عمر 110 سال وفات پائی۔ 25 سال حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد خلافت و نبوت کی وعدہ کی زمین کو انہی نے فتح کیا۔ کتاب یشوع 24/29

① سورہ کہف میں ان کو فتیٰ موسیٰ کہا گیا ہے۔ قرآن مجید میں نبی ﷺ کے فتیٰ یعنی زید کا بھی ذکر ہے۔

② الیسع علیہ السلام کا ذکر اس آیت میں ہے:

﴿ قَالَ رَجُلَانِ مِنَ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمَا ﴾ [المائدہ:23]

''ان لوگوں میں سے جو اللہ سے ڈرنے والے تھے دو شخصوں نے جن پر اللہ عزوجل نے انعام کیا تھا کہا۔''

اس آیت میں ان کا وصف اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمَا کے الفاظ سے فرمایا گیا ہے۔

قرآن مجید میں حضرت زید رضی اللہ عنہ کا ذکر بھی ان الفاظ میں فرمایا گیا ہے:

﴿اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِ﴾ [الاحزاب:37]

''اللہ نے اس پر انعام کیا اور رسول ﷺ نے بھی اس پر انعام کیا۔''

③ حضرت الیسع کا نام سورہ ص میں آیا ہے اور ان کو اللہ تعالیٰ نے مِنَ الْاَخْيَارِ بتایا ہے۔

نبی ﷺ کو اور حضور ﷺ کی تبعیت میں امت کو خیر کلی کے عطا ہونے کا ذکر قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے۔

﴿ مَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَلَا الْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ خَيْرٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ﴾ [البقرۃ:105]

''اہل کتاب میں کفر والے اور مشرک یہ پسند نہیں کرتے کہ تمہارے رب کی طرف سے تم پر خیر نازل ہو۔''

حضرت داؤد علیہ السلام

داؤد علیہ السلام بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی عزت کو بحال کرنے والے اسباط دوازدہ (12 قبیلے) کے تفرقہ کو جمعیت سے بدل دینے والے منکرین حق سے جہاد کرنے والے، ملک اور قوم کو عزت و رفعت دینے والے حکومت اور نبوت کے جامع تھے اور صفات بالا میں نبی کریم ﷺ سے مشابہت رکھنے والے ہیں۔ مزید برآں حضرت داؤد علیہ السلام نے قدوم میمنت لزوم نبوی ﷺ کے متعلق بنی اسرائیل کو بہت سے امارت و علامات بتائی ہیں اور بشارات دی ہیں۔

① اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کی مدح میں فرمایا ہے

﴿ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ عِلْمًا ﴾[النمل:15]

''ہم نے داؤد اور سلیمان (علیہما السلام) کو علم عطا کیا۔''

بے شک نعمت علم سب سے برتر نعمت ہے۔ خصوصاً انبیاء علیہم السلام کا علم جو براہ راست رب العالمین سے ان کو ملا کرتا ہے اور اس لیے اللہ تعالیٰ نے صراحت فرمادی ہے۔

﴿ وَ كُلًّا اٰتَيْنَاهُ حُكْمًا وَّ عِلْمًا ﴾ [الانبیاء:79]

''اور ہم نے سب نبیوں کو حکم اور علم عطا فرمایا۔''

نبی ﷺ کی بابت اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَعَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمْ ﴾ [النساء:113] ''اور جو کچھ تو نہ جانتا تھا اس کی تجھے تعلیم دی۔''

نیز فرمایا ہے:

﴿ وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا ﴾ [طٰہٰ:114] ''اے رب مجھے علم میں بڑھا دے''

پہلی آیت سے واضح تھا کہ حضور کو جملہ علوم کی تعلیم ابتدا ہی میں دی گئی تھی۔ اب دوسری آیت سے آشکارا ہے کہ حضور ﷺ کا علم ساعت بہ ساعت، لحظہ بہ لحظہ ترقی پذیر زیادت میں تھا۔

2 حضرت داؤد علیہ السلام کی شان میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَلَقَدْ اٰتَیْنَا دَاوٗدَ مِنَّا فَضْلًا ﴾ [سبا:10] ''اور ہم نے اپنی طرف سے داؤد علیہ السلام کو فضل عطا فرمایا۔''

نبی کریم ﷺ کی شان میں فرمایا گیا ہے:

﴿ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكَ عَظِیْمًا ﴾ [النساء:113] ''تجھ پر اللہ تعالیٰ کا فضل عظیم ہے۔''

3 اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام سے ارشاد فرمایا:

﴿ یٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِیْفَةً فِی الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَیْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَ لَا تَتَّبِعِ الْهَوٰی ﴾ [ص:26]

''اے داؤد علیہ السلام ہم نے تجھے الارض کا خلیفہ بنا دیا۔ اب تو لوگوں کا فیصلہ راست بازی سے کیا کر اور خواہش کے پیچھے نہ چلنا۔''

''الارض'' وعدہ کی زمین کو کہتے ہیں۔ حضرت داؤد علیہ السلام اسی زمین کے خلیفہ ہوئے تھے۔ وعدہ کی زمین کو اللہ تعالیٰ نے اولاد ابراہیم علیہ السلام کے لیے تا بہ محشر لکھ دیا ہے۔ بشارت مندرجہ آیت سے پیشتر حضرت داؤد علیہ السلام بکریاں چرایا کرتے تھے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو بڑھایا اور ان کو ''الارض'' کا خلیفہ بنایا۔

قرآن مجید میں نبی ﷺ کو خبر دی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ حضور ﷺ پر ایمان لانے والوں کو اس الارض کا خلیفہ بنائے گا۔

﴿ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِی الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَیُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِیْنَهُمُ الَّذِی ارْتَضٰی لَهُمْ وَلَیُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا یَعْبُدُوْنَنِیْ لَا یُشْرِكُوْنَ بِیْ شَیْئًا ﴾ [النور:55]

''اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا تم میں سے ان کے ساتھ جو ایمان لا چکے ہیں اور عمل صالح کرتے ہیں کہ اللہ ان کو الارض کا خلیفہ بنائے گا، جیسا کہ اس نے ان سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنایا اور ان کے لیے ان کے دین کو جسے اللہ ان کے واسطے پسند کر چکا ہے تمکین بخشے گا۔ وہ میری ہی عبادت کیا کریں گے اور میرے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ کریں گے۔''

آیت پر تدبر کرنے سے امور ذیل بہ صراحت واضح ہوتے ہیں۔

1 آیت کے مخاطب وہ لوگ ہیں جو نزول آیت سے پیشتر ایمان اور عمل صالح کے اوصاف سے موصوف تھے۔

2 آیت میں خلافت کا وعدہ کیا گیا ہے۔

3 اس خلافت کا عطیہ منجانب اللہ تعالیٰ ہوگا۔

4 یہ خلافت اس الارض کی ہوگی، جس کی خلافت قبل ازیں اللہ تعالیٰ نے اپنے مقبول بندوں کو دی تھی۔

5 اس خلافت کا نشان ایک یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کے پسند کردہ دین کو عزت و تمکنت ملے گی۔

6. اس خلافت کا نشان ایک یہ ہوگا کہ امن بسیط قائم ہو جائے گا اور خوف و ہراس اٹھ جائے گا۔
7. اس خلافت والے اللہ کے بڑے عبادت گزار مخلص بندے ہوں گے۔
8. اس وعدہ کے اندر دو سے زائد مسلمان داخل ہیں کیوں کہ یَسْتَخْلِفَنَّهُمْ میں ضمیر جمع موجود ہے اور عربی میں دو سے زائد کے لیے صیغہ جمع آتا ہے۔

ضروری ہے کہ آیت کا زمانہ نزول معین کیا جائے۔ واضح ہو کہ یہ آیت سورہ نور کی ہے اور سورہ نور میں قصہ افک بھی مذکور ہے [1] یہ قصہ غزوہ مریسیع میں ہوا اور یہ غزوہ 5ھ کا ہے۔ ہاں واقعہ افک کے بعد وعدہ خلافت کا الحاق اس حکمت پر مبنی ہے کہ جھوٹی دنیا کے کذاب لوگوں نے صدیق رضی اللہ عنہ کے دل کو صدمہ پہنچایا۔ اور رب العالمین نے اس وعدہ سے ان کی دل دہی فرمائی۔ وَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ۔

نتیجہ یہ ہے کہ آیت کا نزول 5ھ کا ہے اور اس سے فائدہ یہ حاصل ہوا کہ خلافت کے واسطے چن لیے جانے کا اعزاز صرف انہی سابقین کو تھا، جو 5ھ سے پیشتر ایمان اور عمل صالح کے اوصاف سے موصوف تھے۔ خلفائے اربعہ کو دیکھو۔ وہ سب 5ھ سے بہت پہلے مشرف بہ ایمان ہیں۔ امام حسن علیہ السلام کو بھی انہی میں شامل کرو، جنھوں نے 9 ماہ خلافت کی تھی۔ [2] کیوں کہ ان کا وجود بھی 3ھ سے رونق افروز عالم تھا۔ اب تاریخ کو دیکھیے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ ہی وہ ہیں جنھوں نے اسلام میں سب سے پیشتر اس الارض پر خلافت پائی تھی۔ چوں کہ خلفائے اربعہ کو جو عطیات ملے، وہ سب نبی ﷺ پر ایمان لانے کے طفیل تھے، اس لیے استخلاف سے نبی ﷺ ہی کی فضیلت آشکارا ہوتی ہے۔

4. حضرت داؤد علیہ السلام کی بابت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ ﴾ [سبا:10] ''ہم نے لوہے کو اس کے لیے نرم بنا دیا۔''

نبی ﷺ کے لائے ہوئے کلام پر ایمان لانے والوں کے احوال میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَ قُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ﴾ [الزمر:23]

''ان کے جسم، ان کے قلب اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لیے نرم ہو جاتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہے جسے چاہتا ہے اسے عطا فرماتا ہے۔''

حضرت سلیمان علیہ السلام

حضرت سلیمان علیہ السلام حضرت داؤد علیہ السلام کے نامور فرزند ہیں۔ باپ کے سترہ (17) بیٹوں اور اٹھارہ (18) بیٹیوں میں سے یہی صحیح طور پر اپنے نامور باپ کے قائم مقام تھے اور اس لیے قرآن مجید میں ﴿وَوَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوٗدَ﴾ [النمل:16] کی تخصیص فرمائی گئی ہے۔

1. حضرت سلیمان علیہ السلام نے جو گفتگو سفیران سبا سے فرمائی تھی، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو زر و مال دنیوی کی پرواہ نہ تھی۔

﴿ اَتُمِدُّوْنَنِ بِمَالٍ فَمَآ اٰتٰىنِۦَ اللّٰهُ خَيْرٌ مِّمَّآ اٰتٰىكُمْ ﴾ [النمل:36]

''کیا تم مال سے میری مدد کرتے ہو، مجھے تو جو کچھ اللہ نے دیا ہے وہ اس سے بہتر ہے جو تم کو دیا ہے۔''

---

[1] یہ واقعہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عصمت پر الزام سے متعلق ہے جس کی برأت کا اعلان اللہ رب العزت نے اس سورہ میں فرمایا۔ [2] سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی مدت خلافت کے متعلق تین اقوال ہیں۔ (1) چھ ماہ (2) چھ ماہ، بارہ دن (3) آٹھ ماہ۔ (اسد الغابۃ ذکر حسین بن علی رضی اللہ عنہما)

نبی ﷺ کی شان میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَوَجَدَكَ عَائِلًا فَأَغْنَىٰ﴾ [الضحی:8]

''اللہ نے دیکھا کہ آپ بڑے کنبے والے ہیں۔ پس اللہ نے آپ کو غنی عطا فرمائی۔''

② اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی بابت فرمایا ہے:

﴿وَلِسُلَيْمَانَ الرِّيحَ﴾ [سبا:12] ''ہم نے ہوا کو سلیمان کا مسخر بنادیا تھا۔''

نبی ﷺ کے حالات کے بیان میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿إِذْ جَاءَتْكُمْ جُنُودٌ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا وَجُنُودًا لَّمْ تَرَوْهَا﴾ [الاحزاب:9]

''جب لشکر تم پر چڑھ آئے تو ہم نے ان پر ہوا کو اور ان لشکروں کو جو تم نے نہ دیکھے تھے بھیجا۔''

اس آیت میں ہوا کی اس خدمت کا ذکر ہے، جو اس نے دشمنان اسلام کے تباہ و برباد کرنے میں ادا کی تھی۔ صحیح بخاری کی حدیث میں ہے: نُصِرْتُ بِالصَّبَاءِ ''بادِ صبا میری نصرت کا آلہ بنادی گئی ہے۔''[1]

قرآن مجید میں امت محمدیہ کے متعلق بھی لفظ ریح کا استعمال ہوا ہے، گو اس کے معنی ''اس جگہ'' دوسرے ہیں۔ فرمایا:

﴿أَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ﴾ [الانفال:46]

''اللہ اور رسول کی اطاعت کرو۔ آپس میں نزاع نہ کرو پھر تم گر جاؤ گے اور تمہاری ہوا نکل جائے گی۔''

غرض حضرت سلیمان علیہ السلام کے زیر حکومت ایک ریح تھی اور اولین مسلمانوں کے قبضہ میں بھی ایک ریح۔ ہمارے باہمی نزاع نے اس ''ریح'' کو کھودیا اور مسلمانوں کی ہوا بگڑ گئی۔

③ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی شوکت کا ذکر فرمایا ہے۔

﴿وَحُشِرَ لِسُلَيْمَانَ جُنُودُهُ مِنَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ وَالطَّيْرِ﴾ [النمل:17]

''سلیمان علیہ السلام کے لیے جن اور آدمی اور پرندے کے لشکر جمع کیے گئے۔''

① نبی ﷺ کے احوال مبارکہ میں بھی ان تینوں کا ذکر آیا ہے۔

جنوں کی بابت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوا إِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا عَجَبًا يَهْدِي إِلَى الرُّشْدِ فَآمَنَّا بِهِ﴾ [الجن:1-2]

''کچھ جنوں نے قرآن سنا تو وہ بولے کہ ہم نے عجب کتاب کو جو نہایت پڑھی جانے والی ہے سنا ہے۔ وہ ہدایت کی راہ دکھاتی ہے۔ اس لیے ہم اس پر ایمان لائے۔''

② بنی آدم کے لشکروں کا ذکر اس آیت میں ہے:

﴿إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ ۝ وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللَّهِ أَفْوَاجًا﴾ [النصر:1-2]

''اللہ کی نصرت اور فتح آگئی اور تو نے لوگوں کو دیکھ لیا کہ اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہو رہے ہیں۔''

---

[1] مسلم:617، مسند احمد:228/1، بیہقی:364/3، حاکم:456/2، مجمع الزوائد:65/6، کنز العمال:32071

③ طیر کی خدمات کا ذکر اس سورہ مبارکہ میں ہے:

﴿ اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ Oاَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِيْ تَضْلِيْلٍOوَّاَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيْلَ Oتَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍO فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ ﴾ [فیل 1-5]

''کیا تو نے نہ دیکھا کہ تیرے رب نے اصحاب فیل کے ساتھ کیسی کی۔ کیا ان کے مفسدانہ ارادوں کو ملیامیٹ نہیں کر دیا اور ان پر ابابیل پرندے بھیجے جو ان کے اوپر سنگریزے پھینکتے تھے پھر ان کو کھائے ہوئے بھس جیسا بنا دیا تھا۔''

جملہ مفسرین کا اجماع ہے کہ یہ واقعہ ارہاص نبوت تھا اور اس لیے یہ بھی نبی کریم ﷺ کے فضائل میں سے ہے۔ الفاظ قرآنی میں بھی اَلَمْ تَرَ اور رَبُّكَ میں دو دفعہ خطاب کے صیغے مستعمل ہوئے ہیں اور یہ الفاظ بتاتے ہیں کہ مفسرین رحمہم اللہ کا بیان بالکل مراد ربانی کی وضاحت ہے۔

حضرت یونس علیہ السلام [1]

یہ شہر نینوا کے لیے رسول بنا کر بھیجے گئے تھے۔ وہاں ایک لاکھ (100000) سے زائد آبادی تھی۔ لوگوں نے نبی کی اطاعت سے انکار کیا۔ حضرت یونس علیہ السلام ان سے خفا ہو کر وہاں سے چلے آئے، تب لوگ پچھتائے حضرت یونس علیہ السلام اللہ کے حکم سے دوبارہ گئے اور سب لوگ مسلمان ہو گئے۔

① اللہ تعالیٰ حضرت یونس علیہ السلام کے حال میں فرماتا ہے:

﴿ فَالْتَقَمَهُ الْحُوْتُ ﴾ (الصفت:143) ''مچھلی نے ان کو لقمہ بنا لیا۔''

یونس علیہ السلام مچھلی کے شکم میں تین (3) دن تک رہے تھے۔

نبی ﷺ بھی تین (3) دن تک غار کے شکم میں رہے تھے۔ قرآن پاک میں ہے:

﴿ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ ﴾ [التوبہ:40]

''جب کافروں نے اس کو نکال دیا تھا اور اس وقت نبی دو میں دوسرا تھا اور وہ دونوں اس وقت غار کے اندر موجود تھے۔''

یونس علیہ السلام کا شکم ماہی میں جانا بھی سرکش قوم سے علیحدہ ہونے کے بعد تھا اور نبی ﷺ کا شکم غار میں رہنا بھی ہجرت از مکہ کے وقت تھا۔

② اللہ تعالیٰ حضرت یونس علیہ السلام کی بابت فرماتا ہے:

﴿فَلَوْ لَآ اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَO لَلَبِثَ فِيْ بَطْنِهٖ﴾ [الصفت:143]

''اگر وہ تسبیح نہ کرتا تو مچھلی کے پیٹ ہی میں رہتا۔''

اس سے واضح ہوتا ہے کہ شکم ماہی میں جانے کے بعد بھی یونس علیہ السلام ذکر الٰہی سے غافل نہ ہوئے تھے۔

نبی ﷺ کا غار کے اندر یاد الٰہی میں تر زبان ہونا اور معیت ربانی سے شادکام ہونا قرآن مجید کی آیت ذیل میں ہے:

﴿ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ﴾ [التوبہ:40] ''غم نہ کر اللہ تعالیٰ تو ہمارے ساتھ ہے۔''

---

[1] حضرت یونس علیہ السلام (یونہ) بن متی کا زمانہ قریباً 862 ق م ہے۔ یونہ نبی کی کتاب مجموعہ بائبل میں شامل ہے۔

(3) یونس علیہ السلام کی تسبیح کا ذکر قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے۔

﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ﴾ [الانبیاء:88]

''کوئی بھی معبود نہیں مگر تو۔ تو پاک ہے اور میں اپنے اوپر ظلم کرنے والوں میں سے ہوں۔''

اس آیت پر غور کرو کہ اللہ تعالیٰ کی تقدیس اور بندہ کی تقصیر کو جمع کر دیا گیا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایک جواب میں ہر دو امور کو جمع فرمایا ہے۔

﴿قُلْ سُبْحَانَ رَبِّیْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا﴾ [بنی اسرائیل:93]

''کہہ دے میرا رب پاک ہے، میں تو ایک بشر و رسول ہوں۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی تنزیہہ بھی فرمائی اور اپنے آپ کو بھی تزکیٔ نفس سے محفوظ رکھا۔

(1) اس قسم کی دیگر آیات بھی ہیں، جہاں ہر دو اصول کو جمع کیا گیا ہے۔

﴿فَسُبْحَانَ الَّذِیْ بِیَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَیْءٍ وَّاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ﴾ [یٰس:83]

''پاک ہے وہ مالک جس کے ہاتھ میں ہر چیز کی جان ہے اور تم سب اسی کی طرف جانے والے ہو۔''

(2) دعا سکھائی گئی۔

﴿سُبْحَانَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾ [آل عمران:91] تو پاک ہے، ہم کو عذاب آگ سے بچا۔

(4) یونس علیہ السلام کی دعا کی بابت اللہ تعالیٰ نے مومنین برحق اور رسول علیہ السلام سے وعدہ فرمایا ہے۔

﴿وَكَذٰلِكَ نُنْجِی الْمُؤْمِنِیْنَ﴾ [الانبیاء:88]

''یعنی ایمان والوں کو اس تسبیح کے ورد سے اسی طرح اللہ تعالیٰ غم سے نجات دے گا جیسی یونس علیہ السلام کو دی تھی۔''

حضرت ایوب علیہ السلام

ایوب علیہ السلام بڑے درجے کے نبی ہیں۔ سورہ نساء کے آخری رکوع میں ان کا نام اور اس مقام سے ظاہر ہے کہ ان پر وحی ربانی کا نزول ہوا۔

(1) اللہ تعالیٰ حضرت ایوب علیہ السلام کی صفت میں فرماتا ہے:

﴿اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا﴾ [صٓ:44] ''ہم نے اسے صابر پایا۔''

صبر فضائل محمودہ میں سے اعلیٰ فضیلت ہے اور دین و دنیا کا کوئی منصب عالی نہیں ہو سکتا جب تک کہ صفت صبر حاصل نہ ہو، پختگی ارادہ، ثبات و استقلال اور توکل علی اللہ درحقیقت صبر ہی کی شاخیں ہیں۔

اللہ تعالیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت میں فرماتا ہے:

﴿وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ﴾ [النحل:127]

''تیرا صبر تو خاص اللہ کے لیے ہے (اور تیرا صبر تو) خاص اللہ تعالیٰ کی اعانت سے ہے۔''

اس آیت میں نبی ﷺ کے لیے دو صفات کا اظہار فرمایا گیا ہے۔ اول صبر، دوم: خلوص۔

فرمایا: ﴿ فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا ﴾[الطور:48]

''اپنے رب کے حکم سے صبر کر تو تو ہماری آنکھوں کے سامنے ہے۔''

عالم محبت میں یہ فقرہ عجیب دل آویز اور مسرت خیز ہے۔

2 اللہ تعالیٰ حضرت ایوب علیہ السلام کی صفت میں فرماتا ہے :

﴿نِعْمَ الْعَبْدُ﴾[ص:30] ''اچھا بندہ۔''

نبی ﷺ کا عبودیت میں کامل ہونا مقامات متعددہ میں ہے۔ یہ امر مسلمہ ہے کہ معراج نبویہ حضور ﷺ کے مراتب میں سے مرتبۂ اقصیٰ ہے، اسی جگہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کا ذکر لفظ عبد ہی سے فرمایا:

﴿ سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ ﴾ [بنی اسرائیل:1]

''پاک ہے وہ اللہ تعالیٰ جس نے شباشب اپنے بندہ کو سیر کرائی۔''

نبی ﷺ کی صفت نماز میں بھی حضور ﷺ کا ذکر لفظ عبد سے کیا گیا ہے۔

﴿ اَرَاَیْتَ الَّذِیْ یَنْہٰی عَبْدًا اِذَا صَلّٰی ﴾ [العلق:9-10]

کیا اس سرکش کو دیکھا کہ جب میرا بندہ نماز پڑھتا ہے تو وہ روکتا ہے۔

﴿ وَ اَنَّہٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰہِ یَدْعُوْہُ ﴾ [الجن:19] ''جب اللہ کا عبد کھڑا ہو کر اسے پکارتا ہے۔''

غالباً یہی راز ہے کہ نماز کو معراج المومنین کہا گیا ہے۔

3 اللہ تعالیٰ حضرت ایوب علیہ السلام کی صفت میں فرماتا ہے:[1]

﴿ اِنَّہٗ اَوَّابٌ ﴾ [ص:30] ''وہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والا تھا۔''

ان کے رجوع الی اللہ کا واقعہ قرآن مجید میں اسی طرح بیان فرمایا گیا ہے۔

﴿ نَادٰی رَبَّہٗ اَنِّیْ مَسَّنِیَ الشَّیْطٰنُ بِنُصْبٍ وَّ عَذَابٍ ﴾ [ص:41]

''اپنے رب کو پکارا اور عرض کیا کہ مجھے شیطان دکھ اور تکلیف سے چھو گیا ہے۔''

اس سے ظاہر ہے کہ وہ دکھ اور تکلیف میں اللہ تعالیٰ ہی کو پکارتے تھے اور یہ بھی ثابت ہے کہ وہ دعا میں حسن ادب کی پوری مراعات فرماتے تھے۔ دکھ درد وغیرہ کو ذات سبحانی کی طرف نسبت دینے سے اجتناب کرتے تھے۔

نبی ﷺ کا زندگی کے ہر لحہ میں رجوع الی اللہ فرمانا اس آیت سے واضح ہے۔

﴿ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ ﴾ [الانعام:162-163]

[1] حضرت ایوب علیہ السلام کا زمانہ اہل کتاب نے 1520 ق۔م تجویز کیا ہے۔ ابتلا کے بعد وہ 14 ہزار (14000) بھیڑوں 20 ہزار (20000) اونٹوں ایک ہزار (1000) جوڑے بیل، ایک ہزار (1000) گدھے کے مالک، سات (7) بیٹوں تین (3) بیٹیوں کے باپ تھے۔ 140 سال عمر پائی۔

''میری نماز، میری قربانی، میری زندگی، میری موت اللہ ہی کے لیے ہے، جو تمام عالم کا پالنے والا ہے۔ اس کا کوئی بھی شریک نہیں (لوگو) مجھے ایسا ہی بتانے کا حکم ملا ہے اور میں سب سے پہلے اس حکم کے فرمانبرداروں میں سے ہوں۔''

حضرت زکریا علیہ السلام

اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت زکریا علیہ السلام کا مذکور فرماتے ہوئے فرمایا ہے:

﴿ ذِكْرُ رَحْمَةِ رَبِّكَ عَبْدَهٗ زَكَرِيَّا ﴾ [مریم:2]

''یہ تیرے پروردگار کی رحمت کا ذکر ہے جو اس نے اپنے بندے زکریا (علیہ السلام) پر فرمائی۔''

نبی ﷺ کے حق میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ؕ اِنَّ فَضْلَهٗ كَانَ عَلَيْكَ كَبِيْرًا ﴾ [الاسراء:87]

''تیرے رب کی رحمت ہے۔ اور اس کا فضل تجھ پر بڑا ہے۔''

نیز فرمایا:

﴿ وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴾ [الانبیاء:107]

''ہم نے تجھے تمام جہانوں کے لیے رحمت بنایا ہے۔''

اس مقام میں نبی ﷺ کا اسم مبارک ''رحمت'' رکھ دیا ہے۔ یعنی پیکر نورانی کو رحمت متشکل فرمایا ہے اور یہ غایت درجہ کا شرف ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا کا ذکر فرمایا ہے:

﴿ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِيًّا ﴾ [مریم:3]

''جب اس نے نہایت پست آواز سے اپنے رب کو پکارا۔''

یہ دعا قبول کی گئی تھی اور ان کو یحییٰ علیہ السلام نامی فرزند کی بشارت دی گئی تھی۔ اس سے زکریا علیہ السلام کی بڑی تعریف نکلتی ہے کہ باوجود فقدان اسباب ظاہریہ ان کی دعا کو قبول فرمایا گیا۔

نبی ﷺ کے متعلق اللہ عزوجل فرماتا ہے:

﴿ قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ ۚ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا ﴾ [البقرۃ:144]

''ہم نے تیرے چہرے کا آسمان کی طرف اٹھنا دیکھا۔ ہم تجھے اس قبلہ کی طرف پھرا دیں گے جسے تو پسند کرتا ہے۔''

اس آیت سے نبی ﷺ کا نہایت شرف اور احترام ظاہر ہوتا ہے کہ جس امر کی جانب قلب اطہر میں میلان اور وجہ انور میں تقلب ہی پیدا ہوتا ہے، جسے ہنوز دل سے زبان پر نہیں لایا گیا۔ اسے اللہ تعالیٰ شرف قبولیت عطا فرماتا ہے۔

معاملہ اہم تھا۔ ہزاروں انبیاء کے تسلیم کردہ قبلہ کا تبدیل کرنا تھا مگر باری تعالیٰ کو جب کہ حبیب کی پسند اور میلان طبع کا پورا کرنا اس سے بھی زیادہ مقدم تھا۔ قبلہ بدل دیا گیا اور صاف طور پر فرما دیا گیا:

﴿ وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِيْ كُنْتَ عَلَيْهَآ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ يَّنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيْهِ ﴾ [البقرۃ:143]

''قبلہ کو جس پر تو ہے، قبلہ اس لیے کیا گیا ہے کہ رسول کی پیروی کرنے والوں اور الٹے پھر جانے والوں کی ہم الگ الگ شناخت قائم کردیں۔''

حضرت یحییٰ علیہ السلام

① یحییٰ علیہ السلام اپنے والد پیر ہرم (عمر رسیدہ) زکریا علیہ السلام کی دعا کا نتیجہ ہیں، جو انھوں نے محراب مسجد میں مانگی تھی:
نبی ﷺ بھی اپنے بوڑھے باپ ابراہیم علیہ السلام (جو قوموں کے باپ ہیں) کی دعا کا نتیجہ ہیں، جو انھوں نے تعمیر بیت اللہ کے وقت بہ شمولیت حضرت اسماعیل علیہ السلام مانگی تھی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَاِذْ یَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَیْتِ وَاِسْمٰعِیْلُ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ○ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَیْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِنَاۤ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَیْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ○ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ ﴾ [البقرة 127-129]

”جب ابراہیم اور اسماعیل (علیہما السلام) بیت اللہ کی بنیادوں کو بلند کر رہے تھے۔ تب وہ دعا کر رہے تھے۔ (ایک دعا کرتا اور دوسرا آمین کہتا تھا) کہ اے سمیع و علیم! اس عمارت کو قبول فرما اور ہمارے رب ہم دونوں کو اپنا فرماں بردار رکھ اور ہماری ذریت کو بھی فرماں بردار بنا اور اے ”تَوَّابٌ رَّحِیْمٌ“ ہم کو جملہ آداب سکھا اور ہماری فرمانبردار ذریت ہی میں سے ایک عظیم الشان رسول مبعوث فرما۔“

② اللہ تبارک تعالیٰ حضرت یحییٰ علیہ السلام کی بابت فرماتا ہے:

﴿ مُصَدِّقًۢا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ ﴾ [آل عمران:39] ”ایک کلمہ کی جو اللہ کی جانب سے ہوگا تصدیق کرنے والا۔“

قرآن پاک میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ کہا ہے اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کو ان کا مصدق بتایا ہے۔ کچھ شک نہیں کہ یحییٰ علیہ السلام نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قدوم میمنت لزوم کی خبر لوگوں کو دی تھی اور اس کے فضائل سے لوگوں کو باخبر بنایا تھا۔

نبی ﷺ کا نام عز و جل نے ﴿ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ ﴾ (اپنے سے پہلوں کی تصدیق کرنے والا) رکھا ہے اور اسی سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے تصدیق انبیاء کے کام کو زیادہ وسعت کے ساتھ سر انجام فرمایا ہے۔

① نبی ﷺ نے بعض ایسے انبیاء کے اسمائے مبارک سے اطلاع دی اور ان کے حالات بیان فرمائے جن سے اہل کتاب بھی واقف نہ تھے۔ مثلاً ہود، صالح، شعیب علیہم السلام۔

② بعض انبیاء کی نبوت کی حضور ﷺ نے تصدیق فرمائی، جن کی تکذیب اہل کتاب کرتے تھے۔ مثلاً حضرت سلیمان علیہ السلام کی تصدیق بمقابلہ یہود و نصاریٰ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تصدیق بہ مقابلہ یہود۔

③ پھر اس سے بڑھ کر ایک وسیع ترین اصول تمام دنیا کی آگاہی کے لیے ظاہر فرمایا جس سے دنیا کے لوگ بالکل بے خبر تھے۔
بنی اسرائیل کا دعویٰ تھا کہ بنی اسرائیل کے سوا اور کسی قوم کو نبوت عطا نہیں کی گئی۔
پارسیوں کا دعویٰ تھا کہ مہ آبادیوں وغیرہ کے سوا جو سب ایرانی نژاد تھے اور کسی قوم کو نبوت نہیں دی گئی۔ یہی دعویٰ ہندوؤں کا تھا اور یہی دعویٰ چین والوں کا تھا اور یہی دعویٰ قدیم مصریوں کا تھا۔ گویا ہر قوم اپنے دعویٰ میں دنیا کی تمام تر قوموں کو جھوٹا بتاتی تھی اور اس

سے وہ منافرت اور جدائی پیدا ہوتی تھی، جس نے قوموں کو قوموں سے اور ملکوں کو ملکوں سے الگ الگ کر رکھا تھا۔ نبی ﷺ ہی نے ﴿مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ﴾ [المائدۃ:46] کا لقب حاصل کر کے اس عقدہ کو کھولا۔ اس راز کو آشکارا کیا اور مختلف آیات قرآنی کی تلاوت فرمائی، جن میں مختلف الفاظ اور متنوع اسلوب کے اندر بتایا گیا۔

﴿ وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ ﴾ [الفاطر:24]

''کوئی امت نہیں مگر یہ کہ اس میں نذیر ہوا ہے۔''

﴿ وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ﴾ [الرعد:7] ''ہر قوم میں ایک ہادی ہوا ہے۔''

﴿ وَ مَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ ﴾ [ابراہیم:4]

''ہر رسول کو ہم نے اس کی قوم کی زبان میں بھیجا۔''

﴿وَ يَوْمَ نَبْعَثُ فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا﴾ [النحل:84]

''قیامت کے دن ہم ہر امت میں سے اپنا ایک شہید، اللہ کا گواہ، اٹھائیں گے۔''

یہ پاک تعلیم جس قدر وسیع ہے اسی قدر قوموں میں محبت بڑھانے اور برادرانہ تعلقات مضبوط کرنے والی بھی ہے۔

3. حضرت یحییٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے سید بھی فرمایا ہے۔[آل عمران:39] اور نبی کریم علیہ السلام کو بھی اسی خطاب سے مخاطب کیا ہے۔ فرمایا: یٰسٓ۔ اے سید......![یٰس:1][1]

4. حضرت یحییٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے حَصُوْرًا [آل عمران:39] بھی فرمایا: نبی علیہ السلام بھی ''حصور'' تھے۔ حصور کے لغوی معنی حصر کردہ، شدہ، باز داشتہ ہیں جس سے مراد بزرگوار ہوتا ہے۔ جس کا محافظ خود رب العالمین ہو۔ چنانچہ نبی ﷺ کے متعلق فرمایا گیا ہے: ﴿ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ﴾ [المائدۃ:67] ''اللہ تعالیٰ تیری حفاظت سب طرح کے لوگوں سے فرمائے گا۔''

''حصور'' کے معنی وہ شخص بھی کیے گئے ہیں جو باوجود قوت عورتوں کی جانب ملتفت نہ ہو۔ جس شخص کو نبی ﷺ کی سیرت پر عبور ہے وہ جانتا ہے کہ 25 سال کی عمر تک نبی ﷺ نے شادی نہ کی تھی۔ اس عمر کے بعد شادی ہوئی بھی تو نبی ﷺ کی طلب اور شوق پر نہیں بلکہ خود منکوحہ کے اشتیاق والتجا پر جس کی قبولیت اس لیے ہوئی کہ حضور ﷺ کسی کے سوال کو رد نہ فرمایا کرتے تھے۔ پھر عالم سیرت کو یہ بھی معلوم ہوگا کہ 53 سال کی عمر تک صرف ایک ہی بیوی حضور ﷺ کے گھر میں تھی۔ 50 سال کی عمر تک صرف خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا اور 53 سال کی عمر تک صرف سودہ رضی اللہ عنہا اور یہ دونوں جو یکے بعد دیگرے نکاح میں آئیں۔ اس وقت اپنی جوانی کو پورا کر چکی تھیں۔ ایسی عورت سے مناکحت پر رضامند ہونا اور محصور رہنا صرف اسی کا کام ہے، جسے اس جنس لطیف کی خصوصیات نفیسا اپنی جانب ملتفت نہ کر سکتی ہوں۔ ان کے بعد دیگر نکاح جس طرح ہوئے ان کا بیان قارئین ہمارے مضمون امہات المومنین رضی اللہ عنہن میں ملے گا۔ جس سے واضح ہوگا کہ نبی کی خواہش کا ان میں کچھ دخل نہ تھا۔

ہاں اللہ تبارک وتعالیٰ کے اس ارشاد کو بھی پڑھو:

﴿ يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّا اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ الّٰتِيْ اٰتَيْتَ اُجُوْرَهُنَّ وَ مَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ مِمَّا اَفَآءَ اللّٰهُ عَلَيْكَ وَ

[1] یہ معنی امام جعفر صادق رحمہ اللہ سے مروی ہیں۔ دیکھو کتاب الشفاء ص:16

﴿ بَنٰتِ عَمِّكَ وَ بَنٰتِ عَمّٰتِكَ وَ بَنٰتِ خَالِكَ وَ بَنٰتِ خٰلٰتِكَ الّٰتِیْ هَاجَرْنَ مَعَكَ وَ امْرَاَةً مُّؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِیِّ اِنْ اَرَادَ النَّبِیُّ اَنْ یَّسْتَنْكِحَهَا ۗ خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴾

''اے نبی! ہم نے تیرے لیے حلال کر دی ہیں۔ (1) تیری بیویاں جن کے مہر تو ادا کر چکا ہے۔ (2) اور وہ عورتیں جو اللہ کے دیے ہوئے فے میں سے تیرے داہنے ہاتھ لگیں (3) اور چچا کی بیٹیاں (4) اور تیری پھوپھیوں کی بیٹیاں (5) اور ماموں کی بیٹیاں (6) اور خالاؤں کی بیٹیاں، جنھوں نے تیرے ساتھ ہجرت کی ہو (7) اور وہ مومن عورت جو اپنا نفس نبی کو ہبہ کر دے۔ بہ شرطیکہ نبی اس سے نکاح کا ارادہ بھی رکھتا ہو۔ یہ خالص تیرے لیے ہے اور مومنین کے لیے نہیں۔'' [الاحزاب: 50]

ان ہفت گانہ (7) اقسام کی عورتوں میں سے مؤرخ کو نظر آئے گا کہ حضور ﷺ کے نکاح میں صرف پہلی اقسام ہی کی عورتیں ہیں، دیگر اقسام کی کوئی عورت نہیں۔

قسم دوم کے تحت میں ایک دو نام بیان کیے جایا کرتے ہیں، مگر ان کی صحت میں بہت بحث ہے، ممکن ہے کہ کوئی شخص حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے نام کو قسم چہارم کے تحت پیش کرے۔ ہم تسلیم کریں گے کہ یہ ام المومنین حضور ﷺ کی پھوپھی زاد ہیں، مگر ان کا شمار تو قسم اوّل میں ہو چکا ہے۔ غرض جس مقدس ہستی نے باوجود اجازت ربانی اور حلت قرآنی ان اقسام کی عورتوں کی جانب کبھی نظر التفات بھی نہ کی ہو، اس کے حصور ہونے میں کیا کلام ہے۔

5. یحییٰ علیہ السلام کو نبی بھی فرمایا گیا ہے۔ نبی کریم ﷺ کو قرآن پاک میں گیارہ (11) دفعہ ﴿ یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ ﴾ سے مخاطب کیا گیا ہے اور بائیس (22) دفعہ حضور ﷺ کا ذکر باسم نبی فرمایا ہے۔

6. یحییٰ علیہ السلام کو ﴿ خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ ﴾ [مریم: 12] ''فرمایا گیا ہے یعنی اے یحییٰ علیہ السلام! کتاب کو قوت سے تھام۔''

نبی ﷺ کی بابت فرمایا گیا ہے:

﴿ یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ ﴾ [الجمعۃ: 2] ''لوگوں کو کتاب اور حکمت سکھانے والا۔''

7. یحییٰ علیہ السلام کی شان میں ہے:

﴿ حَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا ﴾ [مریم: 13] ''اللہ کی جانب سے نرم خو، نرم دل''

نبی ﷺ کی شان میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَ لَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِیْظَ الْقَلْبِ لَا انْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَ اسْتَغْفِرْ لَهُمْ ﴾ [آل عمران: 159]

''یہ اللہ کی رحمت ہے کہ اس نے تجھے نرم بنایا، اگر تو بد خو یا سخت دل ہوتا تو لوگ تیرے پاس سے بھاگا کرتے (اور استفاضہ سے محروم رہتے) پس آپ ان کی تقصیرات کو معاف کیا کریں اور ان کے لیے بخشش کی دعا کر دیا کریں۔''

8. یحییٰ علیہ السلام کو وزکوۃ فرمایا گیا ہے۔ یعنی وہ ستھرے اور پاکیزہ تھے۔

نبی ﷺ کی شان میں فرمایا گیا ہے: ﴿وَيُزَكِّيهِمْ﴾ ''وہ لوگوں کو پاکیزہ بنانے والا ہے۔''

9 یحییٰ علیہ السلام کی صفت میں فرمایا گیا ہے۔

﴿وَكَانَ تَقِيًّا﴾ [مریم:13] ''وہ بہت تقویٰ والا ہے۔''

نبی ﷺ کے دربار میں حاضر رہنے والوں کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿فَأَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَى رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَأَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوَى وَكَانُوا أَحَقَّ بِهَا وَأَهْلَهَا﴾

''پھر اللہ نے اپنے رسول پر اور مومنین پر سکینہ نازل فرمایا اور کلمہ تقویٰ کا لزوم مومنین کے ساتھ کر دیا اور یہ مومنین اس کلمہ کے سب سے زیادہ حق دار اور سب سے بڑھ کر اہل بھی ہیں۔'' [الفتح:26]

10 اللہ تعالیٰ نے یحییٰ علیہ السلام کو ﴿وَبَرًّا بِوَالِدَيْهِ﴾ [مریم:14] ''ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنے والا فرمایا گیا ہے۔''

نبی کریم ﷺ تو یتیم تھے۔ ماں باپ سے سلوک کرنے کا موقع ہی نہ تھا۔ حضور ﷺ کی نبوت کے عہد مبارک میں ام ایمن رضی اللہ عنہا زندہ تھیں۔ یہ حبشن تھیں اور یہ لونڈی تھیں۔ انھوں نے حضور کو گود میں کھلایا تھا۔ نبی ﷺ ان کی نہایت عزت فرمایا کرتے اور ان کی ملاقات کے لیے گھر جایا کرتے اور ''أُمِّيْ بَعْدَ أُمِّيْ'' کے لقب سے ان کو یاد کیا کرتے۔ ماں کے بعد بھی میری ماں ہے۔ ان کے بیٹے اسامہ رضی اللہ عنہ کو ایک زانو پر ایک طرف اور امام حسن رضی اللہ عنہ کو زانو پر دوسری طرف لے کر بیٹھتے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے تایا تھے۔ ان کو صِنْوُ أَبِيْ (باپ کا ہمسر) بتایا کرتے تھے۔ ان حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ صفت نبی ﷺ میں کس قدر کامل تھی۔

حضرت عیسیٰ مسیح علیہ السلام

حضرت مسیح علیہ السلام کی شان بلند انبیائے کرام علیہم السلام کے زمرہ میں نہایت نمایاں ہے۔

1 قرآن حکیم میں ہے کہ ان کی جدہ (نانی صاحبہ) نے ان کی والدہ مریم صدیقہ علیہا السلام کی پیدائش کے وقت یہ دعا کی تھی۔

﴿إِنِّي أُعِيذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ﴾ [آل عمران:36]

''میں اس لڑکی کو اور اس کی نسل کو شیطان رجیم سے تیری پناہ میں دیتی ہوں۔''

نبی ﷺ کو بھی استعاذہ کے متعلق یہی تعلیم دی گئی تھی۔

﴿وَقُلْ رَبِّ أَعُوذُ بِكَ مِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِينِ ۝ وَأَعُوذُ بِكَ رَبِّ أَنْ يَحْضُرُونِ﴾

''اے پروردگار! میں وساوس شیطان سے تیری پناہ لیتا ہوں اور اے پروردگار مجھے تیری ہی حفاظت درکار ہے۔ اس بارہ میں کہ شیطان میرے حضور میں آ سکیں۔'' [المومنون:97-98]

2 فرقان حمید میں مریم و عیسیٰ علیہما السلام کی بابت ہے:

﴿وَآوَيْنَاهُمَا إِلَى رَبْوَةٍ﴾ [المومنون:50]

''ہم نے مریم اور ابن مریم علیہما السلام کے لیے ایک بلند جگہ میں ٹھکانا بنایا۔''

یہ آیت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے عہد طفلی کے متعلق ہے اور ظاہر کرتی ہے کہ ان کی پرورش میں الٰہی سامان تھے۔ نبی کریم ﷺ کی

بابت الحیی القیوم فرماتا ہے:

﴿ اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَاٰوٰى ﴾ [الضحیٰ 6]

''تو دنیا میں یتیم ہو کر آیا تھا۔ پھر اللہ ہی نے تیرا ٹھکانا بنایا۔''

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا باپ نہ تھا اور نبی ﷺ بھی پیدائش کے وقت بے پدر تھے۔ حضانت پدری سے مجبوری میں ہر دو مقدسین یکساں حالت میں ہیں۔

3. حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کلام، کلام اللہ میں بیان کیا گیا ہے۔

﴿ اِنِّىْ عَبْدُ اللّٰهِ اٰتٰىنِىَ الْكِتٰبَ وَ جَعَلَنِىْ نَبِيًّا ﴾ [مریم:30]

''میں اللہ کا بندہ ہوں، اللہ تعالیٰ نے مجھے کتاب دی اور نبی بنایا ہے۔''

رسول اللہ ﷺ کی شان میں قادر ذوالجلال فرماتا ہے:

﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْٓ اَنْزَلَ عَلٰى عَبْدِهِ الْكِتٰبَ وَ لَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا ○ قَيِّمًا ﴾ [الکہف:1]

''حمد ہے اس کی جس نے اپنے عبد پر کتاب کو نازل کیا اور اس کتاب میں کوئی کجی نہ رہنے دی، بلکہ اسے پائدار (صداقت) بنایا۔''

4. عیسیٰ علیہ السلام کا فرمودہ ہے جو کتاب اللہ میں ہے۔

﴿ وَ جَعَلَنِىْ مُبٰرَكًا اَيْنَ مَا كُنْتُ ﴾ [مریم:31] ''مجھے مبارک بنایا جہاں کہیں بھی میں رہوں۔''

نبی کریم ﷺ کی تعلیم اپنی امت کو اس مبارکی کے حاصل کرنے کے متعلق قرآن پاک میں یہ ہے۔

﴿ فَسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُبٰرَكَةً طَيِّبَةً ﴾ [النور:61]

''تب اپنے لوگوں پر سلام بھیجو۔ تمھارے لیے اللہ کی جانب سے یہ مبارک طیب تحفہ ہے۔''

5. عیسیٰ علیہ السلام ان احکام کا ذکر کرتے ہیں، جو ان کی شریعت میں واجب العمل تھے۔

﴿ وَ اَوْصٰنِىْ بِالصَّلٰوةِ وَ الزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَيًّا ﴾ [مریم:31]

''اللہ نے مجھے صلوٰۃ اور زکوٰۃ کا حکم دیا ہے جب تک زندہ رہوں۔''

نبی ﷺ کو معبود حقیقی کا فرمان ہے:

﴿ وَ اعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ﴾ [الحجر:99]

''موت آنے تک اپنے پروردگار کی عبادت کیے جا۔''

6. حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں رب القدوس فرماتا ہے:

﴿ وَ اَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ﴾ [البقرۃ:87] ''ہم نے روح القدس سے اس کی مدد کی۔''

نبی ﷺ کے حال میں معین المتین نے فرمایا:

﴿ وَ اَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا ﴾ [التوبۃ:40]

''ہم نے نبی ﷺ کو ایسے لشکروں سے مدد دی جن کو انسانوں نے نہیں دیکھا۔''

نیز فرمایا!

﴿ هُوَ الَّذِيْٓ اَيَّدَكَ بِنَصْرِهٖ ﴾ [الانفال:62] ''اللہ نے تیری تائید اپنی نصرت سے کی ہے۔''

نیز فرمایا:

﴿ قُلْ نَزَّلَهٗ رُوْحُ الْقُدُسِ مِنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ ﴾[النحل:102]

''کہہ دے کہ اس کلام ربانی کو روح القدس لے کر میرے رب کی طرف سے حق کے ساتھ آئے۔''

فرقان حمید میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی رسالت کا مدعا آیت ذیل کے اندر بیان کیا گیا ہے۔

﴿ وَاِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ ﴾ [الصف:6]

''عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نے کہا کہ اے بنی اسرائیل! میں تمھاری طرف اللہ کا رسول ہوں، میں توراۃ کی جو مجھ سے پہلے آئی ہے تصدیق کرتا ہوں اور میں اس رسول کی تم کو بشارت دیتا ہوں جو میرے بعد آئے گا۔ اس کا نام احمد ﷺ ہوگا۔''

مسیح علیہ السلام نے اپنی رسالت کے دو مقصد بیان کیے: تصدیق توراۃ اور بشارت احمد ﷺ ہم درج کریں گے کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے ہر دو مقاصد کے متعلق کیا کیا۔

① تصدیق تورات:

حضرت مسیح علیہ السلام نے فرمایا: نمبر 17 یہ خیال مت کرو کہ میں تورات یا نبیوں کی کتاب کو منسوخ کرنے آیا ہوں، میں منسوخ کرنے کو نہیں بلکہ پوری کرنے کو آیا ہوں۔ نمبر 18 کیوں کہ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جب تک آسمان اور زمین ٹل نہ جائیں ایک لفظ یا شوشہ توراۃ کا ہرگز نہ مٹے گا۔ جب تک سب کچھ پورا نہ ہو۔ انجیل متی 5 باب 17 و 18 درس۔

یہ کلام معجز نظام جس استحکام کے ساتھ فرمایا گیا ہے اس سے بخوبی ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ مسیح علیہ السلام نے اپنی رسالت کے مقصد اولین کو بہ خوبی پورا فرمایا۔

② بشارت ﴿ اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ ﴾ [الصف:6]

اس بشارت میں دو لفظ زیادہ تر قابل تدبر ہیں۔

اول: ﴿ مِنْۢ بَعْدِي ﴾ اس سے یہ ضروری ٹھہرتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد آنے والا وہی شخص ہو جس کی بشارت حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دی اور اس مبشر اور عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان کوئی تیسرا شخص جو رسول بھی ہو اور احمد نام بھی رکھتا ہو۔ حائل نہ ہو، کیوں کہ اگر ایسا ہوتا تو ایک وجہ التباس کی ہو سکتی تھی۔ الفاظ آیات کا یہ مفہوم کچھ ہمارا ہی طبع زاد نہیں ہے، بلکہ ''شفاء'' میں قاضی عیاض رحمہ اللہ نے اور ''خصوصیات صغریٰ'' میں امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے اور ''انسان العیون'' میں ابن رحلان رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ اسم پاک احمد ایسا نام ہے جو نبی ﷺ سے پیشتر کسی ایک انسان کا بھی نہیں رکھا گیا۔

دوم: قابل تدبر اِسْمُهٗٓ اَحْمَدُ کہ کیا فی الواقع نبی ﷺ کا نام احمد ﷺ تھا۔ واضح ہو کہ نبی ﷺ کے ذاتی نام دو

ہیں: احمد اور محمد ﷺ۔ اسم پاک احمد حضور ﷺ کی والدہ نے بشارت رؤیا کے موافق رکھا اور اسم پاک محمد حضور ﷺ کے دادا نے رکھا۔ ان دونوں اسموں کا مادہ ایک ہی ہے یعنی دونوں اسم مبارک ''حمد'' سے بنتے ہیں۔ اسم پاک احمد، حمد سے افعل التفضیل ہے اور اسم پاک محمد ﷺ حمد سے مفعّل کے وزن پر ہے۔ امام ابن القیم رحمہ اللہ نے کتاب ''جلاء الافہام'' میں تحریر کیا ہے کہ علماء کے ایک گروہ کا قول ہے۔ انہی میں ابوالقاسم سہیلی رحمہ اللہ وغیرہ ہیں کہ آنحضرت ﷺ کا اسم مبارک احمد ﷺ پہلے رکھا گیا اور اسم مبارک محمد ﷺ بعد میں رکھا گیا اور یہی وجہ ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی بشارت میں حضور ﷺ کا اسم مبارک احمد واقع ہوا ہے۔ [1]

اس ثبوت میں کہ احمد حضور ﷺ کا اسم مبارک ہے ہم دلائل پیش کریں گے۔

احادیث

(1) امام ابن سعد رحمہ اللہ نے طبقات الکبیر میں روایت کی ہے:

عَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِیٍّ قَالَ اُمِرَتْ اٰمِنَةُ وَ هِیَ حَامِلَةٌ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ تُسَمِّيَهٗ اَحْمَدَ۔ [2]

امام باقر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آمنہ کے شکم مبارک میں نبی ﷺ تھے اس وقت آمنہ کو حکم ہوا تھا کہ وہ بچہ کا نام احمد رکھیں۔

(2) امام ابن سعد رحمہ اللہ نے طبقات الکبیر میں بروایت مرفوع بیان کیا ہے۔

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِیٍّ يَعْنِی ابْنِ الْحَنَفِيَّةِ اَنَّهٗ سَمِعَ عَلِیَّ ابْنِ اَبِیْ طَالِبٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُمِّيْتُ اَحْمَدَ. [3]

محمد ابن حنفیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں، میں نے اپنے باپ علی مرتضی رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ میرا نام احمد ﷺ رکھا گیا تھا۔

(3) خصائص الکبریٰ میں بیہقی رحمہ اللہ کی روایت مندرج ہے:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَدِمَ الْجَارُوْدُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ فَاَسْلَمَ وَ قَالَ وَالَّذِیْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَقَدْ وَجَدْتُ وَصْفَكَ فِی الْاِنْجِيْلِ وَلَقَدْ بَشَّرَ بِكَ ابْنُ الْبَتُوْلِ

''ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ جارود بن عبداللہ (جو ملک یمن کے سب سے بڑے عالم عیسائی تھے) آئے اور اسلام لائے تھے اور انھوں نے کہا کہ اس اللہ کی قسم جس نے حضور ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے کہ میں نے آپ کا وصف انجیل میں دیکھا ہے اور بتول کے فرزند (عیسیٰ) نے آپ ہی کی بشارت دی تھی۔''

(4) امام ابن سعد رحمہ اللہ نے طبقات الکبیر میں روایت کی ہے:

عن سهل مولٰی عثيمة انهٗ كان نَصْرَانِيًّا مِنْ اهلِ مريس و كان يقرأ الانجيل فَذَكَرَ اَنَّ صفة النبيّ

[1] یہ یاد رکھنا چاہیے کہ نبی ﷺ کو حمد سے مناسبت خاص ہے۔ حضور ﷺ کا اسم مبارک احمد اور محمد ہے۔ حضور ﷺ کے مقام شفاعت کا نام مقام محمود ہے۔ حضور ﷺ کے ہاتھ میں میدان محشر میں جو رایت ہوگا اس کا نام ''لواء الحمد'' ہے۔ اور حضور کی امت کا نام ''حمادون'' ہے اور حضور ﷺ پر نازل شدہ کتاب کا الحمدللہ سے آغاز ہوتا ہے۔

[2] طبقات ابن سعد: 118/1۔ [3] الطبقات لابن سعد 118/1۔

صلى الله عليه وآله وسلم في الانجيل و هو من ذرية اسماعيل اسمهٗ احمد۔ [1]

سہل مولیٰ عثیمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اہل مریس کے اندر ایک نصرانی تھا، جو انجیل پڑھا کرتا تھا، اس نے بتایا کہ نبی ﷺ کی صفت انجیل میں درج ہے، وہ اسماعیل علیہ السلام کی نسل سے ہوں گے اور ان کا نام احمد ہوگا۔ [2]

5. صحیح مسلم میں بہ روایت جبیر بن مطعم عن ابیہ ہے:

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِيْ اَسْمَاءً اَنَا مُحَمَّدٌ وَ اَنَا اَحْمَدُ وَاَنَا الْمَاحِي الَّذِيْ مَحَا اللهُ بِي الْكُفْرَ وَ اَنَا الْحَاشِرُ الَّذِيْ يُحْشَرُ النَّاسُ عَلٰى قَدَمِيْ وَ اَنَا الْعَاقِبُ الَّذِيْ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ۔ [3]

کہا نبی ﷺ نے فرمایا، میرے کئی نام ہیں۔ میں محمد ﷺ ہوں، میں احمد ﷺ ہوں، میں ماحی ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعے سے کفر کو محو کیا، میں حاشر ہوں کہ سب لوگ میرے قدم پر قیامت کو اٹھیں گے، میں عاقب ہوں کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

6. یہی حدیث صحیح بخاری میں بھی ہے۔ [4]

صحیحین کی حدیث پر غور کرنا چاہیے کہ نبی ﷺ نے (5) نام بتائے۔ ان میں سے دو اسم محمد و احمد ﷺ نام کے معنی نہیں بتائے اور (3) اسماء ماحی، وحاشر وعاقب کے معنی بتائے ہیں۔ اس لیے صاف ثابت ہوگیا کہ محمد واحمد حضور ﷺ کے ذاتی نام ہیں۔ اگر ان میں سے کوئی ایک نام بھی وصفی ہوتا تو اس کے معنی بھی اس طرح بیان فرما دیتے، جیسا کہ اسم نمبر 3، نمبر4، نمبر5 کے معنی بتائے تھے۔

دوم اشعار

ائمہ تاریخ کے نزدیک مسلمہ اشعار عرب کی شہادت کسی واقعہ کے متعلق ایسی ہی یقینی ہے جیسا کہ ائمہ لغت کے نزدیک کسی لفظ کے استعمال کے لیے اشعار قدماء کی شہادت قطعی ہوتی ہے۔

1 اشعار قبل از ولادت نبوی (ﷺ)

1 تبع، جس کا نام قرآن مجید میں بھی آیا ہے، یمن کے بادشاہوں میں سے تھا۔ اس نے یثرب پہنچ کر اوس اور خزرج و یہود سے جنگ کی تھی۔ اہل یثرب دن کو لڑتے اور رات کو تبع کی مہمانی کرتے۔ تین شب اسی طرح گزر گئیں۔ تبع شرمندہ ہوا اور اس نے صلح کی درخواست کردی۔ معاہدہ صلح کے طے کرنے کی غرض سے احیحہ بن الجلاح اوسی اور بنیامین قرظی مامور ہوئے۔ [5] احیحہ نے تبع سے عرض کیا کہ ہم تو آپ ہی کی قوم میں سے ہیں۔ [6] ہم سے کیوں جنگ کی گئی۔ بنیامین یہودی نے کہا کہ آپ اس شہر کو فتح نہیں کر سکتے۔ تبع نے کہا کیوں؟ کہا یہ شہر ایک نبی کی فرودگاہ ہے جو قریش میں سے ہوگا۔ تبع نے اس پر یہ شعر پڑھا۔

اَلْفٰى اِلَيَّ نَصِيْحَةً كَيْ اَزْدَجِرْ　　　عَنْ قَرْيَةٍ مَحْجُوْرَةٍ بِمُحَمَّدٍ

اس نے مجھے نصیحت کی کہ میں اس آبادی سے ہٹ جاؤں جو محمد کی وجہ سے محفوظ رکھی گئی ہے!

پھر یہ اشعار تصنیف کیے:

---

[1] الطبقات لابن سعد: 118/1 [2] یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اکثر علماء لفظ تورات کو اور بعض لفظ انجیل کو مجموعہ بائبل کے معنی میں استعمال کرتے ہیں۔

[3] مسلم 6102، مصنف عبدالرزاق: 19657، حمیدی: 555، الشمائل الترمذی 196، کنز العمال: 36165 [4] بخاری: 4896 [5] بنوقریظہ سے قرظی کہلاتے ہیں۔

[6] اوس وخزرج کا نسب اہل یمن سے ملتا ہے۔ یہ سیل ارم کے بعد مدینہ میں آ گئے تھے۔

شَهِدْتُّ عَلٰی اَحْمَدَ اَنَّهٗ ... رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ بَارِیءِ النَّسَمِ
فَلَوْ مَدَّ عُمْرِیْ اِلٰی عُمْرِهٖ ... لَکُنْتُ وَزِیْرًا لَّهٗ وَ ابْنَ عَمّ

''میں شہادت دیتا ہوں کہ احمد ﷺ اس اللہ کے رسول ہیں جو جان آفریں ہے۔ اگر میری عمر اس کی عمر تک لمبی ہو تو میں ضرور اس کا وزیر اور ابن عم بنوں گا۔''

تلمسانی کا قول ہے کہ اشعار بالا بطور تواتر ثابت ہوئے ہیں۔ [1]

② قس بن ساعدہ نجران کا اسقف اور حکمائے عرب میں سے تھا۔ اس کے اشعار ہیں

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ! ... لَمْ یَخْلُقِ الْخَلْقَ عَبَثْ
اَرْسَلَ فِیْنَا اَحْمَدًا ... خَیْرَ نَبِیٍّ قَدْ بَعَثْ
لَمْ نُخْبِنَا مِنْهُ سُدٰی ... مَنْ بَعْدُ عِیْسٰی وَ اکْتَرَثْ
صَلّٰی عَلَیْهِ اللّٰهُ مَا ... حَجَّ لَهٗ رَکْبٌ وَ حَثْ

[2] اشعار جو نبی کریم ﷺ کی حیات طیبہ میں لکھے گئے۔

① حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ المؤید بروح القدس، نبی ﷺ کی نعت میں فرماتے ہیں:

مَتٰی یَبْدُ فِی اللَّیْلِ الْبَهِیْمِ جَبِیْنُهٗ ... یَلُحْ مِثْلَ مِصْبَاحِ الدُّجٰی الْمُتَوَقِّدِ

جب شب تاریک میں اس کی پیشانی نمایاں ہوتی ہے تو روشن چراغ کی طرح چمکا کرتی ہے۔

فَمَنْ کَانَ اَوْ مَنْ قَدْ یَکُوْنُ کَاَحْمَدَ ... نِظَامٌ لِحَقٍّ اَوْ نَکَالٌ لِمُلْحِدِ

حق کو استحکام دینے اور ملحد کو ذلیل بنانے میں احمد جیسا نہ کوئی تھا اور نہ آئندہ کوئی ہوگا۔

یہ اشعار دیوان حسان میں موجود ہیں اور ان پر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی شہادت امام ابن عبدالبر رحمہ اللہ کی کتاب ''الاستیعاب'' میں موجود ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان اشعار کو پڑھا اور فرمایا:

کَانَ وَاللّٰهِ کَمَا قَالَ فِیْهِ شَاعِرُهٗ

بخدا! نبی ﷺ ایسے ہی تھے جیسا کہ آپ کے شاعر نے ان ابیات میں کہا ہے۔

② کعب بن مالک الانصاری رضی اللہ عنہ بھی حضور ﷺ کے شعرائے خاص میں سے تھے۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ ان تین بزرگواروں میں سے ہیں، جن کی توبہ قبول کیے جانے کا ذکر قرآن پاک میں ہے۔ وہ غزوہ احد کے متعلق فرماتے ہیں۔

غَدَاةَ اَجَابَتْ بِاَسْیَافِهَا ... جَمِیْعًا بَنُو الْاَوْسِ وَالْخَزْرَجِ

صبح کے وقت تمام بنو اوس و خزرج نے اپنی اپنی تلواروں کو سنبھال کر حضور ﷺ کے حکم کی تعمیل کی۔

وَ اَشْیَاعُ اَحْمَدَ اِذْ شَایَعُوْا ... عَلَی الْحَقِّ ذِی النُّوْرِ وَالْمَنْهَجِ

اشیاع احمد (مہاجرین) نے بھی ایسا ہی کیا وہ سب نبی ﷺ کے ساتھ حق پر چلتے ہیں۔

---

[1] اگر تلمسانی کا یہ فقرہ اس روایت میں نہ ہوتا تو میں ان اشعار کو درج کرنے کی ضرورت نہ سمجھتا۔

③ کعب بن مالک رضی اللہ عنہ واقعہ خیبر کے متعلق فرماتے ہیں:

وَنَحْنُ وَرَدْنَا خَيْبَرًا وَّفُرُوْضَهٗ ۔۔۔ بِكُلِّ فَتًى عَارِى الْاَشَاجِعِ مِذْوَدِ

''ہم خیبر اور اس کے قلعوں تک پہنچے، ہمارا جوان پھرتیلا اور عمدہ بچاؤ سے لڑنے والا تھا۔''

يَرَى الْقَتْلَ مَجْدًا اِنْ اَصَابَ شَهَادَةً ۔۔۔ مِنَ اللّٰهِ يَرْجُوْهَا وَفَوْزًا بِاَحْمَدِ

''ہم میں سے ہر ایک یہ سمجھتا تھا کہ اگر شہادت ملی تو ایسا مرنا، اللہ کے ہاں سے فضیلت اور احمد کی خوشنودی حاصل کرنے کا سبب ہوگا۔''

3 اشعار جو نبی ﷺ کی وفات کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پڑھے:

① حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ ایک لمبے قصیدہ میں فرماتے ہیں۔

اَطَالَتْ وُقُوْفًا تَذْرِفُ الْعَيْنُ جُهْدَهَا ۔۔۔ عَلٰى طَلَلِ الْقَبْرِ الَّذِىْ فِيْهِ اَحْمَدُ

آنکھ پوری طاقت سے بہہ رہی ہے اور میں اس قبر کے ڈھیر پر دیر سے کھڑا ہوا ہوں جس کے اندر احمد ﷺ ہیں۔

فَبُوْرِكْتَ يَا قَبْرَ الرَّسُوْلِ وَبُوْرِكَتْ ۔۔۔ بِلَادٌ ثَوٰى فِيْهِ الرَّشِيْدُ الْمُسَدَّدُ

اے قبر رسول ﷺ تو مبارک ہے اور اے عرب تو مبارک ہے کہ تیرے اندر نبی کی (جو رشید المسدد ہیں) خواب گاہ ہے۔

② خاتم الخلفاء علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو جب خوارج نے کہا کہ وہ ان کے سامنے اپنے ایمان کی تجدید کریں اور از سر نو داخل فی الاسلام ہوں تو انھوں نے زبان مبارک سے یہ اشعار پڑھے تھے۔

يَا شَاهِدَ الْخَيْرِ عَلَىَّ فَاشْهَدْ ۔۔۔ اِنِّىْ عَلٰى دِيْنِ النَّبِىِّ اَحْمَدْ

مَنْ شَكَّ فِى اللّٰهِ فَاِنِّىْ مُهْتَدِىْ [1]

''اے الٰہی بات کہنے والے تو گواہ رہنا کہ میں نبی احمد ﷺ کے دین پر ہوں۔ اللہ کے بارہ میں اور کوئی شک پر ہو تو ہو میں تو ہدایت یافتہ ہوں۔''

③ جگر گوشہ رسول سیدہ بتول سلام اللہ علیہا کے اشعار اپنے والد احمد مصطفیٰ ﷺ کی وفات پر ہیں۔

صُبَّتْ عَلَىَّ مَصَائِبٌ لَوْ اَنَّهَا ۔۔۔ صُبَّتْ عَلَى الْاَيَّامِ صِرْنَ لَيَالِيَا

مَاذَا عَلٰى مَنْ شَمَّ تُرْبَةَ اَحْمَدَ ۔۔۔ اَنْ لَّا يَشُمَّ مَدَى الزَّمَانِ غَوَالِيَا

مجھ پر ایسی مصیبتیں پڑی ہیں کہ اگر دن پر آ پڑتیں تو رات بن جاتا، جو کوئی قبر احمد ﷺ سونگھ لے اس پر کیا واجب ہے؟ یہ واجب ہے کہ وہ مدت العمر خوشبو نہ سونگھے۔

ان جملہ حوالہ جات سے ہمارا مقصود باقتضائے تمام یہ ہے کہ نبی ﷺ کا اسم مبارک احمد حضور ﷺ کی ولادت سے پہلے اور حیات کے اندر اور ارتحال کے بعد یعنی ہر زمانہ ہی میں مسلم و محقق رہا ہے۔ قبل از ولادت یہی پاک نام عرب، یمن، نجران اور شام کے

[1] ماخوذ از کتاب الکامل لابی العباس المبرد

یہودیوں اور عیسائیوں میں معروف تھا اور ہر فرقہ اپنی فتح ونصرت کو حضور ﷺ کی تشریف آوری ورونق افروزی عالم پر منحصر سمجھتا تھا۔ حضور ﷺ کے شاعران خاص اور ذوی القربیٰ حضور ﷺ کو اس نام سے یاد کیا کرتے تھے۔

ہم نے بیان کیا ہے کہ حضور ﷺ کی ولادت سے پیشتر عرب میں یا کسی دیگر ملک میں جہاں زبان عربی متداول تھی کسی شخص کا نام احمد نہیں رکھا گیا۔ یعنی قدرت الٰہیہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام والی بشارت کو جو تحق نبی کریم ﷺ تھی پونے چھ سو سال تک اس قدر محفوظ کیا کہ اس عرصہ میں کوئی بھی اس نام سے موسوم نہیں کیا گیا۔ اب اسی دلیل کی تذئیل میں ہم یہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ حضور ﷺ کے بعد اسم ہمایوں وگرامی کا امت محمدیہ میں بطور تیمن وتبرک کس قدر زیادہ استعمال ہوا۔ کیوں کہ حضور ﷺ کے بعد مِنْ بَعْدِی کی شرط اٹھ چکی تھی اور التباس کا مظنہ جاتا رہا تھا۔ اب صرف حصول یمن وبرکت مقصد رہ گیا تھا۔ اس لیے قدرت الٰہیہ نے جیسا کہ نبی ﷺ کی ولادت سے پیشتر اس امر کی صیانت وحفاظت فرمائی تھی کہ مبشر اصلی اور موعود حقیقی کے سوا اور کوئی شخص بھی اس اسم برائے نام بھی موسوم نہ ہو۔ اس طرح رحمت ربانی کا اقتضا یہ ہوا کہ حضور ﷺ کے بعد اس اسم سامی کی خوب اشاعت ہو، اور ہر موسوم شخص گویا اپنے نام ہی سے یہ ثابت کرتا رہے کہ اس اسم کا مبشر دنیا میں آ چکا ہے اور بشارت عیسیٰ مسیح علیہ السلام کی صداقت دنیا پر آشکار ہو چکی ہے۔

پس میں چاہتا ہوں کہ ایک فہرست ایسے علمائے محدثین ومفسرین وفقہاء وعلماء شاہان وامراء کی پیش کروں جو اسم احمد ﷺ سے اسلام میں موسوم ہوئے تھے۔ اگر ایسے اسماء کا بلا استیعاب استقصا کیا جاتا، تو ایک جلد درکار ہوتی مگر اس جگہ اسم مبارک احمد کے اعداد 53 کے مطابق تحریر کیے جاتے ہیں:

ائمہ محدثین رحمہم اللہ (10)

1. احمد بن حنبل (ابو عبداللہ) امام اہل السنۃ والجماعۃ یکے از ائمہ اربعہ رحمہم اللہ
2. احمد بن الحسین بن علی بن عبداللہ بن موسیٰ الحافظ الکبیر ابو بکر بیہقی رحمہ اللہ
3. احمد بن علی بن شعیب بن علی بن سنان (ابو عبدالرحمن امام نسائی) رحمہ اللہ
4. احمد بن محمد بن ابراہیم النیشاپوری المفسر المشہور ابو اسحٰق الثعلبی رحمہ اللہ
5. احمد بن عبداللہ بن احمد بن اسحٰق الاصبہانی (الحافظ ابو نعیم) رحمہ اللہ
6. احمد بن یحییٰ بن اسحٰق الراوندی (ابو الحسین) رحمہ اللہ
7. احمد بن علی بن ثابت بن احمد الحافظ ابو بکر المعروف بالخطیب البغدادی رحمہ اللہ
8. احمد بن محمد بن احمد محمد سلمۃ الاصبہانی (الحافظ ابو طاہر) رحمہ اللہ
9. احمد بن الحسین بن یحییٰ بن سعید الہمدانی ابو الفضل الحافظ معروف بدیع الزمانی رحمہ اللہ
10. احمد بن عبدالحلیم بن عبداللہ بن ابی القاسم الحرانی دمشقی۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ ابو العباس رحمہ اللہ

فقہائے محققین رحمہم اللہ (19)

11. احمد بن عمرو بن شریح (ابو العباس) رحمہ اللہ

12 احمد بن ابی احمد المعروف بابن القاص الطبری الفقیہ (ابو العباس) رحمۃ اللہ علیہ
13 احمد بن عامر بن بشیر بن حامد المروزی القاضی ابو حامد رحمۃ اللہ علیہ
14 احمد بن محمد بن احمد المعروف بابن القطان ابو البغدادی (ابو الحسین رحمۃ اللہ علیہ)
15 احمد بن محمد بن سلامۃ بن عبد الملک الازدی الطحاوی (ابو جعفر) رحمۃ اللہ علیہ
16 احمد بن ابی طاہر محمد بن الاسفرآئینی (الشیخ ابو حامد) رحمۃ اللہ علیہ
17 احمد بن محمد بن احمد بن القاسم الضبی المحاملی رحمۃ اللہ علیہ
18 احمد بن محمد بن جعفر ابو الحسین المعروف (قدوری) رحمۃ اللہ علیہ
19 احمد بن ابی داؤد فرج بن جریر الایادی القاضی (ابو عبد اللہ) رحمۃ اللہ علیہ
20 احمد بن محمد بن عبد الرحمن الہروی القاشانی (ابو عبید) رحمۃ اللہ علیہ
21 احمد بن علی بن محمد الوکیل ابو الفتح المعروف بابن برہان رحمۃ اللہ علیہ
22 احمد بن محمد المظفر الخوافی (ابو المظفر) رحمۃ اللہ علیہ
23 احمد بن موسیٰ بن یونس بن محمد الاربلی (ابو الفضل شرف الدین) رحمۃ اللہ علیہ
24 احمد بن محمد بن ابو الفضل المعروف بابن الخازن ابو الفضل رحمۃ اللہ علیہ
25 احمد بن فارس بن زکریا بن محمد الرازی (ابو الحسین) رحمۃ اللہ علیہ
26 احمد بن محمد الحسین ابو بکر ناصح الدین رحمۃ اللہ علیہ
27 احمد بن منیر بن احمد طرابلسی (ابو الحسین مہذب الدین) رحمۃ اللہ علیہ
28 احمد بن علی بن ابراہیم الغسانی الاسوانی (القاضی الرشید) رحمۃ اللہ علیہ
29 احمد بن عبد الغنی بن احمد اللخمی المالکی (ابو العباس) رحمۃ اللہ علیہ

عرفائے کاملین (4)

30 احمد بن محمد بن محمد بن احمد الطوسی الغزالی (ابو الفتوح، برادر امام غزالی) رحمۃ اللہ علیہ
31 احمد سرہندی الشیخ الامام المجدد الف ثانی، فاروقی رحمۃ اللہ علیہ
32 احمد المدعو بشاہ ولی اللہ المحدث بن شاہ عبد الرحیم الفقیہ الدہلوی رحمۃ اللہ علیہ
33 احمد بریلوی السید الامام المجاہد فی سبیل اللہ۔ رحمۃ اللہ علیہ

وزراء و امراء (6)

34 احمد بن محمد بن عبد الکریم بن سہل الکاتب ابو العباس صاحب کتاب الخراج رحمۃ اللہ علیہ
35 احمد بن عبد اللہ بن سلیمان التنوخی (ابو العلاء المعری) رحمۃ اللہ علیہ

36 احمد بن عبدالملک الاشجعی الاندلسی ذی الوزارتین الاعلی رحمۃ اللہ علیہ
37 احمد بن ہارون الرشید بن المہدی الہاشمی (ابوالعباس) رحمۃ اللہ علیہ
38 احمد بن طولون صاحب دیار مصریہ (ابوالعباس) رحمۃ اللہ علیہ
39 احمد بن المستظہر بن الظاہر (ابوالقاسم) رحمۃ اللہ علیہ

شعراء ادباء (12)

40 احمد بن الحسین بن الحسین بن عبدالصمد الجعفی الکوفی ابوالطیب المتنبی رحمۃ اللہ علیہ
41 احمد بن محمد الداری المصلی المعروف بالنامی (ابوالعباس) رحمۃ اللہ علیہ
42 احمد بن محمد بن اسماعیل بن ابراہیم طباطبا۔ رحمۃ اللہ علیہ
43 احمد بن محمد بن انطاکی (ابوحامد الشاعر) رحمۃ اللہ علیہ
44 احمد بن جعفر بن موسیٰ برمکی الندیم۔ رحمۃ اللہ علیہ
45 احمد بن محمد بن العاصی بن محمد الاندلسی (ابوعمرو) رحمۃ اللہ علیہ
46 احمد بن عبداللہ بن احمد بن غالب المخزومی اندلسی القرطبی (ابوالولید) رحمۃ اللہ علیہ
47 احمد بن الخولانی الاندلسی المعروف بابن الآبار۔ رحمۃ اللہ علیہ
48 احمد بن یوسف السلیکی (ابونصر) رحمۃ اللہ علیہ
49 احمد بن محمد بن علی الثعلبی الدمشقی (ابوعبداللہ) رحمۃ اللہ علیہ
50 احمد بن محمد بن احمد المیدانی النیشاپوری (ابوالفضل) رحمۃ اللہ علیہ
51 احمد بن عبداللہ بن احمد اللخمی القاسمی (ابوالعباس) رحمۃ اللہ علیہ

نحوئیین (2)

52 احمد بن محمد بن اسماعیل بن یونس المرادی المصری ابوجعفر۔ رحمۃ اللہ علیہ
53 احمد بن بکر بن بقیۃ العبدی ابوطالب۔ رحمۃ اللہ علیہ

یہاں تک جو کچھ مذکور ہوا فضیلت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان مرسلین رب العالمین کے فضائل کے ساتھ ساتھ تھا مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نعوت عالیہ اور محامد متکاثرہ ایسے بھی ہیں جن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم بالکل منفرد ہیں۔ ان کا بیان انشاء اللہ تعالیٰ اس کتاب کی جلد سوم میں ہوگا۔

خاتمہ باب سے پیشتر اس جگہ ایک مختصر سا مضمون جو ایک آیت مبارکہ کے تحت میں لکھا گیا ہے درج کر دیتا ہوں۔ امید ہے کہ محبان صادق و متبعین مخلص اسے بھی باب ہذا سے متناسب پائیں گے۔

اللہ جل وعلا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یوں مخاطب فرماتا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا وَّ دَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَ سِرَاجًا مُّنِيْرًا [الاحزاب:45-46]

شَاهِدًا

قرآن مجید میں نبی ﷺ کو شاہد بھی فرمایا گیا ہے اور شہید بھی مندرجہ ذیل آیات پر غور کرو۔

﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا ﴾ [الاحزاب:45]

﴿ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا ﴾ [الفتح:8]

﴿ وَ فِيْ هٰذَا لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ ﴾ [الحج:78]

﴿ وَ يَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ﴾ [البقرۃ:143]

﴿ وَ جِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰۤؤُلَآءِ شَهِيْدًا ﴾ [النساء:41]

شہادت امر کے واقع کو بیان کرنا اور دوسرے شخص کو اپنے بیان کے ذریعے سے اس امر کا باور کرانا۔

نبی ﷺ کی شہادت جسے حضور ﷺ نے ادا کیا اور جسے ادا فرما کر لوگوں کو تیقن کے درجے تک پہنچایا۔ امور ذیل کے متعلق تھی۔ ہستی باری تعالیٰ، تقدیس ذات وتنزیہ صفات، سلسلہ وحی، وجود نبوت، اعمال کا جزا وسزا سے تعلق، جزا وسزا کی حقیقت، وجود عالم ارواح، علوم مابعد الطبیعہ۔ ان امور کو جس وضاحت اور کمال علم اور روشن دلائل اور براہین قاطعہ سے نبی ﷺ نے بیان فرمایا اور پھر اپنے گفتار وکردار سے اس صداقت کے تیقن کو ملحدوں اور دہریوں اور منکروں اور مادہ پرستوں کے قلوب میں مستحکم فرمایا۔ یہ حضور ﷺ ہی کا حصہ تھا، معلوم ہوتا ہے کہ قدرت الٰہیہ اور حکمت ربانیہ نے نبی کریم ﷺ کو دنیا کے سامنے بطور اپنے گواہ کے پیش کیا ہے۔ یہ ایک ثانوی حقیقت ہے کہ گواہوں کی قلت یا کثرت کسی معاملہ کے ثبوت ونفی پر ذرا موثر نہیں، بلکہ شہادت کو قوت دینے اور صداقت کے درجہ تک پہنچانے والی جو شے ہے وہ شاہد کی ثقاہت، اعتبار اور راست بازی ہے۔ نبی ﷺ کی راست بازی، اور اعتبار کی یہ حد تھی کہ جب کفار نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ تم نے کیوں کر محمد ﷺ کو رسول اللہ تسلیم کر لیا، تو انھوں نے جواب دیا کہ یہ ہونٹ جھوٹ بولنے والے کے نہیں۔ ہرقل نے ابوسفیان کے جواب میں کہا تھا کہ جس شخص نے کبھی کسی مخلوق پر بھی جھوٹ نہیں بولا، ناممکن ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے لگے۔ ابوجہل جیسے الد الخصام نے کہا تھا کہ محمد ﷺ میں تجھے جھوٹا نہیں سمجھتا مگر تیری تعلیم پر میرا دل نہیں جمتا۔

صداقت اور اعتبار ہو تو ایسا ہو کہ خواہ کوئی شہادت کو قبول کرتا ہے یا نہیں، لیکن شہادت دہندہ کی ثقاہت کے خلاف ایک حرف بھی زبان سے نہیں نکالتا یا بقول ابوسفیان نہیں نکال سکتا، بلکہ ہر شخص دل میں سمجھ گیا ہے کہ اس کے خلاف لب کشائی کرنا اپنی ہنسی کرانا اور خود کو ذلیل کرنا ہے۔

حضور ﷺ نے اس شہادت کو دشت وجبل میں آشکارا کیا۔ بیابان اور شہروں کے سمع اور قلب تک پہنچایا۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کے نعرہ سے فضائے ارض وسما کو بھر دیا اور سننے والوں کے دل ودماغ کو شک وانکار اور تذبذب وگمان کے ہوائے فاسد سے خالی کر دیا۔ اللہ اکبر! شاہد کس زبردست شہادت سے اٹھا ہے، جس کے منہ سے نکلتے ہی وہی کلمہ شہادت ہر ایک کی زبان پر رواں ہے اور کیا عجمی، کیا عربی، کیا شرقی، کیا غربی ہر ایک اسی شہادت کا کلمہ خواں ہے۔ شاہد خاموش نہیں ہو جاتا جب تک ہزار در ہزار اور شمار در شمار بندوں کو ﴿وَ تَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ ﴾ [الحج:78] کے فرض پر آمادہ نہیں کر لیتا اور اسود واحمر اور عبید وملوک کو ﴿ وَ كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ

لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ ﴾ [المائدۃ:8] کے وجوب امری کا پابند نہیں ٹھہرا دیتا۔

شاہد کی صداقت پر لاکھوں شاہد بھی موجود ہو گئے ہیں، ملکوں اور قوموں، جزیروں اور وادیوں نے اس کی شہادت سے ایقان حاصل کر لیا ہے۔ تب شاہد اس داوری گاہ سے عزم رحلت فرماتا ہے اور چلتے وقت بھی ان سب کو یہ سنا دیتا ہے: اَنْتُمْ تُسْـَٔلُوْنَ عَنِّیْ فَمَا اَنْتُمْ قَائِلُوْنَ قَالُوْا بَلَّغْتَ وَ اَدَّیْتَ وَنَصَحْتَ فَقَالَ بِاِصْبَعِهٖ یَرْفَعُهَا اِلَی السَّمَآءِ وَ یَنْكُتُهَا اِلَی النَّاسِ اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ۔ [1]

پھر وہ پوچھتا ہے کہ لوگو، وہ قاضی جہاں، رب زمین و زماں جب دریافت فرمائے گا کہ میں نے اپنی شہادت کو کیوں کر ادا کیا ہے۔ تو آپ کیا بتائیں گے سب کے سب متفق اللفظ بول اٹھتے ہیں، اجی حضور نے تو جتنا کچھ فرمایا تھا اسے خوب ہی فرمایا۔ حضور ﷺ نے تبلیغ و تفہیم کا حق ادا کر دیا۔ حضور ﷺ نے تو اپنی شہادت سے معاملہ کو کھوٹا کھرا اپنا الگ الگ کر کے دکھا دیا۔ شاہد آسمان کی جانب انگشت شہادت اٹھاتا پھر لوگوں کی طرف جھکاتا اور اپنے بھیجنے والے سے مخاطب ہو کر عرض کرتا ہے۔ الٰہی! میری شہادت کو سن لے، میری گواہی کا تو خود گواہ رہنا، ان لوگوں کے بیان کو محفوظ فرما لینا۔

ایسے شاہد پر دل و جان خود بخود قربان ہوتے ہیں جو داوری گاہ عالم اس شہادت کے لیے اکیلا آیا اور لاکھوں لوگوں کو گواہ بنا گیا۔ فی الحقیقت اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو شاہد اور شہید فرما کر حضور ﷺ کی بہترین خوبی سے دنیا کو آگاہ فرمایا ہے۔ دوسری صفت حضور ﷺ کی

مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا

فرمائی گئی ہے۔ تمام قرآن مجید پر نظر ڈال جایے۔ کسی نبی کی نسبت عَلَیْهِمْ وَعَلٰی نَبِیِّنَا الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ بَشِیْرًا وَّ نَذِیْرًا دونوں لفظ وارد نہیں ہوئے۔ نبی ﷺ کی شان میں مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا کے لفظ بھی ہیں اور بَشِیْرٌ وَّ نَذِیْرٌ بھی اور چوں کہ یہ فضیلت جامعیت نبی کریم ﷺ ہی کی ذات مبارک میں پائی گئی ہے۔ اس لیے یہ اوصاف حضور ﷺ کے علو مرتبت نبوت کا اظہار کرنے میں خاص ہیں۔

بشارت کے متعلق دیکھیے کہ کہیں تو مومنین کو اس امر کی بشارت دی گئی ہے کہ:

﴿بِاَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَضْلًا كَبِیْرًا﴾ [الاحزاب:47]

''مومنین کو بشارت سنا دیجیے کہ ان کے لیے اللہ کی طرف سے بہت بڑا فضل ہے۔''

دوسری جگہ فرمایا:

﴿لَهُمُ الْبُشْرٰی فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَ فِی الْاٰخِرَةِ لَا تَبْدِیْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ﴾

''ان کے لیے دنیا کی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی بشارت ہے۔ اللہ کے فرمودہ میں تبدیلی نہیں ہے۔ یہ بشارت بہترین کامیابی ہے۔'' [یونس:64]

اور ایک جگہ فرمایا:

---

[1] مسلم:2950، ابوداود:1905، 1906، ابن ماجہ:3074

﴿ فَبَشِّرْ عِبَادِO الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ﴾ [الزمر:17-18]

''ان بندوں کو بشارت سنادے جو بات سنتے ہیں اور پھر سب سے اچھے طریقہ پر چلتے ہیں۔''

یہ سب روحانی اور اخلاقی بشارات ہیں اور انہی کے لیے مسلمانوں کو ابھارا اور تیار کیا گیا ہے۔

''انذار'' کے معنی ڈرانا کیے جاتے ہیں لیکن ڈرانا صحیح طور پر انذار کے مفہوم کو ادا نہیں کر سکتا بلکہ اس کے مفہوم کو الٹ دیتا ہے۔ انذار کے معنی تو یہ ہیں آدمی کو اس کے ہونے والے نقصان سے آگاہ کر دیا جائے۔

انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی امت کو ان کے افعال ناشائستہ کے عواقب بد سے آگاہ کیا کرتے تھے اور برے انجام اور برے نتیجہ کی خبر دیا کرتے تھے۔ یہ صفت دل سوزی و ہمدردی سے پیدا ہوتی ہے، خداترسی اور رحم دلی سے ظہور پکڑتی، محبت نوع انسانی اور حب جنس سے اشاعت پاتی ہے۔ نبی ﷺ کے مبارک حالات سے ان جملہ اوصاف کا بہ درجہ کمال ہونا بخوبی ثابت ہے اور اسی لیے راہ گم کردہ قوم کو غلط راستہ کی کجی اور اس کے خطرات سے آگاہ کرتے رہنا حضور کا خاصہ فطرت ہو گیا تھا۔ حدیث صحیح میں ہے کہ میری اور تمھاری مثال ایسی ہے کہ تم جلتی آگ کی خندقوں میں منہ کے بل پروانہ وار گر رہے ہو اور میں کمر سے پکڑ پکڑ کر تم کو خندق سے پیچھے ہٹا رہا ہوں۔ [1]

دَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ

نبی ﷺ نے دعوت الی اللہ کو جس سرگرمی سے شروع کیا اور جس کامیابی تک پہنچایا وہ حضور ﷺ ہی کا حصہ ہے۔

(1) اس پہاڑی کے وعظ کو دیکھو، جس پر سے يَا اٰلَ فِهْرٍ وَّ يَا اٰلَ غَالِبٍ کی آواز سے عرب کو حضور ﷺ نے بلایا تھا۔

(2) اس خلوت کدہ کا خیال کرو، جہاں مکہ سے دور اور دامن کوہ کے سایہ میں ارقم بن ابوارقم کے گھر کے اندر خفیہ خفیہ تعلیم دی جاتی تھی۔

(3) کوہ طائف کا واقعہ یاد کرو، جہاں حضور ﷺ کا خون جسم سے بہہ رہا تھا، جوتے میں جم رہا تھا اور زبان پر دعوت الی اللہ کا وعظ جاری تھا۔

(4) عکاظ کے بڑے سالانہ میلے پر نظر ڈالو، جہاں نبی ﷺ يٰاَيُّهَا النَّاسُ قُوْلُوْا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ تُفْلِحُوْا کا نعرہ لگا رہے ہیں اور سنگ دل ابولہب حضور ﷺ کے پیچھے پیچھے جا رہا اور حضور ﷺ کو دیوانہ بتا رہا ہے۔ [2]

(5) مکہ سے باہر پہاڑیوں کی گھاٹی عقبہ کا تصور کرو، تاریکی چھا گئی ہے، بے پناہ مسافر پر خطر مقام پر ٹھہرنا نہیں چاہتا ہے، مگر راستہ کی صعوبت اور خطرات راہ کے تصور سے یثرب کے قافلہ کو اسی جگہ ٹھہر جانے پر مجبور کر دیا ہے۔ نور عالم ﷺ اسی تاریکی میں یک و تنہا اس لیے گام فرسا ہیں کہ شاید کسی ایک نفس ہی کے کان میں اپنی دعوت کی آواز پہنچا سکیں۔

(6) کوہ تنعیم کے دامن تک نظر کو بڑھاؤ، چالاک دشمن نے حضور ﷺ کو بے یار و مددگار اور آرام میں دیکھ کر حضور ﷺ کی تلوار پر قبضہ کر لیا ہے۔ حضور ﷺ کو گستاخانہ لہجہ اور متکبرانہ انداز سے جگایا ہے۔ حضور ﷺ دیکھتے ہیں کہ دشمن سر باختہ ایک تیغ آختہ کے ساتھ کھڑا ہے اور پوچھتا ہے کہ اب تم کو کون بچائے گا؟ حضور ﷺ اس وقت بھی دعوت الی اللہ کے فرض کو فراموش نہیں کرتے۔ اسے وہی..... مبارک نام سناتے ہیں، جو غافل انسان کے زنگ آلود دل کا حجاب اٹھا دیتا، جو قلب مردہ کو حیات تازہ عطا کرتا ہے۔

(7) راہ ہجرت کی سیر کرو، سینکڑوں میل کا سفر درپیش ہے، خشک پہاڑیوں اور بے آب و گیاہ میدانوں سے دو اونٹ گزر رہے ہیں جنھوں نے راہ میں کہیں آرام نہیں لیا ہے۔ حضور ﷺ کے ہم رکاب دو مخلص اور ایک وفادار ہے کینہ روز دشمن کے تعاقب کا ہر لحظہ خطرہ لگا ہوا ہے اور یہی اندیشہ راہواروں اور رہروؤں کو تیز گامی سے لیے جا رہا ہے۔ پھر بھی نبی ﷺ دعوت الی اللہ کے فرض کو نہیں بھول گئے ہیں۔

---

[1] مسلم: 5954 تا 5958، ترمذی: 2874، مسند احمد: 392/2، کنز العمال: 31920 [2] مسند امام احمد: 493/3، مجمع الزوائد: 21/6، دلائل النبوۃ: 380/5، بیہقی: 21/6، مستدرک حاکم: 15/1

ام معبد الخزاعیہ، سراقہ بن مالک المدلجی اور بریدہ بن الحصیب اسلمی اور انکے ستر (70) ساتھی وغیرہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے اس خشک بیابان ہی میں آب حیات پیا، اور چشمہ زندگی حاصل کیا ہے۔

8 آٹھ (8) یوم کی شبا روزی تگ ودو کے بعد اللہ کا رسول قبا پہنچ گیا ہے۔ صبر آزما سفر نے بے زبان حیوانوں کو بھی تھکا دیا ہے مگر حضور ﷺ اس دعوت الی اللہ کے شوق کی تعمیل میں دوسرے ہی دن ایک مسجد کے قیام کا اہتمام فرما رہے ہیں، جہاں سے **حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ** اور **حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ** کی صدا ہر صبح وسا پہاڑیوں سے ٹکراتی، غافلوں کو جگاتی، شائقوں کو بلاتی، آج تک اس داعی کی پکار کو تازہ کر رہی ہے۔

9 حضور ﷺ قبا سے مدینہ کو جاتے ہیں، اہل مدینہ زن ومرد، پیر وجواں، یہود ونصاریٰ، صابی وترسا بھی اہل ایمان کی طرح ہمہ راہ چشم اور ہمہ تن شوق بن رہے ہیں۔ راہ ہی میں نماز کا وقت ہو جاتا ہے اور اللہ کا رسول ﷺ اسی جگہ دعوت الی اللہ کے لیے ٹھہر جاتا ہے۔ بنی سلیم کے قلوب سلیم کو تقویٰ کے رنگ سے رنگین بناتا، رضوان ربانیہ کی نوید سے شاد کام فرماتا ہے۔

10 مدینہ میں بنو اشہل اور بنو غفار، اوس وخزرج کا ہر شخص دل ودیدہ کو حضور ﷺ کے فرش راہ بنائے۔ بابی وامّی، یابی وامّی عرض کر رہا ہے، مگر حضور ﷺ دعوت الی اللہ کے لیے ابن سلول کے پاس جاتے ہیں، کوچہ میں صاف زمین پر اس کے قریب جا بیٹھتے ہیں۔ وہ ناک چڑھاتا، تیوری پر تیوری ڈال کر رومال کو منہ پر رکھ لیتا ہے اور زبان سے کہتا ہے: محمد ﷺ تم نے گرد سے اور تمھاری سواری نے اپنی بو سے میرے دماغ کو پریشان کر دیا۔

نبی کریم ﷺ ہنس پڑے اور آیات قرآنیہ کی تبلیغ فرما کر دعوت الی اللہ کا اتمام فرماتے ہیں۔

11 ربیع بنت معوذ کی ایک شب کی بیاہی ہوئی دلہن کے پاس تشریف لے جاتے ہیں اور اسے دعوت الی اللہ فرماتے ہیں۔ وہاں انصار کی چھوٹی چھوٹی لڑکیوں کو حربیہ اشعار فخریہ لہجہ میں پڑھتے ہوئے سنتے ہیں تو ان کو بھی عقائد صحیحہ کی تلقین فرماتے ہیں۔

12 سسکتی ہوئی جان توڑتی ہوئی نواسی کو گود میں لیتے ہیں، اس وقت بھی دعوت الی اللہ میں مصروف نظر آتے ہیں۔ اکلوتے بچہ ابراہیم کی لاش پر بیٹھتے ہیں، اس وقت بھی حاضرین کو خط اور رضاء الٰہیہ کے معانی سمجھاتے، استقامت کا نمونہ دکھاتے ہیں۔

13 آخری مرض ہے، گیارہ (11) دن کے تپ شدید اور درد سر میں ذرا تخفیف ہوئی ہے۔ ضعف اس قدر ہے کہ پاؤں کے بل کھڑا نہیں ہوا جاتا، مگر دعوت الی اللہ میں وہی سرگرمی ہے۔ سر پر پٹی باندھے ہوئے عباس رضی اللہ عنہ وعلی رضی اللہ عنہ کے کندھوں پر سہارا دیے ہوئے مسجد میں تشریف لاتے ہیں۔ منبر پر کھڑا نہ ہوا جاتا ہے اور نہ چڑھا جاتا ہے، اس کے زیریں زینہ پر بیٹھ جاتے ہیں اور نصیحت ومواعظ مودعہ سے دعوت الی اللہ کی تکمیل فرماتے ہیں۔

14 آخری دن ہے، سفر آخرت میں صرف پانچ (5) گھنٹہ کا وقفہ رہ گیا ہے۔ مسلمان صبح کی نماز کے لیے مسجد میں جمع ہیں، نبی ﷺ ضعف اور شدت درد سر کی وجہ سے اپنے بستر پر جسے کھجوروں کے پتوں سے نرم بنایا گیا ہے۔ لیٹے ہیں، دعوت الی اللہ کا فرض پھر حضور ﷺ کے قلب پاک میں تازہ حرارت پیدا کرتا ہے۔ مسجد اور حجرہ مبارک کے درمیان جو پردہ پڑا ہوا تھا اسے ہٹاتے ہیں، تھوڑی دیر تک تبسم کے ساتھ اس نظارہ کا ملاحظہ فرماتے ہیں جو ایک اللہ کی عبادت کے لیے سینکڑوں مسلمانوں کے یک دل ویک جہت ویک آواز ہونے سے پیدا ہو گیا تھا۔ اب پھر زمین پر گھسٹتے ہوئے آگے بڑھتے ہیں اور اس بڑے مجمع کے سامنے پھر آخری دفعہ دعوت الی اللہ کی نورانی مثال قائم فرماتے ہیں۔

(15) آخری گھڑی ہے، بیوی، بیٹی، نواسی، نواسے اس تنگ حجرہ میں جمع ہیں، جس کے اندر دس (10) سے زیادہ اشخاص کے لیے گنجائش نہیں ہے۔ اس وقت بھی دعوت الی اللہ اور ترحم بر عباد اللہ کی تعلیم زبان پر ہے۔ **الصلوۃ الصلوۃ و ما ملکت ایمانکم** نماز، نماز اور لونڈی غلام کے حقوق۔ (1)

(16) آخری سانس ہے۔ دیدہ حق بین کو آسمان کی جانب بلند کیا ہے، اس پاک نام کا اعلان فرماتے ہوئے جس کی دعوت عمر بھر دیتے رہے۔ **اَللّٰهُمَّ الرَّفِيْقُ الْاَعْلٰى** کہتے ہوئے چشم حق بین کو فانی نظاروں سے بلند کر لیا ہے۔ (2)

ہم کو تاریخ بشر ایسا نمونہ دکھانے سے قاصر ہے، جس کی زندگی کا ایک ایک لمحہ دعوت الی اللہ ہی میں پورا ہوا ہو اس لیے **دَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ** کا خطاب نبی ﷺ ہی کی ذات مبارک سے خاص معلوم ہوتا ہے اور اسی لیے خداوند کریم نے حضور ﷺ کو اس صفت سے معرف فرمایا ہے۔

سِرَاجًا مُّنِيْرًا

سورہ فرقان اور سورہ نوح میں آفتاب کو **سِرَاجًا** اور سورہ نبا میں ﴿**سِرَاجًا وَّهَّاجًا**﴾ [78: النباء:13] فرمایا ہے، ﴿**سِرَاجًا مُّنِيْرًا**﴾ [33:الاحزاب:46] مگر ایسا لفظ جس کا استعمال ذات پاک نبوی ﷺ کے سوا اور کسی کے لیے نہیں فرمایا گیا۔

نظام شمسی میں آفتاب کا بہت بڑا درجہ ہے، کیوں کہ اس نظام کے جملہ سیارگان کا قبلہ اعظم جس کا طواف ان اجرام پر لازم ہے، یہی نیر اکبر ہے۔

عالم کون و فساد میں بھی آفتاب کی بہت بڑی ضرورت ہے، اس کی حرارت کا نور ہر ایک شے کے وجود اور قیام پر گہرا اثر رکھتا ہے۔ ہاں عالم مادی کا آفتاب ایسا ہی ہے۔

اب رب کریم عالم روحانی کے نیر اعظم کو اپنے نور (3) میں دکھاتا ہے اور سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ ﷺ کو **سِرَاجًا مُّنِيْرًا** کے خطاب سے روشناس عالم فرماتا ہے۔ سچ ہے کہ جملہ سیارگان سماء نبوت کا مدار اعظم بھی ہیں اور عالم شریعت کی بقائے دوام کی علت اولی بھی۔ (ﷺ)

آفتاب رات کی تاریکی کو دور کرتا ہے اور سراج منیر نے ظلمت کفر و شرک کو محو کر دیا ہے۔ آفتاب کی روشنی سب تاروں پر چھا جاتی ہے، انھیں چھپا لیتی ہے۔ سراج منیر کی شریعت بھی تمام شریعتوں کی مہیمن ثابت ہوتی ہے۔ آفتاب کی روشنی جرائم کا ارتکاب روک دیتی ہے۔ سراج منیر ﷺ کے نور نے بھی معاصی کو بند کر دیا ہے۔

آفتاب ایک وقت میں کرہ ارض کے ایک ہی پہلو کو روشن کر سکتا ہے، لیکن اسی سراج منیر ﷺ نے وقت واحد میں جاہلیت کی ظلمت و جہالت کی تاریکی، کفر و شرک کی سیاہی، رسوم کے اندھیرے، رواج کی گھٹا، تقلید کی تیرگی کو اپنی نورانی شعاعوں سے اٹھا کر دلوں کو نور ایمان سے دماغوں کو عقائد صحیحہ کے لمعات سے، آنکھوں کو کتاب مبین کے مطالعہ سے اللہ کی نورانی تعلیم سے دھندلے تذبذب کو دلائل ساطعہ سے، تاریک ظنون کو براہین مبینہ سے روشن فرما دیا۔ اس روشنی میں ہر ایک نے حقیقت اشیاء کو دیکھا اور ہر ایک کی نگاہ خود اپنے آپ کو دیکھ سکنے کے قابل ہوئی۔ وہ جو انسانیت کی حقیقت کو فراموش کر بیٹھے تھے اب خود **اَصْحَابِيْ كَالنُّجُوْمِ بِاَيِّهِمُ اقْتَدَيْتُمُ اهْتَدَيْتُمْ** ثابت

---

(1) ابوداود: 5156، مسند احمد: 6/290، کنزالعمال: 2165 (2) بخاری: 4463، 6348، 6509، مسلم: 6297 (3) قرآن مجید کو بھی "نور" کہا گیا ہے۔

ہوئے۔ [1] وہ جو حمایت سے راہ ور اہنما گم کردہ تھے۔ اب خود خضرِ راہ بنے۔

بعض شپرہ چشم (چمگادڑ) آفتاب کی روشنی میں چندھیا جاتے ہیں اور بعض بوم طبع (الو) رات کی تاریکی ہی میں پر و بال کھولتے ہیں۔ یہی حال ان تیرہ درونوں کا ہے جو انوارِ محمدی ﷺ کی تاب نہیں لا سکتے اور ضوءِ رسالت سے مستنیر نہیں ہوتے۔ مومنین کو تو اس سراجِ ربانی پر پروانہ وار نثار ہونا ضروری ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

صلى الله على حبيبه سيدنا محمد وآله وسلم

[1] میزان الاعتدال: 1511,2299، الکاف الشاف فی تخریج الکشاف: 94، اتحاف السادۃ المتقین: 223/2

باب ششم 6

﴿ وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴾ [الانبیاء:107]

اس آیت مبارکہ کو زیب عنوان کرتے ہی مجھے خیال آیا، قرآن مجید کو دیکھنا چاہیے کہ لِلْعٰلَمِيْنَ کا لفظ کن کن اشیاء یا اشخاص کے متعلق آیا ہے؟ مجھے مندرجہ ذیل آیات میں یہ لفظ ملا:

1. ﴿ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْعٰلَمِيْنَ ﴾ [الانعام:90]
2. ﴿ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴾ [یوسف:104، ص:87]
3. ﴿ وَمَا هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴾ [القلم:52]
4. ﴿ اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا لِلْعٰلَمِيْنَ ﴾ [الانبیاء:71]
5. ﴿ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّ هُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴾ [آل عمران:96]
6. ﴿ فَاَنْجَيْنٰهُ وَ اَصْحٰبَ السَّفِيْنَةِ وَ جَعَلْنٰهَا اٰيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴾ [العنکبوت:15]
7. ﴿ وَجَعَلْنٰهَا وَابْنَهَا اٰيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴾ [الانبیاء:91]
8. ﴿ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْعٰلِمِيْنَ ﴾ [الروم:22]

آیات بالا پر غور کرنے سے واضح ہوتا ہے کہ آیت نمبر 3,2,1 میں قرآن مجید کو "ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ" فرمایا گیا ہے۔ اور اس میں کلام نہیں کہ یہ اللہ کا کلام ہے، جو جملہ عالمین کے لیے "ذکر" ہے۔

نبی ﷺ کا اسم مبارک تو اس مصدر کے ساتھ "مُذَكِّر" ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ فَذَكِّرْ اِنَّمَا اَنْتَ مُذَكِّرٌ ﴾ [الغاشیہ:21]

آیت نمبر 5,4 میں اللہ تعالیٰ نے لفظ برکت کا استعمال کیا ہے۔ آیت نمبر 4 بیت المقدس کے لیے ہے اور آیت نمبر 5 "بیت الحرام" کے لیے۔ مسلمان ان دونوں مسجدوں کو اسی ادب واحترام کا مستحق سمجھتے ہیں جو کلام الٰہی میں ان کے لیے ظاہر فرمائے گئے ہیں اور چوں کہ لفظ برکت ہر دو کے لفظ کے لیے مشترک ہے اور لفظ هُــدًى بیت الحرام کے لیے خاص ہے اور زائد ہے، اس لیے بیت الحرام کا درجہ بھی بیت المقدس سے زیادہ تسلیم کیا گیا ہے۔

آیت نمبر 8,7,6 میں لفظ آیت کے استعمال ہوا ہے اور اس کا مصداق ان مختلف آیات میں متعدد ہے۔

آیت نمبر 6 میں حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کو یا اہل کشتی کو آیت فرمایا گیا ہے۔

آیت نمبر 7 میں حضرت مریم علیہا السلام اور ان کے فرزند کو آیت بتایا گیا ہے۔

آیت نمبر 8 میں نوع انسانی کی مختلف زبانوں اور متلون رنگتوں کے اختلاف کو آیت بیان کیا گیا ہے۔

اور ان سب کا خلاصہ یہ ہے کہ:

ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ صرف قرآن مجید ہے۔

مُبٰرَكٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ — بیت المقدس و بیت الحرام ہیں۔

اٰيٰتٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ — اصحاب نوح اور کشتی نوح اور حضرت مریم علیہا السلام و حضرت ابن مریم علیہ السلام اور اقوام عالم کا اختلاف الوان اور تباین السنہ ہیں۔

اور لفظ ''رحمت'' ایسا لفظ ہے جس کا استعمال نبی ﷺ ہی کے لیے ہوا، حضور ﷺ کے سوا کسی دوسرے کے لیے نہیں ہوا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿رَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ﴾ [الاعراف:156] ''میری رحمت ہر ایک سے زیادہ وسیع ہے''

پس جب نبی ﷺ کو جملہ عالمین کے لیے رحمت بنایا گیا ہے تو ثابت ہو گیا کہ حضور ﷺ کی نبوت بھی جملہ عالمین کے لیے ہے۔

یہ یاد رکھنا چاہیے کہ ''رحمۃ للعالمین'' وہی وجود مزکی ٹھہرے گا۔

جس نے اہل عالم، بلکہ عالم در عالم کی بہبود وسود، رفاہ وفلاح، خیر وصلاح، عروج وارتقا، صفا وبہا کے لیے بلا شائبہ غرض اور بلا آمیزش طمع اپنی مقدس زندگی کو صرف کیا ہو۔

- جس نے بندوں کو اللہ سے ملا دیا ہو۔
- جس نے الٰہی جلوہ انسانوں کو دکھایا ہو،
- جس نے دل کو پاک، روح کو روشن، دماغ کو درست، طبع کو ہموار بنایا ہو۔
- جس کی تعلیم نے امن عامہ کو مستحکم اور مصلحت عامہ کو استوار کیا ہو۔
- جو غریبی وامیری، جوانی وپیری، امن اور جنگ، امید اور ترنگ، گدائی وبادشاہی، مستی وپارسائی، رنج وراحت، حزن ومسرت کے ہر درجہ، ہر پایا اور ہر مقام پر انسان کی رہبری کرتا ہو۔
- جس نے فلک کی بلندی، زمین کی پستی، رات کی تاریکی، دن کی روشنی، سورج کی چمک، جگنو کی دمک، ذرہ کی پرواز، قطرہ کی طراوت، میں عرفان ربانی کی سیر کرائی ہو۔
- جس کی تعلیم نے درندوں کو چوپانی، بھیڑیوں کو گلہ بانی، رہزنوں کو جہاں بانی، غلاموں کو سلطانی، شاہوں کو اخوانی سکھائی ہو۔
- جس نے خشک میدانوں میں علم ومعرفت کے دریا بہائے ہوں۔
- جس نے سنگلاخ زمینوں سے کتاب وحکمت کے چشمے چلائے ہوں۔
- جس نے خود غرضوں کو محبت قومی کا دردمند بنایا ہو۔
- جس نے دشمنوں کو اپنا جگر بند بنایا ہو۔
- وہ غریب کا محب — مسکین کا ساتھی
- شاہوں کا تاج — آقاؤں کا آقا
- غلاموں کا محسن — یتیموں کا سہارا
- بے آسروں کا آسرا — بے خانمانوں کا ماویٰ

- ☐ دردمندوں کی دوا — چارہ گروں کا دردمند
- ☐ مساوات کا حامی — اخوت کا بانی
- ☐ محبت کا جوہری — اخلاص کا مشتری
- ☐ صدق کا منبع — صبر کا معدن
- ☐ خاکساری کا نمونہ — رحمت ربانی کا پتلا
- ☐ اولین انسان — آخریں رسول ﷺ

اگر رحمۃ للعالمین ﷺ کے لقب سے ملقب نہ ہوتو پھران جملہ صفات کے جامع کا اور کیا نام ہوگا؟

ہاں رحمۃ للعالمین ﷺ تو وہی ہے جس نے ملکوں کی دوری، اقوام کی بیگانگی، رنگتوں کا اختلاف، زبانوں کا تباین دور کر کے سب کے دلوں میں ایک ہی ولولہ، سب کے دماغوں میں ایک ہی تصور، سب کی زبانوں پر ایک ہی کلمہ جاری کر دیا ہو۔

ہاں رحمۃ للعالمین ﷺ تو وہی ہے، جو یہودیوں کی طرح نذرومنت کی قبولیت کے واسطے نبی لاوی کا واسطہ ضروری نہیں ٹھہراتا۔

- ☐ جو کیتھولکوں (Catholic) کی طرح آسمان کی کنجیاں شخص واحد کے ہاتھ میں سپرد نہیں کر دیتا۔
- ☐ جو، روح کی سرگ یا نرگ میں دھکیل دینے کی طاقت صرف برہموں ہی کو عطا نہیں کرتا۔
- ☐ جو خاص رقبہ کے باشندوں کو آسمانی بادشاہت کے فرزند نہیں ٹھہراتا۔
- ☐ جو نسل واحد کے افراد ہی کو اللہ کی برگزیدہ قوم نہیں قرار دیتا۔
- ☐ جو یہودیوں، عیسائیوں، زرتشتیوں، برہموں، جینیوں اور لاماؤں کی طرح اپنے سوا باقی سب پر رحمت وافضال کے بھرپور خزانے بند نہیں کرتا۔

ہاں رحمۃ للعالمین ﷺ تو وہی ہے جو بندہ کو اللہ کی حضوری تک لے جاتا ہے اور اسے ﴿اُدْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ﴾ [المومن :60] کی قدسی آواز سے آشنا بناتا ہے اور خدا و بندہ کے درمیان کسی تیسرے کے لیے کوئی رخنہ باقی نہیں چھوڑتا۔

ہاں رحمۃ للعالمین ﷺ تو وہی ہے جس کے دربار میں:

عداس نینوائی رضی اللہ عنہ	بلال حبشی رضی اللہ عنہ	سلمان فارسی رضی اللہ عنہ
صہیب رومی رضی اللہ عنہ	ضماد ازدی رضی اللہ عنہ	طفیل دوسی رضی اللہ عنہ
ذوالکلاع حمیری رضی اللہ عنہ	عدی طائی رضی اللہ عنہ	اثامہ نجدی رضی اللہ عنہ
ابوسفیان اموی رضی اللہ عنہ	ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ	ابوعامر اشعری رضی اللہ عنہ
کرز فہری رضی اللہ عنہ	ابوحارث مصطلقی رضی اللہ عنہ	سراقہ مدلجی رضی اللہ عنہ

پہلو بہ پہلو بیٹھے نظر آتے ہیں، اتنی قوموں اور اتنے مختلف الدعاوی سرداروں کا مجمع کسی اور جگہ بھی نظر آتا ہے؟

یہاں ہر شخص اپنے اپنے ملک اور اپنی قوم کا حق وکالت ادا کر رہا ہے اور ہر شخص اپنے اپنے دامان دل کی وسعت کے موافق پھولوں سے جھولیاں بھر رہا ہے اور اپنے اپنے ملک کے مشام جان کو ان سے معطر کر رہا ہے۔

ہاں رحمۃ للعالمین ﷺ وہی ہے، جس کے دربار میں عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ بھی موجود ہے جو کعبہ کا کلید بردار ہونے سے حجازی قوموں میں اسی اعزاز کا مالک سمجھا جاتا تھا۔ جو عزت کلیسائے روما کے مسند نشین کو آسمان کے کلید بردار ہونے کی حیثیت سے حاصل ہے۔

اسی کے دربار میں عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ بھی موجود ہے، نسب عالی کے سلسلہ کو دیکھو تو یوسف بن یعقوب بن اسحٰق بن ابراہیم علیہم السلام تک منتہی ہوتا ہے۔ قومی وجاہت پر نظر کرو تو یہودان بنوقریظہ بنوقینقاع و بنونضیر وخیبر وفدک کا بچہ بچہ انھیں خیرنا وابن خیرنا کہہ کر یاد کرتا ہے۔ فضیلت علمی اور امامت قوم کی بزرگی کا اندازہ کرنا ہو تو سن لو کہ ربیّون اور احبار تک سیدنا وابن سیدنا کہہ کر ان کو مخاطب کرتے ہیں۔ یہی بزرگوار دربار محمدی ﷺ کے صف نعال میں جا گزیں ہے۔ اور دل ہی دل میں یہ کہہ کر خوش ہو رہا ہے

ع تیری مجلس میں جہاں بیٹھ گئے بیٹھ گئے

اسی دربار میں صرمہ ابن انس رضی اللہ عنہ بھی حاضر ہے۔ صحف انبیاء کا عالم ہے۔ شام اور یوروشلم کے متواتر سفر کر چکا ہے توراۃ و انجیل کو قدیم زبانوں میں پڑھا ہے۔ دربار ہرقل میں اس کی بڑی تعظیم کی جاتی ہے اور دربار حبش میں اس کی کرامتوں کا خوب چرچا ہے۔ عیسائیانِ حجاز کا گویا سب سے بڑا اسقف یہی ہے۔ اب وہی ﴿ مَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ ﴾ کو بار بار پڑھ رہا ہے اور توحید خالص کی لذت میں مستغرق ہے۔

اسی دربار میں سلمان رضی اللہ عنہ بھی موجود ہے۔ فارس کے بڑے زمیندار کا اکلوتا بیٹا جو زرتشتی مذہب کو چھوڑ کر کاتھولکی عیسائی بنا، پھر اطمینان قلب نہ پا کر دین حقہ کی طلب میں ایران سے شام، شام سے عراق، عراق سے حجاز پہنچا تھا۔ اب تو دل وجان کو حضور ﷺ کے قدموں کا فرش بنا چکا ہے۔ کوئی شخص اگر ان سے باپ دادا کا نام پوچھتا ہے تو فرما دیتے ہیں، سلمان بن اسلام بن اسلام سبعین مرۃ اسی طرح ستر (70) بار کہتے چلے جاؤ۔

اسی دربار میں خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بھی حاضر ہے۔ بت پرستی کی تائید اور بتوں کی حمایت میں شجاعت ومردانگی کے جوہر دکھا چکا ہے۔ احد میں اسلامی لشکر کو فاش شکست دے چکا ہے۔ نتیجہ یہ ہونا چاہیے کہ فتح کا غرور اور غلبہ کا سرور اس کے ازدیاد غفلت اور ترقی رعونت کا سبب بن جائے، لیکن رحمت عالم کی خاکساری نے اس فاتح کے دل کو بھی فتح کر لیا ہے، وہ خود ہی کھچا کھچا آتا ہے اور لات وعزیٰ کے توڑنے کی خدمت حاصل کرنے کی التجا کر رہا ہے۔

اسی دربار میں شاہ حبش کا عریضہ پیش ہو رہا ہے، جو سلطنت چھوڑنے اور حاضر خدمت ہو جانے کی اجازت کا خواست گار ہے۔

اسی دربار میں ذوالبجادین رضی اللہ عنہ موجود ہے جو گھر بار، اہل وعیال چھوڑ کر آیا ہے۔ کمبل کا تہبند کمبل کا کرتہ جس پر ببول کے کانٹوں سے بخیہ گری کی ہے، زیب تن ہے۔ فرط شوق اور جوش انبساط سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ آج شاہ کج کلاہ سے اپنے آپ کو برتر سمجھ رہا ہے۔

ہاں رحمۃ للعالمین ﷺ وہی ہے جو یہودیوں جیسی مخذول ومقہور قوم کے ساتھ ان الفاظ میں معاہدہ کرتا ہے۔

1. إِنَّ يَهُوْدَ بَنِي عَوْفٍ أُمَّةٌ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ

   یہود بھی مسلمانوں کی طرف ایک قوم سمجھی جائے گی۔

2. وَأَنَّ بَيْنَهُمُ النَّصْرُ عَلَى مَنْ حَارَبَ

   جو کوئی ان سے لڑے، مسلمان ان کو مدد دیں گے۔

3. اَنَّ بَیْنَھُمَ النَّصْحُ وَالنَّصِیْحَۃُ والبِرُّ دُوْنَ الْاِثْمِ
مسلمانوں اور یہودیوں کے تعلقات خیر اندیشی نفع رسانی نیکی کے ہوں گے۔

4. و اِنَّ بِطَانَۃَ یَھُوْدٍ کَاَنْفُسِھِمْ
یہودیوں کے حلیف بھی اس معاہدہ میں اس کے ساتھ شامل ہیں۔

5. وَاَنَّ النَّصْرَ لِلْمَظْلُوْمِ [1]
مظلوم کی ہمیشہ مدد کی جائے گی۔

رحمۃ للعالمین ﷺ وہی ہے، جو خراج گزار اور مفتوح عیسائیوں کے ساتھ ان الفاظ میں معاہدہ کرتا ہے۔

1. لِنَجْرَانَ جِوَارُ اللّٰہِ وَ ذِمَّۃُ مُحَمَّدِ النَّبِیِّ عَلٰی اَنْفُسِھِمْ وَ مِلَّتِھِمْ وَ اَرْضِھِمْ وَاَمْوَالِھِمْ وَغَائِبِھِمْ وَ شَاھِدِھِمْ وَعَشِیْرَتِھِمْ وَتَبَعِھِمْ.

اہل نجران کو اللہ عزوجل کی حفاظت اور محمد رسول اللہ (ﷺ) کی ذمہ داری حاصل ہوگی۔ ان کی جان اور مذہب اور ملک اور اموال کے متعلق تمام موجودہ اشخاص اور غیر موجودہ اور ان کی قوم اور ان کی پیرو اسی ذمہ داری میں شامل ہوں گے۔

2. وَاَنَّ لَا یُغَیَّرُوا لِمَا کَانُوْا عَلَیْہِ. ''ان کی موجودہ حالت تبدیل نہیں کی جائے گی۔''

3. وَ لَا یُغَیَّرُ حَقٌّ مِنْ حُقُوْقِھِمْ ''ان کے حقوق میں سے کوئی حق بدلا نہ جائے گا۔''

4. وَلَا یُغَیَّرُ کُلَّمَا تَحْتَ اَیْدِیْھِمْ مِنْ قَلِیْلٍ اَوْ کَثِیْرٍ [2] ''اور جو کچھ تھوڑا بہت ان کے قبضہ میں ہے، اس میں کوئی تغیر نہ کیا جائے گا۔''

رحمۃ للعالمین ﷺ وہ ہے جو کافروں کو بھی بہ آواز بلند سناتا ہے:

﴿لَکُمْ دِیْنُکُمْ وَلِیَ دِیْنِ﴾ ''تمہارے لیے تمہارا دین اور میرے لیے میرا دین۔''

رحمۃ للعالمین ﷺ وہ ہے جو دین اور مذہب کے متعلق کل دنیا کو یہ اصول سکھاتا ہے:

﴿لَآ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ قَدْ تَّبَیَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَیِّ﴾ [البقرۃ:256]

''دین کے معاملہ میں کسی پر بوجھ نہیں ہے۔ تحقیق ہدایت اور گمراہی میں ظاہر و باہر امتیاز ہو گیا ہے۔''

پھر اسی سلسلہ میں اپنی حیثیت کو کھلے لفظوں میں ظاہر کرتا ہے۔

﴿وَ مَا عَلَی الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ﴾ [النور:54]

رسول کا کام لوگوں کو احکام الٰہی کا سنا دینا ہے اور بس۔

رحمۃ لعالمین ﷺ وہی ہے جو تمام عالم سے نیکی اور عمدہ سلوک کی تعلیم اس طرح پر دیتا ہے:

﴿لَا یَنْھٰکُمُ اللّٰہُ عَنِ الَّذِیْنَ لَمْ یُقَاتِلُوْکُمْ فِی الدِّیْنِ وَ لَمْ یُخْرِجُوْکُمْ مِّنْ دِیَارِکُمْ اَنْ تَبَرُّوْھُمْ وَ تُقْسِطُوْٓا اِلَیْھِمْ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ﴾ [الممتحنۃ:8]

''اللہ تم کو لوگوں کے ساتھ نیکی اور اچھا سلوک کرنے سے نہیں روکتا، بلکہ اللہ تو ایسے کام کرنے والوں سے محبت کرتا ہے،

---

[1] سیرت ابن ہشام: 114/1
[2] فتوح البلدان بلاذری

لیکن یہ لوگ ایسے ہوں کہ انھوں نے دین کے لیے تم سے جنگ نہ کی ہو اور دین کے لیے تم کو وطن سے نہ نکالا ہو۔‘‘

رحمۃ للعالمین ﷺ کا اسوہ ہی ہے جو دشمنوں کے ساتھ برتاؤ کے طریق کی اسی طرح تعلیم دیتا ہے:

﴿ اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَكَ وَ بَیْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ ﴾ [حم سجدہ:34]

’’بدی کا بدلہ نیکی سے دو۔ پھر جس شخص کے ساتھ تمھاری عداوت ہے، وہ تمھارا گرم جوش حامی بن جائے گا۔‘‘

رحمۃ للعالمین ﷺ کا اسوہ وہ ہے جو اخوت و محبت کا نام نعمت الٰہی رکھتا ہے اور فرماتا ہے:

﴿فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖۤ اِخْوَانًا﴾ [آل عمران:103] ’’اور تم اللہ کی نعمت سے بھائی بھائی بن گئے ہو۔‘‘

رحمۃ للعالمین ﷺ کا اسوہ وہ ہے جو معاملات انصاف میں عداوت و نفرت کے تاثرات سے ہم کو علیحدہ رہنے کا حکم دیتا ہے اور خالص انصاف کرنے کا حکم دیتا ہے:

﴿وَ لَا یَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰۤى اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا قف هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى وَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ﴾ [المائدۃ:8]

’’کسی قوم سے مخالفت کا ہونا تمھیں انصاف نہ کرنے کی طرف کھینچ نہ لے جائے، انصاف ہی کرو۔ یہی حق شناسی سے قریب تر ہے اور تقویٰ اختیار کرو تم جو کچھ کرتے ہو اللہ خوب جانتا ہے۔‘‘

فرمایا:

﴿ وَلَا یَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ اَنْ صَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اَنْ تَعْتَدُوْا وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاتَّقُوا اللّٰهَ﴾ [المائدہ:2]

’’قوم کی یہ مخالفت کہ انھوں نے تم کو مسجد الحرام سے روک دیا تھا تم کو ادھر نہ لے جائے کہ تم ان پر زیادتی کرنے لگو، تم تو نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں ان کی مدد کرو اور گناہ اور سرکشی کے کاموں میں ان کا ساتھ نہ دو، اللہ سے ڈرتے رہو۔‘‘

رحمۃ للعالمین ﷺ کا اسوہ ہی ہے، جو شہادت واقعہ کے بعد لوگوں کو اسی طرح تیار کرتا ہے:

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِیْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ﴾ [المائدہ:8]

’’اے ایمان والو! اللہ کے لیے کھڑے ہو جاؤ اور انصاف کے ساتھ شہادت دیا کرو۔‘‘

انصاف کا وجود شہادت ہی پر قائم ہے، اس لیے شہادت کی بابت پھر ان الفاظ میں تعلیم دی گئی ہے۔

﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِیْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَ لَوْ عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَیْنِ وَ الْاَقْرَبِیْنَ اِنْ یَّكُنْ غَنِیًّا اَوْ فَقِیْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰۤى اَنْ تَعْدِلُوْا وَ اِنْ تَلْوٗۤا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرًا﴾ [النسآء:135]

’’اے ایمان والو! انصاف کے ساتھ قیام کرنے والے اور اللہ کے لیے گواہی دینے والے بن جاؤ۔ خواہ تمھاری گواہی خود تمھارے خلاف یا تمھارے والدین کے خلاف یا اقرباء کے خلاف ہو (امیر ہو یا غریب کہ رعایت یا رحم کے خیالات تمھیں آتے ہوں) مگر یہ یاد رکھو کہ اللہ ان دونوں سے بڑھ کر ہے۔ دیکھو ایسا نہ کرنا کہ سچی شہادت سے عدولی

کر دیا دبی زبان سے کوئی بات کہو گواہی سے نکل ہی جاؤ۔ یہ باتیں تو خواہش نفس پر چلنے کی ہیں اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ خوب جانتا ہے۔''

ہاں رحمۃ للعالمین ﷺ وہی ہے، جو ہر انسان کو اس کی بیوی کے متعلق یہ تعلیم دیتا ہے:

﴿ وَ مِنْ اٰيٰتِهٖۤ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْۤا اِلَيْهَا وَ جَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّ رَحْمَةً اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ﴾ [الروم:21]

''اللہ کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ اس نے تمھاری بیویوں کو تمھاری جنس کا بنا دیا تاکہ تم ان سے تسلی پاؤ، پھر تمھارے درمیان محبت اور پیار قائم کر دیا۔ سوچنے والوں کے لیے اس کے اندر بہت سے نشان ہیں۔''

رحمۃ للعالمین ﷺ وہی ہے، جس نے شوہر بیوی کے رشتہ کو اتنا پاک ٹھہرایا کہ بہشت میں جاتے وقت بھی اس جوڑے کو ایک دوسرے سے الگ نہ کیا، بلکہ یوں خبر دی۔

﴿ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ اَنْتُمْ وَ اَزْوَاجُكُمْ تُحْبَرُوْنَ﴾ [الزخرف:70]

''تم اور تمھاری بیویاں شادی ونشاط اور نعمت وشادمانی کے ساتھ جنت میں چلے جاؤ۔''

رحمۃ للعالمین ﷺ وہی ہے جو شوہر اور بیوی کے حقوق کی بابت یہ فیصلہ سناتا ہے

﴿ وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ﴾ [البقرۃ:228]

''عورتوں کے حق شوہروں پر ویسے ہی ہیں جیسے شوہروں کے حق عورتوں پر۔''

پھر فوقیت (Seniority) کے متعلق یہ تعلیم دیتا ہے۔

﴿ اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّ بِمَاۤ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ﴾ [النساء:34]

''مرد غالب ہیں، عورتوں پر بہ وجہ اس فضیلت کے جو اللہ نے (پیدائش سے) ایک کو دوسرے پر دی ہے اور اس وجہ سے کہ مرد اپنا مال عورتوں پر صرف کرتے ہیں۔''

ہاں رحمۃ للعالمین ﷺ وہی ہے جو ایک انسان کی جان کی قدر وقیمت ان الفاظ میں ظاہر فرماتا ہے:

﴿ مَنْ قَتَلَ نَفْسًۢا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا وَ مَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَاۤ اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا﴾ [المائدہ:32]

''اگر کسی شخص نے ایک انسان کو بھی قتل کر دیا (واجب القصاص اور مجرم اس سے الگ ہیں) گویا اس نے تمام انسانوں کو قتل کر دیا اور جس نے ایک شخص کی جان بچائی گویا اس نے تمام انسانوں کی جان بچائی۔''

رحمۃ للعالمین ﷺ وہ ہے جو خونخوار لڑائیوں کو بند کرتا، حکمرانی کی آرزو یا توسیع ملک کی تمنا یا غلبہ قوت کے اظہار یا جوشِ انتقام کے وفور کے اصول پر لڑائی کرنے کو قطعاً ممنوع ٹھہراتا ہے۔ وہ جنگ کو صرف مظلوم کی امداد کا آخری ذریعہ، عاجزوں، درماندوں، عورتوں، بچوں کو ظالموں کے ہاتھ سے چھڑانے کا وسیلہ مذاہب مختلفہ اور ادیان متعددہ میں عدل وتوازن قائم کرنے کا آخری حیلہ بتاتا ہے۔ دنیا کا رحم دل سے رحم دل شخص بھی ان اصولوں کے لیے لڑائی کی ضرورت سے انکار نہیں کر سکتا اور معمولی سمجھ کا انسان بھی ایسی لڑائی کو

سراپا رحمت کہنے میں ذرا تامل نہیں کر سکتا۔ اب اصول بالا پر رحمۃ للعالمین ﷺ کے بتائے ہوئے احکام کو سنو۔

1 ﴿ اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا وَ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی نَصْرِهِمْ لَقَدِیْرُ ۙ الَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ بِغَیْرِ حَقٍّ اِلَّاۤ اَنْ یَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ وَ لَوْ لَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَ بِیَعٌ وَّ صَلَوٰتٌ وَّ مَسٰجِدُ یُذْكَرُ فِیْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِیْرًا ﴾ [الحج:39-40]

”جن مسلمانوں سے قتال ہوا، ان کو جنگ کی اجازت دی گئی ہے، کیوں کہ وہ مظلوم تھے اور اللہ ان کی نصرت پر قدرت رکھتا ہے۔ یہ لوگ ہیں جو اپنے گھروں سے بلا کسی وجہ کے نکالے گئے ہیں۔ صرف اس لیے کہ انھوں نے اللہ کو اپنا پروردگار مان لیا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ (یہ اجازت دے کر) بعض لوگوں (دشمنوں) کو بعض لوگوں (مسلمانوں) کے ذریعہ سے روک نہ دیتا تب عیسائیوں کے گرجے، یہودیوں کے معبد، پارسیوں کے مندر مسلمانوں کی مسجدیں (جن میں اللہ کا نام بہت لیا جاتا ہے) ضرور گرائی جاتیں۔“

2 ﴿ وَ مَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ الْمُسْتَضْعَفِیْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَ النِّسَآءِ وَ الْوِلْدَانِ الَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَاۤ اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْیَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا ﴾ [النساء:75]

”تم اللہ کی راہ میں اور ضعیف مردوں اور عورتوں اور بچوں کے بچاؤ کے لیے کیوں جنگ نہیں کرتے، حالانکہ وہ دعائیں کر رہے ہیں کہ بار الٰہ، ہم کو اس بستی سے نکال جہاں کے باشندے بڑے ظالم ہیں۔“

ان احکام سے واضح ہے کہ اسلام میں جنگ کو اختیار کیا گیا ہے تو نہ ملک گیری کے لیے، نہ ہوس حکمرانی کے لیے، بلکہ ضعیفوں، عورتوں، بچوں کو ظالموں کے پنجہ سے رہائی دینے کے لیے جنگ کو اختیار کیا گیا تھا۔ نہ تلوار کا خوف دلا کر کلمہ اسلام پڑھوانے کے لیے، بلکہ یہودیوں، عیسائیوں، ترساؤں کے معابد کو حفاظت وحمایت میں مثل مساجد لے کر ان سب کو انہدام سے بچانے کے لیے۔

کیا کسی اور مذہب کی پاک ترین کتاب سے بھی یہ بیان مل سکتا ہے کہ ادیان مختلفہ کے بچاؤ اور ان کی عبادت گاہوں کے قیام کے واسطے کسی قوم نے جنگ کی ہو، اگر نہیں اور ہم کو وثوق کے ساتھ یقین ہے کہ ہرگز نہیں تو سب کو اقرار کرنا پڑے گا کہ یہ رحمۃ للعالمین ﷺ ہی کی رحمت قلبی کا نتیجہ ہے کہ جنگ کا مقصد ایسا مقدس بنایا، جس سے آج دنیا کا کوئی مذہب انکار نہیں کر سکتا۔

ایسی ضروری جنگ کے لیے رحمۃ للعالمین ﷺ یہ بھی ضروری ٹھہراتے ہیں کہ الٹی میٹم ایک لمبے وقت کا دیا جائے تاکہ اس عرصہ میں باہمی سمجھوتے کی ایسی صورتیں نکل آئیں، جن سے جنگ ٹل بھی جائے۔

قرآن مجید میں ہے:

﴿ فَسِیْحُوْا فِی الْاَرْضِ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ ﴾ [التوبہ:2]

”یعنی تم کو چار ماہ کی مہلت ہے۔“

جنگ میں اتنی مہلت کا دیا جانا ہی رحمت ہے، لیکن جنگ شروع ہو جانے کے بعد مستثنیات کا خاص طور پر ذکر ہے۔

1 ﴿ اِلَّا الَّذِیْنَ یَصِلُوْنَ اِلٰی قَوْمٍۭ بَیْنَكُمْ وَ بَیْنَهُمْ مِّیْثَاقٌ ﴾ [النساء:90]

”جو لوگ ایسی قوم سے تعلق رکھتے ہوں جن سے تمھارا عہد ہے۔“

② ﴿ اَوْجَآءُوْكُمْ حَصِرَتْ صُدُوْرُهُمْ اَنْ يُّقَاتِلُوْا قَوْمَهُمْ﴾ [النساء:90]

''یا وہ جو حاضر ہو کر ظاہر کر دیں کہ وہ تم سے یا اپنی قوم سے جنگ کرنے میں رک گئے۔''

تو وہ جنگ سے مستثنیٰ ہوں گے۔ چنانچہ صاف لفظوں میں فرمایا۔

﴿ فَاِنِ اعْتَزَلُوْكُمْ فَلَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ وَاَلْقَوْا اِلَيْكُمُ السَّلَمَ فَمَا جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ عَلَيْهِمْ سَبِيْلًا ﴾ [النساء:90]

''پھر اگر یہ لوگ علیحدہ ہو جائیں اور تم سے جنگ نہ کریں اور تم سے صلح کی درخواست کریں تب اللہ نے تم کو ان پر کوئی راہ نہیں دی۔''

خیال کرو یہ احکام کس طرح ظاہر کرتے ہیں کہ اس جنگ کا مقصد دین کو بجبر قبول کرانے کا ہرگز نہیں۔

غور کرو کہ ایک معاہد قوم کا وجود بھی تم کو نظر آئے گا جو مسلمان نہیں، اگر مسلمان ہوتے تو ان سے مسلمانوں کا تعلق ﴿ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ ﴾ [النساء:90] ہی کا نہ ہوتا، بلکہ وہ تو ﴿ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ ﴾ [التوبہ:11] کے درجے میں ہوتے۔

پھر اس معاہد قوم کی بھی اتنی عزت ہے کہ اگر فریق جنگ میں سے کوئی شخص اس کے پاس چلا جائے تو وہ بھی فریق جنگ کے حکم سے نکل جائے گا۔

پھر وہ شخص بھی جنگ سے مستثنیٰ ہو جائے گا جو مسلمانوں سے یہ عہد کرے کہ وہ نیوٹرل (Neutral) (غیر جانب دار) رہے گا۔ نہ مسلمانوں کا طرف دار ہوگا، نہ ان کے مخالفین کا۔ دیکھو اگر جنگ کی بنیاد مذہب کا بہ جبر قبول کرانا ہوتا تو ان غیر مذاہب والوں کے لیے یہ ضوابط کبھی نہ ہوتے۔

ہاں! رحمۃ للعالمین ﷺ وہ ہے جو انسانوں کو اخلاقِ فاضلہ اور فضائلِ محمودہ اور محاسنِ جمیلہ اور صفاتِ کاملہ کی تعلیم دیتا ہے۔

ماں باپ کی بابت سکھایا:

﴿ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ﴾ [بنی اسرائیل:24]

''ان کے لیے نرمی والے بازوؤں کو زمین پر بچھا دے اور دعا بھی کیا کر کہ اے رب کریم! ان پر رحم کر جیسا کہ انھوں نے مجھے بچپن میں پالا ہے۔''

اس حکم میں فرمانبرداری، اطاعت و خدمت گزاری کا بھی حکم دیا اور یہ بھی بتایا کہ ماں باپ کے لیے دعا کرنا بھی ضروری ہے کیوں کہ جس طرح بچہ ماں باپ کی تربیت کا محتاج ہے اس طرح ہر انسان اللہ کے رحم کا محتاج ہے۔

قصور والوں کی معافی کے متعلق فرمایا گیا ہے۔

﴿ وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا ۭ اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ ﴾ [النور:22]

''چاہیے کہ تم معافی دیا کرو اور درگزر کیا کرو، کیا تم یہ پسند نہیں کرتے ہو کہ اللہ تم کو معاف کر دے۔''

معافی دینا انسان کو ذرا مشکل اور شاق گزرتا ہے، اس لیے اسے سمجھایا گیا ہے کہ جب انسان اللہ تعالیٰ سے معافی کا خواستگار ہے تو کیا وجہ ہے کہ وہ خود معافی دینے کو پسند نہیں کرتا۔ گویا یہ اصول بتایا۔ معاف کرو تم کو بھی معاف کیا جائے گا۔

زنا کی برائی کے متعلق بھی استدلال کا ایسا ہی طریق اختیار کیا گیا ہے

﴿ وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ۭ وَسَاۗءَ سَبِيْلًا ﴾ [الاسراء:32]

''زنا کے قریب بھی نہ جاؤ۔ یہ تو بے حیائی اور برا راستہ ہے۔''

برے راستہ کے لفظ پر غور کرنا چاہیے۔

ایک عیاش مزاج شاید اپنی شوریدگی طبع کی حالت میں زنا کو کچھ معیوب نہ سمجھتا ہو مگر اسے غور کرنا چاہیے کہ کسی کی بہو بیٹی کو اپنے بستر پر بلانا تو اسے ناگوار نہیں گزرتا لیکن کیا اسے یہ بھی ناگوار نہیں ہے کہ اسکی بیٹی، بہو غیر کے بستر پر جائے۔ اس کی غیرت اسے پسند نہیں کرتی تو اسے سمجھ لینا چاہیے کہ وہ شخص خود اپنے طرز عمل سے ایسی ہی برائیوں کا راستہ بنا رہا ہے؟ یہ راستہ سب سے پہلے اس کے گھر تک سیدھی سڑک بن جائے گا۔

رحمۃ للعالمین ﷺ وہ ہے جس نے شراب اور جوئے کی حرمت کا حکم تمام عالم کو سنایا۔ شراب کو "رجس" اور "عمل شیطان" اور بنائے عداوت وسبب بغض وسرمایہ غفلت اور اللہ تعالیٰ سے دوری کا ذریعہ بتایا۔ یہ فیصلہ اس زمانہ کا ہے جب تمام دنیا شراب پر لٹو تھی۔ جب بزرگوار Saint Pal کی ہدایت کے پابند سادہ پانی پینے کو معیوب سمجھتے تھے۔ جب ایران شراب کے پیالہ کو جام جم سمجھتا تھا۔ جب ہندوستان دیوتاؤں اور ٹھاکروں کے تقرب کے لیے اس کا استعمال ضروری سمجھتا تھا۔ جب بہت سے مراسم دینی ودنیوی کی تکمیل شراب کے بغیر نہیں ہو سکتی تھی۔ جب عرب کے کسی شاعر وزبان آور کا کلام اس کی توصیف سے خالی نہ ہوتا تھا۔ اسلام کے اس حکم کا تیرہ سو (1300) برس تک دنیا نے مقابلہ جاری رکھا تھا۔ لیکن یورپ کی جنگ عظیم (از 14 تا 1918ء) نے اس حکم کی اصلیت کو منکشف کر دیا۔

شاہ برطانیہ جارج پنجم نے ترک مے نوشی میں اول قوم کو خود نمونہ بن کر دکھایا۔ پھر روس وانگلستان وفرانس میں ایک حد تک اس پر عمل کیا گیا۔ امریکہ نے شراب تیار نہ کرنے کا عزم ظاہر کیا۔ فی الواقع ترک شراب ایک رحمت ہے۔

اور جس وجود پاک نے سب سے پہلے دنیا کو اس مسئلہ کی ہدایت کی وہ رحمۃ للعالمین ﷺ ہے۔ ایسے احکام قرآن مجید اور حدیث پاک سے سینکڑوں کی تعداد میں شمار کیے جا سکتے ہیں

قارئین غور سے معلوم کریں گے کہ ہم نے اس مضمون میں جن مسائل کا ذکر کیا ہے، یہ خالص ایسے مسائل ہیں کہ مسلم وغیر مسلم ہر دو مساوی طور پر ان سے مستفید ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ مستفید ہو رہے ہیں۔ ان مسائل کے ترک کر دینے کے بعد تمدن کے قیام اور شائستگی کے وجود کی بقا ہی نہیں رہ سکتی۔ اس لیے دنیا کو ماننا پڑے گا کہ نبی ﷺ فی الواقع رحمۃ للعالمین ﷺ تھے۔

البتہ اہل اسلام کے ساتھ نبی ﷺ کو التفات خاص ہے اور یہ لوگ اس آفتاب حقیقت سے زیادہ تر منور ہونے کی سعی کیا کرتے ہیں۔ اس لیے رب العالمین نے حضور ﷺ کی صفت میں فرمایا۔

﴿ بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ﴾ [التوبہ: 128]

دیکھو رحمت کے ساتھ یہاں رافت کا اضافہ ہو گیا ہے۔ مبارک ہیں وہ لوگ جو نبی ﷺ کی رحمت ورافت سے استفاضہ کرتے ہیں۔



باب ہفتم 7

حُبُّ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

غزلیات وابیات کے شیدا لفظ ''عشق'' کا استعمال اکثر کیا کرتے ہیں۔ قرآن مجید اور احادیث پاک کے ماہرین سے یہ امر مخفی نہیں ہے کہ ہر دو کلام پاک میں لفظ عشق کا استعمال نہیں ہوا ہے۔ [1]

قاموس میں ہے: اَلْجُنُوْنُ فُنُوْنٌ وَالْعِشْقُ مِنْ فَنِّہٖ یَسْتَجْلِبُہُ الْمَرْءُ عَلٰی نَفْسِہٖ بِاِسْتِحْسَانِ بَعْضِ الصُّوَرِ وَالشَّمَآئِلِ یعنی جنون کی بہت سے اقسام میں سے عشق بھی جنون کی ایک قسم ہے۔ اس مرض کو انسان اپنے نفس پر بعض صورتوں یا خصلتوں کے اچھا سمجھ لینے سے خود وارد کر لیا کرتا ہے۔

پس جب عشق کے معنی قسمے از جنون ہوئے تو ضروری تھا کہ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کلام پاک میں اس لفظ کا استعمال نہ کیا جاتا اور اسے فضائل محمودہ یا محاسن جمیلہ سے شمار نہ کیا جاتا۔ بیشک قرآن حکیم اور احادیث رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں لفظ محبت کا استعمال ہوا ہے اور اس سے ثابت ہو گیا کہ محبت ہی صفت کمال انسانی ہے۔

محبت اور عشق میں یہ بھی فرق ہے کہ محبت روح کے میلان صحیحہ کا نام ہے اور عشق میں اس شرط کا پایا جانا ضروری نہیں۔ محبوب وہ ہے جو فی الواقع اپنے کمالات علیہ کی وجہ سے محبت کیے جانے کے شایاں ہو۔ معشوق وہ ہے جسے کسی نے اچھا سمجھ لیا ہو۔ محبوب' محبوب ہی ہے، خواہ کوئی محب پیدا ہو یا نہ ہو مگر معشوق معشوق نہیں جب تک کوئی اس کا عاشق موجود نہ ہو۔ غالباً مشہور مثل ''لیلیٰ را بہ چشم مجنون باید دید'' کے واضع نے انہی معانی کو ایک دوسرے اسلوب میں بیان کر دیا ہے۔

بعض نے محبت کے معنی شوق الی المحبوب بیان کیے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ محبت ایثار للمحبوب کا نام ہے۔

بعض نے کہا کہ محبت اسے کہتے ہیں کہ قلب کو مراد محبوب کا تابع بنا دیا جائے۔ میرے نزدیک یہ تعریف محبت تو وہی ہے جو ہم اوپر لکھ آئے ہیں اور یہ معانی تو صرف ثمرات محبت کو بیان کرتے ہیں۔

محبت روح انسانی کی وہ صفت نورانی ہے جو جسم انسانی میں آنے سے پیشتر بھی روح کے اندر پائی جاتی اور کارفرما تھی۔ حدیث شریف اَلْاَرْوَاحُ جُنُوْدٌ مُّجَنَّدَۃٌ الخ کی اسی معنی کی جانب اشارہ کرتی ہے۔

محبت کے مدارج محبوب کے مدارج پر منحصر ہوتے ہیں۔ محبوب جتنا زیادہ ارفع واعلیٰ ہوگا محبت کا درجہ بھی اسی قدر ارفع ودائمی ہوگا۔ محبت کو ذات وصفات محبوب سے جس قدر زیادہ عرفان ہوگا اسی قدر زیادہ استحکام سے اس کا اس کی جانب میلان ہوگا۔

﴿ یُحِبُّوْنَھُمْ کَحُبِّ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ ﴾ [البقرۃ165]

''مشرک لوگ شرکاء کے ساتھ اللہ کی محبت جیسی محبت کیا کرتے ہیں مگر جو ایمان والے ہیں ان کی محبتیں اللہ کے ساتھ

---

[1] ولا یحفظ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لفظ العشق فی الحدیث صحیح البتہ زاد المعاد ج2 ص 96 واضح ہو کہ حدیث من عشق فعف فمات فھو شھید او حدیث من عشق و کتم وعف وصبرا الخ ہر دو صحیح نہیں۔ ابن جوزی رحمہ اللہ نے موضوعات میں ان کا ذکر کیا ہے۔ ان کا راوی صرف سوید بن سعید ہے۔ اور ائمہ حدیث نے اس کی نسبت سخت ترین الفاظ استعمال کیے ہیں۔

بہت زیادہ بڑھی ہوئی ہیں۔"

یہ یاد رکھنا چاہیے کہ سیرت النبی ﷺ کے لکھنے کا مقصد اس خاکسار کا بلکہ جملہ علمائے کبار کا یہی ہے اور یہی ہونا چاہیے کہ نبی کریم ﷺ کے وجود باجود کے متعلق پڑھنے والے کے قلوب کو ایمان' فواد کو ایقان' روح کو راحت اور صدر کو انشراح حاصل ہو جائے اور محبت کا وہ پاک چشمہ جو خس و خاشاک علائق سے دب گیا تھا یا سنگلاخ جہل میں رک گیا تھا پھر فوارہ وار اسی بلندی تک موجزن ہو جائے جس بلندی سے چلا تھا۔

محبت ہی یاس کو دھکیل دینے والی اور مصائب کو کشادہ پیشانی کے ساتھ جھیل لینے والی ہے۔ محبت ہی دل کی زندگی اور زندگی کی کامیابی ہے۔ محبت ہی کامیابی کو دوام و بقا کا تاج پہناتی اور پھر اس بقا کو تخت ارتقاء پر بٹھاتی ہے۔

محبت ہی ہے جس کی صفت میں حبیب اللہ ﷺ نے فرما دیا ہے:

اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ [1]

ہر شخص کا حشر اس کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت کرتا ہے۔

ہم لکھ چکے ہیں کہ محبت کی بنیاد کسی کمال اصلی پر ہوتی ہے۔ سینکڑوں اشخاص حاتم طائی سے محبت رکھتے ہیں' اس لیے نہیں کہ انھیں اس کی جائداد سے کوئی پیسہ یا پائی ملی ہے' بلکہ اس لیے کہ ایسے اشخاص کو صفت جود و سخا سے محبت ہوتی ہے۔ سینکڑوں اشخاص نوشیرواں عادل سے محبت رکھتے ہیں' نہ اس لیے کہ ان کو کسی مظلمہ میں دادرسی یا کسی دعویٰ میں ڈگری اس کی داوری گاہ سے ملی ہو' بلکہ اس لیے کہ یہ لوگ صفت عدل اور داد کو محمود سمجھتے ہیں۔

سینکڑوں اشخاص رستم و اسفندیار کی داستان کو پورے جوش سے پڑھتے یا سرگرمی سے سنا کرتے ہیں۔ اس لیے نہیں کہ وہ بھی ان کی فتوحات میں حصہ دار ہیں، بلکہ اس لیے کہ صفت مردانگی و شجاعت سے ان کو محبت ہوتی ہے۔

بیسیوں اشخاص سقراط و افلاطون کے نام محبت اور پیار سے لیا کرتے ہیں، اس لیے نہیں کہ وہ بھی ان کے مدرسہ خاص میں جس کے دروازے عوام پر ہمیشہ بند رہتے تھے کچھ اسباق سن چکے ہیں بلکہ اس لیے کہ یہ لوگ علم و حکمت کے خود قدردان ہوتے ہیں۔

بیسیوں اشخاص شیکسپیئر (William Shakespeare)، ہومر (Homer)، فردوسی و سعدی، لبید و متنبی، بیاس اور والمیک کی فصاحت و بلاغت کے بیان میں اپنی تمام تر قوت گویائی کو صرف کر دیا کرتے ہیں، اس لیے نہیں کہ وہ بھی اس شہرت دہی کے اجارہ دار ہیں' بلکہ اس لیے کہ یہ لوگ راز فطرت انسانی کے مشتاق ہوتے ہیں اور ہر شخص کی مدح کو جو اس فن میں تکلم کرے' پسند کرتے ہیں۔

یہاں جس ہستی عزیز کی محبت کا مذکور ہے' اس کی شان بلند کا تعقل کرنے کے لیے خیال کرو۔

ایک آدم علیہ السلام	انابت الی اللہ کا راز آشکارا کرنے والا
ایک ادریس علیہ السلام	علوم اولین و آخریں کا درس دینے والا
ایک نوح علیہ السلام	اسرار و اعلان سے تبلیغ کرنے والا
ایک ابراہیم علیہ السلام	گنہگاروں کے لیے رب العزت سے درگزر اور رحمت کا سوال کرنے والا

[1] صحیح بخاری: 6169,6168، مسلم: 165، 2640، ترمذی: 2385، مسند حمیدی: 881، مسند بزار: 3696، مسند احمد: 200,104/3

ایک اسماعیل علیہ السلام	بیت اللہ کو معظم ٹھہرانے والا
ایک یعقوب علیہ السلام	رب قادر سے عہد باندھنے والا
ایک یوسف علیہ السلام	بدخواہ اور بداندیش پر ترحم کرنے والا
ایک موسیٰ علیہ السلام	قوم کو برگزیدہ بنانے والا
ایک ہارون علیہ السلام	امام فصیح
ایک یحییٰ علیہ السلام	مبلغ متواضع
ایک داؤد علیہ السلام	قوم کو اجتماعی قوت دینے والا
ایک سلیمان علیہ السلام	اللہ کے لیے پاک گھر بنانے والا

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى جَمِيْعِ اِخْوَانِهٖ مِنَ النَّبِيِّيْنَ وَالْمُرْسَلِيْنَ

ہاں! وہ جس کے منہ میں اللہ کا کلام ہونے کی خبر موسیٰ علیہ السلام نے دی۔

ہاں! وہ جسے عیسیٰ علیہ السلام نے روح الحق بتایا۔

ہاں! وہ جس کی ہیبت وجلال سے داؤد علیہ السلام نے دشمنوں کو مرعوب بتایا۔

ہاں! وہ جس کے حسن و جمال کا نشید سلیمان علیہ السلام نے مقدس میں گایا۔

وہ جس کی حمد سے حبقوق علیہ السلام نے عالم کو پرآوازہ کیا۔

وہ جس کے خیر مقدم کی تہنیت سے ملاکی علیہ السلام نے اللہ کے گھر کو جلال دیا۔

وہ جس کے لباس اور ران پر ''شہنشاہوں کا شہنشاہ، خداوندوں کا خداوند'' لکھا ہوا یوحنا نے پڑھا۔

وہ جس کے پیچھے آسمانی فوجوں کا چلنا صاحب مکاشفات نے مشاہدہ کیا۔

کیا کوئی صاحب بصر، صاحب دل!

ایسے محبوب، ایسے محمود، ایسے مصطفیٰ' ایسے محمد ﷺ پر دل و جان سے فدا نہ ہوگا؟ اور اس فدا ہونے والے کو اپنے لیے غایت شرف اور انتہائی کمال انسانیت نہیں سمجھے گا۔

یاد رکھو کہ آیت ذیل میں اسی راز کا انکشاف کیا گیا ہے۔

﴿ قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَ اَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَ اَمْوَالُ ِاقْتَرَفْتُمُوْهَا وَ تِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ﴾ [التوبہ:24]

''سب لوگوں کو سنا دے کہ اگر تم کو ماں باپ، بیٹے بیٹیاں، زن و شوہر، قوم وقبیلہ اور مال جو تم نے جمع کیا ہے اور تجارت جس کے خسارہ کا تم کو ڈر لگا رہتا ہے اور وہ محل جن میں بسنا تم کو اچھا معلوم ہوتا ہے وہ سب زیادہ پیارے ہیں اللہ اور رسول سے

اور راہِ حق میں جہاد کرنے سے تب تم منتظر رہو کہ اللہ تمہارے لیے اپنا کوئی حکم دے۔“

اس آیت میں جن جن شخصیتوں یا چیزوں کا ذکر کیا گیا ہے، ان کی محبت عام میلان انسانی کے موافق مسلمہ ہے اور اسی لیے رب العالمین نے جو ﴿ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ﴾ [الروم:30] کا مالک ہے ان سب کے ساتھ انسانی محبت کی نفی نہیں فرمائی اور نہی نہیں کی بلکہ تفریق درجات کے سبق کی تعلیم دی ہے ؎

گر فرق مراتب نہ کنی زندیقی!

یہی راز صحیحین میں اس حدیث پاک عن انس رضی اللہ عنہ میں کھولا گیا ہے۔

لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ۔ [1]

”کوئی شخص تم میں سے مومن نہیں بن سکتا جب تک اسے رسول اللہ کے ساتھ ماں باپ اولاد اور باقی سب اشخاص سے بڑھ کر محبت نہ ہو۔“

صحیح مسلم میں ہے:

لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ اَهْلِهٖ وَ مَالِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ [2]

”کوئی مومن نہیں بن سکتا جب تک میں اسے اس کو اہل و مال سے زیادہ محبوب نہیں ہوتا۔“

ہمارا اعتقاد ہے کہ نبی کریم ﷺ نہ صرف محبوب بلکہ حبیب ہیں یعنی حضور ﷺ کے وہ صفات عالیہ اور فضائل محکاثرہ اور محاسن جمیلہ اور نعوت رفیعہ جنھوں نے حضور ﷺ کو حبیب اللہ اور محبوب خلق اللہ بنا دیا ہے۔ ثبات و استقرار رکھتے اور دوام و بقا سے متمکن ہیں۔

میں چاہتا ہوں کہ نبی ﷺ کے محاسن اخلاق اور شرف افعال کے اول چند نمونے پیش کروں اور پھر دکھاؤں کہ ایسی صفات عالیہ کے مالک سے کون شخص محبت کرنا نہیں چاہتا۔

جود و سخا کا بیان

1 جنگ حنین میں چھ ہزار (6000) قیدی، چوبیس ہزار (24000) اونٹ، چار ہزار (4000) بکریاں، چار ہزار (4000) اوقیہ [3] (چھٹانک) چاندی غنیمت میں حاصل ہوئی تھی۔ نبی ﷺ نے ان میں سے ایک چیز کو بھی نہیں چھوا۔ گھر سے جس خیر و برکت کے ساتھ تشریف لائے تھے۔ اس طرح واپس گئے۔

2 حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

مَا تَرَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ دِيْنَارًا وَّ لَا دِرْهَمًا وَّلَا شَاةً وَّ لَا بَعِيْرًا وَّلَا اَوْصٰى بِشَيْءٍ [4]

”نبی ﷺ نے اپنی وفات کے بعد کوئی سکہ چاندی یا سونے کا بکری یا اونٹ دنیا میں نہیں چھوڑا اور نہ کسی شے کی بابت کوئی وصیت ہی فرمائی۔“

3 معلی بن زیاد نے حسن سے روایت کی ہے کہ نبی ﷺ کی خدمت میں ایک سوالی آیا فرمایا: بیٹھو، اللہ دے گا، پھر دوسرا آیا، پھر تیسرا

---

[1] بخاری: 15,14,13، مسلم: 169، نسائی: 5031، ابن ماجہ: 66 [2] بخاری: 15 مسلم: 168، نسائی: 5029,5028، ابن ماجہ: 67

[3] ایک اوقیہ میں چالیس (40) درہم ہوتے ہیں۔ (اسلامی اوزان ص: 84) [4] ابوداود: 2863، بیہقی: 2695، تمہید: 215، الشمائل للترمذی: 406۔

آیا۔ حضور ﷺ نے سب کو بٹھالیا۔ حضور ﷺ کے پاس دینے کو اس وقت کچھ نہ تھا۔ اتنے میں ایک شخص آیا اور اس نے چار اوقیہ چاندی حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کی۔ حضور ﷺ نے ایک ایک اوقیہ تو ان تینوں میں تقسیم کردیا اور ایک اوقیہ کی بابت پکار بھی دیا۔ مگر کوئی لینے والا نہ اٹھا۔ رات ہوئی تو حضور ﷺ نے وہ چاندی اپنے سرہانے رکھ لی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے دیکھا کہ حضور ﷺ کو نیند نہیں آتی۔ اٹھتے ہیں اور نماز پڑھنے لگتے ہیں۔ پھر ذرا لیٹ کر اٹھتے ہیں اور نماز پڑھنے لگ جاتے ہیں۔ ام المومنین رضی اللہ عنہا نے پوچھا: حضور ﷺ کو آج کچھ تکلیف ہے؟ فرمایا: نہیں۔ انھوں نے پوچھا: تب کوئی خاص حکم اللہ کا آیا ہے؟ جس کی وجہ سے یہ بے قراری ہے؟ فرمایا: نہیں۔ ام المومنین رضی اللہ عنہا نے کہا: پھر حضور ﷺ آرام کیوں نہیں فرماتے۔؟ اس وقت حضور ﷺ نے وہ چاندی نکال کر دکھائی۔ فرمایا: یہ ہے؟ جس نے مجھے بے قرار کر رکھا ہے۔ مجھے ڈر لگا کہ مبادا یہ میرے پاس ہی ہو اور میری موت آجائے۔ [1]

(4) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

مَنْ تَرَكَ دَيْنًا فَعَلَيَّ وَ مَنْ تَرَكَ مَالاً فَلِوَرَثَتِهِ۔ [2]

''جو مسلمان قرض چھوڑ مرے گا، میں اسے ادا کروں گا اور جو مسلمان ورثہ چھوڑ مریگا اسے اس کے وارث سنبھال لیں گے۔''

(5) جابر بن عبداللہ صحابی انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

مَاسُئِلَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا قَطُّ فَقَالَ لَا [3]

''نبی کریم ﷺ سے کبھی کسی چیز کا بھی سوال نہیں کیا گیا جس کے جواب میں حضور نے ''لا'' (نہیں) فرمایا ہو۔''

اس حدیث کا مفہوم کسی نے یوں ادا کیا ہے:

نرفت لا بہ زبان مبارکش ہرگز مگر بہ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ

ان روایتوں کو دیکھو اور ان کے معانی پر غور کرو، ثابت ہو جائے گا کہ نبی ﷺ فی الحقیقت اَجْوَدَ النَّاسِ بِالْخَيْرِ (نیکیوں میں سب سے زیادہ سخاوت والے) تھے۔

عدل وانصاف کا بیان

(1) نبی ﷺ کی اس صفت کا اعتراف اعدا بھی کرتے تھے۔ ربیع بن خثیم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بعثت سے پیشتر بھی لوگ اپنے مقدمات کو نبی ﷺ کے حضور میں فیصلہ کے لیے لایا کرتے تھے۔ [4]

(2) حجر اسود کے نصب کرنے میں جو جھگڑا قریش میں ہو گیا تھا، اس کا ذکر ''رحمۃ للعالمین'' جلد اول میں موجود ہے۔ قابل ذکر یہ ہے کہ قرارداد یہ تھی، جو کوئی شخص اب سب سے پہلے کعبہ میں آئے وہی حَکم قرار پائے۔ نبی ﷺ آنکلے، تو لوگوں کی خوشی و مسرت کی کوئی حد نہ تھی اور خوش ہو ہو کر پکارتے تھے:

هٰذَا مُحَمَّدٌ هٰذَا الْاَمِيْنُ قَدْ رَضِيْنَا بِهٖ۔ [5]

''لو، محمد ﷺ آگئے، ان کے فیصلہ پر تو ہم سب ہی خوش ہیں۔''

---

[1] اعلام النبوۃ ص:155 [2] ترمذی:2090، ابوداود:3343، نسائی:1962، احمد:330/3 [3] بخاری:6034، مسلم:2311
[4] شفا ص:95 [5] سیرت ابن ہشام:129/1، مستدرک حاکم:458/1

تیقن انصاف ہو تو ایسا ہو کہ فیصلہ سننے سے پیشتر ہی ہر مخالف اس فیصلہ پر رضامندی کا اظہار کرتا ہے۔

③ فاطمہ نامی مکہ کی ایک عورت چوری میں ماخوذ ہوئی، اسامہ بن زید ؓ نے جس سے حضور ﷺ نہایت محبت کیا کرتے تھے بھولے پن سے اس کی سفارش کر دی' ناخوش ہو گئے اور فرمایا کہ تم حدود الٰہی میں سفارش کرتے ہو دیکھو اگر میری بیٹی فاطمہ ؓ بھی ایسا کرتی تو میں وہی فیصلہ کرتا جو اس کے لیے کروں گا۔ ①

نجدت و شجاعت کا بیان

نجدت اس صفت کو کہتے ہیں کہ موت کے سامنے نظر آنے پر بھی اعتماد علی النفس قائم رہے۔ شجاعت قوت غضبیہ کے اس کمال کو کہتے ہیں جو انقیاد عقل سے حاصل ہوتا ہے۔ نبی ﷺ کے ان صفات کے متعلق بیسیوں روایات اور راویوں کے عینی مشاہدات موجود ہیں۔

حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے نام اور ان کی شجاعت کے بلند کارناموں سے کون ناواقف ہوگا، وہی فرماتے ہیں:

اِنَّا كُنَّا اِذَا حَمِيَ الْبَاْسُ وَاحْمَرَّتِ الْحَدَقُ اِتَّقَيْنَا بِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَمَا يَكُوْنُ اَحَدٌ اَقْرَبَنَا اِلَى الْعَدُوِّ مِنْهُ۔ ②

''جب گھمسان کا رن پڑتا اور لڑنے والوں کی آنکھوں میں خون اتر آتا ہے' اس وقت ہم نبی ﷺ کی اوٹ لیا کرتے تھے اور ہم میں سے سب سے آگے دشمن کی جانب نبی ﷺ ہی ہوتے تھے۔''

① جنگ حنین میں دشمنوں نے پہاڑ کے درہ میں بیٹھ کر تیروں کا ایسا مینہ برسایا کہ حضور ﷺ کی بارہ ہزار (12000) فوج کا منہ موڑ دیا۔ کسی نے اس واقعہ کے متعلق براء بن عازب ؓ سے پوچھا کہ کیا تم رسول اللہ ﷺ کو چھوڑ کر بھاگ گئے تھے۔

قَالَ نَعَمْ لٰكِنْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ لَمْ يَفِرَّ ثُمَّ قَالَ لَقَدْ رَاَيْتُهٗ عَلٰى بَغْلَتِهِ الْبَيْضَاءِ وَ اَبُوْسُفْيَانَ اٰخِذٌ بِلِجَامِهَا وَالنَّبِيُّ ﷺ يَقُوْلُ اَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ۔ ③

تو براء نے کہا: ہاں! مگر رسول اللہ ﷺ تو پھر بھی نہ بھاگے' میں نے دیکھا کہ حضور ﷺ اپنے سفید خچر پر چڑھے ہوئے ہیں۔ ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب ہاشمی ؓ نے لگام پکڑ رکھی ہے اور آپ فرما رہے ہیں انا النبی لا کذب۔

خچر پر سوار ہونا ہی ثبات و استقلال کی دلیل ہے۔ بھاگنے والا تو تیز گام گھوڑے کو پسند کیا کرتا ہے۔ سفید خچر کا انتخاب بھی مردانگی کی دلیل ہے، ورنہ لڑائی میں ایسے رنگ کا جانور پسند کیا جاتا ہے جو ذرا سی گرد و غبار میں چھپ جائے۔ فوج کی خاکی وردی کا مدعا بھی یہی ہے۔ بارہ ہزار (12000) فوج کے بھاگ جانے پر میدان میں کھڑے رہنا بھی کوہ تحمل ہی کا کام ہے۔ ایسے وقت میں خود بول بول کر اپنی شناخت دشمن کو کرانا اور اسی دعوے کو دہرانا جو حملہ آوروں کے کینہ و عداوت کا موجب تھا صرف قمر نبوت ﷺ ہی کا خاصہ نور پاشی ہے۔

اس واقعہ کے متعلق عباس ؓ عم النبی ﷺ کی روایت ہے۔

وَلَّى الْمُسْلِمُوْنَ مُدْبِرِيْنَ فَطَفِقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُرْكِضُ بَغْلَتَهٗ نَحْوَ الْكُفَّارِ وَ اَنَا اٰخِذٌ لِجَامِهَا اَكُفُّهَا اِرَادَةَ اَنْ لَا تُسْرِعَ وَ اَبُوْسُفْيَانَ اٰخِذٌ بِرِكَابِهٖ۔ ④

① بخاری:3475، مسلم:1688، ابوداؤد:4373، ترمذی:1430، ابن ماجہ:2547، دارمی:2302، احمد:62/2 ② مسلم:4616، اسد الغابہ:138/1

③ بخاری:4317، مسلم:4616,4615 ④ بخاری:4315، مسلم:4616,4612

مسلمان پیٹھ پھیر کر بھاگ گئے' اس وقت نبی ﷺ خچر کو ایڑ لگانے اور دشمن کی جانب بڑھانے لگے۔ میں نے لگام اور ابوسفیان نے رکاب پکڑ لی۔ اس ارادہ سے کہ حضور ﷺ کو آگے بڑھنے سے روک دیں۔

صحیح مسلم میں اسی واقعہ کے متعلق پھر یہ الفاظ ہیں۔

نَزَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَغْلَتَهٗ۔ [1]

نبی ﷺ اپنے خچر سے اتر پڑے۔

یہ شجاعت کی غایت الغایت ہے کہ جس شخص کے سامنے سے بارہ ہزار (12000) فوج بھاگ رہی ہے، حضور ﷺ اس کے مقابلہ کے لیے اپنی سواری آگے کو لے جا رہے ہیں اور جب اہل بیت کے دو شخص عم اور ابن العم نے سواری کو روک لیا تو حضور ﷺ پیادہ ہو کر آگے بڑھنے کو ہیں۔

(3) صحیحین میں انس بن مالک سے روایت ہے، مدینہ میں ایک رات غل سا ہوا' لوگ سمجھے چھاپا آ پڑا۔ سب لوگ مل کر آبادی سے باہر اس شور کی جانب کو چلے۔ آگے چلے تو انھیں نبی ﷺ واپس ہوتے ہوئے ملے۔ حضور ﷺ گھوڑے پر سوار اور تلوار حمائل کیے ہوئے تھے۔ یعنی آواز سن کر سب سے پہلے اور تن تنہا تفتیش کو تشریف لے گئے تھے اور ہم سے فرما رہے تھے: لَمْ تُرَاعُوْا لَمْ تُرَاعُوْا۔ ڈرو نہیں، ڈرو نہیں۔ [2]

(4) قارئین کو بیعت العقبہ کی بنیادی ملاقات کا واقعہ تو یاد ہی ہوگا کہ شب تاریک اور منزل پر خطر کے خوف سے ایک قافلہ پہاڑ کی گھاٹی میں پناہ لینے پر مجبور ہو جاتا ہے اور آبادی تک پہنچنے کی جرأت نہیں کرتا اور نبی ﷺ جن کی جان کا دشمن مکہ کا ایک ایک شخص تھا' ایسے وقت اور ایسے مقام میں اس لیے چکر لگا رہے ہیں کہ شاید کسی راہ گم کردہ ضلالت کو ہدایت فرما سکیں۔

(5) تمام دنیا کے مقابل سچے اصول کی اشاعت کے لیے کھڑے ہونا اور ایک ایسے ملک میں جہاں خونریزی و سفاکی ہی کی حکومت تھی۔ ہر ایک مذہبی ضلالت کا اعلان کرنا، کسریٰ و قیصر و حبش کے حکمرانوں اور عرب کے جنگ جو قبائل کے خشم و غضب کی پرواہ نہ کرنا شجاعت اور قوت قلب کا بہترین نمونہ دکھاتا ہے جس کی نظیر تاریخ میں ملنی مشکل ہے۔

تواضع کا بیان

مسکنت و تواضع نبی ﷺ کی صفت لازم تھی، تواضع ہی تھی کہ خچر اور حمار پر سواری فرماتے۔ دوسرے کو ساتھ سوار کر لیتے۔ مسکینوں، غریبوں کی عیادت فرماتے، فقراء کے برابر جا بیٹھتے، صحابہ کے درمیان مل جل کر بیٹھ جاتے۔ اپنی نشست کے لیے نہ جانب صدر کی ضرورت سمجھتے نہ کوئی امتیازی نشان بناتے، غلاموں اور خادموں کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھا لیتے۔ بازار سے سودا خرید کر اور خود اٹھا کر لے آتے۔ اپنے جانور کو خود چارہ ڈالتے، اونٹ کی زانو بندی کر دیتے۔ گھر کے چھوٹے چھوٹے کام کاج اپنے ہاتھ ہی سے کیا کرتے تھے۔ جب ہزاروں جان نثار ایسی خدمت سر انجام دینے کو اپنی سعادت دارین سمجھنے والے موجود اور آمادہ بھی ہوتے۔

انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں حضور ﷺ حج کو تشریف لے گئے۔ میں نے دیکھا کہ جو چادر حضور ﷺ کے اوپر تھی' اسکی قیمت چار

---

[1] بخاری: 4317، مسلم: 4616,4615 [2] بخاری: 2627 مسلم: 2307، ابوداؤد: 4988، ترمذی: 1685

(4) درہم سے زیادہ نہ ہوگی۔ [1]

یہودان بنو قریظہ کی جانب تشریف لے گئے تو اس روز حضور ﷺ حمار پر سوار تھے، جس کی باگ کھجور کے پٹھے کی رسی سے بنی ہوئی تھی اور اس کی پشت پر صرف کھجور کی صف [2] پڑی ہوئی تھی۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ایک دکان سے پاجامہ خریدا، اٹھنے لگے تو دکاندار نے حضور ﷺ کے ہاتھ پر بوسہ دینا چاہا، حضور ﷺ نے ہاتھ کو جھٹ پیچھے ہٹا لیا اور زبان مبارک سے فرمایا:

هٰذَا تَفْعَلُهُ الْاَعَاجِمُ بِمُلُوْكِهَا وَلَسْتُ بِمَلِكٍ اِنَّمَا اَنَا رَجُلٌ مِّنْكُمْ۔ [3]

"یہ تو عجمی لوگ اپنے بادشاہوں کے ساتھ کیا کرتے ہیں، میں بادشاہ نہیں ہوں، میں تم ہی سے ایک ہوں۔"

حیاء کا بیان

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَشَدُّ حَيَاءً مِنَ الْعَذْرَاءِ فِيْ خِدْرِهَا كَانَ اِذَا كَرِهَ شَيْئًا عَرَفْنَاهُ فِيْ وَجْهِهٖ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔ [4]

نبی ﷺ پردہ نشین کنواری لڑکی سے بھی زیادہ شرمگیں تھے۔ کوئی مکروہ چیز دیکھ لیتے تو زبان سے کچھ نہ فرماتے۔ حضور ﷺ کے چہرہ پر کراہت کے آثار نمایاں ہو جاتے۔

(1) اسی صفت حیا کا اثر تھا کہ کسی کو رُو در رُو کسی عیب کے متعلق کچھ نہ فرماتے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے:

اِنَّهٗ كَانَ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ بِهٖ اَثَرُ صُفْرَةٍ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا يَكَادُ يُوَاجِهُ اَحَدًا بِشَيْءٍ يَكْرَهُهُ فَلَمَّا قَامَ قَالَ لِلْقَوْمِ لَوْ قُلْتُمْ لَهٗ يَدَعُ هٰذِهِ الصُّفْرَةَ۔ [5]

ایک شخص آنحضرت ﷺ کی خدمت میں زعفران کا رنگ ملے ہوئے آیا۔ حضور ﷺ کی عادت مبارک تھی کہ کسی کے سامنے ایسی بات نہ کہا کرتے تھے، جسے وہ ناپسند کرتا ہو۔ جب وہ چلا گیا تو حضور ﷺ نے لوگوں سے فرمایا کاش تم اس سے کہہ دیتے کہ وہ اس رنگ کو چھوڑ دے۔

(2) بعض اوقات لوگوں کی طول کلامی سے حضور ﷺ تھک جاتے یا زیادہ بیٹھے رہنے کی وجہ سے مجبور ہو جاتے تب بھی حیا کی وجہ سے خود تکلیف اٹھاتے اور ان سے کچھ نہ فرماتے۔

شفقت ورافت کا بیان

(1) ایک گنوار آیا، اس نے سوال کیا، حضور ﷺ نے اسے دے دیا اور پوچھا کہ ٹھیک ہے۔ وہ بولا: نہیں، تم نے میرے ساتھ کچھ بھی سلوک نہیں کیا۔ مسلمان یہ سن کر بے تابانہ اس کی طرف اٹھے حضور ﷺ نے اشارہ کیا کہ رک جاؤ، پھر حضور ﷺ گھر میں تشریف لے گئے اور گھر سے لا کر اور بھی کچھ دیا۔ وہ خوش ہو کر دعا دینے لگا۔ نبی ﷺ نے فرمایا: تیرا پہلا کلام میرے اصحاب کو ناگوار گزرا تھا۔ کیا

---

[1] شمائل الترمذی: 333 [2] "کھجور کی صف" میں نے "اکاف من لیف" کا ترجمہ کیا ہے۔ یہ لفظ شمائل ترمذی میں ہے [3] مناہل الصفاء: 23، الشفاء للعیاض: 267/1 [4] بخاری: 3562، مسلم: 2320، ابن ماجہ: 4180 [5] شمائل ترمذی: 184، 345، ہامش المواہب: 173

تم پسند کرتے ہو کہ ان کے سامنے بھی اس طرح کہہ دو جس طرح اب میرے پاس کہہ رہے ہو تاکہ ان کے دل بھی تیری طرف سے صاف ہو جائیں۔ وہ بولا ہاں۔ میں کہہ دوں گا۔ پھر اگلے دن یا شام ہی کو وہ گنوار گیا۔ آپ ﷺ نے اصحاب سے فرمایا کہ اب یہ مجھ سے خوش ہے، کیوں ٹھیک ہے نا! وہ بولا، ہاں! اور پھر دعا دی۔ نبی ﷺ نے فرمایا، ایک شخص کی اونٹنی بھاگ گئی' لوگ اس کے پیچھے دوڑے، وہ آگے ہی آگے بھاگتی رہی۔ مالک بولا تم سب ٹھہر جاؤ، میری اونٹنی ہے اور میں ہی اسے سمجھ سکتا ہوں۔ لوگ ہٹ گئے۔ اونٹنی گھاس پات کھانے میں لگ گئی۔ مالک نے آگے سے جا کر اسے جا پکڑا اور کاٹھی ڈال لی۔ میری اور اس گنوار کی مثال تو ایسی ہی تھی۔ اگر تم اسے اسی حالت پر قتل کر دیتے تو بے چارہ جہنم میں جاتا۔ (1)

(2) نبی ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے عرض کی تھی کہ اے اللہ میری اس عرض کو مضبوط عہد سمجھا جائے کہ اگر میں کسی شخص کو از راہ بشریت بددعا دے بھی بیٹھوں تو میری اس بددعا کو بھی اس کے حق میں رحمت و برکت اور زکوٰۃ و تقرب بنا دینا۔ (2)

(3) امام احمد و طبرانی نے روایت کی ہے کہ ایک شخص کو گرفتار کر کے نبی ﷺ کے سامنے پیش کیا گیا اور عرض کیا گیا کہ یہ حضور کے قتل کا ارادہ کرتا ہے۔ نبی ﷺ نے اسے تسلی دے کر فرمایا کہ تم اس الزام سے نہ ڈرو (پھر اسے رہا کر کے یہ بھی فرمایا کہ) اگر تیرا ارادہ بھی ہوگا تو تو قابو نہ پا سکے گا۔ (3)

عفو و کرم

عفو کی صورت اس وقت متحقق ہوتی ہے کہ جرم ثابت ہو اور مجرم کو سزا دینے کی طاقت حاصل ہو پھر معافی دی جائے۔

کرم کے معنی میں داد و دہش یا عزت افزائی کی صورت شامل ہے۔ عفو کے بغیر بھی پائی جاتی ہے اور عفو کے ساتھ بھی اس وقت اس کی شان اور بھی زیادہ نمایاں ہو جاتی ہے۔ نبی ﷺ کے عفو تقصیر کے ساتھ عموماً کرم بھی پایا جاتا تھا۔

(1) صحیحین میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی آیا۔ حضور ﷺ کی چادر کو زور سے کھینچا، چادر کا کنارہ حضور ﷺ کی گردن میں کھب گیا اور نشان پڑ گیا۔ وہ اعرابی بولا: محمد ﷺ میرے دو اونٹ ہیں' ان کی لادکا کچھ سامان مجھے بھی دو۔ کیوں کہ جو مال تیرے پاس ہے وہ نہ تیرا ہے، نہ تیرے باپ کا۔ نبی ﷺ چپ ہو گئے، پھر فرمایا، مال تو اللہ کا ہے اور میں اس کا بندہ ہوں۔

پھر پوچھا: جو برتاؤ تم نے مجھ سے کیا' تم اس پر ڈرتے نہیں ہو؟

اعرابی بولا: نہیں۔

پوچھا: کیوں؟

اعرابی: مجھے معلوم ہے کہ آپ برائی کے بدلے برائی نہیں کیا کرتے۔

نبی ﷺ ہنس دیے اور حکم دیا کہ ایک اونٹ کے بوجھ کے جو' ایک کی کھجوریں دی جائیں۔ (4)

(2) حضور ﷺ نے زید بن سعنہ یہودی کا قرض دینا تھا، وہ تقاضا کے لیے آیا، حضور ﷺ کے کندھے کی چادر اتار لی اور کرتہ پکڑ کر سختی سے بولا کہ عبدالمطلب کی اولاد بڑی نادہندہ ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے جھڑکا اور سختی سے جواب دیا۔ نبی ﷺ تبسم فرماتے

(1) کتاب الشفاء ص:55 (2) بخاری مع الفتح:205/11، مسلم :2601 (3) کتاب الشفاء ص:40 ،نسائی: 10903، احمد: 471/3، المعجم الکبیر: 2183
(4) بخاری: 3149، مسلم: 1057، ابن ماجہ: 1533، نسائی: 4780

رہے اُس کے بعد عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

اَنَا وَ هُوَ كُنَّا اِلٰی غَیْرِ هٰذَا مِنْكَ اَحْوَجُ یَا عُمَرُ تَاْمُرُنِیْ بِحُسْنِ الْقَضَا وَ تَاْمُرُهٗ بِحُسْنِ التَّقَاضِی۔

عمر رضی اللہ عنہ! تم کو مجھ سے اور اس سے اور طرح کا برتاؤ کرنا تھا۔ تم مجھے کہتے کہ ادائیگی ہونی چاہیے اور اسے سکھاتے کہ تقاضا اچھے لفظوں میں کرنا چاہیے۔

پھر زید کو مخاطب کر کے فرمایا:

لَقَدْ بَقِیَ مِنْ اَجَلِهٖ ثَلَاثٌ ابھی تو وعدہ میں تین دن باقی ہیں۔

پھر عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے فرمایا، جاؤ اس کا قرض ادا کرو اور بیس صاع زیادہ بھی دینا، کیوں کہ تم نے اسے جھڑکا بھی تھا۔ [1]

3. حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کوہ تنعیم سے 80 شخص یہ ارادہ کر کے اترے کہ نبی ﷺ کو قتل کر دیں، (حضور ﷺ دامن کوہ میں اترے ہوئے تھے) انھوں نے اپنے کام کے لیے نماز صبح کا وقت انتخاب کیا تھا (جس میں نبی کریم ﷺ لمبی قراءت پڑھا کرتے تھے) وہ آئے اور پکڑے گئے۔ نبی ﷺ نے سب کو چھوڑ دیا۔ [2]

4. ابوسفیان بن حرب اموی وہ شخص تھا جس نے احد، احزاب وغیرہ میں حضور ﷺ پر فوج کشی کی تھی وہ قبل از اسلام دوران ایام جنگ گرفتار ہو گیا۔ حضور ﷺ نے نہایت مہربانی سے اس سے کلام فرمایا:

وَیْحَكَ یَا اَبَا سُفْیَانَ اَلَمْ یَاْنِ لَكَ اَنْ تَعْلَمَ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

''افسوس! ابوسفیان ابھی وقت نہیں ہوا کہ تم اتنی بات سمجھ جاؤ کہ اللہ کے سوا اور کوئی بھی عبادت کے لائق نہیں ہے۔''

ابوسفیان بولا:

بِاَبِیْ اَنْتَ وَ اُمِّیْ مَا اَحْلَمَكَ وَ اَوْصَلَكَ وَاَكْرَمَكَ.

''میرے ماں باپ حضور ﷺ پر قربان! آپ کتنے بردبار، کتنے قرابت کا حق ادا کرنے والے اور کس قدر دشمنوں پر عفو و کرم کرنے والے ہیں۔'' [3]

5. زینب بنت الحارث بن سلام خیبر کی یہودیہ نے گوشت میں زہر ڈال کر حضور ﷺ کو کھلایا، اس نے اقبال جرم بھی کر لیا، نبی ﷺ نے پھر بھی اسے معاف فرما دیا۔ [4]

زہد فی الدنیا

واقعات زہد کے بیان میں میں نے اس زمانہ کے حالات کو لیا ہے، جب نبی ﷺ کا حکم تمام عرب میں نافذ تھا۔ جب بحرین سے حبش تک حضور ﷺ کا کلمہ پڑھا جاتا تھا تاکہ معلوم ہو جائے کہ نبی ﷺ کا زہد اضطراری نہ تھا بلکہ اختیاری تھا۔ اس کا سبب

[1] رواہ البیہقی مفصلاً۔ کتاب الشفا ص:45، واضح ہو کہ وزن صاع ہمارے 80 روپے تولہ سیر کے حساب سے دو سیر ساڑھے تین چھٹانک کا ہوتا ہے۔ یہی واقعہ ابن سعنہ کے اسلام کا موجب ہوا۔ اس نے سنا تھا کہ نبی موعود کا علم ہر جہالت پر سابق ہوگا اور شدت جہل اس کے علم کی افزائی کا سبب ہوگی۔ اسی پیشین گوئی کی آزمائش کے لیے اس نے یہ حرکات کی تھیں کنز العمال:15050، مستدرک حاکم:2237، مجمع الزوائد:239/8، بیہقی:52/6 [2] مسلم:4679، ابوداود:2688، ترمذی:3264، احمد:124/3 [3] کنز العمال:436، المعجم الکبیر للطبرانی:7264، الشفاء:229/1، مناہل الصفا:18، مجمع الزوائد:166/6 [4] بخاری:2617، 5777

لا چاری نہ تھا بلکہ فطری سبک روحی کہ علائق مادی سے پیوستگی پسند بھی نہ کر سکتے تھے۔

[1] ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: نبی ﷺ نے کبھی شکم سیر ہو کر نہیں کھایا اور کبھی فاقہ کا شکوہ کسی سے نہیں فرمایا۔ ناداری حضور ﷺ کو غنٰی سے زیادہ پیاری تھی۔ کبھی ایسا ہوتا کہ بھوک کی وجہ سے رات بھر نیند نہیں آئی مگر اگلے دن کا روزہ پھر رکھ لیتے تھے۔ اگر حضور چاہتے تو اللہ تعالیٰ خزائن ارض کی کنجیاں اور ثمرات وتمتعات کی زندگی کی افزائشیں سب ہی عطا فرما دیتا۔

میں حضور ﷺ کی فاقہ کی حالت دیکھ کر رو پڑا کرتی، اپنا ہاتھ حضور ﷺ کے پیٹ پر پھیرا کرتی (کہ فاقہ کیسا دب گیا ہے) اور کہا کرتی، واری جاؤں، دنیا میں سے اتنا ہی قبول کر لیجیے جو جسمانی طاقت کو قائم رکھنے کو کافی ہو تو جواب میں فرما دیتے۔

يَا عَائِشَةَ مَالِيْ وَالدُّنْيَا اَخَوَانِيْ مِنْ اُولِي الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ صَبَرُوْا عَلٰى ما هُوَ اَشَدُّ مِنْ هٰذَا فَمَضَوْا عَلٰى حَالِهِمْ فَقَدَمُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ فَاَكْرَمَ مَا بِهِمْ وَ اَجْزَلَ ثَوَابَهُمْ فَاَجِدُنِيْ اَسْتَحْيِيْ اَنْ تَرَفَّهْتُ فِيْ مَعِيْشَتِيْ اَنْ يَقْصُرَلِيْ غَدًا دُوْنَهِمْ وَ مَا مِنْ شَيْءٍ هُوَ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنَ اللُّحُوْقِ بِاِخْوَانِيْ وَاخِلَّائِيْ [1]

''عائشہ رضی اللہ عنہا مجھے دنیا سے کیا کام، میرے بھائی اولوالعزم رسول تو اس سے بھی زیادہ حالت پر صبر کیا کرتے تھے۔ وہ اسی چال پر چلے اور اللہ کے سامنے گئے' اللہ نے ان کو اکرام کیا اور ان کو پورا پورا ثواب دیا۔ اب اگر میں آسودگی کی زندگی کو پسند کرتا ہوں تو مجھے یہ بھی شرم آتی ہے کہ کل کو ان سے کم رہ جاؤں۔ دیکھو مجھے تو جو چیز سب سے زیادہ پیاری ہے وہ یہ ہے کہ اپنے بھائیوں اور خلیلوں سے جا ملوں۔''

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس گفتگو کے بعد حضور صرف ایک ہی مہینہ تک رونق افروز عالم رہے اور پھر رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔

اَللّٰهُمَّ وَاحِيَ الْمَدْحُوَّاتِ وَبَارِيءَ الْمَسْمُوْكَاتِ وَجَبَّارَ الْقُلُوْبِ عَلٰى فِطْرَتِهَا شَقِيِّهَا وَسَعِيْدِهَا اجْعَلْ شَرَائِفَ صَلَوَاتِكَ وَ نَوَاصِيَ بَرَكَاتِكَ وَ رَاْفَةَ تَحَنُّنِكَ عَلٰى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَ رَسُوْلِكَ الْخَاتَمِ لِمَا سَبَقَ وَالْفَاتِحِ لِمَا اُغْلِقَ وَالْمُعْلِنِ الْحَقِّ بِالْحَقِّ وَالدَّامِغِ لِجَيْشَاتِ الْاَبَاطِيْلِ كَمَا حُمِّلَ فَاضْطَلَعَ بِاَمْرِكَ لِطَاعَتِكَ مُسْتَوفِزًا فِيْ مَرْضَاتِكَ بِغَيْرِ نِكْلٍ عَنْ قَدَمٍ وَّ لَا وَهْنٍ فِيْ عَزْمٍ دَاعِيًا لِوَحْيِكَ حَافِظًا لِعَهْدِكَ مَاضِيًا عَلٰى نِفَاذِ اَمْرِكَ حَتّٰى اَوْرٰى قَبَسًا لِقَابِسٍ آلَاءُ اللّٰهِ تَصِلُ بِاَهْلِهٖ اَسْبَابُهٗ بِهٖ هُدِيَتِ الْقُلُوْبُ بَعْدَ خَوْضَاتِ الْفِتَنِ وَالْاِثْمِ وَاَبْهَجَ مُوْضِحَاتِ الْاَعْلَامِ وَمُنِيْرَاتِ الْاِسْلَامِ وَنَائِرَاتِ الْاَحْكَامِ فَهُوَ اَمِيْنُكَ الْمَامُوْنُ وَ خَازِنُ عِلْمِكَ الْمَخْزُوْنِ وَ شَهِيْدُكَ يَوْمَ الدِّيْنِ وَ بَعِيْثُكَ نِعْمَةً وَ رَسُوْلُكَ بِالْحَقِّ رَحْمَةً۔ [2]

''اے مبسوطات کے پھیلانے والے اے مرفوعات کو بلند کرنے والے، اے شقی وسعید کے دلوں کو ان کی فطرت پر درست کرنے والے، اے بزرگ ترین درود اور ترقی کرنے والی برکتوں اور مہربانی سے بھری ہوئی محبت کو محمد ﷺ پر نازل فرما، وہ تیرا بندہ، تیرا رسول، نبوت کا خاتم اور بند دروازوں کا فاتح۔ وہ حق کا حق کے ساتھ اعلان کرنے والا، وہ بطلان کی فوجوں کو کچل دینے والا، ذمہ داریوں کو پورا کرنے والا، وہ جس نے ذرا سی لغزش قدم یا ذرا سی سستی عزم کے بغیر تیرے حکم پر تیری اطاعت میں قیام کیا اور تیری خوشنودی کو پورا کیا۔ وہ تیری وحی کا محافظ، تیرے عہد کا نگہبان، وہ

---

[1] کتاب الشفا ص: 63، اخلاق النبوۃ: 268 [2] الحزب الاعظم منزل السادس

تیرے حکم کے نفاذ کا دلدادہ، وہ جس نے راہ گیروں کے لیے سر راہ مشعل جلائی (جس کے اسباب بفضل الٰہی ان لوگوں کو مل جاتے ہیں) وہی محمد ﷺ جس کے سبب سے ان دلوں کو جو کفر و گناہ میں غوطے کھا رہے تھے، نجات ملی، وہ جس کی وجہ سے روشن دلائل کے جھنڈے نمایاں ہوئے۔ ضیائے اسلام چمکی اور نورانی احکام کی روشنی پڑی۔ وہ امین و مامون، وہ تیرے علم مخزن کا خزینہ دار، وہ قیامت کے دن تیرا گواہ، وہ تیری نعمت کا اٹھایا ہوا اور تیری رحمت کا فرستادہ، وہ سچا رسول ﷺ۔"

② علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ میں نے نبی ﷺ سے دریافت کیا کہ حضور ﷺ کی سنت (طریقہ) کیا ہے: فرمایا:

- ☐ اَلْمَعْرِفَةُ رَأْسُ مَالِيْ — میرا راس المال (اصل سرمایہ) معرفت ہے۔
- ☐ وَالْعَقْلُ اَصْلُ دِيْنِيْ — میرے دین کی بنیاد عقل پر ہے۔
- ☐ وَالْحُبُّ اَسَاسِيْ — میری بنیاد محبت ہے۔
- ☐ وَالشَّوْقُ مَرْكَبِيْ — میری سواری شوق ہے۔
- ☐ وَذِكْرُ اللّٰهِ اَنِيْسِيْ — میرا انیس ذکر الٰہی ہے۔
- ☐ وَالثِّقَةُ كَنْزِيْ — میرا خزانہ اعتماد علی اللہ ہے۔
- ☐ وَالْحُزْنُ رَفِيْقِيْ — میرا ساتھی غم دل ہے۔
- ☐ وَالْعِلْمُ سَلَاحِيْ — میرا ہتھیار علم ہے۔
- ☐ وَالصَّبْرُ رِدَائِيْ — میرا لباس صبر ہے۔
- ☐ وَالرِّضَآءُ غَنِيْمَتِيْ — میرا مال غنیمت رضائے سبحانی ہے۔
- ☐ وَالْعِجْزُ فَخْرِيْ — میرا فخر عجز بدرگاہ ربانی ہے۔
- ☐ وَالزُّهْدُ حِرْفَتِيْ — میرا پیشہ زہد ہے۔
- ☐ وَالْيَقِيْنُ قُوْتِيْ — میری خوراک یقین ہے۔
- ☐ وَالصِّدْقُ شَفِيْعِيْ — میرا شفیع صدق ہے۔
- ☐ وَالطَّاعَةُ حَسْبِيْ — میرا اندوختہ طاعت الٰہی ہے۔
- ☐ وَالْجِهَادُ خُلُقِيْ — میرا خلق جہاد ہے۔
- ☐ وَقُرَّةُ عَيْنِيْ فِي الصَّلٰوةِ — میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔

عام اخلاق

① ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی شہادت نبی ﷺ کی نبوت سے پیشتر کے اخلاق کی بابت بر بنائے پانزدہ (15) سالہ تجربہ یہ ہے:

- ☐ اِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ — آپ قرابتیوں سے سلوک کرنے والے ہیں۔

- ☐ وَتَحْمِلُ الْكَلَّ درماندوں کو سواری دینے والے
- ☐ وَتَكْسِبُ الْمَعْدُوْمَ ناداروں کو سرمایہ دینے والے
- ☐ وتقرِی الضَّیفَ مہمانوں کی خدمت کرنے والے
- ☐ وَتُعِينُ عَلٰى نَوَائِبِ الْحَقِّ [1] مصیبت زدوں کی اعانت فرمانے والے

[2] بیہقی نے ابوقتادہ سے روایت ہے کہ نجاشی کا وفد حضور ﷺ کی خدمت میں آیا تو نبی ﷺ بہ نفس نفیس ان کی آسائش کا اہتمام فرماتے تھے۔ صحابہ نے عرض کی کہ خدمت کے لیے ہم حاضر ہیں۔ فرمایا ہاں! مگر انھم کانوا لاصحابنا مکرمین وانی احب ان اکافیھم ان لوگوں نے حبش میں میرے صحابہ کی عزت کی تھی، اس لیے میں چاہتا ہوں کہ خود ہی ان کی ضرورت کو پورا کروں۔ [2]

[3] انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے دس (10) سال نبی ﷺ کی خدمت کی۔ اس عرصہ کے دوران مجھے کبھی ہشت تک نہیں کی۔ میں نے کوئی کام کر لیا تو یہ نہ فرمایا کہ کیوں کیا؟ کوئی کام نہ کیا تو یہ نہ پوچھا کہ کیوں نہ کیا۔ [3]

حضور ﷺ نے مجھے ایک کام کے لیے فرمایا، میں نے کہا کہ میں نہیں جاتا، میرے دل میں یہ تھا کہ میں جاؤں گا، میں وہاں سے نکلا تو لڑکوں کے ساتھ کھیل میں لگ گیا۔ (آغاز خدمت کے وقت حضرت انس کی عمر 8 سال کی تھی) نبی ﷺ بھی وہاں آ گئے۔ میری گردن پر ہاتھ رکھا۔ میں نے لوٹ کر دیکھا تو حضور ﷺ ہنس رہے تھے اور فرمایا پیارے انیس! اب تو اس کام کو جاؤ۔ میں نے عرض کیا: ہاں، میں اب جاتا ہوں۔ [4]

[4] نبی ﷺ کثیر السکوت تھے۔ بلا ضرورت نہیں بولا کرتے تھے۔ جب بولتے تھے تو بات کا کوئی ضروری جز باقی نہ رہ جاتا تھا اور کوئی فضول لفظ استعمال نہ ہوتا تھا۔ حضور ﷺ کی مجلس حلم و حیا اور خیر و امانت کی مجلس ہوتی تھی۔ تبسم ہی حضور ﷺ کا ہنسنا تھا۔ اصحاب بھی حضور ﷺ کے سامنے تبسم ہی پر اکتفا کرتے تھے۔ [5] حضور ﷺ کی راست گوئی ایسی مسلمہ تھی کہ نضر بن حارث جیسا جانی دشمن ایک دن قریش سے کہنے لگا کہ محمد ﷺ بچپن ہی سے تم میں سب سے زیادہ پسندیدہ، سب سے زیادہ سچا۔ سب سے بڑھ کر امانت دار مانا جاتا تھا۔ اب جو اس کی داڑھی کے بال پک گئے اور اس نے اپنی تعلیم تمھارے سامنے پیش کی تو تم نے کہہ دیا کہ وہ ساحر ہے، نہیں نہیں، اللہ کی قسم! وہ ساحر تو نہیں ہے۔ [6]

المختصر اس بحر ناپیدا کنار کی شناوری محال ہے اور خلاصۃ المقال یہ ہے کہ کیا ایسے اخلاق فاضلہ کا ہادی ایسے محاسن جمیلہ کا مالک، ایسے اشراف اقوال کا صاحب، ایسے جمیل السجایا کا متحمل ایسا ہے کہ اس سے محبت کی جائے؟ یا ایسا ہے کہ اس سے محبت نہ کی جائے؟

میں تو زور سے کہوں گا کہ جو کوئی بھی ایسا محمد ﷺ ایسے ستودہ، ایسے محمودہ، ایسے وجود باجود ایسے مصطفیٰ، ایسے برگزیدہ سے محبت نہیں کرتا، وہ فی الحقیقت ان جملہ اخلاق و صفات سے محبت نہیں رکھتا اور اس لیے وہ خود بھی ان اخلاق و صفات سے متصف ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ اعاذنا اللہ منھا۔!

آؤ! ہم تو محبت کریں اور محبت کرنا ان سے سیکھیں، جن کو اللہ نے خود اپنے پیارے کی محبت و صحبت کے لیے چن لیا تھا۔

---

[1] بخاری: 4956، مسلم: 160،253، احمد: 6/232،233 [2] دلائل النبوۃ: 2/307، اتحاف السعادۃ: 7/102، الفقیہ والمتفقہ: 2/118۔ [3] بخاری: 6038، مسلم: 2309، ترمذی: 2015، الشمائل: 345 [4] مسلم: 2309، 2310، ترمذی: 2015، الشمائل: 346 [5] شفاء ص: 11 [6] الشفاء ص: 60

یہ یاد رکھنا چاہیے کہ محبت ہی ادب و توقیر سکھاتی ہے اور محبت ہی اتباع و اطاعت پر آمادہ کرتی ہے، تعظیم وہی ہے جس کا منشا محبت ہو اور اکرام وہی اکرام ہے جس کا مبداء محبت ہو۔

5 عروہ بن مسعود ثقفی کو قریش نے صلح حدیبیہ سے پیشتر اپنا سفیر بنا کر حضور عالی ﷺ میں روانہ کیا تھا، اسے سمجھایا گیا تھا کہ مسلمانوں کے حالات کو ذرا غور سے دیکھے اور قوم کو آ کر بتائے۔ عروہ نے دیکھا کہ نبی ﷺ وضو کرتے ہیں تو بقیہ آب وضو پر صحابہ یوں گرے پڑتے ہیں گویا ابھی لڑ پڑیں گے۔ حضور ﷺ کے لعاب وغیرہ کو زمین پر نہیں گرنے دیتے۔ وہ کسی نہ کسی کے ہاتھ پر ہی روک لیا جاتا ہے، جسے وہ منہ پر مل لیتے ہیں۔ حضور ﷺ کوئی حکم دیتے ہیں تو تعمیل کے لیے سب دوڑے پھرتے ہیں۔ حضور ﷺ کچھ بولتے ہیں تو سب چپ چاپ ہو جاتے ہیں۔ تعظیم کا یہ حال دیکھ کر حضور ﷺ کی جانب آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھتے۔ عروہ نے یہ سب کچھ دیکھا اور قوم سے آ کر بیان کیا۔ لوگو! میں نے کسریٰ کا دربار بھی دیکھا اور قیصر کا دربار بھی۔ نجاشی کا دربار بھی دیکھا، مگر اصحاب محمد ﷺ جو تعظیم محمد ﷺ کی کرتے ہیں وہ تو کسی بادشاہ کو بھی اپنے دربار اور ملک میں حاصل نہیں۔ 1

6 زید بن دثنہ رضی اللہ عنہ کو کفار نے پکڑ لیا اور قریش نے قتل کے لیے ان سے خرید لیا تھا۔ جب ان کو سولی دینے کے لیے چلے تو ابوسفیان بن حرب نے اس سے کہا: زید تجھے اللہ ہی کی قسم تم چاہتے ہو؟ کہ محمد ﷺ کو پھانسی دی جاتی اور تم اپنے گھر میں آرام سے ہوتے۔

زید رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم میں تو یہ نہیں چاہتا کہ میری رہائی کے بدلے نبی ﷺ کے پائے مبارک میں اپنے گھر کے اندر بھی کانٹا لگے۔

ابوسفیان حیران رہ گیا اور یوں کہا کہ میں نے تو کسی کو بھی نہ دیکھا جو دوسرے شخص سے ایسی محبت رکھتا ہو، جیسے اصحاب محمد ﷺ کو محمد ﷺ سے ہے۔

7 عبیداللہ بن یزید رضی اللہ عنہ صحابی کا ذکر ہے، انھوں نے نبی ﷺ سے عرض کیا کہ حضور ﷺ مجھے اہل و مال سے زیادہ پیارے ہیں، جب حضور ﷺ مجھے یاد آتے ہیں تو میں گھر میں تک نہیں سکتا۔ آتا ہوں اور حضور ﷺ کو دیکھ کر تسلی پاتا ہوں، مگر میں اپنی موت اور حضور ﷺ کی موت کا تصور کر کے کہا کرتا ہوں کہ حضور ﷺ تو فردوس بریں میں انبیاء کے درجہ بلند پر ہوں گے۔ میں اگر بہشت میں پہنچا بھی تو کسی ادنیٰ مقام میں ہوں گا اور وہاں حضور ﷺ کا دیدار نہ پا سکوں گا۔

نبی ﷺ نے اسے یہ آیت پڑھ کر سنائی اور اس کے قلب کو سکینہ عطا فرمایا:

﴿ وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ﴾[4:النساء:69]

”جو کوئی اللہ اور رسول کی اطاعت کرتا ہے وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جن پر اللہ کا انعام ہوا۔“

ایک اور صحابی کا ذکر ہے۔ وہ نبی ﷺ خدمت میں آتے تو حضور ﷺ ہی کی جانب تاک لگائے دیکھتے رہتے۔ نبی ﷺ نے پوچھا یہ کیا بات ہے۔ وہ بولے میں سمجھتا ہوں کہ دنیا ہی میں اس دیدار کی بہار لوٹ لوں، آخرت میں حضور ﷺ کے مقام رفیعہ تک تو ہماری رسائی نہ ہوگی۔ اس واقعہ پر اللہ تعالیٰ نے آیت بالا (وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ) کو نازل فرمایا۔ 2

نبی ﷺ نے حدیث انس رضی اللہ عنہ میں صاف ہی فرما دیا۔

مَنْ اَحَبَّنِيْ كَانَ مَعِيَ فِي الْجَنَّةِ 3 ”جو کوئی مجھ سے محبت رکھتا ہے، وہ میرے ساتھ ہوگا۔“

---

1 بخاری 4328,189 2 تفسیر طبری 235/8 3 تہذیب تاریخ دمشق لابن عساکر 145/3

اس حدیث کی ابتدا میں ہے کہ نبی ﷺ نے مجھے فرمایا اگر تو ایسی صبح و شام میں زندگی بسر کرتا ہے کہ تیرے دل میں کسی کا کینہ نہ ہو، تو ضرور ایسا ہی کر۔ پھر فرمایا، یہی میری روش ہے۔ جس نے میری روش کو زندہ کیا اس نے مجھ سے محبت کی۔ [1]

جنگ احد کا ذکر ہے۔ ایک عورت کا بیٹا، بھائی، شوہر قتل ہو گئے تھے۔ وہ مدینہ سے نکل کر میدان جنگ میں آئی۔ اس نے پوچھا کہ نبی ﷺ کیسے ہیں۔ لوگوں نے کہا: بحمد اللہ وہ تو بخیریت ہیں۔ جیسا کہ تو چاہتی ہے۔ بولی نہیں، مجھے دکھا دو کہ حضور ﷺ کو دیکھ لوں۔ جب اس کی نگاہ چہرہ مبارک پر پڑی تو وہ جوش دل سے بول اٹھی۔ كُلُّ مُصِيْبَةٍ بَعْدَكَ جَلَلٌ، آپ زندہ ہیں تو اب ہر مصیبت کی برداشت آسان ہے۔ [2]

عبد اللہ بن ابی رئیس المنافقین تھا اور اس کا فرزند عبد اللہ صادقین میں سے تھا، اس نے نبی ﷺ سے گزارش کی لَوْ شِئْتَ لَاَتَيْتُكَ بِرَاْسِهٖ اگر حضور ﷺ چاہیں تو میں اپنے باپ کا سر کاٹ کر لے آؤں۔ نبی ﷺ نے انکار کر دیا۔ [3]

عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر مجھے کوئی بھی پیارا نہ تھا مگر میرے دل میں حضور ﷺ کا جلال اس قدر تھا کہ میں آنکھ بھر کر حضور ﷺ کو نہ دیکھ سکتا تھا۔

انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، نبی ﷺ کے اصحاب مہاجرین و انصار بیٹھے ہوتے۔ ان میں ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما بھی ہوتے۔ حضور باہر تشریف لاتے تو کوئی بھی حضور ﷺ کی جانب نگاہ بلند نہ کرتا۔ ہاں ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما دیکھا کرتے حضور ﷺ ان کو دیکھا کرتے۔ حضور ﷺ بھی تبسم فرماتے اور وہ بھی تبسم فرماتے ہوتے تھے۔ نبی ﷺ نے صلح حدیبیہ کے موقع پر عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو مکہ میں اپنا سفیر بنا کر بھیجا۔ قریش نے کہا تم بیت الحرام میں آ گئے ہو۔ طواف تو کر لو۔ انھوں نے جواب دیا کہ نبی ﷺ سے پیشتر میں کبھی طواف نہ کروں گا۔

علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے کسی نے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تمہاری محبت کیسی ہوتی تھی۔ فرمایا بخدا! نبی ﷺ ہم کو مال و اولاد سے، فرزند و مادر سے زیادہ محبوب اور اس سے زیادہ پیارے تھے، جیسا ٹھنڈا پانی پیاسے کو ہوتا ہے۔ [4]

جذبات محبت کو دیکھنا ہو!

تو اس وقت دیکھ جب کوئی صحابی نبی ﷺ کا ذکر کرتا ہو۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

كَانَ رَسُوْلُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مِنْ اَحْسَنِ النَّاسِ خُلُقًا وَ لَا مَسِسْتُ خَزًّا وَّ لَا حَرِيْرًا وَّ لَا شَيْئًا كَانَ اَلْيَنُ مِنْ كَفِّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ اٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَلَا شَمَمْتُ مِسْكًا قَطُّ وَ لَا عِطْرًا كَانَ اَطْيَبُ مِنْ عِرْقِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ اٰلِهٖ وَسَلَّمَ۔ [5]

رسول اللہ ﷺ خوش خلقی میں سب لوگوں سے بڑھے ہوئے تھے۔ میں نے ریشم کا دبیز یا باریک کپڑا یا کوئی اور شے ایسی نہیں چھوئی جو نبی ﷺ کی ہتھیلی سے زیادہ نرم ہو۔ میں نے کبھی کوئی کستوری یا کوئی عطر ایسا نہیں سونگھا جو نبی ﷺ کے پسینہ سے زیادہ خوشبو والا ہو۔

---

[1] رواہ الترمذی [2] زرقانی جلد 6 ص 290 یہ خاتون بلند پایہ ہند زوجہ عمرو بن الجموح انصاریہ ہیں۔ (محمد سلیمان) [3] اسد الغابہ 297/3 [4] یہ مثال عرب جیسے ملک میں بخوبی سمجھ میں آ سکتی ہے، جہاں پانی نہ ملنے سے سینکڑوں اشخاص جنگلوں میں مر جاتے ہیں [5] شمائل ترمذی صحیحین میں عطر کی جگہ عنبر اور عرق کی جگہ رائحہ ہے۔

جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے کسی شخص نے پوچھا کہ کیا نبی ﷺ کا چہرہ تلوار جیسا چمکیلا تھا تو بول اٹھے:

لَا بَلْ كَانَ مِثْلَ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ ①

''نہیں، نہیں حضور ﷺ کا چہرہ تو آفتاب و مہتاب جیسا تھا۔''

انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَزْهَرُ اللَّوْنِ كَانَ عَرَقُهُ اللُّؤْلُؤُ۔ ②

''نبی ﷺ کا رنگ سفید روشن تھا۔ پسینہ کی بوند حضور ﷺ کے چہرہ پر ایسی نظر آتی تھی، جیسے موتی۔''

جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں نبی ﷺ مسجد سے نکل کر گھر کو چلے تو بچوں نے حضور ﷺ کو گھیر لیا۔ حضور ﷺ ہر ایک کو پیار دیتے، اس کے منہ پر ہاتھ پھیرتے تھے۔ میرے رخسار پر بھی حضور ﷺ نے ہاتھ رکھا۔ مجھے ٹھنڈک سی پڑ گئی اور ایسی خوشبو آئی، گویا وہ ہاتھ ابھی جونے عطار سے نکالا گیا تھا۔ ③ علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

مَنْ رَّاٰهُ بَدِيْهَةً هَابَهُ وَ مَنْ خَالَطَهُ مَعْرِفَةً اَحَبَّهُ يَقُوْلُ نَاعِتُهُ لَمْ اَرَ قَبْلَهُ وَ لَا بَعْدَهُ مِثْلَهُ۔ ④

''جو کوئی یکا یک حضور ﷺ کے سامنے آ جاتا وہ دہل جاتا، جو پہچان کر پاس آ بیٹھتا وہ شیدا ہو جاتا۔ دیکھنے والا کہا کرتا کہ میں نے حضور ﷺ جیسا کوئی بھی اس سے پہلے یا پیچھے نہیں دیکھا۔''

ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا صحابیہ ہیں۔ ان سے عمار بن یاسر کے پوتے نے کہا کہ نبی ﷺ کا کچھ حلیہ بیان فرمایئے، انھوں نے فرمایا:

لَوْ رَاَيْتَهُ رَاَيْتَ الشَّمْسَ طَالِعَةً۔ ⑤

اگر حضور ﷺ کو دیکھ لیتا تو سمجھتا کہ سورج نکل آیا:

جابر بن سمرہ ﷺ کہتے ہیں، چاندرات تھی، نبی ﷺ حلہ حمراء اوڑھے لیٹ رہے تھے، میں کبھی چاند کو دیکھتا تھا، کبھی حضور ﷺ پر نگاہ ڈالتا تھا۔

فَاِذَا هُوَ اَحْسَنُ عِنْدِيْ مِنَ الْقَمَرِ ⑥

بالآخر میں نے تو یہی سمجھا کہ حضور ﷺ چاند سے زیادہ خوشنما ہیں۔

اس روایت کا لفظ عِنْدِيْ عجیب طور پر لذت دید اور ذوق نظارہ کو ظاہر کر رہا ہے۔

وہی چہرہ جس کے دیدار سے جابر رضی اللہ عنہ کی آنکھیں روشن ہوتی ہیں، عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے قلب کو منور کرتا ہے۔ حدیث ترمذی میں ہے، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، میں آپ کو دیکھنے گیا تھا: فَلَمَّا اسْتَبَنْتُ وَجْهَهُ عَرَفْتُ اَنَّ وَجْهَهُ لَيْسَ بِوَجْهِ كَذَّابٍ، یعنی مجھے تو چہرہ نظر آتے ہی عرفان ہو گیا کہ جھوٹے میں یہ بات کہاں؟

ام سلیم رضی اللہ عنہا جو انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی والدہ ہیں، ایک نیک مائی ہیں۔ نبی ﷺ کبھی کبھی دوپہر کو ان کے گھر سوتے، بستر چمڑے کا تھا۔ حضور ﷺ کو پسینہ بہت آیا کرتا تھا۔ ام سلیم رضی اللہ عنہا پسینے کی بوندوں کو جمع کر لیتیں اور شیشی میں بہ احتیاط رکھ لیتی تھیں۔

---

① بخاری:3552، دارمی:64، احمد: 281/4 ② بخاری:3561، مسلم:2330، دارمی:61 ③ بخاری:3553، مسلم:6052، مشکوٰۃ:5789

④ ترمذی:3647، شمائل ترمذی:7، دلائل النبوۃ:269/1 ⑤ دارمی:60، مجمع الزوائد:280/8 ⑥ الشمائل للترمذی:10، دارمی:57، ترمذی:2811

نبی ﷺ نے ان کو ایسا کرتے دیکھا تو پوچھا تو انھوں نے کہا:

عَرَقُكَ نَجْعَلُهُ فِيْ طِيْبِنَا وَ هُوَ مِنْ اَطْيَبِ الطِّيْبِ۔ [1]

''یہ حضور ﷺ کا پسینہ ہے۔ ہم اسے عطر میں ملالیں گی اور یہ تو سب عطروں سے بڑھ کر عطر ہے۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایام خلافت میں رات کو گشت کے لیے نکلے، سنا کہ ایک عورت دھنک رہی ہے اور یہ اشعار پڑھ رہی ہے۔

عَلٰی مُحَمَّدٍ صَلٰوةُ الْاَبْرَارِ — صَلّٰی عَلَيْهِ الطَّيِّبُوْنَ الْاَخْيَارِ
قد كَانَ قَوَّامًا بَكّٰی بِالْاَسْحَارِ — يَالَيْتَ شِعْرِیْ والمنايا اطوارٍ
هَلْ تجمعني و حبيبي الدارِ

محمد ﷺ پر ابرار کے درود اس پر طیبوں واخیار درود پڑھ رہے ہیں وہ تو راتوں کو جاگنے والے، سحر کو رونے والے تھے۔ موت تو بہتیری طرح آتی ہے۔ کاش! مجھے یقین ہو جائے کہ مرنے کے بعد بھی مجھے حضور ﷺ کی زیارت نصیب ہوگی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ وہیں بیٹھ گئے، روتے رہے اور چند دن تک صاحب فراش رہے۔

مجھے جذبات محبت کا دکھانا مقصود ہے۔

ذرا حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے ان چند اشعار کو دیکھو جو وفات نبوی ﷺ پر ہیں۔

حبنا يقيك الترب لهفي ليتني — غُيِّبْتُ قبلك في بقيع الغرقدِ
اَاُقِيْمُ بَعْدَكَ بِالْمَدِيْنَةِ بَيْنَهم — يالهف نفسي ليتني لم اولدِ
فظللتُ بَعْدَ وفاته متلدّدًا — يَالَيْتَنِيْ اُسْقِيْتُ سم الاَسْودِ
اَوْحل امر الله فينا عاجلا — من يومنا في روحة او في غدِ
فتقوم ساعتنا فنلقي طيباً — محضًا ضرائبه، كريم المحتدِ
والله اسمع ما حييت بهالكٍ — الا بُكَيْتُ على النّبي مُحَمَّدِ
صلي الله و من يحف بعرشه — والطيبون على المبارك احمدِ

''جب مٹی نے آپ کو چھپایا تو مجھے دریغ آتا تھا کہ میں کیوں اس سے پیشتر قبر میں نہیں جا چکا تھا کہ اب میں حضور ﷺ کے بعد مدینہ میں لوگوں کے اندر بھی بیٹھا کروں گا۔ ہائے افسوس! میں پیدا ہی نہ ہوا ہوتا۔ میں تو وفات نبی ﷺ کے بعد از ہوش رفتہ بن گیا ہوں۔ کاش! کوئی کالا سانپ آئے، مجھے ڈس جائے۔ یا الٰہی! آج ہی یا کل ہی تک موت آ جائے یا قیامت ہی کھڑی ہو جائے کہ ہم طیب پاک، کریم النفس، جمیل الشیم نبی ﷺ سے جا ملیں۔ اللہ خوب سنتا ہے، میں تو جب تک زندہ رہوں گا محمد نبی ﷺ پر روتا ہی رہوں گا۔ اللہ اور حاملان عرش اور سب طیب لوگ احمد ﷺ پر درود بھیجیں۔''

صحابہ رضی اللہ عنہم سمجھے ہوئے تھے کہ محبت صرف ایمائے لفظی سے ثابت نہیں ہو سکتی ہے۔ وددو الغفور نے بھی ان لوگوں کو جو محبت اللہ کا دعویٰ رکھتے تھے۔ صاف طور پر فرما دیا تھا۔

[1] بخاری: 6281 مسلم: 6055

﴿ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ ﴾ اگر اللہ سے محبت ہے تو رسول اللہ ﷺ کا اتباع کرو۔

اس لیے صحابہ نے اتباع رسول ﷺ میں وہ وہ کام کیے جو ہزاروں سال تک اسلام کی صداقت اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے خلوص اور محبت النبی ﷺ کے صحیح معنی کے مفہوم ظاہر کرتے رہیں گے۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کے حالات سے واضح ہوتا ہے کہ وہ نبی ﷺ کا ادب اور توقیر و تعظیم کیوں کر کیا کرتے تھے۔ مغیرہ کی روایت میں ہے کہ اگر کسی صحابی کو حضور ﷺ کے دردولت پر دستک کی بھی ضرورت پڑا کرتی تو وہ اپنے ناخنوں کے ساتھ دروازہ کو کھٹکھٹایا کرتا تھا۔

کوئی صحابی حضور ﷺ کے سامنے ایسی آواز سے نہ بولتا کہ اس کی آواز حضور ﷺ کی آواز سے اونچی ہوتی۔ اس ادب کی تعلیم خود رب برتر نے دی تھی۔

﴿ لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ ﴾ [49:الحجرات:2]

''لوگو! اپنی آواز کو نبی ﷺ کی آواز سے بلند نہ کرو۔''

ائمہ اعلام اس حکم کو دوام کے لیے قرار دیتے ہیں۔ حدیث نبوی صوت النبی ﷺ ہے۔ حدیث پاک کے ہوتے ہوئے اپنی قال و قیل کو پیش کرنا یا اپنی رائے اور سمجھ کو شامل کرنا صوت النبی ﷺ پر اپنی صوت کو بلند کرنا ہے۔ نہی بالا کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی مدح بھی فرمائی ہے، جو ان آداب کی پابندی کرتے ہیں۔ فرمایا:

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى ﴾

جو لوگ رسول اللہ ﷺ کے سامنے اپنی آواز کو پست رکھتے ہیں، یہ وہی ہیں جن کے دلوں کا امتحان خدا تعالیٰ نے تقویٰ میں لیا ہے۔ [49:الحجرات:3]

پس محبت النبی ﷺ کی ایک علامت ہمارے لیے یہ ہے کہ حضور ﷺ کے کلام اور فرمودہ کی عزت ہمارے دلوں میں ہو اور جب کوئی حکم صحیح طور پر نبی معصوم سے جس کی اطاعت اللہ نے ہم پر فرض کی ہے۔ ہم کو مل جائے اس وقت اس کی قبولیت اور تعمیل میں ہم کو ذرا تامل اور عذر باقی نہ رہے۔

محبت النبی ﷺ کی ایک علامت یہ ہے کہ حضور ﷺ کا ذکر خیر زبان پر اکثر جاری رہے۔ حدیث پاک ہے:

مَنْ اَحَبَّ شَيْئًا اَكْثَرَ ذِكْرَهٗ۔ [1]

''جس کسی کو کوئی چیز پیاری ہوتی ہے وہ اس کا ذکر اکثر کیا کرتا ہے۔''

محبت النبی صلی ﷺ کی ایک علامت یہ ہے کہ آل نبی ﷺ کے ساتھ سچے دل اور شفاف قلب سے محبت ہو۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے حالات میں ہے کہ جب وہ صحابہ کے روزینے مقرر کرنے لگے تھے تو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما (اپنے فرزند) کا روزینہ تین ہزار (3000) مقرر کیا اور اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کا تین ہزار پانچ سو (3500) سالانہ۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اسامہ رضی اللہ عنہ کو کون سی فضیلت حاصل ہے، وہ کسی غزوہ میں میری طرح حاضر نہیں رہا۔ فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا: اس کا باپ تیرے باپ سے اور

---

[1] زرقانی ص:285/6۔

وہ خود تجھ سے رسول اللہ ﷺ کو زیادہ پیارے تھے، اس لیے میں نے اپنے پیارے پر نبی ﷺ کے پیارے کو ترجیح دی ہے۔ [1]

امامین شہیدین حسنین علیہما السلام اور ان کے ابوین طیبین کی محبت عین محبت النبی ﷺ ہے۔ [2] ان کے فضائل یاد رکھنا، بیان کرنا، ان کے اسوہ حسنہ پر عمل کرنا عین محبت نبوی ﷺ ہے۔

مہاجرین و انصار رضی اللہ عنہم سے جن کے اوصاف قرآن مجید و احادیث پاک میں بہ کثرت موجود ہیں۔ محبت رکھنا محبت النبی ﷺ ہے۔ اتباع صحابہ رضی اللہ عنہم اور متابعت سنت خلفاء عین محبت النبی ﷺ ہے۔ اس بحث کی تکمیل ان شاء اللہ جلد ثالث میں کی جائے گی۔

اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا حُبَّکَ وَ حُبَّ مَنْ یُّحِبُّکَ وَ حُبَّ عَمَلٍ یُّقَرِّبُنَا اِلٰی حُبِّکَ۔



[1] ترمذی: 3813، کتاب الخراج ابو یوسف: 25,24 [2] ترمذی: 3783، 3789، کنز العمال: 34280

باب ہشتم 8

﴿وَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ﴾ [یونس:5]

واقعات سیرت کو قلم بند کرتے وقت بڑے بڑے فاضل مصنف واقعات کو یوم و تاریخ کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ دیکھا جاتا ہے کہ کبھی دن صحیح ہوتا ہے تو تاریخ غلط ہوتی ہے۔ کبھی تاریخ صحیح ہوتی ہے تو دن غلط۔ اس لیے سن ہجری کے متعلق مختصر طور پر لکھا جاتا ہے تا کہ تصحیح و تطبیق ایام و تواریخ ہجری کے لیے کار آمد ہو۔ اس بارے میں تمام مبحث جو موجب طوالت اور ہمارے موضوع سے زائد ہیں، چھوڑ دیے گئے ہیں۔

1 سنہ ہجری

1. یہ سنہ خالص قمری ہے۔ قمری ہجری سال 354 دن سے کم اور 355 دن سے زیادہ کا نہیں ہوتا۔ (یہ سنہ جولین پیریڈ کے 1948439 دن گزرنے کے بعد شروع ہوا ہے)۔
2. اہل ہیئت نے سنین قمری کو دور صغیر و کبیر پر تقسیم کیا ہے۔ 30 قمری کا دور صغیر اور (7) دور صغیر یعنی کہ 210 سال قمری کا دور کبیر [1] ہوتا ہے۔ دور صغیر کے 30 سال میں سے 19 سال تو 354 دن کے اور 11 سال 355 دن کے ہوتے ہیں۔ (اور بلحاظ تعداد ایام ہر دور صغیر 10631 دن کا اور دور کبیر 74417 دن کا ہوتا ہے)۔
3. ہر دور صغیر دوسرے دور صغیر کے ساتھ مماثلت رکھتا ہے کہ جس ترتیب کے ساتھ پہلے دور صغیر میں قمری مہینے 29-29 یا 30-30 دن کے آئے تھے، اس سے ملحق دوسرے دور میں بھی سب قمری مہینے اسی ترتیب کے ساتھ 29-29 یا 30-30 دن کے آئیں گے اور پچھلے دور صغیر کے تمام سال اور مہینے اپنے سے پہلے دور کے برسوں اور مہینوں سے بالترتیب پانچ دن بعد شروع ہوا کرتے ہیں۔
4. دور کبیر کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ اپنے سے پہلے دور کے برسوں اور مہینوں کے مطابق ہوتا ہے۔ یعنی برسوں اور مہینوں کے شروع ہونے کے دن اور ان کے دنوں کی تعداد بالترتیب بالکل وہی ہوتی ہے جو اس سے ماسبق دور میں تھی۔
5. دور صغیر 10631 دن کا اور دور کبیر 74417 دن کا ہوتا ہے۔
6. نقشہ مندرجہ ذیل میں 1ھ سے 1470ھ تک سالہائے ہجری کے شروع ہونے کا دن رؤیت عرب کے مطابق درج کیا گیا ہے اور 355 دن کے برسوں کو خطوط وحدانی میں دکھایا گیا ہے۔

غرہ سنہ ہجری کے دریافت کرنے کا قاعدہ

نقشہ مندرجہ ذیل سے کسی سال ہجری شروع ہونے کا دن معلوم کرنے کے لیے پہلے یہ دیکھیں کہ وہ سال 210 سے کم ہے یا زیادہ۔ اگر 210 سے کم ہے تو اسے 30 پر تقسیم کریں۔ اگر 210 سال سے زیادہ ہے تب اس کو 210 پر تقسیم کریں۔ جتنی بار تقسیم ہو اس ہندسہ کو خانہ (ب) میں اور جتنے سال بعد تقسیم باقی رہیں ان کو خانہ (الف) میں دیکھیں۔ خانہ (الف) کے ہندسہ کی سیدھ میں خانہ (ب) کے ہندسہ کے نیچے جو دن لکھا ہوا ملے گا، اسی دن سے وہ سال ہجری شروع ہوگا۔

[1] سنہ ہجری کا پہلا دور کبیر 201ھ پر ختم ہوتا ہے، اس میں 10 سال عہد نبوت کے ہیں باقی ماندہ 200 سال وہ ہیں جو حدیث الآیات بعد المائتین کے ہیں۔

نقشہ غرہ سنین قمری از 1 ہجری تا 1470 ہجری

سالہائے ہجری (الف)						دورہائے 30 سالہ (ب)						
سالہائے ہجری						210	30	60	90	120	150	180
1		9	17	25	یکم محرم کی مطابق اول ہے	یک شنبہ	جمعہ	چہار شنبہ	دوشنبہ	شنبہ	پنجشنبہ	سہ شنبہ
(2)		10	18	26		جمعہ	چہار شنبہ	دوشنبہ	شنبہ	پنجشنبہ	سہ شنبہ	یک شنبہ
		11	19	27		سہ شنبہ	یک شنبہ	جمعہ	چہار شنبہ	دوشنبہ	شنبہ	پنجشنبہ
	4	12	20	28		شنبہ	پنجشنبہ	سہ شنبہ	یک شنبہ	جمعہ	چہار شنبہ	دوشنبہ
	(5)	(13)	(21)	29		پنجشنبہ	سہ شنبہ	یک شنبہ	جمعہ	چہار شنبہ	دوشنبہ	شنبہ
	6	14	22			دوشنبہ	شنبہ	پنجشنبہ	سہ شنبہ	یک شنبہ	جمعہ	چہار شنبہ
	7	15	23			شنبہ	پنجشنبہ	سہ شنبہ	یک شنبہ	جمعہ	چہار شنبہ	دوشنبہ
3	(8)	(16)	(24)	30		چہار شنبہ	دوشنبہ	شنبہ	پنجشنبہ	سہ شنبہ	یک شنبہ	جمعہ

⑦ سنین ہجری وعیسوی کی تواریخ وشہور کی مطابقت کے لیے ذیل میں جدول تعداد ایام سالہائے ہجری درج کی جا رہی ہے۔ جب کسی سال ہجری کا غرہ اور اس کے مطابق عیسوی تاریخ ماہ وسنہ معلوم کرنا ہو تو جس قدر پورے سال ہجری گزر چکے ہوں ان ہجری سالوں کے دن جدول تعداد ایام سالہائے ہجری کے معلوم کر کے ان میں 227015 دن جمع کریں۔ مجموعہ ایام کے برابر دنوں کا شمار یکم جنوری 1 عیسوی یوم دوشنبہ سے بحساب جدید شمار کریں جیسا کہ سنہ عیسوی جدید کے ضمن میں بیان کیا گیا ہے۔ جس سال مہینے تاریخ عیسوی پر وہ دن ختم ہوں اسی تاریخ عیسوی کو سنہ مطلوب ہجری کا یکم محرم ہوگا۔

تعداد ایام عیسوی از یکم جنوری 1ء یوم دوشنبہ تا آغاز یکم محرم سنین مندرجہ ذیل	جدول تعداد ایام سالہائے ہجری			تعداد ایام عیسوی از یکم جنوری 1ء یوم دوشنبہ تا آغاز یکم محرم سنین مندرجہ ذیل	جدول تعداد ایام سالہائے ہجری		
	سالہائے ہجری	تعداد ایام	میزان افزون ایام		سالہائے ہجری	تعداد ایام	میزان افزون ایام
227014	1	10	354	232330	(16)	355	5670
227068	2	355	709	232658	17	354	6024
227723	3	354	1063	233039	18	354	6378
228077	4	354	1417	233393	(19)	355	6733
228431	(5)	355	1772	233748	20	354	7087
228786	6	354	2126	234102	(21)	355	7442
229142	7	354	2480	234457	22	354	7796
229495	(8)	355	2835	234811	23	354	8150

229850	9	354	3189	231565	(24)	355	8505
230204	10	354	3543	235520	25	354	8859
230558	(11)	355	3898	235874	26	354	9313
230913	12	354	4252	236228	(27)	355	9568
231267	(13)	355	2607		28	354	9922
231622	14	354	4961		29	354	10276
231976	15	354	5315		(30)	355	10631

جدول دور ہائے صغیر قمری مع تعداد ایام

تعداد سالہائے قمری	تعداد ایام
30	10631
60	21212
90	31893
90	31893
120	42524
150	53155
180	23786
210	24417

جدول دور ہائے کبیر قمری مع تعداد ایام

تعداد سالہائے قمری	تعداد ایام
420	148834
630	223251
840	297686
1050	372085
1260	446502
1470	520919

8. اسلام میں سنہ ہجری کا استعمال بعہد خلافت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جاری ہوا۔ یوم الخمیس 30 جمادی الثانی 17ھ / جولائی 38ء علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے مشورہ سے سنہ کا شمار واقعہ ہجرت نبویہ ﷺ سے کیا گیا اور عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے مشورہ سے محرم کو اولین شہور مقرر کیا گیا۔ [1]

9. سن ہجری میں ایک عجیب فضیلت پائی جاتی ہے کہ وہ شروع سے حال تک اپنی صورت مجوزہ پر چلا آتا ہے جو دنیا کے مروجہ سنین میں غالباً کسی سنہ میں نہیں پائی جاتی۔

دوسری عجیب خصوصیت اس کی یہ ہے کہ بہ لحاظ تداول واستعمال بھی سنہ ہجری دنیا کے اکثر مروجہ سنین سے قدیم سنہ ہے۔ اگرچہ وہ اپنے اعداد کے لحاظ سے سنہ ہجری سے زیادہ پرانے معلوم ہوتے ہیں۔ مثلاً یکم محرم 1ھ 6 جولائی 5335 جولین کے مطابق:

1. جولین پیریڈ کا سنہ بظاہر سنہ ہجری سے 5334 سال پہلے کا معلوم ہوتا ہے، حقیقت میں یہ سنہ ہجری سے 989 سال بعد 1582ء میں وضع ہوا ہے۔

---

[1] مقریزی: 284/1

② سنہ عبرانی کے مطابق یکم محرم 1 ہجری کے دن 3۔ آب 4382 عبری تھا۔ اس لیے بظاہر سنہ عبرانی سنہ ہجری سے 4381 سال پہلے کا معلوم ہوتا ہے، مگر دراصل یہ سنہ 1582ء میں وضع ہوا ہے۔ ملاحظہ ہو انسائیکلو پیڈیا برطانیکا۔

③ سنہ کل جگ سنہ ہجری سے 3723 سال پہلے کا معلوم ہوتا ہے مگر یورپین مورخ اور ہیئت دان تسلیم کرتے ہیں کہ یہ سنہ چوتھی صدی عیسوی میں وضع کیا گیا تھا۔ یعنی اپنے حساب سے 34 صدیوں کے گزرنے کے بعد اس کا نام عالم وجود میں لایا گیا تھا۔

④ سنہ سکندری سنہ ہجری سے 932 سال پہلے کا ہے، مگر اپنے موجودہ ہیئت میں نوزائیدہ ہے۔ کیونکہ یہ شروع میں کئی صدیوں تک قمری مہینوں پر چلتا رہا ہے اور اب اسے شمسی مہینوں میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔

⑤ سمت بروشٹ کے مطابق یکم محرم 1ھ کے دن 26 ساون سمت 679 تھا، اس لیے بظاہر سمت بروشتہ سنہ ہجری سے 678 سال پہلے کا معلوم ہوتا ہے، مگر ہندو اور یورپین محققین کی تحقیقات سے ثابت ہے کہ سمت 898 بروشٹ سب سے پہلا سال ہے جو سمت بروشٹ کے نام سے موسوم ہوا چونکہ یکم بہار (طرہ اول) سمت 898 بروشٹ 23 جمادی الاول 226ھ کے مطابق ہے۔ اس حساب سے سمت بروشتہ سنہ ہجری سے 225 سال بعد شروع ہوتا ہے۔

⑥ تاریخی طور پر سنہ سب سے پہلی دفعہ 478 بمطابق 130ھ میں لکھا گیا تھا، دیکھئے کلاسیکل ڈکشنری جی چمراز مطبوعہ لندن 1831ء (ز) عیسوی قدیم انگلستان میں 2 ستمبر 1753ء یوم چہارشنبہ مطابق 3 ذی قعدہ 1165ھ تک جاری رہا۔ 4 ذی قعدہ 1165ھ یوم پنجشنبہ کو حساب جدید کے مطابق 14 ستمبر 1752ء لکھا گیا۔

⑩ اسلام نے سال کا شمار قمری حساب پر رکھا ہے اور اس حساب کو شمسی حساب کے برابر کرنے کے لیے کوئی لوند یعنی کبیسہ کا مہینہ اختیار نہیں کیا، کیونکہ اسلام دین الفطرت ہے۔ اس لیے ضرور تھا کہ شارع علیہ السلام اس نہج حساب کو پسند فرماتے، جو فطرت کے اصول پر اور مبنی بر مصلحت دین ہے اسلام کی اعلیٰ خصوصیت میں سے ایک خصوصیت مساوات بھی ہے اور ایک خصوصیت اس کی ہمہ گیری بھی ہے۔ اسلام نے ان خصائص کی حصانت وحمایت میں یہ پسند فرمایا کہ اسلامی مہینے ادلتے بدلتے موسم میں آیا کریں اور لوند وغیرہ کے اضافے سے اس صفت تقلب ایام کا سد باب نہ کیا جائے۔ ذرا اسلام کے رکن چہارم ماہ رمضان پر غور کرو کہ اگر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ماہ صیام کے لیے کوئی شمسی مہینہ مقرر فرما دیتے یا قمری حساب میں کبیسہ (لوند) لگانا منظور فرما لیتے تو نتیجہ کیا ہوتا؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقرر کردہ مہینہ خواہ گرم موسم میں ہوتا یا سرد موسم کا مگر لابدی حالت یہ ہوتی کہ نصف دنیا کے مسلمان ہمیشہ کے لیے آسانی میں اور نصف دنیا کے مسلمان ہمیشہ تنگی وسختی میں پڑ جاتے، کیونکہ ایک عالم علم جغرافیہ سے یہ امر پوشیدہ نہیں کہ دسمبر جو نصف شمالی دنیا کا سرد اور سب سے چھوٹے دن کا مہینہ ہے وہ نصف جنوبی دنیا کا گرم اور طویل دن کا مہینہ ہے۔ پس اسلام کی مساوات جہانگیری کا اقتضا ہی یہ تھا کہ اسلامی سال قمری حساب پر ہوتا۔ اور قمر کی حرکات کو انسانی اختراع لوند وغیرہ کی شمولیت سے کالعدم نہ کر دیا جاتا۔ **و للہ الحجۃ البالغۃ!**

2 جولین پیریڈ (دور جولیانی)

1	2	3	4	5	6
شروع سنہ کا پہلا دن	سال کا پہلا مہینہ	مقدار سال	تعداد ایام جولین پیریڈ قبل از آغاز سنہ ہذا	شروع سنہ کی قمری تاریخ قبل از شروع سنہ ہجری	تعداد ایام شروع سنہ سے تاریخ ولادت نبوی ﷺ تک جس میں یوم ولادت بھی شامل ہے
سہ شنبہ	جنوری	365 دن 6 گھنٹے		20 شعبان 5499	1929725 [1]

سنہ جولین پیریڈ جو 1582 مطابق 990ھ میں وضع کیا گیا تھا۔ اس کا آغاز مختلف سنین و تواریخ کی تصحیح و تطبیق کی غرض سے کی گئی سنہ عیسوی سے 4713 سال (شمسی) پہلے قرار دیا گیا ہے۔ اس لیے سنہ عیسوی میں 3713 سال جمع کرنے سے جولین پیریڈ کا سال معلوم ہو جاتا ہے۔ سال کی مقدار 365 دن 6 گھنٹے ہے۔ مگر تین سال تک 6 گھنٹے کی کسر کو ترک کیا جائے تو ہر سال 365 دن کا رہ جاتا ہے۔ جب 4 سال میں 6 گھنٹے کی سالانہ کسر سے 24 گھنٹے کا دن ہو جاتا ہے تو وہ ایک دن فروری کے مہینے میں شامل ہو کر فروری کا مہینہ 28 دن کی بجائے 29 دن کا ہو جاتا ہے اور ہر چوتھا سال 366 دن کا ہوتا ہے۔

سنہ جولین پیریڈ کا دور صغیر 28 سال کا ہے، جس کے بعد سال کے مہینے اور دن بدستور سابق واقع ہوتے ہیں۔ اس لیے ذیل میں 28 سالہ دور جولین پیریڈ کا نقشہ درج کیا جاتا ہے، جس میں جولین پیریڈ کے ہر سال کے شروع ہونے کا دن درج ہے۔

3 سنہ عبرانی

1	2	3	4	5	6
شروع سنہ کا پہلا دن	سال کا پہلا مہینہ	مقدار سال	تعداد ایام جولین پیریڈ قبل از آغاز سنہ ہذا	شروع سنہ کی قمری تاریخ قبل از شروع سنہ ہجری	تعداد ایام شروع سنہ سے تاریخ ولادت نبوی تک جس میں یوم ولادت بھی شامل ہے
دوشنبہ	تسری	13-12 ماہ قمری	347997	28 شعبان 4517	1581728

نبی کریم ﷺ کی ولادت مبارک کا سال جولین پیریڈ 5284 ہے۔ اس کو 28 سال پر تقسیم کرنے سے 20 سال باقی رہتے ہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ 5284 جولین پیریڈ اسی دن سے شروع ہوگا، جس سے دور صغیر کا بیسواں سال شروع ہوا تھا۔ نقشہ مندرجہ بالا سے ظاہر ہے کہ بیسواں سال بدھ کو شروع ہوا تھا، اس لیے 20 کی یکم جنوری بدھ کے دن سے شروع کرتے ہیں۔

انبیائے بنی اسرائیل کے زمانے میں سال کا آغاز ماہ نیساں سے کیا جاتا تھا، مگر یہود نے اپنا سال قبل از موسیٰ فصل خریف میں ماہ تسری سے شروع کرنا اختیار کر لیا۔ پھر موسیٰ علیہ السلام کے عام سے سال کا آغاز ماہ نیساں سے کرنے لگے۔ پھر اسے چھوڑ کر ماہ تسری ہی

[1] 5 ء آغاز سنہ عیسوی سے 7413 سال پہلے شمار کیا گیا ہے یعنی جولین پیریڈ کا سال (10227) دن کا ہے۔ اس کے بعد تمام سال مہینے اس طرح ایام ہفتہ کے مطابق ہیں، جس طرح دور سابق میں واقع ہوئے تھے۔

سے آغاز سال مانا گیا۔ یہ تبدیلی 358ء میں ہوئی تھی مگر دسویں عیسوی مطابق ہشتم صدی ہجری تک یہود کا اپنا سنہ کوئی نہیں تھا۔ اس وقت تک وہ سنہ سکندری کو اسرائیلی مہینوں کے ساتھ استعمال کرتے تھے۔ چودھویں صدی عیسوی مطابق نہم صدی ہجری میں یہود نے اپنا سنہ سنہ پیدائش کے نام سے قرار دے کر اس سنہ کا آغاز بہ حساب خود پیدائش آدم سے ایک سال پہلے اور سنہ سکندری سے 3449 سال پہلے شمار کیا ہے، بروئے حساب یہود پیدائش آدم کو سنہ سکندری تک 3448 سال گزرے تھے۔ اولین سال یہود کے تحسین ماہ تسری کی پہلی تاریخ 17 اکتوبر 953ء جولین یوم دوشنبہ کے مطابق تھی۔ سنین یہود کا حساب دور 19 سالہ پر رکھا گیا ہے۔ 4331 یہود 16/18 قمر 570 کو سہ شنبہ کے دن مطابق 29/رجب شروع ہوا تھا۔ یہ سال 354 دن کا تھا۔

دور 19 سالہ میں بارہ بارہ ماہ قمری کے اور سات سال تیرہ تیرہ قمری کے ہوتے ہیں۔ 12 ماہہ سال کو سال بسیط اور 13 ماہہ سال کو سال کبیسہ کہتے ہیں۔ پھر سال مکبوس و مبسوط کو تین اقسام پر منقسم کیا جاتا ہے۔

سالہائے مبسوط	سالہائے مکبوس
سال بسیط ناقص: 353 دن سال بسیط معتدل: 354 دن	سال کبیسہ ناقص: 383 دن سال کبیسہ معتدل: 384 دن
سال بسیط کامل یا زائد: 355 دن	سال کبیسہ کامل یا زائد: 385 دن

353 دن کا سال ایام ہفتہ میں سے شنبہ یا دوشنبہ کو شروع ہوگا۔ 354 دن کا سال ایام ہفتہ میں سے سہ شنبہ و پنجشنبہ کو شروع ہوگا۔ 355 دن اور 383 دن کا سال شنبہ و دوشنبہ و پنجشنبہ کو 384 دن کا سال ہمیشہ سہ شنبہ سے شروع ہوگا۔

یہود کا کوئی سال جمعہ، اتوار، بدھ سے شروع نہیں ہوتا۔

سنہ عیسوی میں تجبر سے پہلے 3760 سال اور تجبر کے بعد 3761 سال جمع کر دینے سے عبرانی سال معلوم ہو جاتا ہے، آنحضرت ﷺ کی پیدائش مبارک تک:

دور صغیر	1575311	دن کے
117 سال	6200	دن کے
7 مہینے	207	دن کے
8 ویں مہینے کے	10	دن
کل دن ہوئے =	1581728 دن	

اس سنہ کے مطابق تاریخ ولادت 10 آیار 4331 عبرانی ہے۔

﴿4﴾ نوح یا سنہ طوفان

1	2	3	4	5	6
شروع سنہ کا پہلا دن	سال کا پہلا مہینہ	مقدار سال	تعداد ایام جولین پیریڈ قبل از آغاز سنہ ہذا	شروع سنہ کی قمری تاریخ قبل از شروع سنہ ہجری	تعداد ایام شروع سنہ سے تاریخ ولادت نبوی ﷺ تک جس میں یوم ولادت بھی شامل ہے
پنجشنبہ	توت	365	588464	27/ربیع الاول 3838ق	1341261

طوفان سے ولادت مسیح علیہ السلام تک کی مدت میں عیسائی علما میں اختلاف ہے کیونکہ تورات عبرانی سے 2348 تورات سامری سے 2998 تورات یونانی سے 3128 سال شمسی مدت کا استخراج ہوتا ہے۔ 130 سال سے 780 سال تک کا باہمی فرق پایا جاتا ہے۔ سنہ طوفان کا دور سات سال کا ہے۔ اس کے بعد سال مہینے ہفتے کے ایام بدستور سابق واقع ہوتے ہیں۔ ابو معشر بلخی نے بحساب رفتار کوکب طوفان کا تعین اس وقت کیا ہے جب سبع سیاروں کا اجتماع برج حوت کے 27 درجے سے برج حمل کے پہلے درجہ تک ہوا تھا۔ اسی طرح ابو معشر کے حساب سے 7 عیسوی تک 3102 سال شمسی کی مدت ہوتی ہے۔ اس لیے ابو معشر کی قرار دادہ مدت آغاز طوفان عیسائیوں کی استنباط کردہ مدت از تورات یونانی سے 26 سال بعد ہے۔

ابو معشر ابو ریحان کے حساب سے طوفان کا آغاز سنہ ہجری سے 1359975 دن قبل ہوا تھا۔ اس حساب سے سنہ طوفان کا پہلا دن سنہ عیسوی سے 3102 سال پہلے 17 فروری 1612 جولین یوم پنجشنبہ کے مطابق آتا ہے۔ پروفیسر جرمن یونیورسٹی جس نے البیرونی کی کتاب الآثار الباقیہ کا عربی سے جرمن زبان میں ترجمہ کیا ہے۔ طوفان کا پہلا دن یوم جمعہ شمار کیا ہے۔ یہ اختلاف اس لیے ہے کہ طوفان کا وقت ابن الباز یاد نے کتاب القرانات میں پنجشنبہ و جمعہ کی درمیانی رات کو شروع ہونا لکھا ہے۔ اس لیے طوفان کا پہلا دن بعض اہل علم نے شب طوفان کے پہلا دن جمعہ کو قرار دیا اور بعض اہل علم نے شب طوفان کے بعد کا پہلا دن جمعہ کو قرار دیا۔ قدیم کتب ہیئت میں سنہ طوفان کا آغاز پنجشنبہ کے دن سے شمار کیا گیا ہے۔ ابو معشر بلخی نے سنہ شمسی کی مقدار 365 دن 6 گھنٹے تسلیم کرنے کے باوجود سنہ طوفان کو شمسی حساب سے قرار دے کر سال 365 دن کا رکھا ہے۔ جس کا ہر مہینہ 30-30 دن کا شمار ہوتا ہے اور 5 دن آخر سال میں بڑھ کر 365 دن پر ختم کیا گیا ہے۔

﴿5﴾ کل جگ

1	2	3	4	5	6
شروع سنہ کا پہلا دن	سال کا پہلا مہینہ	مقدار سال	تعداد ایام جولین پیریڈ قبل از آغاز سنہ ہذا	شروع سنہ کی قمری تاریخ قبل از شروع سنہ ہجری	تعداد ایام شروع سنہ سے تاریخ ولادت نبوی ﷺ تک جس میں یوم ولادت بھی شامل ہے

جمعہ	بیساکھ	منٹ گھنٹے دن 365- 6- 12 26.55853 سیکنڈ	588465	28 ربیع الاول 3838	1341260

سال مبدا کل جگ یوم اعتدال ربیعی سے 58 دن پہلے 17-18 فروری کی درمیانی شب کے 12 بجے سے شروع ہوا تھا۔ اس سال میں اعتدال ربیع کا دن 16۔ اپریل 1612 مطابق 29 جیٹھ یوم یک شنبہ کو ہوا تھا اور سنہ ایک کل جگ کا شمار اس سے ایک سال بعد کیا جاتا ہے۔ مبدا کل جگ کو علم ہیئت کی اصطلاح میں سال صفر کل جگ کہتے ہیں۔

سنہ طوفان اور سنہ کل جگ کے جداگانہ ہونے کی وجہ سے بظاہر سنہ طوفان و سنہ کل جگ دو مختلف سنہ معلوم ہوتے ہیں مگر سنہ طوفان و سنہ کل جگ دونوں ایک ہیں۔ دونوں کا آغاز شب طوفان سے ہوتا ہے۔ سنہ کل جگ کا آغاز بھی طوفان نوح علیہ السلام کے واقعہ عظیمہ کی یادگار ہے۔ سنہ کل جگ کے مطابق تاریخ ولادت یکم جیٹھ 3672 ہے۔

6 سنہ ابراہیمی

1	2	3	4	5	6
شروع سنہ کا پہلا دن	سال کا پہلا مہینہ	مقدار سال	تعداد ایام جولین پیریڈ قبل از آغاز سنہ ہذا	شروع سنہ کی قمری تاریخ قبل از شروع سنہ ہجری	تعداد ایام شروع سنہ سے تاریخ ولادت نبوی ﷺ تک جس میں یوم ولادت بھی شامل ہے
یک شنبہ	اکتوبر	منٹ گھنٹے دن 365- 6-		5 ربیع الثانی 5-ق/2717	944008

سنہ عیسوی میں 2014 سال 3 ماہ جمع کرنے سے اسی سنہ عیسوی کے مطابق کا سنہ ابراہیمی ہوتا ہے۔ آرک بشپ اشر نے ولادت ابراہیم کا زمانہ عیسوی سے 1996 سال قبل تحریر کیا ہے۔ انسائیکلو پیڈیا بریٹانیکا (دیکھو جلد چہارم مطبوعہ دفعہ نہم ص 681) نے ولادت ابراہیم کو 2015 قبل مسیح تحریر کیا ہے جو مطابق یکم اپریل 2699 جولین پیریڈ کے ہے۔ ہم نے اس نقشہ میں انسائیکلوپیڈیا کے بیان کو ترجیح دی ہے۔ اس سنہ کے مطابق ولادت مبارک ساتویں مہینے کی بیس تاریخ کو تھی۔

7 بخت نصری

1	2	3	4	5	6
شروع سنہ کا پہلا دن	شروع سال کا پہلا مہینہ	مقدار سال	تعداد ایام جولین پیریڈ قبل از آغاز سنہ ہذا	شروع سنہ کی قمری تاریخ قبل از شروع سنہ ہجری	تعداد ایام شروع سنہ سے تاریخ ولادت نبوی ﷺ تک جس میں یوم ولادت بھی شامل ہے

چہار شنبہ	توت	365 دن	1448637	4 شعبان 1411۔ق	481088

یہ سنہ بخت نصر اول کے یوم جلوس 26 فروری 3967 جولین اور 747 سال قبل مسیح سے شروع ہوتا ہے۔ یہ بخت نصر وہ نہیں، جس نے بیت المقدس کو ویران کیا وہ تو اس سے 142 سال بعد تھا۔

اس سنہ کا دور سات سال کا ہے۔ اس کے بعد سال، مہینے، ان ہی ایام ہفتہ کو ہوتے ہیں جس طرح سات سال پہلے گزرے تھے۔

اس سنہ کے مطابق تاریخ ولادت نبوی ﷺ 18 توت 1319 بخت نصری ہے۔

8 سنہ سکندری

1	2	3	4	5	6
شروع سنہ کا پہلا دن	سال کا پہلا مہینہ	مقدار سال	تعداد ایام جولین پیریڈ قبل از آغاز سنہ ہذا	شروع سنہ کی قمری تاریخ قبل از شروع سنہ ہجری	تعداد ایام شروع سنہ سے تاریخ ولادت نبوی ﷺ تک جس میں یوم ولادت بھی شامل ہے
دوشنبہ	تشرین اول	دن گھنٹے 365- 6	1607738	24 رجب 962	321987

سنہ سکندری آج کل قسطنطنیہ میں سنہ رومی کے نام سے بحیثیت سال شمسی ظاہری ہے۔ اس کا چوتھا سال جس کو 4 پر تقسیم کرنے سے 3 باقی رہتے ہوں 366 دن کا ہوتا ہے، جس میں ماہ شباط بجائے 28 دن کے 29 دن کا لیا جاتا ہے۔ اس سنہ کا دور 28 سال کا ہے جس کے بعد سال وماہ وایام ہفتہ دور سابق کے مطابق ہوتے ہیں۔

اس سنہ کو اہل یورپ مقدونوی یا سلوکسی سنہ کہتے ہیں۔ یہ سنہ سکندر کی وفات سے بارہ سال بعد اس کے جانشین جنرل سلوکس نے بابل فتح کرنے پر جاری کیا تھا۔ اس کا شمار سنہ عیسوی سے 3 ماہ 311 سال قبل یکم اکتوبر 2 440 جولیائی سے ہوتا ہے۔ اس سنہ کے مطابق ولادت نبوی ﷺ 20 نیسان 882 سکندری کا ہے۔

9 بکرمی بروشٹہ

1	2	3	4	5	6
شروع سنہ کا پہلا دن	سال کا پہلا مہینہ	مقدار سال	تعداد ایام جولین پیریڈ قبل از آغاز سنہ ہذا	شروع سنہ کی قمری تاریخ قبل از شروع سنہ ہجری	تعداد ایام شروع سنہ سے تاریخ ولادت نبوی ﷺ تک جس میں یوم ولادت بھی شامل ہے

شنبہ	بیساکھ	دن گھنٹے منٹ 365-6-12 36.55853 سیکنڈ	1700675	28 شوال 700ق-5	229050

سمت بروشٹھ اگرچہ بظاہر شمسی سال معلوم ہوتا ہے، مگر حقیقت میں یہ سنہ شمسی نہیں بلکہ شمسی کوکبی سال ہے، کیونکہ شمسی سال کے مطابق تو دن رات کو برابر ہونا اور بہت چھوٹا اور سب سے بڑا دن ایک ہی مقررہ تاریخ پر واقع ہوتے ہیں اور سمت بروشٹھ میں فصل ربیع وخریف میں دن رات کا برابر ہونا اور سب سے بڑا اور سب سے چھوٹا دن مختلف مہینوں اور تاریخوں میں ہوتا رہتا ہے۔ چنانچہ سنہ بروشٹھ کا یکم بیساکھ سنہ عیسوی سے 56 سال 9 ماہ 19 دن قبل 13 / مارچ 4657 جولین کو آفتاب کے برج حمل میں داخل ہونے سے 10 دن پہلے ہمارے زمانے میں سنہ بکری بروشٹھ یوم اعتدال ربیعی سے 23 دن بعد 13 اپریل کو شروع ہوتا ہے۔ اس سنہ کے مطابق ولادت یکم جیٹھ سمت 628 ہے۔

10 بکرمی قمری شمسی سال

1	2	3	4	5	6
شروع سنہ کا پہلا دن	شروع سال کا پہلا مہینہ	مقدار سال	تعداد ایام جولین پیریڈ قبل از آغاز سنہ ہذا	شروع سنہ کی قمری تاریخ قبل از شروع سنہ ہجری	تعداد ایام شروع سنہ سے تاریخ ولادت نبوی ﷺ تک جس میں یوم ولادت بھی شامل ہے
شنبہ	چیت	12-13 ماہ قمری	1700675	28 شوال 700	229050

ہندی قمری شمسی سال بکری سال 12/13 ماہ قمری کا ہوتا ہے۔ ہر ماہ قمری 15-15 دن کے دو حصوں پر تقسیم ہے۔ نصف اول کو بدی پکش کہتے ہیں جو عموماً چاند کی 14 تاریخ سے شروع ہو کر 28 کو ختم ہوتا ہے۔ نصف دوم کو شدی پکش کہتے ہیں۔ یہ پکش رویت ہلال سے ایک دو دن پہلے شروع ہو کر چاند کی 13 کو ختم ہوتا ہے۔ بدی پکش سے پندرہویں دن کا نام اماوس (اجتماع نیرین) ہے۔ شدی پکش کے پندرہویں دن کا نام پورنماشی (بدر) ہے۔ یہ سال اس وقت شروع ہوتا ہے جب ماہ چیت کے 15 دن گزر کر 15 دن باقی رہتے ہیں۔ اس طرح ماہ چیت قمری کا نصف اول سال ماقبل میں اور نصف دوم سال مابعد میں شامل ہوا کرتا ہے۔ سال 13 ماہ کا اس وقت ہوتا ہے جب شمسی سال کے کسی شمسی مہینہ میں اجتماع نیرین دو دفعہ واقع ہوتا ہے۔ یہ ان شمسی مہینوں میں ہوتا ہے جو 30 دن سے زائد کے ہوتے ہیں۔ تیرہویں مہینے کا نام ادبکس ماس ہے جسے لوند بولتے ہیں۔ لوند کا مہینہ سوریا سدھانتا کے قاعدہ سے اس وقت زیادہ کیا جاتا ہے جب معمولی مہینے کا نصف اول گزر چکا ہو اور نصف ثانی باقی ہو، مگر جنوبی ہندوستان میں لوند کا پورا مہینہ معمولی مہینہ سے پہلے زیادہ کرتے ہیں۔

جب کسی ماہ شمسی میں اجتماع نیرین ایک دفعہ بھی نہیں ہوتا تو اس ماہ شمسی کے قمری مہینہ کا نام سال کے مہینوں میں شمار نہیں کیا جاتا۔ اس مہینے کو کشیا (متروک) کہتے ہیں کشیا کا مہینہ منگسر پوس ماگھ کے سوا نہیں ہو سکتا۔ کشیا کی وجہ سے سال 11 ماہ کا رہ جاتا ہے۔ اس کمی کو پورا کرنے کے لیے اصل قمری مہینہ کے عوض لوند کا مہینہ زیادہ کیا جاتا ہے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ کشیا کا مہینہ اسی سال میں

واقع ہوتا ہے جس سال کے ایک ماہ شمسی میں دو دفعہ اجتماع نیرین ہوتا ہے۔ اندریں صورت کشیا کے عوض کا، ایک ادِک ماس کا ہوتا ہے، اس سے کشیا کا سال اکثر 13 مہینے کا اور شاذ 12 مہینے کا ہوتا ہے۔

نبی ﷺ کی پیدائش مبارک تک 627 قمری شمسی سالوں میں 396 سال 12 ماہ 231 سال 13 ماہ۔

یعنی کل 7755 ماہ گزرے تھے منجملہ ان کے 3641 ماہ 29-29 دن کے اور 4114 مہینے 30-30 دن کے تھے۔

اسی طرح 627 قمری شمسی سالوں کے 90-90 دن ہوتے ہیں۔ ان میں 15 دن چیت شدی 628 کے 15 دن بیساکھ بدی 628 کے۔ 11 دن بیساکھ شدی 628 کے شامل کرنے سے تاریخ ولادت باسعادت آنحضرت ﷺ تک 229050 دن ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح آنحضرت ﷺ کی ولادت مبارک موتی اکاوش کے دن ہوتی ہے جو ہنود کے اعتقاد میں نہایت مقدس دن سمجھا جاتا ہے۔

(11) عیسوی قدیم

1	2	3	4	5	6
شروع سنہ کا پہلا دن	سال کا پہلا مہینہ	مقدار سال	تعداد ایام جولین پیریڈ قبل از آغاز سنہ ہذا	شروع سنہ کی قمری تاریخ قبل از شروع سنہ ہجری	تعداد ایام شروع سنہ سے تاریخ ولادت نبوی ﷺ تک جس میں یوم ولادت بھی شامل ہے
شنبہ	جنوری	گھنٹے دن 365- 6	1721423	6 جمادی الاول 640 ق-5	208302

سنہ عیسوی حضرت مسیح علیہ السلام کے سال پیدائش سے شروع کیا گیا تھا مگر زمانہ حال کے محققین یورپ نے تسلیم کیا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی ولادت اس سنہ سے 4 سال پہلے کی ہے۔ تاریخی طور پر سنہ عیسوی کا سب سے پہلی دفعہ لکھا جانا 748ء مطابق 130ھ سے ہے۔ اس سنہ کا دور 28 سال کا ہے۔ جس کے بعد سال مہینے اور مہینوں کی تاریخیں انھیں ایام ہفتہ کو واقع ہوتی ہیں، جس طرح 28 سالہ دور گزشتہ میں ہوئی تھیں۔ مختلف ممالک میں مارچ یا ایسٹر یا کرسمس یا ستمبر سے شروع کیا جاتا تھا انگلستان نے 1752ء سے جنوری سے آغاز کیا۔ اب یورپ و امریکہ میں سال کا آغاز اس مہینہ سے مانا جاتا ہے۔

اس سنہ کے مطابق ولادت مبارک 20/ اپریل 571ء کو ہے۔

(12) عیسوی جدید

1	2	3	4	5	6
شروع سنہ کا پہلا دن	سال کا پہلا مہینہ	مقدار سال	تعداد ایام جولین پیریڈ قبل از آغاز سنہ ہذا	شروع سنہ کی قمری تاریخ قبل از شروع سنہ ہجری	تعداد ایام شروع سنہ سے تاریخ ولادت نبوی ﷺ تک جس میں یوم ولادت بھی شامل ہے

دوشنبہ	جنوری	منٹ گھنٹے دن 365- 5-48 46 سیکنڈ	1721425	18 جمادی الاول 641ق	208300

قدیم حساب میں سال کی مقدار صحیح مقدار سے 11 منٹ 14 سیکنڈ زیادہ تھی ۔ اس لیے اعتدال ربیعی کا دن 21 مارچ تھا اور 1582 میں 11 مارچ۔اس روز افزوں غلطی کی درستی کے لیے اصلاح کرنی پڑی۔حالیہ قاعدہ سے یوم اعتدال ربیعی وخریف سب سے بڑا اور سب سے چھوٹا دن اپنی مقررہ تاریخوں پر ہوتے ہیں اور وہ اندیشہ بھی نہ رہا کہ کبھی سرد موسم کے مہینے گرم میں یا گرم موسم کے مہینے سردی میں آ جائیں گے۔قدیم حساب میں یوم دوشنبہ کو 3 جنوری 1 سنہ عیسوی تھی۔حساب جدید میں دوشنبہ کو یکم جنوری 1ء قرار دی گئی ہے۔ یہ حساب قدیم ہر پوری صدی کا سال 366 دن کا اور صدی 36525 دن کی ہوتی تھی۔اب یہ حساب جدید پہلی صدی سے 39 صدیوں تک۔

جس صدی کو 400 پر تقسیم کرنے سے باقی کچھ نہ رہے،اس پوری صدی کا سال 366 دن کا اور وہ صدی 36525 دن کی ہے۔اور جو پوری صدی 400 پر تقسیم کرنے سے پوری تقسیم نہ ہوسکتیں ان کا سال 365 دن کا اور وہ صدی 36524 دن کی ہیں۔

اس سنہ کے مطابق ولادت مبارک 22 اپریل 571ء کو ہے۔

⑬ قبطی جدید

1	2	3	4	5	6
شروع سنہ کا پہلا دن	سال کا پہلا مہینہ	مقدار سال	تعداد ایام جولین پیریڈ قبل از آغاز سنہ ہذا	شروع سنہ کی قمری تاریخ قبل از شروع سنہ ہجری	تعداد ایام شروع سنہ سے تاریخ ولادت نبوی ﷺ تک جس میں یوم ولادت بھی شامل ہے
جمعہ	توت	گھنٹے دن 365- 6	1825029	29 رمضان 349ق	104696

یہ سنہ روما کے آخری بت پرست بادشاہ قلطیانوس اطاکی کے یوم جلوس 29 اگست 284ء یوم جمعہ سے شروع ہوتا ہے۔آج کل مصر میں جاری ہے۔اس سنہ میں 3 سال 365 دن کے اور سال چہارم جسے 4 پر تقسیم کرنے سے 3 باقی رہ جائیں 366 دن کا ہوتا ہے۔ ہر مہینہ 30 دن کا 365 دن کے سال میں 12 مہینوں کے بعد 5 دن نسیٔ کے اور 366 دن کے سال میں 6 دن نسیٔ کے زیادہ کر لیتے ہیں۔

اس سنہ کا دور 28 سال کا ہے۔اس سنہ کے مطابق ولادت مبارک 25 برمودہ 278 کو ہوتی ہے۔

⑭ جلوس نوشیروانی

1	2	3	4	5	6
شروع سنہ کا پہلا دن	شروع سال کا پہلا مہینہ	مقدار سال	تعداد ایام جولین پیریڈ قبل از آغاز سنہ ہذا	شروع سنہ کی قمری تاریخ قبل از شروع سنہ ہجری	تعداد ایام شروع سنہ سے تاریخ ولادت نبوی ﷺ تک جس میں یوم ولادت بھی شامل ہے

شنبہ	خرداد	365	1915260	14 جمادی الاول 94-ق-ھ	14465

مجوس میں سنہ کا استعمال ہر بادشاہ کے سال جلوس سے ہوتا تھا۔ نئے بادشاہ کے جلوس سے پہلا مستعمل سنہ متروک ہو جاتا تھا۔
نوشیرواں کا جلوس آغاز سال مجوس سے 63 دن بعد بروز شنبہ 13/15 ستمبر 531ء مطابق 4 ماہ خرداد کو ہوا تھا اور نبی ﷺ کی ولادت باسعادت یوم جلوس نوشیروانی سے 14464 دن کے بعد 40 جلوس نوشیروانی میں 18 ماہ سے مطابق 20/22 اپریل 571 کو ہوئی۔

مجوس کا مستقل سال 365 دن 6 گھنٹے کا ہے، مگر 19 سال تک 6 گھنٹے کی سالانہ کسر کو شمار میں نہیں لاتے۔ جب 120 سال میں 6 گھنٹے سالانہ کی متروک کسروں کے مجموعہ سے 30 دن بن جاتے ہیں۔ تب ایک مہینہ کبیسہ کا 120 ویں سال میں اضافہ کر دیتے ہیں۔ 120 سال کا دور صغیر اور 12 دور صغیر یعنی 1440 سال کا دور کبیر ہوتا ہے۔ کبیسہ کا مہینہ ہر دور صغیر کے بعد اس طرح اضافہ کرتے ہیں کہ پہلے دور کے 120 ویں سال میں تیسرا مہینہ دوبار، اس طرح دور اعظم کے 1440 ویں سال کے بارہویں مہینہ دوبار شمار ہو کر از سر نو ماہ اول سے ماہ کبیسہ کا شمار کرتے ہیں۔

یزدجرد آخری بادشاہ فارس کے بعد کبیسہ کے بڑھانے کا دستور تو جاتا رہا ہے۔ اب پارسیوں میں یزدجردی سال 365 دن کا اس طرح مستعمل ہے کہ مہینہ 30 دن کا شمار ہوتا ہے اور پانچ دن خمسہ مترقہ میں اضافہ کر کے سال کو 365 دن کا شمار کرتے ہیں۔ 5 مجوس ماہ آبان کے بعد زیادہ کرتے ہیں۔ اور اہل اسلام آخری ماہ کے بعد بڑھاتے ہیں۔ اس طرح ماہ دے سے آخر سال تک پارسیوں کی تاریخ مؤرخین اسلام کی تاریخ سے 5 دن کم ہوتی ہے سنہ مجوسی کا دور سات سال کا ہے۔

(15) عام الفیل

1	2	3	4	5	6
شروع سنہ کا پہلا دن	سال کا پہلا مہینہ	مقدار سال	تعداد ایام جولین پیریڈ قبل از آغاز سنہ ہذا	شروع سنہ کی قمری تاریخ قبل از شروع سنہ ہجری	تعداد ایام شروع سنہ سے تاریخ ولادت نبوی ﷺ تک جس میں یوم ولادت بھی شامل ہے
یک شنبہ	جمعرات محرم	منٹ گھنٹے دن 354- 8-48 34.44 سیکنڈ	1929657 1929674	18 محرم 53 ق-ھ	51/68

اصحاب الفیل کا حملہ مکہ معظمہ پر محرم کی 17 تاریخ کو ہوا تھا۔ اس لیے سنہ اصحاب الفیل کا شمار 18 محرم یوم یک شنبہ سے کیا گیا ہے۔ یہ واقعہ پیدائش نبی ﷺ سے 50 دن پہلے کا ہے۔

محرم کے	13 دن
صفر کے	29 دن
ربیع الاول کے	8 دن
کل	50 دن

اس سنہ کے مطابق ولادت مبارک 9 ربیع الاول 1 عام الفیل ہوئی۔

جدول آغاز شہور قمری بابت بست وسہ سال نبوت محمدیہ ﷺ

بقید دوم و تطبیق و تاریخ و ماہ و سال مسیحیہ متعلق جلد دوم کتاب رحمۃ للعالمین

سنین اسلام	محرم	صفر	ربیع الاول	ربیع الثانی
41 میلاد النبی ﷺ	خمیس 4-12-609	شنبہ 3-1-610	یکشنبہ 1-2-610	سہ شنبہ 3-3-610
42	دوشنبہ 23-11-610	چہارشنبہ 23-12-610	جمعہ 22-1-611	شنبہ 20-2-611
43	شنبہ 13-11-611	یک شنبہ 12-12-611	سہ شنبہ 11-1-612	چہارشنبہ 9-2-612
44	چہارشنبہ 1-11-612	جمعہ 1-12-612	شنبہ 20-12-612	دوشنبہ 29-1-613
45	دوشنبہ 23-10-613	منگل 20-11-613	خمیس 20-12-613	جمعہ 18-0-614
46	جمعہ 11-10-614	شنبہ 9-11-614	دوشنبہ 9-12-614	بدھ 8-1-615
47	منگل 30-9-615	خمیس 30-10-615	جمعہ 28-11-615	اتوار 28-11-615
48	اتوار 19-9-616	دوشنبہ 8-10-616	بدھ 17-11-616	خمیس 16-12-616
49	خمیس 8-9-617	شنبہ 8-10-617	اتوار 6-11-617	منگل 6-12-617
50	دوشنبہ 28-8-618	بدھ 27-9-618	خمیس 26-10-618	شنبہ 25-11-618
51	شنبہ 18-8-619	اتوار 16-9-619	منگل 16-10-619	بدھ 14-11-619
52	بدھ 6-8-620	جمعہ 5-9-620	شنبہ 4-10-620	دوشنبہ 3-11-620
53	شنبہ 27-7-621	منگل 25-8-621	خمیس 24-9-621	جمعہ 23-10-621
1 ہجری	جمعہ 27-7-622	یک شنبہ 15-8-622	دوشنبہ 12-9-622	منگل 12-10-622
2	منگل 5-7-623	خمیس 4-8-623	جمعہ 2-9-623	اتوار 2-10-623
3	اتوار 6-6-624	دوشنبہ 3-7-624	بدھ 22-8-624	خمیس 20-9-624
4	خمیس 13-6-625	شنبہ 13-7-625	اتوار 11-8-625	منگل 10-9-625
5	دوشنبہ 3-6-626	بدھ 2-7-626	خمیس 21-7-626	شنبہ 30-8-626
6	شنبہ 23-5-627	اتوار 21-6-627	منگل 21-7-627	بدھ 19-8-627
7	بدھ 11-5-628	جمعہ 10-6-628	شنبہ 9-7-628	دوشنبہ 8-8-628
8	اتوار 30-4-629	منگل 30-5-629	بدھ 28-6-629	جمعہ 28-7-629
9	جمعہ 20-4-630	شنبہ 19-5-630	دوشنبہ 18-6-630	منگل 17-7-630

سنین اسلام	محرم	صفر	ربیع اول	ربیع الثانی
10	منگل 631-4-9	خمیس 631-5-9	جمعہ 631-6-7	اتوار 631-7-7
11	شنبہ 632-3-28	دوشنبہ 632-4-27	بدھ 632-5-27	خمیس 632-6-25
41 میلاد النبی	چہار شنبہ 610-4-1	جمعہ 610-5-1	شنبہ 610-5-30	دوشنبہ 610-6-29
42	دوشنبہ 611-3-22	سہ شنبہ 611-4-20	خمیس 611-5-20	جمعہ 611-8-18
43	جمعہ 612-3-10	یک شنبہ 612-4-19	دوشنبہ 612-5-8	چارشنبہ 612-6-7
44	سہ شنبہ 613-2-27	خمیس 613-3-29	جمعہ 613-4-27	یک شنبہ 613-5-27
45	اتوار 614-2-17	دوشنبہ 614-2-18	بدھ 614-4-17	خمیس 614-5-6
46	خمیس 615-2-6	شنبہ 615-3-8	اتوار 615-4-6	منگل 615-5-6
47	دوشنبہ 616-1-26	بدھ 616-3-25	جمعہ 616-3-26	شنبہ 616-4-24
48	شنبہ 617-1-15	اتوار 617-2-13	منگل 617-3-15	بدھ 617-4-13
49	چہار شنبہ 618-4-1	جمعہ 618-1-3	شنبہ 618-3-4	دوشنبہ 618-4-3
50	دوشنبہ 619-12-25	منگل 619-1-23	خمیس 619-2-22	جمعہ 619-3-22
51	جمعہ 620-12-14	شنبہ 620-1-12	دوشنبہ 620-2-11	منگل 621-3-1
52	منگل 621-12-2	خمیس 621-1-1	جمعہ 621-1-30	اتوار 621-3-1
53	اتوار 622-11-22	دوشنبہ 622-12-21	بدھ 622-1-20	خمیس 622-2-18
1 ہجری	خمیس 623-11-11	شنبہ 623-12-11	اتوار 623-1-9	منگل 623-2-8
2	دوشنبہ 623-10-31	بدھ 623-11-30	خمیس 623-12-29	شنبہ 624-1-28
3	شنبہ 624-10-20	اتوار 624-11-18	منگل 624-12-18	بدھ 625-1-16
4	بدھ 625-10-9	جمعہ 625-11-8	شنبہ 625-12-7	دوشنبہ 626-12-26
5	اتوار 626-9-28	منگل 626-10-28	خمیس 626-11-27	جمعہ 627-1-6
6	جمعہ 627-9-18	شنبہ 627-10-17	دوشنبہ 627-11-16	منگل 627-12-15
7	منگل 628-9-6	خمیس 628-10-6	جمعہ 628-11-4	اتوار 628-12-4
8	شنبہ 629-8-26	دوشنبہ 629-9-25	بدھ 629-10-25	خمیس 629-11-23
9	خمیس 630-8-16	جمعہ 630-9-14	اتوار 630-10-14	دوشنبہ 630-11-12
10	دوشنبہ 631-8-5	بدھ 631-9-4	خمیس 631-10-3	شنبہ 631-11-2

سنین اسلام	محرم	صفر	ربیع الاوّل	ربیع الثانی
11	شنبہ 632-7-25	اتوار 632-8-23	منگل 632-10-22	بدھ 632-11-21
41 میلادالنبی	سہ شنبہ 610-7-28	خمیس 610-8-27	جمعہ 610-9-25	یک شنبہ 610-10-25
42	یک شنبہ 611-7-18	دوشنبہ 611-8-26	بدھ 611-9-15	خمیس 611-10-24
43	خمیس 612-7-6	شنبہ 612-8-5	دوشنبہ 612-9-4	سہ شنبہ 612-10-3
44	دوشنبہ 613-6-25	چہارشنبہ 613-7-25	جمعہ 613-8-24	شنبہ 613-9-22
45	شنبہ 614-6-17	اتوار 614-7-21	منگل 614-8-13	بدھ 614-9-11
46	بدھ 615-6-4	جمعہ 615-7-21	شنبہ 615-8-2	دوشنبہ 615-9-1
47	دوشنبہ 616-5-24	منگل 616-6-22	خمیس 616-7-22	جمعہ 616-8-2
48	جمعہ 617-5-13	شنبہ 617-6-11	دوشنبہ 617-7-11	بدھ 617-8-10
49	منگل 618-5-2	خمیس 618-6-1	جمعہ 618-6-30	اتوار 618-7-30
50	اتوار 619-4-22	دوشنبہ 619-5-21	بدھ 619-6-20	خمیس 619-7-19
51	خمیس 620-1-10	شنبہ 620-1-10	اتوار 620-6-6	منگل 620-7-8
52	دوشنبہ 621-3-30	بدھ 621-4-29	خمیس 621-5-28	شنبہ 621-6-2
53	شنبہ 622-3-20	اتوار 622-4-18	منگل 622-5-18	بدھ 622-6-16
1 ہجری	بدھ 623-3-9	جمعہ 623-4-8	شنبہ 623-5-7	دوشنبہ 623-6-6
2	اتوار 624-2-26	منگل 624-3-27	خمیس 624-4-26	جمعہ 624-5-25
3	جمعہ 625-2-15	شنبہ 625-3-16	دوشنبہ 625-4-15	منگل 625-5-14
4	اتوار 627-1-25	دوشنبہ 627-2-23	چہارشنبہ 627-3-5	خمیس 627-4-23
5	خمیس 628-1-25	جمعہ 628-2-12	اتوار 628-3-13	منگل 628-4-12
6	دوشنبہ 629-1-14	بدھ 629-2-1	خمیس 629-3-2	شنبہ 629-4-1
7	شنبہ 629-12-13	اتوار 630-1-21	منگل 630-2-2	بدھ 630-3-21
8	بدھ 630-12-12	خمیس 631-1-10	شنبہ 631-2-9	دوشنبہ 631-3-11
9	اتوار 631-12-1	منگل 631-12-31	بدھ 631-1-29	خمیس 632-3-27
10	جمعہ 632-11-2	شنبہ 632-12-19	دوشنبہ 633-1-18	منگل 633-2-16

قصیدہ

درحمد باری تعالیٰ جلّ جلالہ عمّ نوالہ

خدائے عزوجل کے لیے ہے شکر نعم
زیادہ حد عدد سے ہے جس کے فضل و کرم

وہی ملک ہے، وہی مستعان، وہی معبود — وہی الٰہ، وہی ہادی رہ اقوم
وہی ہے غافر ذنب اور وہی ہے قابل توب — وہی ہے نائر ارض وسما وثور وظلم
وہی ہے رافع عزوعلا ومجد و عطا — وہی ہے دافع درد و بلا ورنج وسقم
جلال اس کا ہی آفاق کے لیے ہے محیط — نوال اس کا ہے ارزاق کے لیے مقسم
کمال عقل ہے درفان کنہ میں قاصر — زبان نطق بیان ثنا میں ہے ابکم
نمونہ قدرت باری کا ہے کہ صفحہ چرخ — ہجوم نجم سے ہوتا ہے اطلس معلم
ہے شان صنعت صانع کہ ارض کا یہ کرہ — وفور سبزہ سے بنتا ہے صفحہ ملحم
اسی کے حکم سے قائم جبال شامخہ ہیں — اسی کے امر سے سائر ہے نیر اعظم
اسی کے فیض سے باغ حدوث ہے شاداب — اسی کے نام سے قلب سلیم ہے خرم
اسی کی داد سے مہ کو ملا ہے سکہ سیم — اسی کے جود سے ماہی کو کیسہء درہم
اسی نے فرش زمین کو بچھا دیا ہموار — اسی نے سلک ثریا کو دیا درہم
اسی کے قصد میں پویندہ ہیں الوف ملل — اسی کی حمد میں گویندہ ہیں صنوف امم
اسی کے خوض میں ہے تہ نشین دریا در — اسی کے شوق میں ہے آسمان گراشبنم
اسی کا نور ہے چشم جہاں کی بینائی — اسی کا حکم بقاو فنا کا مستلزم
اسی کی آیت قدرت سے ہے ہبوب ریاح — جو بادلوں کو ہے کرتی فراہم و درہم
اُسی آیت قدرت سے ہے تلمع برق — چمک میں جس کی ہے بیم ورجا کی شان بہم
اسی کی آیت قدرت سے ہے نزول میاہ — کہ مرگ وزیست کی ملتی نظیر ہے پیہم
ی کی آیت قدرت سے ہے کہ مردہ زمین — حیات تازہ سے بارورگر ہوئی منضم

اسی کی آیت قدرت سے ہے کہ خاک سیاہ
ہزاروں بیش بہا گنج کی بنی مدغم

اسی کی آیت قدرت سے ہے کہ لیل و نہار
ہمیں سکھاتے ہیں طرز وطریق رامش درم

اسی کی آیت قدرت سے ہے کہ بین بہار
بنا دیے ہیں جزیرے مثال باغ ارم

اسی کی آیت قدرت سے ہے کہ گنبد چرخ
مثال سقف بغیر از عمد، رہا ہے تھم

اسی کی آیت قدرت سے ہے کہ انسان کی
لسان و لون میں تو ہیں جدا جدا ہیں علم

اسی کی آیت قدرت سے ہے کہ ہوتا ہے
یہ موسموں کا تغیر یہ انقلاب امم

اس کے امر سے تھامے ہوئے ہیں سب طائر
فضا میں جسم کو اپنے بلاتردد وغم

اسی کے حکم سے ٹھہرے ہوئے ہیں یہ ابحار
کہ موج موج کا اندر ہے اپنے حد کے قدم

اس کے نور تجلی سے طور ہے روشن
اسی کی ذرہ نوازی سے نخل ہے ملہم

اسی کی ذات مقدس حقیق سجدہ ہے
اسی کے اسم معظم کے واسطے ہے قسم

اسی کی جناب میں ہوتی ہے عرض رب اغفر
اسی سے کہتے ہیں وارحم کہ سب سے ہے ارحم

اسی کی غایت حمد وثنا ہے لااحصی
اس کے اول ادراک پر ہے لا اعلم

وہی ہے ایک وحید اور لاشریک لہ
کہ ملک و حمد اسی کو ہے اور کبر وقدم

غنی ومقتدر وباسط وودو وجلیل
کبیر وقادر و بر و رؤف وحی وحکم

سلام و مؤمن وقدوس و والی وباری
غفور وباقی وستار اور حکیم حکم

احد ہےاورصمدلَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ
مثال وکفو سے ہے پاک تر بحد اتم

ہے شرک جو اسے کہتا ہے صرف رب النوع
وہ ہے مصور اشیاء وخالق عالم

اسی کے خلق ہیں اوراس کو پا نہیں سکتے
حواس سمع وبصر، عقل ودرک،لمس اور شم

شریک خلق میں اس کے نہ مادہ ہے نہ روح
مشیر امر میں اس کے وزیر نہ ندم

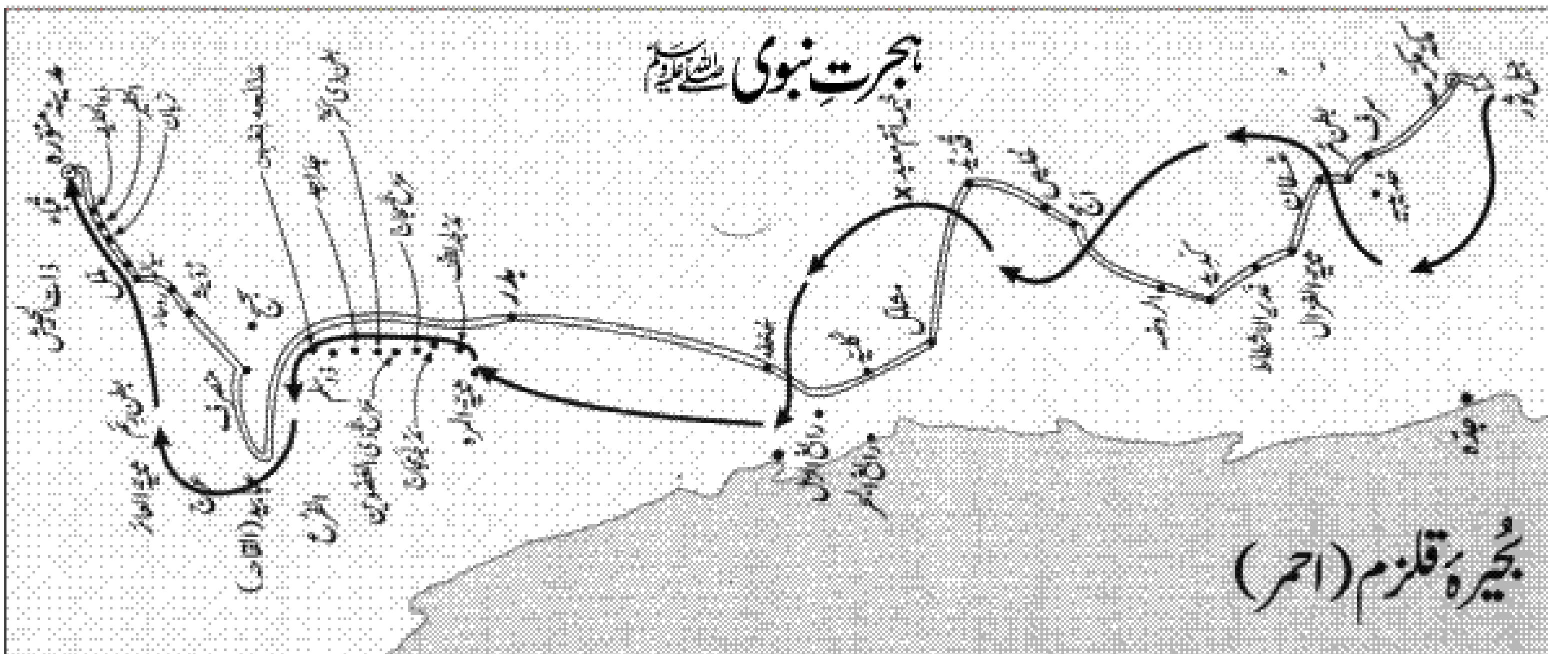
وگر ہے صدق ارادت تو برگ برگ گیاہ
ہے بام معرفت لا یزال کا سلم

مرے کریم ذوالجلال والاکرام
عمیم ہیں تیرے احسان کثیر تیری نعم

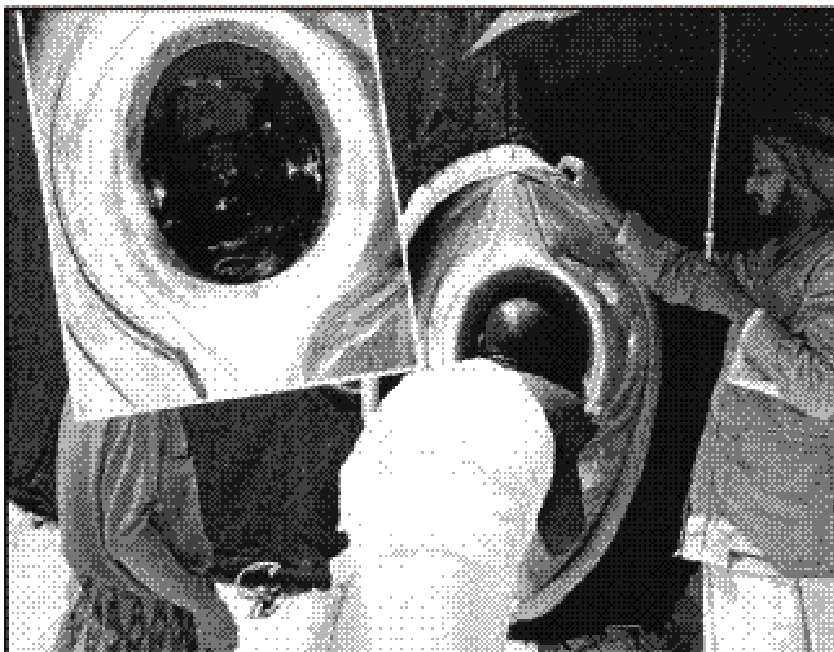
ہے ایک حکم میں تیرے حیات اور ممات
ہے سب کا تیرے ہی دوحرف میں وجود وعدم

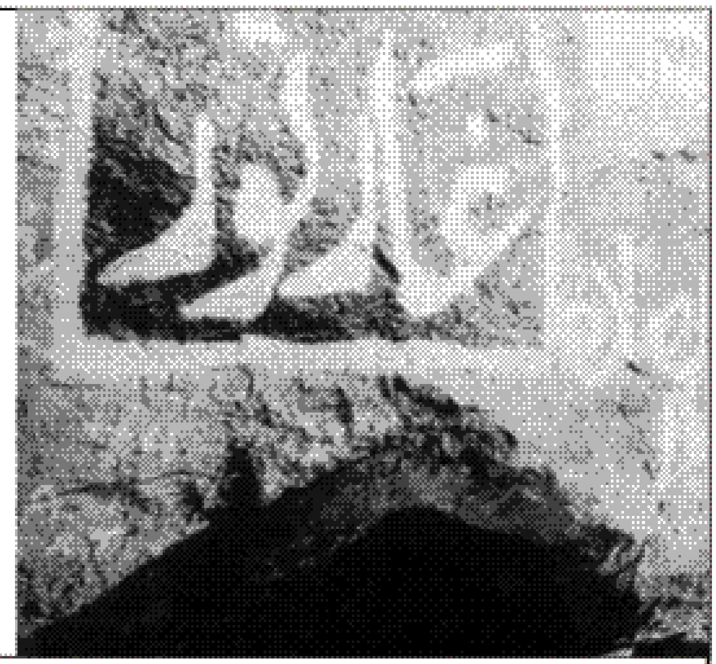
نہیں وجود عوالم سے تیری قدرت بیش — نہ انعدام خلائق سے تیری صنعت کم
ہو تیری عفو ورحیمی کا جس جگہ اظہار — ہے مستحق کرامت گناہ اور ظلم
مقربین ہیں بین رجا و خوف ترے — کہ ہے حجاب عدالت میں رحمت اور کرم
فرشتگان مکرم کہ انبیائے کرام — عبودیت پہ تری شاد ہیں بہ فخراتم
تیری جناب میں سب کی التماس دعا — تیری حضور میں سب کا سر ارادت خم
نہ مال میرا مآل طلب ، نہ حشمت وجاہ — کہ سب مشتغل اس فیض میں بنی آدم
یہ التجا ہے ، یہی آرزو ، یہی خواہش — مدام دل کی تمنا یہی بدیدہ نم
رہوں سدا متمسک نبی کی سنت سے — قدم ہوں میرے صراط ہدیٰ پہ مستحکم
رگوں میں جوش بلہو میں محبت اسلام — بدن میں جان رہے جب تک اور دم میں دم
ترے حبیب نے جو امیوں کو دی تعلیم — وہی ہو میرا عقیدہ نہ اس سے بیش وکم
رسول سید ابرار بندہ رحمٰن — نبی جہاں کے لیے رحمت و مطاع امم
سراج و شاہد وداعی مبشر ومنذر — ملاذ کعبہ و حامی قدس وشاہ حرم
ہماری جان پہ ہم سے سوا رؤف ورحیم — شفیع و حامد و احمد محمد و خاتم
عوام کا اب وجد سے ہے مایہ نازش — ہیں اس کی ذات پہ نازاں خلیل اور آدم
درود اس پہ اور اصحاب وآل پہ اس کے — کہ پر ہے ان کے فضائل سے مصحف محکم
توقیر کی متوحش جگہ میں ہو مونس — توہولناک قیامت میں بن مرا ہمدم
الٰہی رحم مرے والدین پہ فرما — اسی سوال میں سارے سوال ہیں منضم

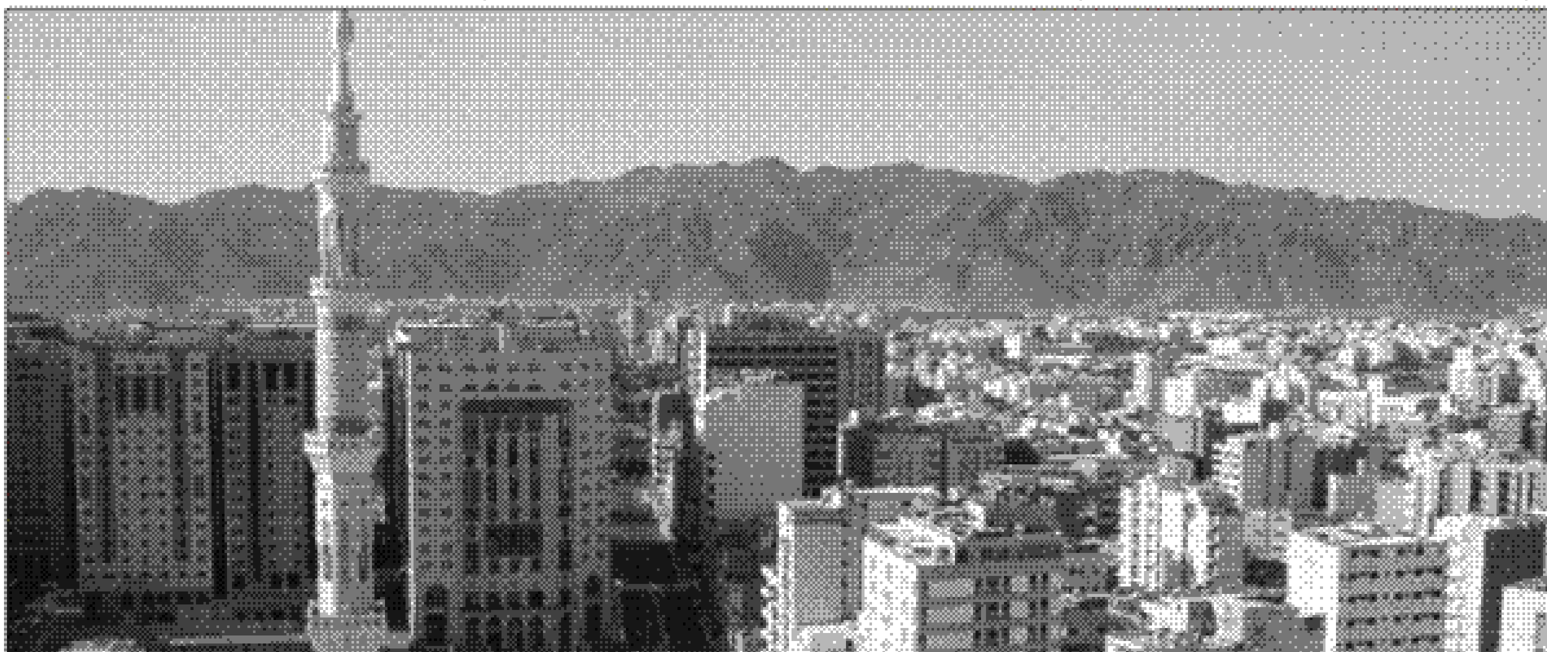
نفس ہے سینے میں سلمان کے رواں جب تک
نبیؐ کی نعت میں چلتی رہے زبان و قلم

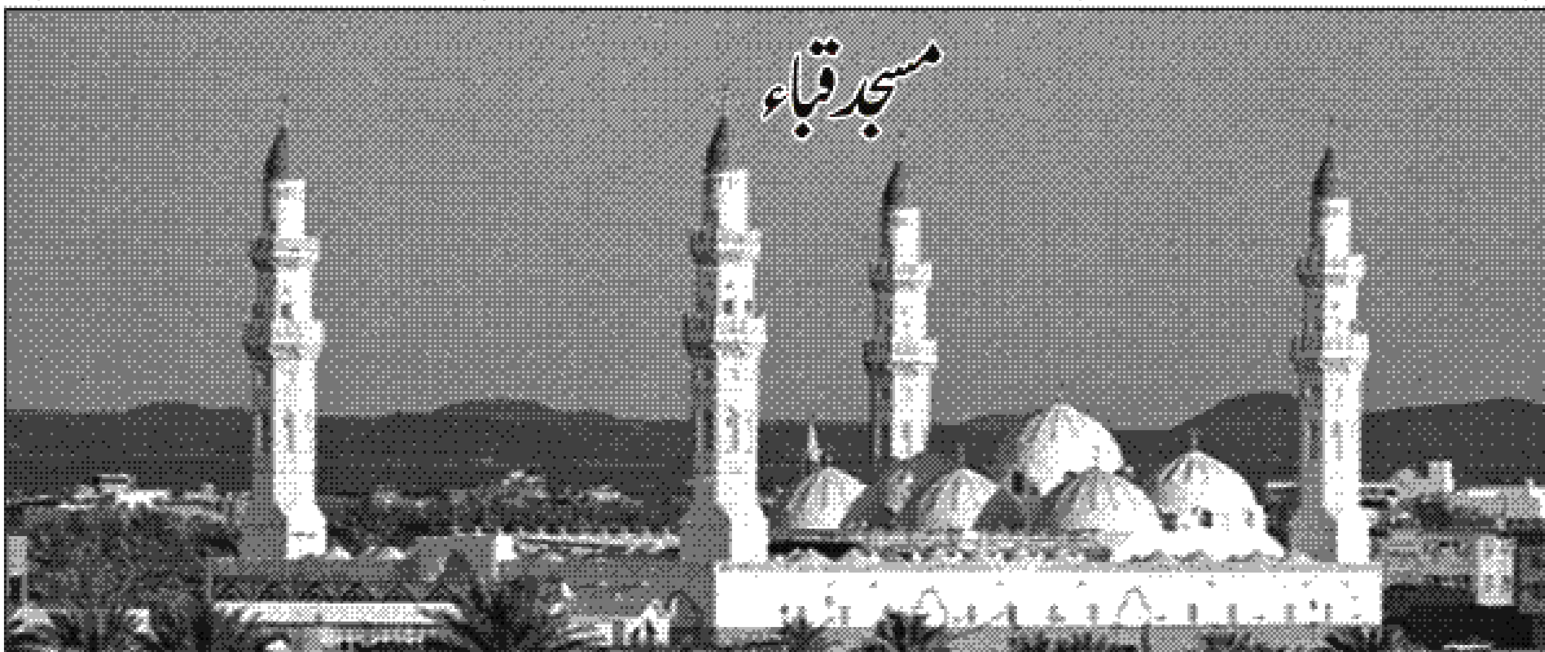


فہرست مضامین رحمۃ للعالمین جلد دوم



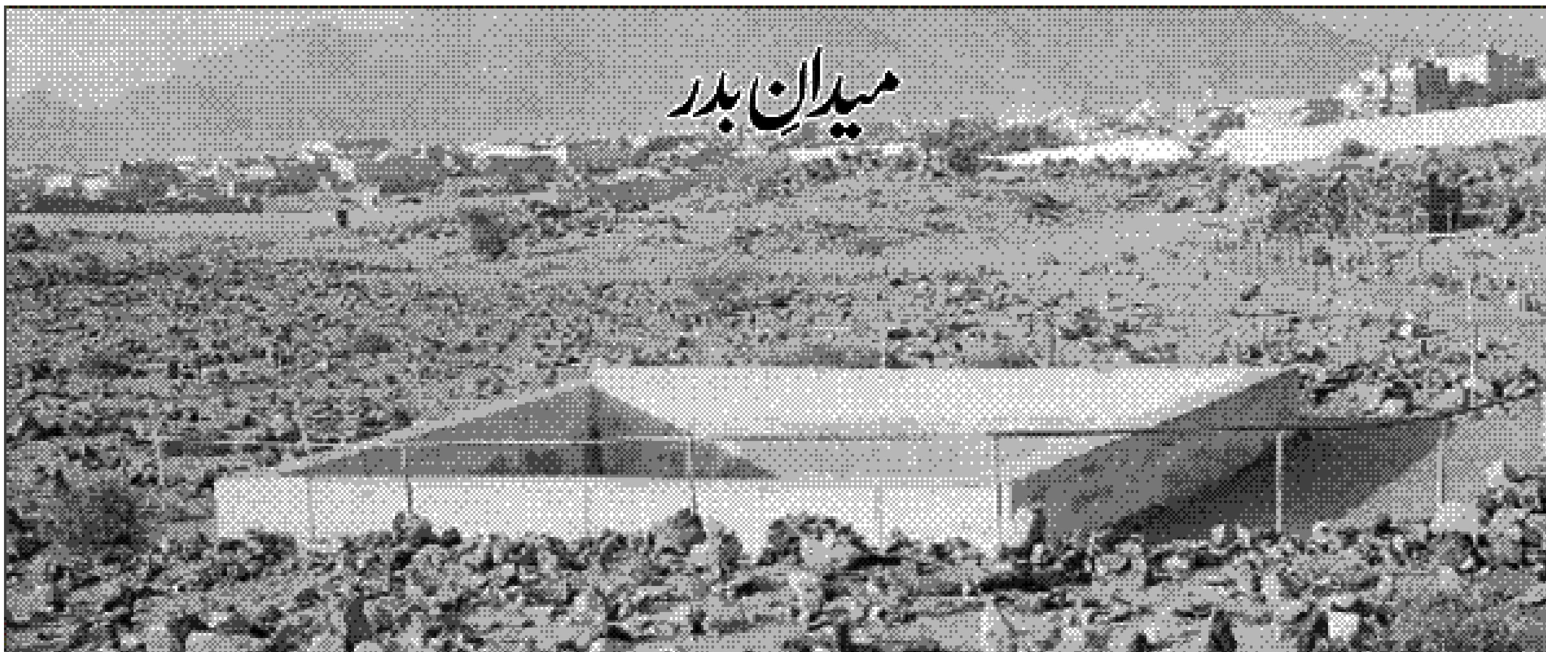


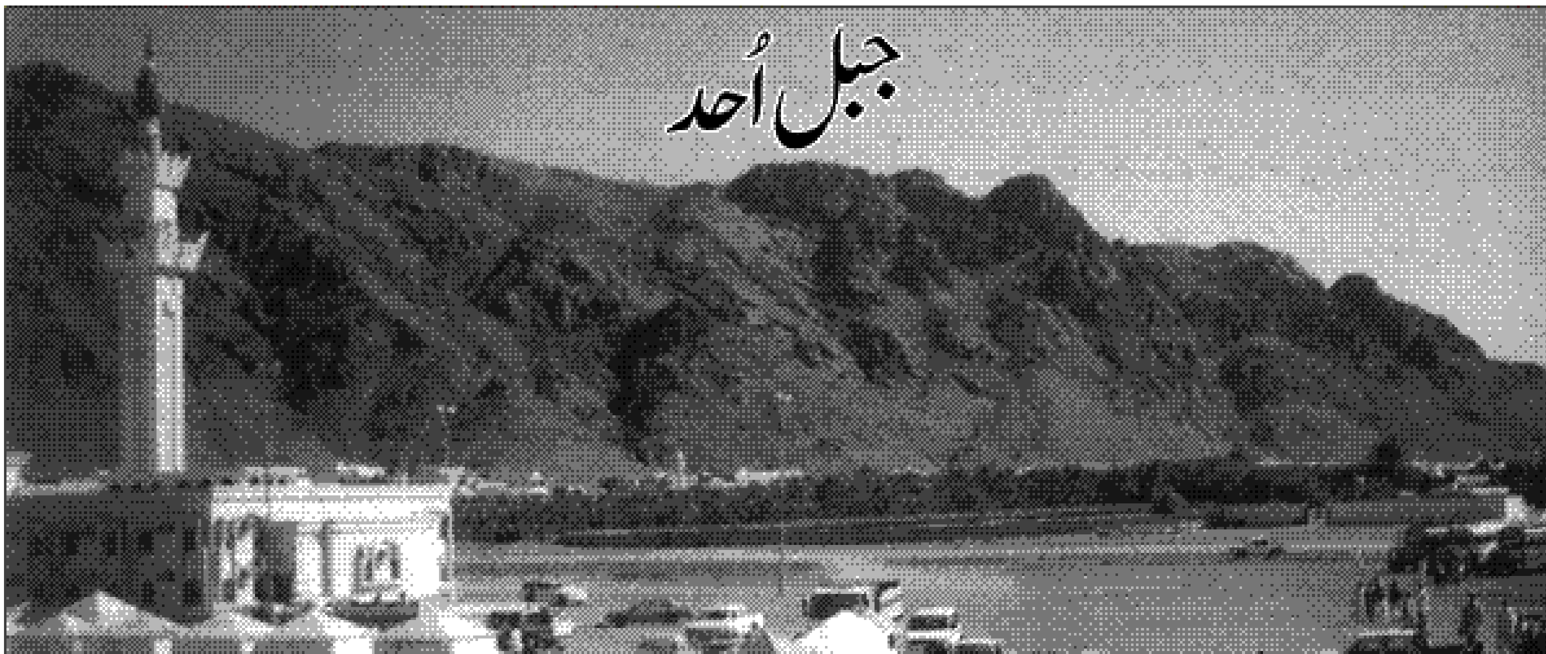


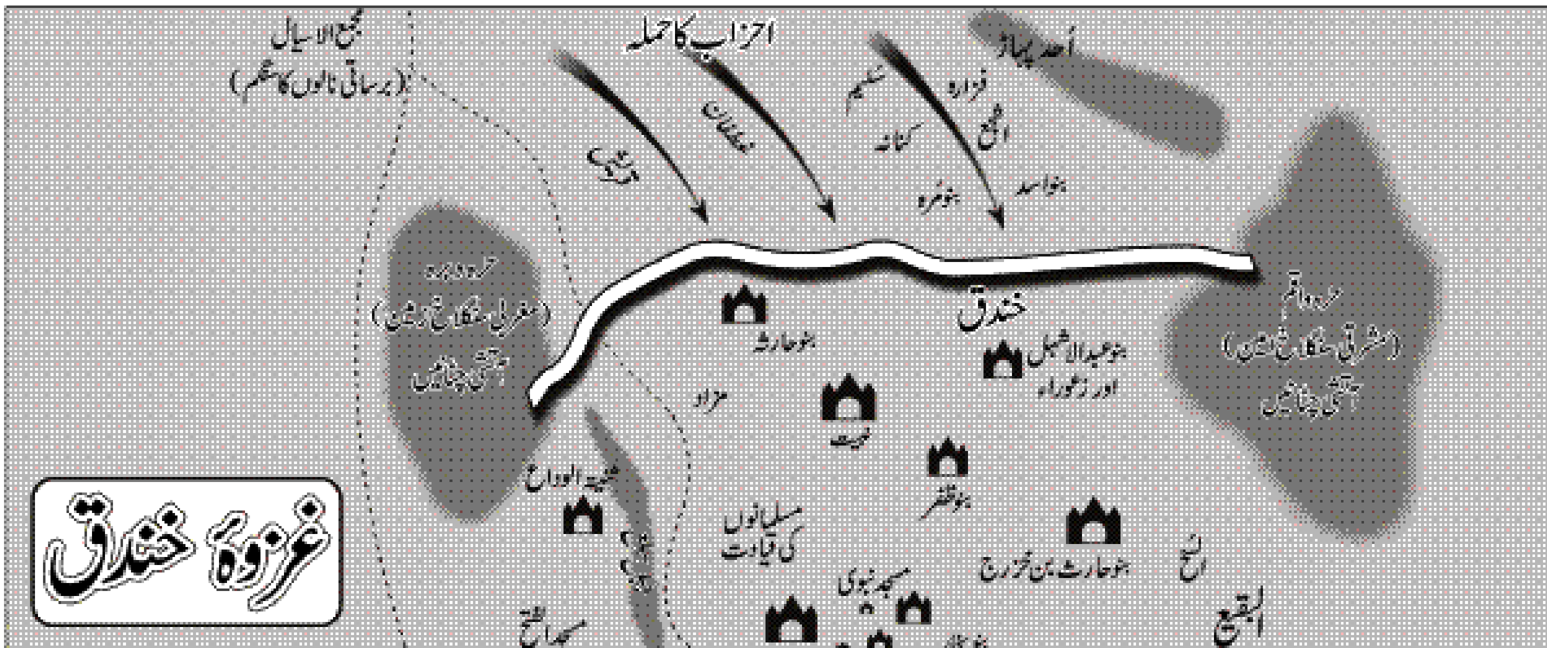

مسجد قباء




مسجد قبلتین


میدانِ بدر

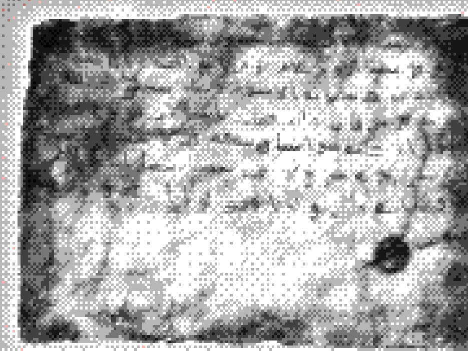

جبل اُحد


غزوۂ خندق
احزاب کا حملہ
احد پہاڑ
مجمع الاسیال
(برساتی نالوں کا سنگم)
قریش
غطفان
فزارہ
سلیم
اشجع
کنانہ
بنو اسد
بنو مرہ
خندق
بنو حارثہ
بنو عبدالاشہل اور زعوراء
(مغربی سنگلاخ زمین)
جلتی چٹانیں
(مشرقی سنگلاخ زمین)
جلتی چٹانیں
ثنیۃ الوداع
مسلمانوں کی قیادت
مسجد نبوی
بنو حارث بن خزرج
بنو ظفر
البقیع

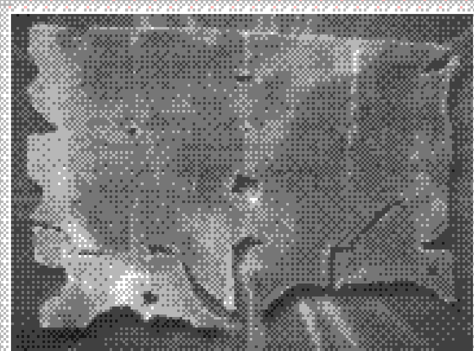



خیبر

نبی کریم ﷺ کے خطوط کے عکس








رحمۃ للعالمین
قاضی محمد سلیمان سلمان منصورپوری
وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین
MARKAZ
Al-Hrmain-ul-Islami
GULBAHAR COLONY, SATIANA ROAD, FAISALABAD-PAKISTAN.
CONTACT: 0304 3010777